

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى

لَعَنَّاكَ أَتَاهُمْ لَقِيَ سَيِّئًا تَهْمِيهِمْ هَوْنٌ ○ سورة الحجرات (آیت ۷۲)

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ سورة الم نشرح (آیت ۳)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ○ سورة التوبة (آیت ۱۲۸)

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابلِ قدر اور عظیم تالیف
اُمت کے اکابر مؤرخین اور اربابِ سیر کے علوم کا جوہر

سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

از افاضات

حضرت علامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ



الطائف اینڈ سنز

پل اوپنس نمبر ۵۸۸۲ کراچی ۳۰۰۰۰ پاکستان فیکس ۷۱۰-۷۱۰۷۱۲۷ (۹۲)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى

لَعَنَّاكَ إِنَّمَهْرِ لَفَى سَكْرَتِهِمْ عَمَهُونَ ○ سُورَةُ الْجَعْرِ (آیت: ۷۲)

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ سُورَةُ الْفُرْقَانِ (آیت: ۴۰)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ سُورَةُ الْفُرْقَانِ (آیت: ۲۸)

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قابلِ قدر اور عظیم تالیف
اُمت کے اکابر مؤرخین اور اربابِ سیر کے علما کا جوہر

سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حصہ سوم

از افاضات

حضرت العلّامہ مولانا محمد ادریس صاۓ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

الطائف اینڈ سنز

پی۔ او بکس نمبر ۵۸۸۲ کراچی ۷۴۰۰۰ پاکستان فیکس ۷۵۱۲۷۷۷۷-۲۱ (۹۲)

حصہ سوم

سیرۃ المصطفیٰ ﷺ

نام کتاب

مصنف حضرت علامہ مولانا محمد ادریس صاحب دہلوی رحمہ اللہ

مصنف

ملنے کے پتے

صدیقی ٹرسٹ

صدیقی ہاؤس، انتظار پارٹمنٹس، 458، گارڈن ایسٹ،
بی. او. بکس 609 کراچی-74800 پاکستان، فیکس: (021)7228823

مکتبہ المعارف

دارالعلوم الحسینیہ

شہداد پور، سندھ پاکستان۔ فون: 02232 41376

رئیسہ الجامعۃ الاسلامیۃ لبنات الاسلام

جامعہ اسلامیہ اسٹریٹ

نوارہ چوک گجرات، پاکستان

فون: 510015 - 525710 (0433)

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K,

QARI ABDUR RASHID TEYLOR

119-121- HALLIWELL ROAD,

BOLTON. BL 13NE, U.K.

TEL / FAX : 01204 - 389080, MOB : 07930 - 464843

MOULANA MUSA KARMADI, LONDON, U.K,

Mobile : 07710 - 407175

HAFIZ SULEMAN, U.K,

DEWSBURY - MOB : 07773 - 514324

DARUL ULOOM AL MADANIA, U.S.A.

182, SOBIESKI ST. BUFFALO, NY. 14212

TEL : (0716) 892-2606. FAX : (0716) 892-6621,

E-mail : office@madania.org

AN-NOOR ISLAMIC BOOKS, CANADA.

YAKOOB S. NAIKIWALA

2680 LAWRENCE AVE. # 201,

SCARBOROUGH, ONT. MIP 4Y4 (CANADA)

TEL : (001) 416 - 759-6185, FAX : (001) 416 - 267-4192

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست مضامین سیرۃ المصطفیٰ حصہ سوم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۲	اسلام عقیدہ و مقبہ پر ان ابی لبیب	۱	فتح مکہ مکرمہ رفیع اعظم
۵۲	اسلام معاویہ	۵	تجدید معاہدہ کے لئے ابوسفیان کی روانگی
۵۳	بت خانوں کی تحریک کے لئے سرایا کی روانگی	۷	قتدہ عاتب بن ابی بلتعوجہ
۵۳	ہدم عزی و ہدم سواع	۱۲	عاتب کے خط کا مضمون
۵۴	ہدم سنات	۱۳	مدینہ منورہ سے روانگی
۵۵	غزوہ حنین و ادطاس و طائف	۱۸	مقام مرالظہران میں پڑاؤ
۶۲	محاصرہ طائف	۲۰	ابوسفیان کا اسلام
۶۴	تقسیم غنائم حنین	۲۳	مکہ معظمہ میں داخلہ
۶۷	عمرة جعرانہ	۲۷	مسجد حرام میں حضور پر نور کا داخلہ
۶۸	تحریم مکہ	۲۸	باب کعبہ پر خطبہ
۶۹	لطائف و معارف	۳۰	ہام کعبہ پر اذان
۷۲	تقریر عمال	۳۳	غزوہ اور غورتوں سے بیعت
۷۳	سیرۃ کا آغاز	۳۶	باب کعبہ پر دوسرا خطبہ
۷۴	سیرۃ عیینہ بن حصن	۳۸	مہاجرین کے متروکہ مکانات کی واپسی کا سکہ
۷۵	خطبہ عطار بن حاجب	۳۸	عفو عام کے بعد مجربان خاص کے شعلہ احکام
۷۷	خطبہ ثابت بن قیس	۴۰	فتح مکہ کے دن کے پندرہ آدمیوں کے قتل کا حکم
۷۸	بعثت ولید بن عقبہ بسوسے بنی المصطلق		اور ان کے قتل اور تائب ہونے کے واقعات
۷۹	سیرۃ عبد اللہ بن عویجر	۴۸	اسلام الی قنادلی یعنی ابوبکر صدیق کے والد کے
۸۰	سیرۃ قطیبہ بن عامر		مسلمان ہونے کا واقعہ
۸۰	سیرۃ رضاک بن سفیان	۴۹	اسلام صفوان بن امیہ
۸۰	سیرۃ علقمہ بن مجزہ بسوسے حبشہ	۵۰	اسلام ہبیل بن عمرو

۱۱۸	وفد ہمدان	۸۱	سر پتہ علی بن ابی طالب برائے بت شکنی
۱۱۹	وفد مزینہ	۸۱	ذکر اسلام فرزند حاتم طائی
۱۲۰	وفد دوس	۸۳	اسلام کعب بن زہیر
۱۲۰	وفد نصاریٰ بخران جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علامہ نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ کی الوہیت اور اہدیت کے بارے میں مکالمہ	۸۴	غزوہ تبوک
		۸۷	حضرت علی کو اہل و عیال کی حفاظت کیلئے مدینہ چھوڑنا۔
۱۲۲	مباہلہ	۸۸	حدیث انت فی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ کی شرح
۱۲۷	خزوفہ بن عمر کی سفارت کا ذکر		دیار شہود پر سے گزرا اور وہاں کے پانی کے متعلق حکم اور اس کے اسرار و حکم
۱۲۸	قدوم ختام بن ثعلبہ	۸۹	مسجد ضرار
۱۲۹	وفد طارق بن عبد اللہ محاربی	۹۳	متخلفین کا ذکر
۱۳۱	وفد نجیب	۹۶	کعب بن مالکؓ اور ابنہ بن ریح اور ہلال
۱۳۲	وفد ہذیم	۹۷	ابن امیہ سے پچاس دن تک ترک کلام و سلام کا قہر۔
۱۳۳	وفد بنی فزارہ		صدیق اکبر کا امیر ج مقدس ہونا
۱۳۳	وفد بنی اسد	۱۰۰	واقعات متفرقہ ۹۹
۱۳۴	وفد بہرہ	۱۰۱	سنہ ۹ اور عام الوفود
۱۳۴	وفد عذرہ	۱۰۲	وفد ہوازن
۱۳۵	وفد ملی	۱۰۳	وفد ثقیف
۱۳۵	وفد بنی مرقہ	۱۰۷	وفد بنی عامر
۱۳۶	وفد خولان	۱۰۹	وفد عبد القیس
۱۳۷	وفد محارب	۱۱۰	وفد بنی حنیفہ اور سلیہ کذاب کی حاضری
۱۳۷	وفد صدر	۱۱۲	وفد طے
۱۳۸	وفد عثمان	۱۱۳	وفد کندہ
۱۳۸	وفد سلمان	۱۱۵	وفد اشعریین
۱۳۹	وفد بنی عبس	۱۱۶	وفد ازد
۱۳۹	وفد غامد	۱۱۷	وفد بنی الحارث
۱۴۰	وفد ازد		
۱۴۱	وفد بنی المنتفق		

۱۹۰	لطائف و معارف	۱۴۱	وفد نفع السعہ
۱۹۱	واقعہ قرطاس کے متعلق شیعوں کے اعتراض	۱۴۲	یمن میں تعلیم اسلام
۱۹۲	کا جواب	۱۴۳	سربہ خالد بن ولید سے نجران
۱۹۳	امامت صدیق اکبر	۱۴۴	سربہ علی کرم اللہ وجہہ سے یمن
۱۹۴	مدت امامت ابو بکر	۱۴۵	حجۃ الوداع
۱۹۵	تاریخ وفات نبوی	۱۵۱	خطبہ غدیر خم
۱۹۹	سقیفہ بنی ساعدہ اور بیعت خلافت	۱۵۲	حجۃ الوداع سے واپسی
۲۰۰	سعد بن عبادہ کی تقریر	۱۵۲	جبریل امین کی آمد
۲۰۲	صدیق اکبر کی تقریر	۱۵۳	آخری فوج ظفر مویج یعنی سربہ اسامہ
۲۰۶	سعد بن عبادہ کا اعتراض	۱۵۵	سفر آخرت کی تیاری
۲۰۹	صدیق اکبر کی فضیلت پر فاروق اعظم کی تقریر	۱۵۷	علامت کی ابتداء
۲۱۱	صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت	۱۵۸	حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء کا رونا اور ہنسنا
۲۱۲	بیعت عامہ کے بعد بیعت عامہ	۱۵۹	واقعہ قرطاس
۲۱۲	بیعت عامہ سے پہلے مسجد نبوی میں حضرت عمر کا خطبہ	۱۶۳	آخری خطبہ
۲۱۳	صدیق اکبر سے بیعت لینے کی درخواست	۱۶۵	صدیق اکبر کو نماز پڑھانے کا حکم
۲۱۳	بیعت عامہ کے بعد صدیق اکبر کا پہلا خطبہ	۱۶۹	یوم النصال
۲۱۷	حضرت علی کی بیعت	۱۷۱	عالم نزع
۲۲۳	سعد بن عبادہ کی بیعت	۱۷۲	تاریخ وفات
۲۲۳	صدیق اکبر کا خلافت سے دستبردارگی کا ارادہ	۱۷۳	عمر شریف
۲۲۴	مسئلہ وصایت	۱۷۳	صحابہ کا اضطراب
۲۳۲	مسئلہ خلافت میں اہل سنت و اہل تشیع کے فتنہ و اختلاف کی مختصر تشریح	۱۷۵	صد اکبر کا خطبہ
۲۳۲	متروکات نبوی	۱۷۹	بقیہ خطبہ صدیق
۲۳۳	حضرات اہل بیت کا مطالبہ میراث اور	۱۸۳	سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا اجتماع
۲۳۸	صدیق اکبر کا جواب	۱۸۴	تجزیہ و تکفین اور غسل
		۱۸۷	نماز جنازہ
		۱۸۹	تدفین

۳۲۶	مسند حجاب پر ایک اجمالی نظر	۲۴۲	باغ فدک کی حقیقت -
۳۲۷	حجاب کے فوائد اور بے حجابی کے مفاسد	۲۴۳	ایک شہداء و اس کا انزالہ یعنی حضرت سیدہ
۳۲۸	حکایت از فتویٰ مولائے روم ابیس بصیر	۲۴۵	کی نالاشکی اولاد کا جواب
	لوگوں کو چھٹانے کے لئے حق تعالیٰ سے ایک	۲۴۶	ایک منورہی تنبیہ
	ایک مضبوط جال کی درخواست کرنا اور حق تعالیٰ	۲۴۸	میراث نبوی اپنی انبیاء کرام کے مال میں میراث
	کی طرف سے مختلف جالوں کا اس کے سامنے		جاری نہ ہونے کی حکمتیں
	پیش ہونا اور خیر میں عورتوں کو جال پیش ہونا	۲۴۹	حیات نبوی یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی
	اور شیطان کا اس کو دیکھ کر خوش ہونا اور خوش		قبر مبارک میں زندہ ہیں اس بارے میں حضرت
	مسترت میں اس کا چھل جانا اور ناجائز اور قص کرنا		محدثین اور متکلمین کے مسلک کی تفسیر حیات
۳۳۰	حکایت مذکورہ کی اردو نظم		نبوی کے متعلق حضرت مولانا محمد تاج صاحب
۳۳۸	ام المؤمنین جو میرہ	۲۶۳	کا کلام معرفت الیقین
۳۴۰	ام المؤمنین ام حبیبہ	۲۶۶	ازواج مطہرات اور ان کے فضائل و خصوصیات
۳۴۵	ام المؤمنین صفیہ بنت حمی	۲۶۸	وفات نبوی کے بعد ازواج مطہرات سے کسی
۳۴۸	ام المؤمنین مہمورہ		کے لئے نکاح جائز نہ ہونے کی حکمتیں
۳۴۹	سراری یعنی کینز	۲۸۱	ازواج مطہرات کی تعداد اور ان کی ترتیب
۳۵۰	بارہ قبیلہ		نکاح -
۳۵۰	رکبانہ بنت شمعون	۲۸۲	ام المؤمنین خدیجہ
۳۵۰	نفسیہ	۲۹۱	ام المؤمنین حضرت سورد بن زمعہ
۳۵۰	تعدہ ازواج	۲۹۴	ام المؤمنین عاتکہ صدیقہ
۳۶۱	آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح	۳۰۲	ام المؤمنین حفصہ بنت فاروق اعظم
	کیوں فرمائے۔	۳۰۳	ام المؤمنین زینب بنت خزمیرہ
۳۶۳	اولاد کرام	۳۰۴	ام المؤمنین ام سلمہ
۳۶۵	حضرت قاسم	۳۰۶	ام المؤمنین زینب بنت جحش
۳۶۵	حضرت زینب	۳۰۸	حضرت زید سے نکاح اور ان کی طلاق کا
۳۶۷	حضرت رقیہ		قصہ اور مخالفین کا آنحضرت پر طعن اور
۳۶۶	حضرت ام کلثوم		اس کا مفصل جواب
۳۶۹	حضرت فاطمہ الزہراء	۳۱۴	اور آیت تحفی فی نفسك ما اللہ میدید کی تفسیر

۳۷۱	حضرت ابراہیم	۳۱۵	کافروں کے متعلق فاروق اعظم کا فرمان
۳۷۲	علیہ مبارک	۳۱۶	ایک شبہ اور اس کا جواب
۳۷۳	جہر موت	۳۲۰	اسلامی لباس کی تعریف
۳۷۴	ریش مبارک	۳۲۲	دلائل نبوت و براہین رسالت یعنی معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
۳۷۶	مردوں کی دائرگی اور عورتوں کی چوٹی	۳۲۶	تعداد معجزات
۳۷۷	لباس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۳۲۷	انقسام معجزات
۳۷۸	نعلین مبارکین	۳۲۸	معجزات عقلیہ
۳۷۹	نقشہ نعل مبارک	۳۲۹	معجزہ قرآن کریم
۳۸۰	خرقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۳۳۰	قرآن کریم میں دعوت اور حجت دونوں
۳۸۱	لباس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لباس ابراہیمی		موجود ہیں۔
۳۸۲	واسماعیل تھا معاذ اللہ معاذ اللہ قومی اور	۳۳۱	تیسرہ عقلی معجزہ
۳۸۳	دینی لباس نہ تھا	۳۳۲	چوتھا عقلی معجزہ
۳۸۴	النبیۃ علی مانی التبشیر یعنی مسد شبہ باکفار	۳۳۳	پانچواں عقلی معجزہ
۳۸۵	ایک اجمالی نظر اور شبہ باکفار کی خرابیوں	۳۳۵	دنیا میں مذہب اسلام کی آمد
۳۸۶	پر تہنہ	۳۳۶	چھٹا معجزہ
۳۸۷	تہیہ	۳۳۷	ساتواں عقلی معجزہ
۳۸۸	تشبیہ کی حقیقت	۳۳۸	معجزات حسیہ
۳۸۹	اختلاف اقوام دائم	۳۳۹	معجزات نبوی کی تفصیل
۳۹۰	تشبیہ کی تعریف	۳۴۰	معجزہ کی تعریف
۳۹۱	تشبیہ باکفار کا حکم		معجزات علمیہ
۳۹۲	تشبیہ باکفار کی ممانعت کی وجہ		قرآن حکیم سے بڑا معجزہ ہے
۳۹۳	تشبیہ بالانبیاء کے مفاسد	۳۴۱	وجہ اعجاز قرآن
۳۹۴	ترقی کا راز اور مدار	۳۴۲	دوسرا معجزہ حدیث نبوی یعنی شریعت اسلام
۳۹۵	انگریزی لباس کے اقتصادی نتائج	۳۵۰	تیسرا معجزہ علامہ انت محمد ہیں
۳۹۶	تشبیہ باکفار کے مفاسد اور مضرتوں پر	۳۵۱	چوتھا معجزہ
۳۹۷	فاروق اعظم کا تہنہ	۳۵۲	پانچواں معجزہ
۳۹۸	مسلمانوں کے نام فاروق اعظم کا فرمان		

۵۳۸	نصاری کے چند شہادت اور ان کے جوابات	۴۵۳	بشارات انبیاء سابقین بطور مختصر
۵۴۱	بشارت بہت دوم از انجیل متی باب ۱		والمرسلین
۵۴۲	بشارت بہت دوم از انجیل متی	۴۵۵	تہدیدی امور
۵۴۳	بشارت و چہارم بہت دوم و پنجم	۴۶۱	بشارت اول از تورات سفر استشار
۵۴۶	ابنا انجیل یعنی آئندہ واقعات کی پیشین گوئیاں۔	۴۶۳	اول کتاب کی ایک تحریف کا ذکر
۵۴۹	محمدی پیش گوئی کا امتیاز	۴۶۴	بشارت دوم از کتاب پیدائش
۵۴۹	حفاظت قرآن کی پیشین گوئی۔	۴۷۷	بشارت سوم از سفر استعار
۵۵۰	اعجاز قرآن کی پیشین گوئی	۴۸۱	بشارت چہارم از سفر استعار
۵۵۰	حفاظت نبوی کی پیشین گوئی	۴۸۲	بشارت پنجم از سفر پیدائش
۵۵۰	غلبہ اسلام کی پیشین گوئی	۴۸۶	بشارت ششم از تورات باب ۱
۵۵۱	غلبہ دوم کی پیشین گوئی	۴۹۸	بشارت ہفتم از تورات باب ۱
۵۵۲	خلافت راشدہ کی پیشین گوئی	۵۰۰	بشارت ہشتم از تورات باب ۱
۵۵۵	فتح خیر کی پیشین گوئی	۵۰۳	بشارت نہم از صحیفہ ملائی باب ۱
۵۵۵	فتح فارس و روم کی پیشین گوئی	۵۰۴	بشارت دہم از صحیفہ حقوق باب ۱
۵۵۶	قتال عرب کی شکست کی پیشین گوئی	۵۰۴	بشارت یازدہم از صحیفہ یسعیہ باب ۱
۵۵۶	فتح ممک کی پیشین گوئی	۵۰۵	بشارت دوازدہم " " باب ۱
"	غزوہ احزاب میں کامیابی کی پیشین گوئی۔	"	بشارت سیزدہم " " باب ۱
۵۵۷	یہود کے متعلق پیشین گوئی	"	بشارت چہارم " " باب ۱
"	القار عرب کی پیشین گوئی	۵۰۶	بشارت پانزدہم " " باب ۱
۵۵۸	نقشہ ارتداد اور اس کے انکشاف پیشین گوئی۔	۵۱۳	بشارت شانزدہم " " باب ۱
۵۵۸	وفات نبوی کی پیشین گوئی	۵۱۳	بشارت ہجدهم " " باب ۱
۵۵۹	احادیث مذکورہ ۴۹ پیشین گوئیاں	۵۱۹	بشارت ہشتم از کتاب دانیال باب ۱
۵۶۳	معجزات مین و برکت	۵۲۰	عالمک بنعت عبدالمطلب کا خواب
۵۶۴	استحباب دعا	۵۲۲	بشارت نوزدہم از انجیل متی باب ۱
۵۶۶	معجزات شفاء امراض	۵۲۳	بشارت بہت دوم از انجیل متی باب ۱
۵۶۸	معجزات احیاء موتی	۵۲۴	بشارت بہت دوم از انجیل یوحنا باب ۱
	معجزات عیسوی ۵۷۲	۵۲۶	لفظ ناقطی کی تحقیق
		۵۷۵	نصاری کی گمراہی کا سبب

۵۵۰
نصاری کی گمراہی کا سبب

۵۷۵

۵۷۵
نصاری کی گمراہی کا سبب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

غزوة الفتح الا عظم

یعنی

فتح مکہ مکرمہ زادہا اللہ تشریفاً و تمکیناً۔ رمضان المبارک ۸ شہ

جس وقت قریش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امین، حدیبیہ میں صلح ہوئی اور عہد نامہ لکھا گیا تو اس وقت دیگر قبائل کو اختیار دیا گیا کہ جس کے عہدار عہد میں چاہیں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ بنو مکہ قریش کے عہد میں اور بنو خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں شامل ہو گئے۔ ان دونوں قبیلوں میں زمانہ جاہلیت سے اُن بنی حلی آتی تھی۔ جس کا سبب یہ تھا کہ مالک بن عباد حضرمی ایک مرتبہ مال تجارت لے کر خزاعہ کی سرزمین میں داخل ہوا۔ خزاعہ کے لوگوں نے اس کو قتل کر ڈالا اور اس کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ بنو بکر نے موقع پا کر حضرمی کے معاذ میں بنو خزاعہ کے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا۔ قبیلہ خزاعہ نے اپنے ایک آدمی کے معاذ میں بنو بکر کے تین سرداروں ذویب اور سلمیٰ اور کلثوم کو میدانِ عنرات میں حدودِ حرم کے قریب قتل کر ڈالا۔

زمانہ جاہلیت سے زمانہ بعثت تک یہی سلسلہ رہا ظہور اسلام کے بعد اسلامی معاملات میں مشغول جانے کی وجہ سے سلسلہ رک گیا۔

حدیبیہ میں ایک میعاد صلح ہو جانے کی وجہ سے فریقین ایک دوسرے سے مامون اور بے خوف ہو گئے بنو کبر نے اپنی دشمنی نکالنے کا موقع غنیمت سمجھا چنانچہ بنو کبر میں سے زہل بن معاریہ دہلی نے مع اپنے ہمراہیوں کے خزاعہ پر شرب خون مارا اذات کا وقت تھا خزاعہ کے لوگ پانی کے ایک چشمہ پر سو رہے تھے جس کا نام وتیر تھا۔

قریش میں سے صفوان بن امیہ اور شعیب بن عثمان اور سہیل بن عمرو اور حو لیط بن عبد الغفری اور کمزین حفص نے پوشیدہ طور پر بنو کبر کی امداد کی۔ خزاعہ نے بھاگ کر حرم میں پناہ لی۔ مگر ان کو بھی قتل سے پناہ نہ ملی۔

قریش نے بنو کبر کی ہر طرح سے امداد کی ہتھیار بھی دئے اور لڑنے کے لئے آدمی بھی۔ خزاعہ کے لوگ مکہ میں بدیل بن ورقہ خزاعی کے مکان میں گھس گئے۔ مگر بنو کبر اور رؤساء قریش نے گھروں میں گھس کر ان کو مارا اور لوٹا اور یہ سمجھتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع نہ ہوگی۔ جب صبح ہوئی تو قریش کو اپنی نسل پر مذمت ہوئی اور یہ سمجھ گئے کہ ہم نے ہمدستی کی اور جو معاہدہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں کیا تھا اس کو ہم نے اپنی غلطی سے توڑ ڈالا۔

عمر بن سالم خزاعی۔ چالیس آدمیوں کا ایک وفد لے کر مدینہ منورہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے عمرو بن سالم نے کھڑے ہو کر یہ عرض کیا۔

يَا رَبِّ اِنِّي نَاشِدُ مُحَمَّدًا حَتَّى اَبِيْتَا وَاَبِيْتَا الْاَسْتَدَا

اے ہمدرد گاہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے باپ اور ان کے باپ عبد المطلب کا قدیم عہد یاد

دلانے آیا ہوں۔ زمانہ جاہلیت میں خزاعہ حضرت مطلب کے حلیف تھے۔ اشدہ اس طرف ہے

کو جس طرح ہم آپ کے حلیف ہیں اسی طرح ہمارے باپ دادا آپ کے باپ دادا کے حلیف تھے۔

فائدہ۔ اور بعض روایات میں یا رب انی ناشد کی جگہ اللہم انی ناشد آیا ہے اور بعض

روایات میں یا رب کی جگہ لاہم انی ناشد محمد آیا ہے کلام اللہ معنی میں اللہم کے

۱۰۔ اس حدیث کی تفصیل حسن الصغابی شرح اشعار الصحابہ کے حطاب ۱۷۱ پر مذکور ہے حضرت ابی عامر مرجعت فرما سکتے ہیں۔

علامہ شبلی نے سیرۃ النبی ص ۴۶ میں لاهٹہ کو لاهٹہ سمجھ کر ترجمہ کر دیا۔
کچھ غم نہیں۔ میں محمد کرہ عہد یاد دلانا چاہتا ہوں۔ کچھ غم نہیں۔ ہم خطہ کے اشتراک سے علامہ شبلی کو اشتباہ ہو گیا۔
إِنَّ قُرَيْشًا أَخْلَفُواكَ الْمَوْعِدَا وَكَفَصُوا إِيمَانًا فَكَانَ الْمَوْكِدَا
تحقیق تشریف نے آپ سے دوسرے ظلال کی اور آپ کے بچہ عہد اور ایمان کو توڑ دیا۔

هَمْ بَيَّتُونَا بِالْوَيْدِ هَجْدًا وَكَلُّوْا نَارُكَعًا وَسُجَّدًا

ان لوگوں نے چٹہ و تیر پر سوتے ہوئے ہم پر شب خون مارا اور کروڑوں سجود کی حالت میں ہم کو قتل کیا۔ ان میں سے بعض مسلمان بھی تھے ورنہ خود مسلمان نہ تھے۔

وَجْعَلُوا لِي فِي كَدَائِمْ مُرْتَدًّا ۖ وَرَعْمُوا لِي لَسْتُ أُدْعُوا وَاحِدًا
اور مقامِ کدہ میں اُدھیں کو ہماری گھات میں بٹھلادیا اور ان کا گمان یہ تھا کہ میں کسی کو اپنی مدد کیلئے نہ بلاؤں گا۔
وَهُمْ أَذِلُّ وَأَقَلُّ عَدَدًا

اور ہم بمنزلہ باپ کے ہیں اور آپ بمنزلہ اولاد کے اس لئے کہ عیدیناٹ کی ماں قبیلہ خزاعہ کی تھی اور اسی طرح قحطی کی ماں فاطمہ بنت سعد بھی قبیلہ خزاعہ کی تھی۔ اس نفل حق کی بنا پر ہماری نفرت اور اعانت آپ پر لازم ہے اور اس کے علاوہ ہم ہمیشہ آپ کے مطیع اور فرمانبردار رہے کبھی آپ کی اطاعت سے دستکش نہیں ہوئے اس لئے آپؐ ائیدان کو اپنے جان نثاروں اور دوستانہ خواروں کی مدد فرمائیں گے۔ ائیدان

فَانْصُرْ هَٰذَا اللّٰهَ نَصْرًا اَعْتَدًا ۝ وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ يَا تَوَّابًا ۝

پس ہماری فریاد فرمائے اللہ تعالیٰ آپ کی تائید فرمائے اور اللہ کے خاص بندوں میں اپنے صحابہ کو کم دیجئے۔ وہ ضروری ہماری مدد کو آئیں گے، اور ایک نسخہ بھی ہے۔ فالنصری رسول اللہ نصی الاعتدال۔

اے اللہ کے رسول ہماری فوری مدد فرمائے

فِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ قَدْ تَجَرَّدَا رَانَ سَيْمٍ خَسْفًا وَجْهَهُ نَزَبَدَا
اور جب عباد اللہ کا لشکر جاری ہو کر آئے تو اس میں اللہ کا رسول ضرور ہو جو ظالموں سے جنگ کیلئے
تیار ہو۔ یعنی نقطہ سر پہ بھیجنے پر کٹھانہ فرمائیں بلکہ اس لشکر کے ساتھ خود بھی بنفس نفیس تشریف لائیں
اور اگر وہ ظالم آپ کو کوئی ذلت پہنچانا چاہیں تو آپ کا چہرہ مہارک غیرت و محبت سے تھمنے لگے بعض
نہوں میں قدح در احاء ہلکے کے ساتھ آیا ہے جس کے معنی غضبناک ہونے کے ہیں۔

فِي قَيْلَقٍ كَالْبَحْرِ يَجْرِي مُزِيدًا

اور ایسے لشکر کو ساتھ لے کر آئے کہ جو دریا کی طرح جھگ ملتا ہو۔

یہ تمام تفصیل امام طحاوی کی شرح معانی الآثار اور سیرۃ بن ہشام اور روض الانبیا اور
زرقانی شرح مواہب میں مذکور ہے اور ذرا کسی قدر اجمال کے ساتھ فتح الباری میں بھی مذکور ہے۔
منہاجی بن عائد میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس حضرت علی اللہ
علیہ السلام نے واقعات سن کر نصرت یا عہد بن سالم اور ایک رعایت میں یہ ہے کہ یہ فرمایا نہ مدد کیے
باؤں میں مگر میں تیری مدد نہ کروں بعد ازاں یہ دریافت فرمایا کہ کیا کل بنو بکر اس میں شریک تھے
عہد بن سالم نے کہا سب نہیں بلکہ بنو بکر میں سے صرف بنو نفاذہ اور ان سردار تو فل اس میں شریک
تھا۔ آپ نے ان کی اعانت اور امداد کا وعدہ فرمایا اس کے بعد یہ وفد واپس ہو گیا اور آپ نے
ایک تاصدق قریش مکہ کے پاس روانہ کیا کہ ان کو یہ پیام پہنچادے کہ تمین باتوں سے ایک بات
اختیار کر لیں۔

(۱)۔ مقتولین خزاہ کی ویت دے دی جاتے۔

(۲)۔ یا بنو نفاذہ کے عہد اور عقد سے علیحدہ ہو جائیں۔

۱۔ روی بجاء ہبلہ اسی غضب و کجی ای شہر و تہیاء محرم ۱۲ زرقانی

۲۔ فتح الباری ۵۰ : ۴ : ص ۳۹۹ -

۱۳۔ یا معاہدہ حدیبیہ کے نسخ کا اعلان کروں۔

قاصد نے جب پیام پہنچایا تو قریش کی طرف سے قرطہ بن عمرو نے یہ جواب دیا۔ کہ ہم نہ مقتولین خزاہر دیت دیں گے اور نہ بنو نفاثر سے اپنے تعلقات کو منقطع کریں گے۔ اہل معاہدہ حدیبیہ کے نسخ پر ہم راضی ہیں لیکن تا ممد روانہ ہونے کے بعد قریش کو مذمت ہوئی اور فوراً ہی ابوسفیان کو تجدید معاہدہ مدت صلح کو بڑھانے کے لئے مدینہ روانہ کیا گیا۔

تجدید معاہدہ کے لئے مکہ سے ابوسفیان کی روانگی

ابوسفیان۔ تجدید صلح کے لئے مکہ سے مدینہ روانہ ہوئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خبر دی کہ ابوسفیان مکہ سے مدت صلح کو بڑھانے اور عہد کو مضبوط کرنے کیلئے آ رہا ہے، چنانچہ ابوسفیان مکہ سے روانہ ہوا اور مقام عسفان میں پہنچ کر ابوسفیان کی بدیل بن ورقاء خزامی سے ملاقات ہوئی، ابوسفیان نے بدیل سے دریافت کیا کہ کہاں سے آ رہا ہے۔ بدیل نے کہا میں اسی قریب کی وادی سے آ رہا ہوں، بدیل یہ کہہ کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد ابوسفیان کو خیال آیا کہ بدیل ضرور مدینہ سے واپس آ رہا ہے، چنانچہ ابوسفیان نے اس جگہ کو جا کر دیکھا جہاں بدیل نے اونٹ بٹھلایا تھا۔ بدیل کی اونٹنی کی ٹانگیں کو توڑ کر دیکھا تو اس میں کھجور کی گٹھلی برآمد ہوئی۔ ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم بدیل ضرور مدینہ ہی سے آ رہا ہے اور یہ گٹھلی مدینہ ہی کی کھجور کی ہے، ابوسفیان مدینہ پہنچ کر اہل اپنی بنی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا ابوسفیان نے کہا اے نبی تو نے قریش کو پیٹ دیا کیا قریش کو میرے قابل نہ سمجھا یا مجھے قریش کے قابل نہ سمجھا ام حبیبہ نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اس پر ایک مشرک کو جو شرک بنماست سے ملوث اور آلودہ ہونہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے جھٹکا کر کہا اے نبی خدا کی قسم تو میرے بعد شرم میں مبتلا ہو گئی۔ ام حبیبہ نے کہا شرم ہی نہیں بلکہ کفر کی ظلمت سے نکل کر اسلام کے نور اور ہدایت کی روشنی میں

داخل ہو گئی اور آپ سے تعجب ہے کہ آپ سرورِ قریش ہو کر پتھر مل کو پہنچتے ہیں کہ جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔

ابوسفیان وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آئے اور بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ میں قریش کی طرف سے تجدیدِ معاہدہ اور مدتِ صلح کو بڑھانے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں، آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بارگاہِ رسالت سے جب کوئی جواب نہ ملا۔ تو ابوسفیان ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے سفارش کی درخواست کی ابوبکر نے فرمایا میں اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتا اس کے بعد عمر بن الخطاب کے پاس گیا اور ان سے سفارش کی درخواست کی۔ عمر بن الخطاب نے یہ فرمایا اللہ اکبر میں تیری سفارش کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ دنیا میں اگر کوئی ساتھی مجھ کو میسر نہ آئے تو میں تنہا جہاد کرنے کو تیار ہوں۔ یہ سنتے ہی چپکا حضرت علی کے پاس آیا اُس وقت ان کے پاس ان کی بیوی فاطمہ الزہراء احسن رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے حضرت علی سے مخاطب ہو کر کہا اے ابوالحسن آپ ہم سے قربت میں سب سے قریب ہیں میں ایک شدید ضرورت سے آیا ہوں یہ چاہتا ہوں کہ ناکام واپس نہ ہوں لہذا آپ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش فرمائیے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کچھ قصد فرمایا ہے لہذا اب کسی کی مجال نہیں کہ وہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کہے ابوسفیان یہ سن کر حضرت فاطمہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اس بچی یعنی امام حسن کو یہ حکم دیں کہ وہ یہ پکار دے کہ میں نے قریش کو پناہ دی تو ہمیشہ کے لئے عرب کا سردار مان لیا جائے، حضرت فاطمہ نے فرمایا اول تو یہ کہن ہے (یعنی پناہ دینا بڑوں کا کام ہے)، دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت مثنیٰ کون پناہ دے سکتا ہے۔ ابوسفیان نے حضرت علی سے مخاطب ہو کر کہا معاملہ سخت ہو گیا آخر مجھ کو کوئی تدبیر بتلایے۔ حضرت علی نے کہا اور تو کچھ میری کجی میں نہیں آتا بہت صرف اتنا خیال میں آتا ہے اگر اس کو قرآن پنے لئے مفید اور کارآمد کہے تو اگر گزرے۔ وہ یہ کہ مسجد میں جا کر یہ پکار دے کہ میں معاہدہ حدیبیہ کی تجدید اور استحکام اور مدتِ صلح کو بڑھانے کے لئے آیا ہوں اور

یہ کہہ کر تو اپنے شہر واپس چلا جا۔ چنانچہ ابوسفیان نے وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آیا اور یاد بلند پکار کر یہ کہا کہ میں عہد کی تجدید کا صلح کی مدت بڑھاتا ہوں اور یہ کہہ کر مکہ کو چل کھڑا ہوا۔

ابوسفیان جب مکہ پہنچا اور سارا واقعہ بیان کیا تو قریش نے یہ کہا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی تمہارے اس اعلان کو جائز رکھا ابوسفیان نے کہا نہیں۔ قریش نے کہا کہ محمد کی بیعت رضا مندی اور اجازت کے تم کیسے راضی اور مطمئن ہو گئے محض لغو اور بیکار چیز ہے کر آئے جس کا توڑنا ان پر کچھ دشوار نہیں اور خدا کی قسم علی نے تیرے ساتھ مسخرہ پن کیا۔ تو صلح کی خبر لے کر آیا جس سے اطمینان ہوا اور نہ جنگ کی خبر لیا کہ جس کی تیاری اور سامان کیا جاتا۔ ابوسفیان کی واپسی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو پوشیدہ طور پر مکہ کی تیاری سامان سفر اور آلات حرب درست کرنے کا حکم دیا اور یہ تاکید فرمائی کہ اس کو پوشیدہ رکھا جائے اس کا اظہار و اعلان نہ کیا جائے اور اس پاس کے قبائل میں بھی کھلا بھیجا کہ تیار ہو جائیں یہ

قصہ حاطب بن ابی بلتعہ

صحیح بخاری میں ہے کہ اسی اشار میں حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاریاں فرما رہے ہیں اور مخفی طور پر ایک عورت کے ہاتھ اس خط کو مکہ روانہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بندہ عیسیٰ دے گا اس سے اطلاع دی آپ نے حضرت علی اور حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو روانہ کیا کہ تم برابر چلے جاؤ یہاں تک کہ روئے خاں میں تم کو اونٹ پر سوار ایک عورت ملے گی اس کے ساتھ مشرکین کے نام حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط ہے۔ اس سے آؤ، چنانچہ روئے خاں میں پہنچ کر ہم کو ایک عورت ملی اونٹ بٹھلا کر اس کی تلاش لی کہیں خط نہ ملا۔ ہم نے کہا خدا کی قسم اللہ کا رسول کبھی غلط نہیں کہہ سکتا۔

ہم نے اس عورت سے کہا کہ بیتر ہد کا کہ تو وہ خط ہم کو دیدے ورنہ ہم برہنہ کر کے تیری تلاش

لیں گے، اس وقت اُس عورت نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے خط نکال کر ہم کو دیا ہم وہ خط لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے۔ حاطب نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ متواخذہ میں عجلت نہ فرمائیں یا رسول اللہ قریش سے میری کوئی قربت نہیں فقط حلیفانہ تعلقات ہیں، میرے اہل و عیال آج کل مکہ میں ہیں جن کا کوئی حامی اور مددگار نہیں بخلاف مہاجرین کے کہ مکہ میں ان کی قربتیں ہیں۔ قربتوں کی وجہ سے ان کے اہل و عیال محفوظ ہیں۔ اس لئے میں نے یہ چاہا کہ جب قریش سے میری کوئی قربت نہیں تو ان کے ساتھ کوئی احسان کروں جس کے صلہ میں وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں خدا کی قسم میں نے دین سے مرتد ہو کر اور اسلام کے بعد کفر سے راضی ہو کر ہرگز یہ کام نہیں کیا۔ میری عرض فقط وہی تھی جو میں نے عرض کی۔

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے، ابن مردودہ کی روایت میں ابن عباس حضرت عمر سے راوی ہیں۔ فکتبت کتاباً کا ایضاً اللہ در سولہ۔ پس میں نے ایک خط لکھا کہ جس میں میرا یہ نفع ہے اور اللہ اور اُس کے رسول کا کوئی نقصان نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے سن کر یہ فرمایا:

أَمَّا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ

حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں آپ نے فرمایا:

انہ قد شہد بحداً و ما یدریک تحقیق حاطب بدر میں حاضر ہوا ہے اور اسے
لعل اللہ اطلع علی اہل بدر قرآن مجید کیا معلوم ہے شاید اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے
نقال اعملوا ما تشئتم فقد غفرت اہل بدر کو یہ فرمادیا ہو کہ جو چاہے کر بلاشبہ میں نے
لکم۔ تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اھ عرض کیا اللہ در سولہ اعلم۔ اللہ اور اُس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔

یعنی جو بد میں شریک ہو اور کبھی منافق نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں نے اللہ کی راہ میں وہ جان بچاؤ اور سرفروشی دکھلائی کہ حاملین عرش اور ملائکہ مقررین میں ان پر عیش کرنے لگے۔ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ پر آیا خواہ وہ باپ ہو یا بیٹا بھائی ہو یا دوست بے دریغ اُس سے مقابلہ اور مقابلہ کیا۔ اور اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کے نشتر میں ایسے چور اور غمخور ہوئے کہ اپنے بھی بچنے بن گئے اور اللہ کا بول بالا کیا اور کفر و شرک کے سر پر وہ کاری ضرب لگائی کہ پھر وہ زخم مندمل نہ ہو سکا۔ اس عظیم الشان کارنامہ کے صلہ میں بارگاہ خداوندی سے رضی اللہ عنہم رضوا عنہ اور اُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمْ اَكْبَاهًا كَانُوا يَمْشُونَ کا ذکرین تمہارا ان کو عطا ہوا۔ اور آئندہ جن گناہوں کے صدور کا امکان تھا اُن کی معافی کو صیغہ مضی سے بیان فرمایا یعنی فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ بِصِيغَةِ ماضی فرمایا اور فَمَا غَفَرْتُ لَكُمْ بِصِيغَةِ مستقبل نہیں فرمایا تاکہ بائیں بدر کا مغفور الذنوب ہو ناقطعی طور پر محقق ہو جائے کہ ان کی مغفرت شل امر ماضی کے محقق اور یقینی ہے اور اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ کا خطاب، خطاب تشریف اور خطاب الکرام ہے، اشارہ اس طرف ہے کہ یہ لوگ خواہ کچھ ہی کریں، مگر کسی حال میں بھی دائرہ مغفور اور دائرہ مغفرت سے باہر نہ جائیں گے، اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ کا خطاب گناہوں کی اجاحت اور اجازت کے لئے نہ تھا ایسا خطاب انھیں مجتہدین اور مخلصین کو ہو سکتا کہ جن سے اپنے محبوب کی محصیت ناممکن ہو جائے۔

بد کی شرکت بظاہر ایک حسنہ ہے لیکن حقیقت میں نہادوں اور لاکھوں حسنات کا اجمال اور عنوان ہے اور ایمان و احسان صدق اور اخلاص کی ایک سند ہے۔ لہذا اگر بد میں شرکت کر نیوالے صحابی سے بمقتضائے بشریت کوئی غلطی یا فروگزاشت ہو جائے تو وہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ اَمَّا وَلِلَّهِ كُتُبٌ فِي قُلُوبِهِمْ اَكْبَاهًا سے خارج نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ اُس عظیم و خیر کی خبر ہے کہ جس میں کذب کا امکان نہیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ اُن سے یفرگزاشت ہوگی مگر باوجود اس علم ازلی و مابدی کے پھر ان کو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُمْ کے تمہ سے سرفراز فرمایا معلوم ہوا کہ اس عظیم الشان حسنہ کے بعد اُن سے کوئی ایسی غلطی نہ ہوگی کہ

جوان کی اس نیکی کو محسوس کرے۔ بلکہ عظیم الشان مسزہی آئندہ کی غلطی کا کفارہ بن جائے گی۔ کمال تعالیٰ۔
 إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ تحقیق نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔
 اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

وَإِذَا الْحَبِيبُ اتَى بِذَنْبٍ وَاحِدٍ جَاءَتْ مَحَاسِنُهُ بِأَلْفِ مُشْفِعٍ
 اگر دوست سے کسی وقت کوئی غلطی اور چھک ہو جائے تو اس کے محاسن اور گزشتہ کارنامے ہزار سفارشی لاکر
 سامنے کھڑے کر دیتے ہیں

قلب میں اگر کوئی فاسد اور زہر لایا مادہ ہو تو پھر معصیت چنداں نقصان نہیں پہنچاتی بلکہ
 قلب کی قوت ایمانی اس کو توبہ اور استغفار پر آمادہ کرتی ہے جس سے فقط گناہ معاف ہی نہیں ہو
 جاتا بلکہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ کمال تعالیٰ

إِنَّمَا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا
 جن لوگوں نے کفو ترک کر کے توبہ کی اور ایمان لائے اور
 نیک کام کئے اللہ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں
 بدل دیتے ہیں اور ہے اللہ بخشنے والا اور مہربان۔

بندہ نے جب توبہ اور استغفار کر کے اپنے گناہ کو زحمت اور پشیمانی سے بدلا۔ تو خداوند
 ذوالجلال نے اس کی سیئات کو حسنات سے اور اس کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا۔
 مرکب توبہ عجائب مرکب است بر فلک تاز و بہر یک لحظہ زہست
 جہن برابرند از پشیمانی این عرش لرزد و از این المذہبیں

پیامت عامہ مومنین کے حق میں ہے الہ بدر سب سے زیادہ اس کے مستحق ہیں اور جس کے
 قلب میں کوئی زہر لایا اور فاسد مادہ موجود ہو تو نہ ہر طاعت و عبادت بھی اس کے لئے مفید نہیں
 جیسے ابلیس لعین اب لم یعمرا و خوارج و روافض نہ ہر نماز اور روزہ اور لاکھ عبادت کریں مگر
 جب تک قلب کا تعلق نہ ہو جائے اور فاسد مادہ نہ نکل جائے اس وقت تک کوئی طاعت اور

کوئی عبارت مفید اور کارآمد نہیں۔

صغراء و مزاج والے کو کتنی ہی لطیف غذا کیوں نہ دیدی جائے کوئی فائدہ نہیں۔ سور
مزاج کی وجہ سے وہ لطیف غذا بھی مستحیل الی الصغراء ہو جائے گی۔ کما قال تعالیٰ۔
فَقُلْ لَّوْجُہِہِمْ مَّرْضٌ قَدْ کَرَّہُمْ اللہُ
ان کے دلوں میں بیماری ہے پس اللہ نے ان کی
مَرَضًا۔ لہ بیماری کو اور بڑھا دیا۔

صحیح المزاج اور صحیح القوی اگر غلطی سے کوئی بد پرہیزی کر بیٹھے تو اس کے لئے کسی خاص
علاج کی حاجت نہیں اس کی طبیعت ہی خود اس عارضی مرض کو دفع کر دے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حاطب کی اس غلطی کو نہاد مزاج پر محمول کر کے
نفاق کا حکم لگایا اور قتل کی اجازت چاہی بشرط الطبار روحانی غذا روحی دُشمنانی۔ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جواب دیا کہ اے عمر حاطب کا قلب نفاق کے مرض سے بالکل پاک ہے۔ یہ نفاق نہیں بلکہ غلطی
سے غلط ہو گئی ہے روحانی مزاج اس کا صحیح ہے۔ بدر کی شرکت نے اس کو گنہگار بنا دیا ہے اتفاق
سے بد پرہیزی ہو گئی ہے۔ صحیح المزاج کو کبھی کبھی نزلہ اور زکام کی شکایت پیش آ جاتی ہے جس کے
لئے ایک معمولی سا جوشاندہ یا خیامدہ کافی ہے۔

اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حاطب کو بلا کہ فقط یہ دریافت فرمایا یا نہایا حاطب اے حاطب
یہ کیا معاملہ ہے۔ ان کی عارضی شکایت کے لئے یہی کافی جوشاندہ تھلپتے ہی بد پرہیزی کا اثر ایسا
کافور ہوا کہ مرتے دم تک پھر کبھی کوئی شکایت ہی نہ پیش آئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه۔ چنانچہ
اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ اسکندریہ کے نام دعوت اسلام کا خط لکھوایا تو انھیں حاطب
کو سفیر بنا کر بھیجا جیسا کہ گزارشا سجان اللہ کیا بلکہ گاہ تنہا ایک جانب حاطب کو جوشاندہ پلایا جا رہا ہے
اور دوسری جانب عمر بن الخطابؓ کو امراض روحانی کی تشخیص اور معالجہ کا طریقہ تلقین ہو رہا ہے
تاکہ جب وقت آئے تو عمر تشخیص اور علاج میں غلطی نہ کریں۔

حاطب کے خط کا مضمون

حاطب بن ابی بلتعہ کے خط کا مضمون بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا مقصد عبادۃ اللہ نفاق نہ تھا وہ خط یہ تھا،

۱ ما بعد یا معشر قریش فان رسول اللہ اسے گروہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم جاکر مجیش کا لیل مات کے اند تم پر ایک ہرناک لشکر لیکر آنے یسیر کا لسیل فراللہ لوجاء کمر وخذہ مائے میں جو سلاب کی طرح بہتا ہوگا خدا کی لنصرہ اللہ وان یجزلہ وعدہ فانظرہ قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا شکر کے خود لانفسکھوا السلام۔ تنہا بھی تشریف لے جائیں تو اللہ تعالیٰ نروہ

آپ کی مدد فرمائے گا اور فتح و نصرت کا جو وعدہ خدا نے آپ سے کیا ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔
 دینی آپ کی کامیابی لشکر پر موقوف نہیں اس تم اپنے انجام کو سوچ لو دلائل سلام
 یہ خط بھی بن سلام نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے جس کو علامہ قسطلانی نے شرح بخاری کتاب
 الجہاد باب حکم الجاسوس میں نقل کیا ہے اور فتح البہار باب غزوۃ الفتح میں بھی مذکور ہے۔ اور
 البدایہ والنہایہ میں بھی ہے۔

اس خط کا مضمون حاطب بن ابی بلتعہ کے اس غزہ کی صاف تصدیق اور تائید کر رہا ہے کہ
 جو پہلے گزر چکا ہے فکتبت کتاما کا ایضا لا اللہ ورسولہ میں نے ایسا خط لکھا ہے کہ جو اللہ
 اس کے رسول کو مضر نہیں۔

ما قدی کی روایت میں ہے کہ یہ خط سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل
 کے نام تھا۔ یہ تینوں فتح مکہ میں مشرک باسلام ہوئے رضی اللہ عنہم

اور ایک روایت میں ہے کہ خطا کا مضمون یہ تھا:

ان عمدا قد نفر فاما اليكم اما تحقيق محمد صلى الله عليه وسلم غزوہ کے لئے نکلے والے
الى عنيدكم فعليكم الحدس ہر معلوم نہیں کہ کس طرف کا قصد ہے تمہاری فکر
زر قانی صفحہ ۲۹ ج ۲ یا کسی اور طرف تم اپنی فکر کرو۔

حق جل شانہ نے مالمب کے اس واقعہ میں سورہ ممتحنہ نازل فرمائی یعنی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَدَّةِ وَ
جس میں حق جل شانہ نے کافروں سے دشمنانہ تعلقات کے احکام بیان فرمائے اس سورت
کی تفسیر کو کھیل جائے۔

مدینہ منورہ سے روانگی

القصۃ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دسویں رمضان المبارک ۱۲ ذی ہجرت مدینوں کی ہجرت
بمراہ لے کر بعد نماز عصر مدینہ منورہ سے بقصد فتح مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، بخاری فتح الباری
صفحہ ۸۰ اور اندماج مطہرات میں سے ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما آپ کے ہمراہ تھیں۔

جب آپ مقام ذی الحلیفہ یا مقام تحفہ میں پہنچے تو حضرت عباس مع اہل و عیال مکہ سے
ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو جاتے ہوئے ملے آپ کے ارشاد سے سامان تو مدینہ پہنچ دیا اور خود
آپ کے ساتھ لشکر اسلام میں شریک ہو کر بغرض جہاد بھر مکہ مکرمہ واپس ہوئے حضرت عباس اسلام
تو پہلے ہی سے لاپکے تھے، مگر قریش سے اپنے اسلام کو خفی رکھتے تھے اور یہ فرمایا اے عباس یہ
تمہاری ہجرت آخری ہجرت ہے جیسے میری نبوت آخری نبوت ہے اور حضرت عباس کا مکہ میں
قیام آپ کے حکم سے تھا کہ وہ ہی میں رہیں اور قریش کی خبریں آپ کو پہنچاتے رہیں۔

مسند ابی یعلیٰ اور معجم طبرانی میں ہے کہ قیام مکہ کے زمانہ میں عباس نے حضرت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت چاہی آپ نے ان کو جواب لکھوایا کہ اسے چچا آپ اپنی ہی جگہ قیام فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ پر ہجرت کو ختم کرے گا جیسا کہ مجھ پر نبوت کو ختم کیا (زرقانی ص ۲۲۲)
 اور مقام ابوالفتح ابوسفیان بن حارث اور عبداللہ بن ابی امیہ بغرض اسلام مکہ سے مدینہ آتے ہوئے نے ہجرت کر کے مدینہ جا رہے تھے ابوسفیان بن حارث بن عبدالطلب آپ کے چچا زاد بھائی ہونے کے علاوہ آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے علیہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا۔ نبوت سے پیشتر آپ کے دوست تھے کسی وقت آپ سے جدا نہ ہوتے تھے نبوت اور بعثت کے بعد محبت متغلب رہے عداوت ہو گئی اس آپ کی بھرمیں شعر بھی کہے جن کا حسان بن ثابتؓ نے جواب دیا۔ ابوسفیان بن حارث کے ساتھ اُن کا بیٹا جعفر بھی تھا۔

اور عبداللہ بن ابی امیہ آپ کے چھوٹی زاد بھائی تھے یعنی آپ کی چھوٹی عاتکہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے، یہ بھی آپ کے شدید مخالفوں میں سے تھے۔ دونوں نے بارگاہ نبوی میں حاضری کی اجازت چاہی مگر چونکہ حضور پر نورؐ کو ان دونوں سے تکلیفیں بہت پہنچی تھیں اس لئے آپ نے ان سے اعراض فرمایا اور حاضری کی اجازت نہیں دی ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سفارش کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے چچا کا بیٹا ہے اور دوسرا آپ کی چھوٹی کا بیٹا ہے، آپ نے فرمایا مجھے ان سے ملنے کی ضرورت نہیں ابن عمرؓ نے میری آبروریزی کی اور چھوٹی کا بیٹا رہی شخص ہے جس نے مکہ میں یہ کہا تھا کہ خدا کی قسم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لاؤں گا یہاں تک کہ تیرے لگا کر آسمان پر چڑھ جائے اور میں بخم خود تجھ کو دیکھ رہا ہوں اور پھر تو ایک دستاویز لے کر آسمان سے اترے اور اہل چار فرشتے تیرے ساتھ ہوں اور یہ گواہی دیں کہ تجھ کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے، پھر بھی میں تجھ پر ایمان نہ لاؤں گا۔

ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے مکالم اخلاق سے یہ امید ہے کہ آپ کے خوان

نعمت سے آپ کا چچا زاد بھائی اور بھوپتی زاد بھائی۔ سب سے زیادہ محروم اور بد نصیب نہ رہے گا۔ جب آپ کا ترجمہ اور عفو عام ہے، تو پھر یہی کیوں محروم رہیں۔

اقربا را کجا کنی محروم تو کہ با دشمنان نظرداری

ادھر ابو سفیان بن حارث نے یہ کہا کہ اگر آپ اپنی بارگاہ میں حاضری کی اجازت نہ دیں گے تو میں اپنے بیٹے جعفر کو لے کر کسی صحرا میں نکل جاؤں گا اور وہیں بھوکا اور پیاسا مر جاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین کی شفاعت اور ان دونوں کی اس درجہ خجالت و ذلت کو سن کر حاضری کی اجازت دی۔ حاضر ہوتے ہی دونوں مشرف باسلام ہوئے اور سنانوں کے ہمراہ مکہ روانہ ہوئے۔

حافظ ابن عبد البر اور محب طبری راوی ہیں۔ کہ حضرت علیؑ نے ابو سفیان بن حارث کو یہ مشورہ دیا کہ آپ کے چہرہ انور کے سامنے کھڑے ہو کر وہ کہیں جو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا تھا یعنی

تَاٰلِهٖمْ نَقْدًا اِنَّكَ اَللّٰهُ عَلَيْنَا
وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ۔ ۱۵

قسم ہے اللہ کی بے شک اللہ نے آپ کو کم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم قصور دار ہیں۔

حضرت علیؑ نے سامنے سے آنے کا مشورہ اس لئے دیا کہ چہرہ انور کی حیا اور حشمتائے شریک آپ کے اور عقاب کے درمیان حائل بن جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور رحمت عالم اور حیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ جواب نکلا۔

لَا تَتَرَيَّ عَلَيْهِمْ اَلْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ
لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۱۶

آج کے دن تم پر کوئی الزام اور طاعت نہیں لگے گا
تصویر معاف کرے وہ سب ہر باتوں پر بڑھ کر مہربان ہے۔

ابو سفیان کی معذرت قبول ہوئی اور حسب ارشاد نبوی الاسلام۔ یہدم ما کان قیسلہ اسلام کی کہلال نے ابو سفیان بن حارث کے قلب کو کھود کر ایسا صاف کر دیا کہ اب اس میں آپ کی خاطر عطر کی کدورت کا کوئی نہ چھوڑا اور ایمان و احسان اور اخلاص و اقیان کو کرٹ کر ان کے

دل میں ایسا بھردیا کہ باہر سے کفر کا کوئی غبار اور ذرہ آؤ کہ ان کے دل میں نہ پہنچ سکے اور اسی وقت سے اللہ اور اُس کے رسول کی راہ میں جان بازی اور سرفروشی کے لئے آپ کے بھر کا بھروسہ
 کہا جاتا ہے کہ ابوسفیان بن حارث نے حیار کی وجہ سے مدۃ العمر آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں
 دیکھا اور باخضر صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے لئے جنت کی شہادت دیتے تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔
 (درتغائی ص ۲۷۲ تا ۲۷۳ ج ۲)

اور گزشتہ قصور کی معذرت میں کچھ اشعار کہے

لَعَسَ أَنْ يَوْمَ أَحْمَدَ رَأَيْتَ تَغْلِبُ خَيْلُ اللَّاتِ خَيْلَ مُحَمَّدٍ

قسم ہے آپ کی زندگی کی تحقیق جس دن میں نے جہنم اس لئے اٹھانا تھا کہ لات کا لشکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر پر غلبہ آجائے۔

لَكَ الْمُدْلَجُ الْحَيْرَانُ أَظْلَمَ لَيْلُهُ فَهَذَا أَوْ فِي حِينِ أَهْدَى وَاهْتَدَى
 تو اس دن میں اندھیری رات میں چلنے والے کی طرح حیران رہ پڑیاں تھا اور بھلا اللہ اب یہ وہ وقت ہے کہ میں آپ
 اللہ ہدایت دیا جا رہا ہوں اور ہدایت پا رہا ہوں۔

لہذا اس کے علاوہ اور معذرت میں اشعار کہے دیکھو سیرۃ ابن ہشام ص ۳۳ ج ۲

اور عبد اللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانے کے بعد یہ حال رہا کہ حیار کی وجہ سے حضور پرورد
 کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے اس وقت آپ ابو
 صحابہ روزہ سے تھے۔ مقام کدیبہ میں پہنچ کر صحابہ کی مشقت کے خیال سے آپ نے روزہ انظار فرمایا
 صحابہ نے بھی آپ کے اقتداء میں روزہ توڑ دیا۔ (بخاری شریف)

اول تو سفر فی نفسہ تعب اور مشقت ہے اور پھر وہ بھی جہاد کے لئے اور موسم گرما میں اس لئے

۱۷۔ یہ مقام کو عرصے بہتر میل کے فاصلہ پر ہے۔

انظار فرما کر ایسی حالت میں اگر روزہ رکھا گیا تو صفت اور اتقانی کی وجہ سے جہاد فی سبیل کا فریضہ لانا نہیں سکے گا۔ اسی وجہ سے حدیث میں ہے لیس من البتر الصیام فی السفوف۔ سفر میں روزہ رکھنا بھلائی اور مکئی نہیں۔ ہاں اگر سفر جہاد نہ ہو اور سفر میں کوئی خاص مشقت نہ ہو تو پھر روزہ رکھنا ہی افضل ہے۔ رمضان کے روزہ کی اگرچہ قضا ملن ہے لیکن رمضان کے انوار و تجلیات اور فرشتوں کے ہر وقت عروج و نزول کے برکات شیطا میں کبے بیرون میں بیڑیاں پڑ جانا جنت اور رحمت کے دروازوں کا کھل جانا اور جہنم کے دروازوں کا بند ہو جانا اور تحفا کا کتاب اللہ کا میل و نہار کلام اللہ کی تلاوت میں سرشار رہنا اور فرشتوں کا حلقہ ہائے ذکر اور مجالس تسبیح و تہلیل اور تلاوت قرآن کی محفلوں کو تلاش کرتے پھرنا۔ یہ باتیں رمضان کے سوا دوسرے مہینہ میں کہاں میسر آسکتی ہیں اس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں :-

وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ یعنی مریض اور مسافر کے لئے اگرچہ انظار جائز ہے لیکن روزہ رکھنا اولیٰ اور افضل ہے اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک ہے کہ سفر میں روزہ افضل ہے نفع کہ کے علاوہ سے جو دس ہزار تدریسیوں کا لشکر ظفر پیکر سفر کر رہا تھا وہ جہاد فی سبیل اللہ اور اعلیٰ علیہ السلام کی غرض سے تھا، اس کے لئے تو نماز کو بھی متوخر کیا جاسکتا ہے جو روزہ سے بلاشبہ افضل ہے۔ اور دین کا ستون ہے اور ایمان کے بعد سب سے افضل اور بہتر عمل ہے۔ لہذا سفر جہاد میں روزہ کا انظار ہی اولیٰ اور افضل ہے۔ خداوند خدا کمال کی راہ میں جانباری اور سرفروشی کے لئے نکل کھڑا ہونا یہ وہ نعمت ہے کہ جس پر آسمان اور زمین کے فرشتے رشک کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں روزہ انظار کرنے سے اگرچہ تسبیح و تہلیل اور تحمید و تمجید اور نزول ملائکہ کی برکات سے زیادہ مستفید نہ ہو سکا۔ لیکن خدا کی راہ میں جانباری اور سرفروشی کے لئے والہانہ اور عاشقانہ صبح و شام کے چلنے میں قرب الہی کی ہزاروں اور لاکھوں ہی منزلیں طے ہو گئیں کہ اگر ہزار سال بھی مسلسل تسبیح و تہلیل کرتا تو قرب خدا کی کے یہ منازل و مراحل اُس کو طے نہ ہوتے جو جہاد کے چند قدموں میں طے ہو جاتے ہیں۔ غلامِ نبیؐ سات میل کی منزل قطع کی لیکن حقیقت میں سب سموات سے اوپر پہنچا۔ یہ تو پرانگندہ سر۔ اور پرانگندہ

بال۔ میرے سرور پر ہند پا۔ انجاء وہ جان عزیز جس کو معلوم نہ جنت خلد نہ فردا لجلال کے ہاتھ بیع کر چکا ہے خدا کو دینے اور سپرد کرنے جا رہا ہے تاکہ ہلدا جلد اس کو اس کے مشتری (خداوند تعالیٰ) کے حوالہ کر کے اپنی قیمت (یعنی جنت) وصول کرے مبادا کوئی قزاق اور رنہن (یعنی کوئی شیطان) اس بیع کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے کہ خداوند فدا لجلال سے کیا کرایا سوا نہ بگڑ جائے اور بعد میں کہتے افسوس ہٹا پڑے اور آسمان عزمین کے فرشتے جھنجکی باز دھڑے ہوئے رشک کی نگاہوں سے اس کو دیکھ رہے ہیں۔

مقام مَرَّ الظَّهْرَانِ میں پڑاؤ

مقام کدید ہے چل کر عشار کے وقت آپ مَرَّ الظَّهْرَانِ میں پہنچے اور وہاں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور لشکر کو حکم دیا کہ ہر شخص اپنے خیمہ کے سامنے آگ سلگاتے۔ عرب کا قدیم دستور تھا کہ لشکروں میں آگ روشن کیا کرتے تھے ماسی کے موافق آپ نے حکم دیا قریش کو اپنی بد عہدی کی وجہ سے دفعہ لگا ہوا تھا کہ نہ معلوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس وقت ہم پر چڑھائی کر بیٹھیں، چنانچہ ابوسفیان بن حرب اور بدیل بن قحطامہ حکیم خبر لینے کی غرض سے مکہ سے نکلے جب مَرَّ الظَّهْرَانِ کے قریب پہنچے تو لشکر نظر آیا۔ گھبرا گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ آگ کیسی ہے، بدیل نے کہا یہ آگ قبیلہ خزاعہ کی ہے ابوسفیان نے کہا خزاعہ کے پاس اتنا لشکر کہاں سے آیا وہ بیت قلیل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوکیداروں نے دیکھتے ہی ان لوگوں کو گرفتار کر لیا، ان لوگوں نے چوکیداروں سے دریافت کیا تم میں یہ کون ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہم آپ کے اصحاب ہیں گفتگو درہمی تھی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ پر گشت لگاتے ہوئے ادھر آئے اور ابوسفیان کی کانٹا بیچان کر فرمایا۔ افسوس اسے ابوسفیان یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ہے۔ خدا کی قسم اگر تجھ پر تعیاب ہو گئے تو تیری گردن اڑا دیں گے اور قریش کی اس میں بہتری ہے کہ آپسے امن کے خراستگار ہو جائیں اور اطاعت قبول کر لیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں آواز سن کر اکیسمت میں دھونڈتا ہوا حضرت عباس تک پہنچا اور کہا اے ابو الفضل حضرت عباس کی کیفیت ہے (میرے

ماں باپ تم پر خدا ہوں پھر ربانی اور غصہ کی کیا صورت ہے، عباسؓ نے کہا میرے بچھے اس خچر پر بار ہو جا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر تھکوا حاضر ہوتا ہوں تاکہ تیرے لئے امن حاصل کروں۔ عباسؓ اس کو اپنے ہمراہ لے کر لشکر اسلام دکھلاتے ہوئے مدائن ہوئے جب حضرت عمرؓ کی طرف سے گزرنے لگے تو حضرت عمرؓ دیکھتے ہی بچھے بچھے اور کہہ کر ابو سفیانؓ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے الحمد للہ بغیر کسی عہد اور اقرار کے ہاتھ آگیا ہے حضرت عمرؓ پیادہ پا تھے اور حضرت عباسؓ ابو سفیانؓ کو جہاد لئے ہوئے خچر پر سوار تھے نہایت تیزی کے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچ گئے اور حضرت عمرؓ بچھے تلواریں سونتے ہوئے آپ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ ابو سفیانؓ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے الحمد للہ بغیر کسی عہد اور پیمان کے آج ہاتھ آگیا ہے مجھ کو اجازت دیجئے کہ ابھی اس کی گردن اٹا دوں عباسؓ نے عرض کیا کیا رسول اللہؐ میں نے اس کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے حضرت عمرؓ تلوار لئے کھڑے ہیں اور بار بار وہی عرض کر رہے ہیں۔ ابو سفیانؓ کے قتل کے لئے آپ کے اشارے کے منظر میں حضرت عباسؓ نے جھلا کر کہا اے عمرؓ ذرا ٹھیکو اگر یہ بنو عدی سے ہوتا تو تم اس کے قتل پر اس درجہ اصرار نہ کرتے چونکہ تم جانتے ہو کہ وہ بنی عبد مناف میں سے ہیں، اس لئے تم اس کے قتل پر اصرار کر رہے ہو حضرت عمرؓ نے کہا اے عباسؓ خدا کی قسم تمھارا اسلام اپنے باپ خطابؓ کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا اور میرا باپ اگر اسلام لاتا تو مجھ کو اتنی مستوت نہ ہوتی جتنی کہ تمھارے اسلام سے ہوتی اس لئے کہ میں خوب جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمھارا اسلام خطابؓ کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا۔ تمھاری نسبت میرا تو یہ خیال ہے تم جو چاہے مجھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ ابو سفیانؓ کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ۔ صبح کو میرے پاس لانا ابو سفیانؓ تو شب بھر حضرت عباسؓ کے خیمہ میں رہے اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقار اسی وقت بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے کچھ دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مکہ کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ اسلام لانے کے بعد یہ دونوں مکہ واپس ہو گئے تاکہ اہل مکہ کو آپؐ کی آمد سے مطلع کریں۔

ابوسفیان کا اسلام

صبح ہوتے ہی حضرت عباس ابوسفیان کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، افسوس اے ابوسفیان کیا وقت نہیں آگیا کہ توفیقین کرے گا **اَللّٰهُ اَكْبَرُ** اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(ابوسفیان امیرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں آپ نہایت ہی عظیم و کریم اور نہایت ہی صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ خدا کی قسم اگر اللہ کے سوا اور کوئی معبود ہوتا تو آج ہمارے کچھ کام آتا اور آپ کے مقابلہ میں اس سے مدد چاہتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افسوس لے ابوسفیان کیا تیسرے ابھی وقت نہیں آیا کہ تو مجھ کو اللہ کا رسول جانے ابوسفیان امیرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں بے شک آپ نہایت عظیم و کریم اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں ابھی تک مہربانی کر رہے ہیں کہ باوجود میری اس عداوت کے مجھ پر مہربانی ہے مجھے اسی میں ذرا تردد ہے آپ بھی یہی یا نہیں۔

بعد ازاں حضرت عباس کے بھانے سے ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا ابوسفیان کے مسلمان ہو جانے کے بعد حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ ابوسفیان سردارانِ مکہ سے ہے فخر کو پسند کرتا ہے لہذا آپ اس کے لئے کوئی ایسی شئی کر دیں جو اس کے لئے باعثِ عزت و شرف اور موجبِ امتیاز ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا اچھا اعلان کرو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو وہ مامون ہے ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ میرے گھر میں سب آدمی کہاں ساکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اور جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ بھی مامون ہے۔

ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ مسجد بھی کافی نہیں ہو سکتی آپ نے فرمایا اچھا جو شخص اپنا دروازہ بند کرے وہ بھی مامون ہے ابوسفیان نے کہا ہاں اس میں بہت وسعت اور گنجائش ہے۔ اس کے بعد آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مراظران سے روانہ ہونے لگے تو حضرت عباس کو

حکم دیا کہ ابوسفیان کو لے کر پہاڑ پر کھڑے ہو جائیں تاکہ شکر اسلام کو بخوبی دیکھ سکے۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے جب تباہی جوق در جوق گزرنے لگے تو ابوسفیان دنگ رہ گیا۔ اور یہ کہا تھا کہ سبھی کا ملک بہت بڑا ہو گیا۔ حضرت عباس نے کہا یہ بادشاہت نہیں بلکہ نبوت ہے۔ (یعنی جیسے ماؤ علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی شان و شوکت ظاہر اور صورت کے لحاظ سے سلطنت تھی۔ مگر معنی اور حقیقت کے لحاظ سے نبوت تھی اس لئے کہ وہ خارق عادت تھی ظاہری اسباب اور ادیت پر مبنی نہ تھی ہوائی جہاز، ادیت اور صنعت کے نور سے اُترتا ہے اور تخت سلیمان۔ پلاکسی ماؤی اور پلاکسی ظاہری سبب کے بطور خرق عادت اُترتا تھا۔ یہ ان کی نبوت کی دلیل تھی بطور معجزہ ان کو یہ شان و شوکت دی گئی تھی تاکہ سلاطین عالم اپنی ماؤی طاقت کو اس غیبی طاقت کے مقابلہ میں سچ سمجھیں اور خدا کے نبی کے سامنے گردن تسلیم خم کر دیں۔ اسی طرح اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شان و شوکت کو سمجھ کر ظاہری بادشاہت معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت نبوت و پیغمبری ہے۔

جو قبیلہ سامنے سے گزرتا تھا۔ ابوسفیان پوچھتا جاتا تھا کہ یہ کون قبیلہ ہے سب سے پہلے خالد بن ولید ایک ہزار یا نو سو تھو کے رستہ کو لے کر گزرے۔ بعد ازاں اور مختلف رستے گزرے تاکہ انکے اندر میں کو کتبہ نبوی ظاہری اور باطنی حال اور شکوہ کے ساتھ مہاجرین و انصار کے صلے اور زرہ پٹن گروہ کے جلو میں جلوہ افروز ہوا۔ مہاجرین کا علم حضرت زبیر کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا علم سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا۔ سعد بن عبادہ جب سرے گئے تو ابوسفیان کو دیکھ کر جڑیں ٹپکیاں اور جڑ میں یہ کہہ بیٹھے۔

اليوم يوم الملحمة اليوم
استحل الكعبة
آج کا دن لڑائی کا دن ہے آج کعبہ میں قتل و قتال
حلال ہو گیا۔

ابوسفیان نے گھبرا کر دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں حضرت عباس نے کہا کہ یہ مہاجرین و انصار کا شکر ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔

سامنے سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو ابوسفیان نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے سعد بن عبادہ کو اپنی قوم کے قتل کا حکم دیا ہے اور سعد کا قول نقل کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ

میں آپ کو اللہ کا اور قراتوں کا واسطہ دیتا ہوں نیکی اور صلہ رحمی میں آپ سب سے بڑھ کوئیں۔ آپ نے فرمایا:

يَا اباسفيان اليوم يوم المرحمة اے ابوسفيان آج کا دن مہربانی کا دن ہے جس میں
يعز الله فيه قریشا اللہ قریش کو عزت بخشے گا۔

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ یہ ارشاد فرمایا:

كذب سعد ولكن هذا يوم يعظم الله فيه الكعبة ويوم تكسى فيه الكعبة سعد نے غلط کہا آج خانہ کعبہ کی عظمت کا دن ہے
اور یہ حکم دیا کہ علم سعد بن عبادہ کے ہاتھ سے لے کر ان کے بیٹے قیس کو دے دیا جائے۔
ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ جب ان حضرت علی اللہ علیہ وسلم سامنے سے گزرے تو قریش
کی ایک خاتون نے شیعر پڑھے۔

يَا بَنِي الْهَدْيِ إِلَيْكَ لِحَاجَتِي قُرَيْشٍ وَلَا تَحْسِنِ الْجَاهُ حِينَ
اے بنی ہدایت قریش لے آپ کی طرف پناہ لی ہے حالکہ یہ وقت پناہ کا نہیں ہے۔

صَاقَتْ عَلَيْهِمْ سَعَةُ الْأَرْضِ وَعَادَ اللَّهُ السَّمَاءُ إِنَّ
جس وقت زمین ان پر تنگ ہو گئی اور اللہ ان کا دشمن ہو گیا۔

سعد اريد قاصمتا الظهرا باهل الجحون والبطحاء
تحقیق سعد بن عبادہ اہل جحون اور اہل بطحاء کہ کر تڑپنا چاہتا ہے۔

بعد ازاں ابوسفيانؓ آپ سے رخصت ہوا۔ اور عجلت کر کے مکہ واپس آگیا اور بااواز بلند

۱۔ حضرت سعد سے جوش اضغیہ حال میں ایک لفظ زبان سے نکل گیا جو مناسب نہ تھا اس لئے آپ نے جھٹکا ان کے ہاتھ
سے لے لیا مگر ان کے دل شکنی کے خیال سے ان کے بیٹے ہی کو دیا صورتہ تو یہ لیا مگر معنی انھیں کے پاس رہا جس وجہ کہ
نفرش تھی اسی وجہ کہ تعبیر فرمائی تھی سے لے لیا اور جزہ کو دیا اور جزہ تھی کے معانی میں بہت مانعہ عفا اللہ عنہ۔

یہ اعلان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اشکر کے ساتھ آرہے ہیں۔ میری رائے میں کسی کو یہ طاقت نہ ملے گی کہ ان سے مقاومت کر سکے اسلام نے آؤ سلامت رہو گے۔ البتہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے یا جو شخص میرے گھر میں داخل ہو جائے اس کو بھی امن ہے یا جو شخص اپنا دروازہ بند کرے یا ہتھیار ڈال دے اس کو بھی امن ہے ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ان کی موچے پٹری اور یہ کہا اے نبی کنا نہ یہ پیر فرزت بیوقوف ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں کیا کیا بک رہا ہے اور بیت گالیاں دیں لوگ جمع ہو گئے ابوسفیان نے کہا اس وقت ان باتوں سے کچھ نہ ہوگا اے لوگو تم اس عورت کے دھوکہ میں نہ آنا۔

کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے اور جو شخص میرے گھر میں داخل ہو جائے اس کو بھی امن، لوگوں نے کہا اے کبوت خدا تجھے ہلاک کرے تیرے گھر میں کتنے آدمی آسکیں گے ابوسفیان نے کہا کہ جہاں اپنے گھر کا دروازہ بند کرے اس کو بھی امن ہے۔

اور ابوسفیان نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ خیریت اسی میں ہے کہ تو اسلام لے آؤ نہ ماری جائے گی۔ جا اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ لوگ اس اعلان کو سنتے ہی بھاگے کوئی مسجد حرام کی طرف اور کوئی اپنے گھر کی طرف۔

مکہ مکرمہ میں داخلہ

اس کے بعد اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کدرا کی جانب سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور مکہ میں داخل ہوتے وقت اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ کے آداب اور احترام کو رعایت و رجا ملحوظ رکھا۔ تواضع کے ساتھ سر جھکائے ہوئے داخل ہوئے شاہانہ شان سے داخل نہیں ہوئے۔ صحیح بخاری میں عبداللہ بن مغفلؓ سے مروی ہے کہ میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ناقہ پر سوار ہیں اور خوش الحانی کے ساتھ سورۃ انعام پڑھ رہے ہیں۔

اس عظیم الشان فتح کے وقت مستوت اور نشا طفرحت اور انبساط کے آثار کے ساتھ بارگاہ
خداوندی میں تہنیت اور تفریح تذلّل اور تسکین کے آثار بھی چہرہ اور پر نمایاں ہو رہے تھے۔ ناقد پرستوار
تھے تو اوضاع سے گردن اس قدر جھکی ہوئی تھی کہ ریش مبارک کجاوہ کی گلڑی سے مس کر رہی تھی درواہ
ابن ابی مرسلہ اور آپ کے خادم اور خادم زادہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ کے مدین تھے۔
(بخاری شریف)

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ جب آپ مکہ میں فاتحہ داخل ہوئے تو تمام لوگ آپ کو دیکھ رہے
تھے لیکن آپ تو اوضاع کی وجہ سے سر جھکائے ہوئے تھے درواہ الحاکم بوند جیدہ
معجم طبرانی میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن یہ فرمایا کہ یہ وہ ہے کہ جس کا
اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اور پھر یہ سورۃ تلاوت فرمائی اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ زَكَتِ النَّبِيُّ
اَنْ حضرت علیؓ اللہ علیہ السلام کی نظر مبارک اس پہنچی کہ ایک وہ وقت تھا کہ میں نے اسی شہر سے
کس بے کسی اور کس بے بسی کے ساتھ ہجرت کی تھی اور دشمنوں سے گریزاں اور تنہا یہاں سے
نکلا تھا۔ اب وہ وقت آیا کہ حق تعالیٰ کی کفایت اور نصرت سے اسی شہر میں نہایت شان و شوکت
کے ساتھ فاتحانہ داخلہ ہوا ہے۔ وَذَٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَاءُ

اس نے حضور پر نور کا سر مبارک تو اوضاع سے خم تھا اور پالان شتر پر سر رکھے ہوئے بچہ ہنسک
بجالا رہے تھے اور جوش مسرت میں ترنم اور خوش الحانی کے ساتھ انا فتحنا اور اذا جاء نصر اللہ پڑھ
رہے تھے کہ بے شک فیتح مبین اور یہ نصرت سراپا شوکت و عظمت، محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور
انعام ہے کہ حق کو حکومت عطا ہوئی اور باطل سرنگ ہو اسلام اور ایمان کا نور چمکا اور کفر کی
ظلمتیں دور ہوئیں اور سرزمین حرم۔ کفر اور شرک کی بنیادوں سے پاک ہوئی۔

اَنْ حضرت علیؓ اللہ علیہ السلام کو مقام کدّاء میں سے گزرتے ہوئے بالائی جانب سے مکہ میں داخل
ہوئے اور خالد بن ولید کو اسفل کہ مقام کدّی سے داخل ہونے کا اور زبیر کو اعلیٰ کہ معنی مقام کدّ
ملہ۔ کدّ بفتح کات راجع محمد وہ مکہ کی بالائی جانب کہے ہیں اور کدّ کا معنی کات و کفٹ قسم کے درختی گلے سننے یا

میں سے داخل ہونے کا حکم دیا اور یہ تاکید فرمادی کہ تم خود ابتداء بہر حال نہ کرنا جو شخص تم سے تعرض کرے صرف اس سے لڑنا۔ بعد ازاں اب نہایت ادب و احترام کے ساتھ مکرمین داخل ہوئے
جب آپ مکرمین داخل ہوئے تو اول ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے اور غسل کر کے آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ (بخاری)

اصطلاح علماء میں اس نماز کو صلاۃ الفتح کہتے ہیں۔ اور امراء اسلام کا یہ طریق رہا ہے کہ جب کسی شہر کو فتح کرتے تھے تو فتح کے شکر یہی آٹھ رکعت نماز پڑھتے تھے۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے جب مدائن کو فتح کیا اور ابوبکرؓ میں داخل ہوئے تو آٹھ رکعت نماز ایک سلام سے ادا فرمائی۔ (روضہ الافان ص ۲۴)
عالمنا اسی وجہ سے امام اعظمؒ کا یہ قول ہے کہ آٹھ رکعت سے زیادہ ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے
ام ہانی نے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میرے شوہر کے دور شہداء جہاگ کر میرے گھر میں آگئے ہیں جن کو میں نے پناہ دی اور میرا بھائی علی ان کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

فَاتَّخِذِي مَعَهُ كَمَا تَأْتِي بِمَا تَقَالِي۔ (مقام کہ آ۔۔ وہ مقام ہے کہ جس جگہ ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر لوگوں کو گواہ کیا کہ اللہ کو معائشے پکارا تھا۔ بحوالہ تھانی۔)

وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْجِعُوا إِلَىٰ دِيَارِكُمْ مِنْ هُنَا وَمِنْ هُنَا يَخْرُجُوا إِلَىٰ دِيَارِهِمْ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ۔ (مقام یہاں ذریت کے لئے یہ دعا فرمائی ہے جو قبول ہوئی۔)

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُيُوتًا عِدَّةً ۚ اے پروردگار میں نے اپنی بعض اولاد کو ایسے میلان میں بسایا ہے جہاں کہیتی کا نام و نشان نہیں تیرے محرم لِقَائِهِمْ ۚ اَصْلَاحًا ۚ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنْ النَّاسِ تَهْوِي إِلَىٰهِمْ ۚ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ اِنَّهُمْ قَدْ كَفَرُوا۔ (ابراہیم آیت ۳۵) ان کے لئے چھ ملکان کا تیری نعمتوں کا شکر کریں۔

اس لئے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکرمین اس مقام سے داخل ہوئے کہ جہاں اُس کے بالی نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی (روضہ الافان ص ۲۵)

حضرت خالد کو اسفل مکہ سے داخل ہونے کا حکم اس لئے دیا کہ مقابلہ اور مقابلہ کے لئے تمام ارباب اسی جانب میں جمع تھے۔ (زر تھانی ص ۳۵)

جس کو ام بانی نے پناہ دی اس کو کم نے بھی پناہ دی، علی کو چاہیے کہ ان ہذا امیوں کو نہ ملے۔
 نماز سے فارغ ہو کر شعب ابی طالب میں تشریف لے گئے جہاں آپ کا خیمہ نصب کیا گیا
 تھا، صحابہ نے مکہ میں داخل ہونے سے ایک روز پیشروی آپ سے دریافت کر لیا تھا کہ آپ مکہ میں
 کہاں قیام فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا جہاں قریش اور کینانہ نے نبی ہاشم اور نبی المطلب کو مصور کیا تھا۔
 اور آپس میں یہ عہد اور طعنت کیا تھا کہ نبی ہاشم اور نبی المطلب سے خرید و فروخت شادی اور بیاہ کے
 تمام تعلقات قطع کر دیئے جائیں جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔ شعب
 ابی طالب اسی مقام کا نام ہے۔

صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلا کر یہ فرمایا
 کہ قریش نے کچھ لوہاں ہاشم سے مقابلہ کے لئے جمع کئے ہیں وہ اگر مقابلہ پر آئیں تو ان کو کھیتی کی طرح
 کاٹ کر رکھ دینا۔

صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور سید بن عمرو نے مقام خندہ میں بقصد مقابلہ کچھ
 اوباشوں کو جمع کیا، خالد بن ولید سے مقابلہ ہوا مسلمانوں میں سے دو شخص شہید ہوئے۔ خنیس بن خالد
 بن ربیعہ اور کرز بن جابر فہری اور مشرکین میں کے بارہ یا تیرہ آدمی مارے گئے۔ باقی سب بھاگ اُٹھے۔
 یہ ان اسحاق کی روایت ہے۔

اور غازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے کہ خالد بن ولید جب اسفل مکہ سے داخل ہوئے تو زبیر اور
 جنو عارض بن عبدمنہ اور کچھ لوگ قبیلہ ہذیل اور کچھ اوباش قریش مقابلہ کے لئے جمع تھے حضرت خالد کے

۱۔ البدایہ والنہایہ ۵، ۴، ص ۲۹۹، ۳۰۰۔

۲۔ نہدانی ج ۲، ص ۳۲۳، فتح الباری ج ۸، ص ۱۶۔

۳۔ اس روایت کی بنا پر مشرکین میں کے صرف بارہ یا تیرہ آدمی مارے گئے اور موسیٰ بن عقبہ اصحاب سعد و عاتقہ
 کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تیس یا چوبیس آدمی مارے گئے اور یہ روایت زیادہ مستند ہے اور اقل اکثر
 کے منافی نہیں اور ممکن ہے کہ مقتولین کی مجموعی تعداد چوبیس یا پندرہ اور صرف مقام خندہ میں بارہ یا تیرہ آدمی مارے
 گئے ہوں اور باقی دوسرے مقام پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعظم۔

ہیں اور اس حدیث کو بزار نے بھی مختصر روایت کیا ہے ۱۵

ابن اسحق اور ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ وہ بت سیسے سے چپکے ہوئے تھے ۱۶

اسی بارے میں تمیم بن اسد خزاعی نے کہا۔ وفی الاصنام معتبر و علم لمن یرجو الثواب اور العقاب ۱۷
جب آپ حرم میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ ناقہ پر سوار تھے اسی حالت میں طواف فرمایا
طواف سے فارغ ہو کر عثمان بن طلحہ کو بلا کر خانہ کعبہ کی کئی بی اور بیت اللہ کو کھلوا یا۔ دیکھا کہ اس میں
تصویریں ہیں ان سب کے منانے کا حکم دیا جب تمام تصویریں مٹا دی گئیں اور آب زمزم سے انکو
دھو دیا گیا اس وقت آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور نماز ادا کی ۱۸

اور بیت اللہ کے تمام گوشوں میں پھیر کر توحید و تجبیر کی آوازیں سے اس کو منور کیا۔ اس وقت
بلال اور اسامہ آپ کے مجراہ تھے۔ فارغ ہو کر دروازہ کھولا اور باہر تشریف لائے دیکھا کہ مسجد حرام
لوگوں سے کچھ کچھ بھری ہوئی ہے بچے سب منتظر ہیں کہ مجرموں اور دشمنوں کے متعلق کیا حکم دیا جائے
یہ رمضان المبارک کی بیسویں تاریخ تھی، باب کعبہ پر آپ کھڑے ہوئے اور کلید آپ کے ہاتھ میں
تھی اس وقت آپ نے یہ خطبہ دیا۔

باب کعبہ پر خطبہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
لَهُ صَدَق وَعْدُهُ وَنَصْرُ عَبْدِهِ وَ
هَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ - الْأَكْلَ مَاتَرَةً
اودمزا دماید عمی فھو تحت قدمی
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے اپنا وعدہ سچ
کر دکھایا اپنے بندے کی مدد کی اور دشمنوں کی تمام
جماعتوں کو اس نے تنہا شکست دی آگاہ ہو جاؤ جو
خصلت و عادت خواہ جانی ہو یا بی جہش کا دعویٰ

۱۵۔ زرقانی، ج ۲، ص ۳۲۳

۱۶۔ مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۱۶۶

۱۷۔ البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۳۰۲ -

۱۸۔ زرقانی، ج ۲، ص ۳۳۶

هَاتَيْنِ الْأَسَدَانِ الْبَيْتَ وَسَقَايَةَ
 الْحَاجِ الْأَوْقِيلِ الْخَطَاوِشِبِ الْعَمْدِ
 بِالسُّوْطِ وَالْعَصَا فَفِيهِ الدِّيَةُ مَغْلُظَةٌ
 مِنْ الْأَبْلِ أَرْبَعُونَ مِنْهَا فِي بَطُونِهَا
 أَوْلَادُهَا يَامَعْمَرُ قَرِيشُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ
 عَنْكُمْ نَحْوَةَ الْمَجَاهِلِيَّةِ وَاعْظُمُهَا بِالْأَبَادِ
 النَّاسُ مِنْ أَدَمَ وَأَدَمُ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ تَلَا
 هَذِهِ الدِّيَّةُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَا
 كُودًا مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا
 وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ
 اللَّهِ أَتْقَى كُودًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ
 ثُمَّ قَالَ يَامَعْمَرُ قَرِيشُ مَا تَوَدُّونَ فِي
 فَاعِلٍ بِكُمْ فَالْوَاخِئِ أَخِي كَرِيمٍ وَابْنِ
 أَخِي كَرِيمٍ قَالَ فَا فِي أَقُولُ لَكُمْ كَمَا قَالَ
 يُوسُفُ لَا خُوفَ لَكُمْ مِنْهُ لَا تَتَرَبَّصُوا عَلَيْهِمْ يَوْمَ
 إِذْ هَبُوا فَا تَكُونُ الْطُلُقَاءُ (رَأَى الْعَادُو
 سِيرَةَ بَنِ هِشَامٍ ذُرَّافَتِي) وَالْبِدَايَةُ
 وَالنَّهَائِيَةُ فَتَج ۴ وَتَج ۳ ج ۴

۱۔ یہ کہنے والے سہیل بن عمرو تھے جن سے آپ نے صلح حدیبیہ کی شرائط طے کی تھیں بعد میں جلی کر مشرف باسلام ہوئے۔
 جب آپ نے یہ ارشاد فرمایا اسے کہ وہ قریش میری نسبت تمہارا کیا لگن ہے سہیل بن عمرو نے فی البدیہہ کہا انقول خیر ایاکون خیرا
 اخ کریم لایں، تا کہ تم قدرت بخیر ہی کہتے ہو اور قریشی کا لگن رکھتے ہو۔ آپ شریف بھائی میں اور شریف بھائی کے بیٹے
 اسی انتقام پر ہر طرح تیار ہیں۔
 (اصحابہ ترجمہ سہیل بن عمرو)

اور ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

عرب میں جو حسب و نسب پر فخر کرنے کا دستور چلا آ رہا تھا۔ آپ نے اس خطبہ میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ اور اسلامی مسادات کا جھنڈا نصب کر دیا اور یہ بتا دیا کہ شرف اور بزرگی کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین بنا کہ ہدایت عالم کے لئے مبعوث ہوئے تھے، آپ کا مقصود ہدایت تھا۔ دشمنوں سے انتقام لینا بادشاہوں کا کام ہے۔

حجابت و سقایت

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ مسجد میں بیٹھ گئے اور بیت اللہ کی کبھی آپ کے ہاتھ میں تھی حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ یہ کبھی ہم کو عطا فرما دیجئے تاکہ سقایت زمزم کے ساتھ حجابت بیت اللہ یعنی بیت اللہ کی درباری کا شرف بھی ہم کو حاصل ہو جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
 اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُوَدُّوْاْ اَلْمَآثِرَ تَحْقِیْقِی اللّٰہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں پہنچا دو
 اِلٰی اَہْلِہَا (نار، آیت: ۵۸) امانت دالوں کو۔

آپ نے عثمان بن طلحہؓ کو بلا کر کبھی مرحمت فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہ کبھی ہمیشہ کے لئے لے لو۔
 یعنی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان میں رہے گی
 میں نے خود نہیں دی بلکہ اللہ نے تم کو دلائی ہے۔ سوائے ظالم اور غاصب کے کوئی قوم سے
 نہ چھین سکے گا۔

باب کعبہ پر اذان

ظہر کی نماز کا وقت آیا تو آپ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دیں۔ قریش مکہ

۱۔ سعید بن مسیب مروی ہے کہ حضرت عباسؓ نے بھی اس کی بہت کوشش کی مگر آپ نے منظور نہیں فرمایا (ازاد الملاح و ۱۳)

۲۔ یعنی موسم حج میں حاجیوں کو زمزم کا پانی پلانا یہ خدمت حضرت عباسؓ اور بنو ہاشم کے سپرد تھی ۱۲۔

۳۔ فتح الباری ج ۸، ص ۱۵، زر قانی ج ۲، ص ۱۳۳، ۳۴۰۔

دین حق کی فتح مبین کا یہ عجیب و غریب منظر بہاڑوں کی چوٹیوں سے دیکھ رہے تھے۔

اور جو سرداران قریش کفر و شرک کی ذلت اور دین برحق کی عزت کا یہ منظر نہ دیکھ سکے وہ ردپوش ہو گئے ابوسفیان اور عتاب و خالد پسران اسید اور حارث بن ہشام و جو بعد میں مسلمان ہو گئے، اور دیگر سرداران قریش صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب اور خالد نے کہا کہ اللہ نے ہمارے باپ کی بڑی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے ہی ان کو دنیا سے اٹھالیا۔ حارث نے کہا خدا کی قسم اگر مجھ کو یہ یقین ہو جاتا کہ آپ حق پر ہیں تو ضرور آپ کا اتباع کرتا۔ ابوسفیان نے کہا میں کچھ نہیں کہتا، اگر میں نے کوئی لفظ اپنی زبان سے نکلا تو یہ سنگریزے آپ کو خبر دیدیں گے۔ آپ کو بذریعہ وحی کے اطلاع ہو گئی جب آپ ادھر سے گزرے تو ان لوگوں سے فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا مجھے اس کی اطلاع ہو گئی ہے اور انھوں نے جو گفتگو کی تھی وہ سب بیان فرمادی۔ حارث اور عتاب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس لئے کہ ہم میں سے تو کسی نے آپ کو اس امر کی اطلاع نہیں دی معلوم ہوا کہ اللہ ہی نے بذریعہ وحی کے اپنے رسول کو ہماری ان باتوں کی خبر دی ہے (ردعہ ابو یعلیٰ عن ابن عباس ما بن ابی شیبۃ عن ابی سلمۃ) ۱۷

۱۷ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اسید کو مسلمان ہو جانے کے بعد مکہ کا والی مقرر فرمایا، عتاب کی عمر اُس وقت اکیس سال کی تھی اور بطور روزنیہ ایک درہم یومیہ مقرر فرمایا، اس پر عتاب نے یہ کہا۔

آیہا الناس اجاع اللہ مکہ من جاع علی درہم (روض الانافح ۲/۲) ایک درہم میں بھی بھوکا رہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک برابر مکہ کے امیر رہے صدیق اکبر جب خلیفہ ہوئے تو ان کو برقرار رکھا جس دن صدیق اکبر کی وفات ہوئی اسی روز عتاب کی وفات ہوئی راستیاب لابن عبدالبر ترجمہ عتاب بن اسید

حضرت بلال نے جس وقت بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دی تو ابو مخذومہ حمی اور چند نوجوان جوان کے ساتھ تھے بطور مستحضر اذان کی نقل اتارنے لگے۔

ابو مخذومہ نہایت خوش الحان اور بلند آواز تھے ان کی آواز گوش مبارک میں پہنچ گئی حکم ہوا کہ حاضر کئے جائیں۔ دیکھتے دیکھتے فرمایا کہ تم میں سے وہ کون ہے کہ جس کی آواز میرے کان میں پہنچے گی سب نے ابو مخذومہ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے سب کے چھوڑ دینے اور ان کے روک لینے کا حکم دیا۔

ابو مخذومہ آپ کے سامنے کھڑے ہوئے اور دل میں یہ گمان غالب ہے کہ میں قتل کیا جاؤں گا آپ نے مجھ کو حکم دیا کہ اذان دو، بادل ناخواستہ اذان دی۔ اذان کے بعد آپ نے حصبی عطائی جس میں کچھ دھرم تھے۔ اور سر اوپر پٹیاں پیروست مبارک پھیرا اور پھر سیدنا ابو جبرائیل علیہ السلام پر نواف تک ہاتھ پھیرا اور یہ دعا دی بارک اللہ فیک بارک اللہ علیک۔

ابو مخذومہ کہتے ہیں کہ دست مبارک کا پھیرنا تھا کہ آپ کی تہم نفرت یلحنت تبدیل ہو گئی ہر گئی ہاتھ غالب آپ کی محبت سے بھر پور ہو گیا۔ اب میں نے خود عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو کلمہ کا مؤذن مقرر فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھ کو کلمہ کا مؤذن مقرر کیا۔ میں نے اگر قتیب بن اسید امیر مکہ کو اس کی اطلاع دی۔ اس آپ کے حکم کے مطابق اذان دینے لگا۔ مدۃ العمر تک میں متیم رہے اور اذان دیتے رہے ششہ میں کہ یہی میں وفات پائی (استیعاب لابن عبد البر ترجمہ ابو مخذومہ رضی اللہ عنہما) سہیلی فرماتے ہیں کہ ابو مخذومہ جس وقت مؤذن مقرر ہوئے اس وقت ان کی عمر سولہ سال کی تھی۔ وفات تک کلمہ کے مؤذن رہے اور وفات کے بعد ان کی اولاد نسلاً بعد نسل ان کی اذان کی وارث ہوتی رہی۔

ایک شاعر ابو مخذومہ کی اذان کے بارے میں کہتا ہے

اِذَا وَدَّ الْكَعْبَةُ الْمَسْتَوْرَةَ وَ مَا تَلَا مُحَمَّدٌ مِنْ سُوْرَةٍ

قسم ہے رب کعبہ کی جس پر غلات نچا سما ہے اور قسم ہے قرآن کی سورتوں کی جن کی حمد علی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی۔

۱۰۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو مخذومہ فتح مکہ کے بعد مؤذن مقرر ہوئے اس کا ذکر روایات سے پر معلوم ہوتا ہے کہ میں نے آپ کے بعد آپ نے ان کو مؤذن مقرر فرمایا۔ واللہ اعلم۔

والنعمات من ابی محذورہ لا فعلن فعلتہ مذکورہ

اور قسم ہے ابو محذورہ کے نعمات نے اذان کی میراں کام ضرور کر دیں گے۔

اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہو کر وہ صفا پر تشریف لائے اور دیر تک بیت اللہ کی طرف منہ کئے ہوئے دست بدعا اور مشغول حمد و ثناء رہے، دامن میں انصار کا جمع تھا اسی اثناء میں بعض انصار کی زبان سے یہ لفظ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر آپ کا شہر اور آپ کی زمین فتح کر دی ہے، مہاو ایسا نہ ہو کہ آپ یہیں شہر جائیں اور مکہ میں رہیں اور دیر تشریف نہ لیجائیں اور آپس میں کچھ کہنے سننے لگے اسی وقت آپ پر وحی کے آثار نمودار ہو گئے۔ صحابہ کی یہ عادت تھی کہ نزول وحی کے دوران کوئی شخص آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔ جب وحی نازل ہو چکی تو آپ نے فرمایا۔ اے گروہ انصار تم نے یہ کہا ہے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ خوب سمجھ لو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں نے اللہ کے علم سے ہجرت کی ہے تمہاری زندگی میری زندگی ہے اور تمہاری موت میری موت ہے۔ یہ سن کر انصار ہاں شاری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو یہ اندیشہ ہوا کہ نصیب دشمنان جس شمع کے ہم پر دانے ہیں وہ شمع ہماری محفل سے ذلتھالی جائے۔ ہم غلامانِ جاں نثار اور غلامانِ وفا شمار ہر قسم کے اثار کے لئے تیار ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں انتہائی بخیل ہیں۔

بسیاے تمنائی پسندم عشق و خیر بزرگمانی

آپ نے ارشاد فرمایا اللہ اور اس کا رسول تم کو معذور اور سچا سمجھتے ہیں۔ درساہ سلم و احمد و غیرہما
عن ابی ہریرۃؓ انہ قالؓ ۲۵۳ ج ۲ - البیہقیۃ والنبائیۃ ۲۵۳ ج ۲ -

مردوں اور عورتوں سے بیعت

و عار سے فارغ ہونے کے بعد اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ صفا پر بیٹھ گئے لوگ بیعت

کے لئے جمع ہو گئے۔ آپ اسلام پر اور خدا اور رسول کی اطاعت پر بیعت لینے لگے۔ عہدوں سے فقط اسلام پر اور حسب استطاعت اللہ احسان کے رسول کی اطاعت پر بیعت لیتے اور بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے سے اسلام اور جہاد پر بیعت لیتے۔ عہدوں کی بیعت سے جب فراغت پائی تو عورتوں سے بیعت لینے لگے۔ عورتوں سے ان ائمہ پر بیعت کی کہ جو بیعت اللہ کی آیت میں مذکور ہیں یعنی **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبِيغُ عَنكَ عَلَىٰ أَعْنَاقٍ لَا يَشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِفْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَشْلُكُنَّ أَوْكَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتانٍ يَفْتَرِيْنَهَا بَيْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْمِيْنَكَ فِي مَعْرُوفٍ قُبَا يَعْمَنَ** **وَأَسْتَغْفِرُ لَهُنَّ اللَّهُ** **وَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ** ۱۵

اں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے جو بیعت فرماتے وہ محض زبان سے ہوتی تھی آپ کے دست مبارک نے کبھی بھی کسی نافرمان عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا اور نہ کسی عورت سے کبھی آپ نے مصافحہ فرمایا بلکہ کپڑے کے ذریعہ بیعت کرتے تھے کہ کپڑے کا ایک گوشہ حضور پر نور کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور کپڑے کا دوسرا گوشہ عورت کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

اور کبھی ایسا ہوتا کہ جب عورتوں سے بیعت لینے تو پانی کا ایک پیالہ منگا لیتے اور اس میں اپنا دست مبارک ڈال کر نکال لیتے اور پھر عورتوں کو حکم دیتے کہ تم بھی اس پیالہ میں اپنے ہاتھ ڈال لو تو عورتیں بھی اپنا ہاتھ اس پیالہ میں ڈال کر تر کر لیتیں۔ اس طرح بیعت پختہ ہو جاتی تفصیل اگر درکار ہو تو تفسیر قرطبی سورۃ المتحہ ص ۵۸ کی مراجعت کریں کن کن عورتوں نے بیعت کی تاریخ ابن اثیر ص ۶۶ ج ۲ کو دیکھیں۔

ابن اثیر جزیری فرماتے ہیں کہ اں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب عہدوں کی بیعت سے فارغ ہو گئے تو عورتوں کی بیعت کی طرف متوجہ ہوئے، قریش کی جو عورتیں اس وقت بیعت کے لئے حاضر ہوئیں ان میں یہ چند نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۲۱۔ ابی بننت ابی طالب یعنی حضرت علیؑ کی بہن۔

۱۲۲۔ ام حبیبہ بنت عاص بن امیہ زوجہ عمرو بن عبدود عامری۔

۱۲۳۔ اردی بننت ابی العیص یعنی قتیبہ بن اسید کی بیوی۔

۱۲۴۔ عاتکہ بنت ابی العیص یعنی اردی کی بہن۔

(۵)۔ ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان و والدہ امیر معاویہ۔

ہندہ جب بیعت کے لئے حاضر ہوئیں تو چہرہ پر نقاب ڈال کر حاضر ہوئیں چونکہ ہندہ نے حضرت حمزہ کو قتل کرایا تھا اور اُن کا سینہ چاک کر کے اُن کا کھجوا چلایا تھا۔ اس لئے جلد اور مذمت کی بنا پر منہ چھپا کر بیعت کے لئے حاضر ہوئیں تاکہ پہچان نہ سکے اُن کی بیعت کا قصہ حسب ذیل ہے (ہندہ)۔ یا رسول اللہ آپ ہم سے کن چیزوں کا عہد مشاق لیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

ہندہ۔ یا رسول اللہ۔ آپ ہم سے ان باتوں کا عہد لیتے ہیں کہ جن کا آپ نے مردوں سے نہیں لیا لیکن ہم کو یہ منظور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ کہ چوری نہ کریں۔

(ہندہ)۔ میں اپنے شوہر ابوسفیان کے مال میں سے کچھ لئے لیتی ہوں معلوم نہیں کہ یہ چوری میں اعلیٰ ہے یا نہیں۔ ابوسفیان اس وقت وہیں موجود تھے۔ ابوسفیان نے کہا کہ جو گزر گیا وہ معاف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بقدر ضرورت اور بقدر کفایت شوہر کے مال سے لے سکتی ہے کہ عرف اور دستور میں جھکوا دے جسے بچوں کی ضرورت کو کفایت کر سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زنا نہ کرنا۔

ہندہ) کیا شریف عورت زنا کر سکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد کو قتل نہ کرنا۔

(ہندہ)۔ بینا ہم صغار وقتلتہم یوم بد رکبارا فانت وہم اعلم ہم نے

ان کو بچپن میں پالا اور آپ نے ان کو جنگِ بدر میں مارا پس آپ وہ جانیں۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ سنکر بہنس پڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی چڑھتیاں نہ لگنا۔

دہندہ۔ وَاللّٰهُ اَنْتَ اَنْتَ الْبَهْتَانُ بَقِيحٌ وَ مَا تَاْمُرْنَا اِلَّا بِالرَّشَدِ وَ مَكَامِ اخْلَاقِ خدا کی قسم کسی چڑھتیاں یا نہ صاف نہایت ہی برا ہے اور آپ ہم کو سوائے رشد اور ہدایت اور سوا ملامت اخلاقی چیز کا حکم نہیں دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کارنیک میں نافرمانی اور حکم عدولی نہ کرنا۔

دہندہ۔ ہم اس مجلس میں آپ کی نافرمانی کا ارادہ اور خیال بھی نہ کریں آئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ ان سے بیعت نہ لو۔ بیعت کے

بعد آپ نے اُن کے لئے دعا و مغفرت کی تھی

ہندہ نے اسلام لانے کے بعد عرض کیا کیا رسول اللہ - اسلام سے پہلے آپ کے چہرے

زیادہ کوئی چہرہ جھکے بغض نہ تھا اور آپ سے زیادہ کسی کو دشمن نہ کرتی تھی اور آپ آپ سے زیادہ

کوئی چہرہ مجھے محبوب نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی محبت میں اور زیادتی ہوگی۔

دوسرا خطبہ

ابن اسحق کی روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے دو ستر دن ایک خزامی نے ایک ہنری مشرک کو

مار مارا۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا نام پڑا تو صحابہ کو متح کر کے کہہ دیا کہ بھڑے ہو کر خطبہ دیا۔

یا ایہا الناس ان اللہ حرم مکتہ اے لوگو بے شک اللہ تعالیٰ نے جس مکتہ کو

یوم خلق السموات والارض فہی حرام اور زمین کو پیدا کیا اسی دن کہہ کہ حرام اور مقرر ہوا کہ

الیوم القیامت فلا یجوز لامرئ پس وہ قیامت تک حرام اور مقرر رہے گا جس کو

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اِنْ يَسْأَلْ
 فِيْهَا مَا دَلَّ اِلٰى يَعْصِدُهَا شَجَرَةٌ وَلَمْ
 تَحُلْ لِحَدِّكَ اَنْ قَبْلِيْ وَلَا تَحُلْ
 لِاحَدٍ يَكُوْنُ بَعْدِي وَلَمْ تَحُلْ لِيْ اِلَّا
 هَذِهِ السَّاعَةُ غَضِبًا عَلٰى اَهْلِهَا اِلَّا ثُمَّ
 قَدْ رَجَعْتَ كَحَرَمْتَهَا بِالْاَمْسِ فَلْيَبْلُغْ
 الشَّاهِدُ مِنْكُمْ الْغَائِبَ فَمَنْ قَالَ لَكُمْ
 اَنْ رَّسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَاتِلْ فِيْهَا فَقُولُوْا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحْلَاهَا
 لِرَّسُوْلِهِ وَلَمْ يَجْلِلْهَا لَكُمْ يَامَعْشَرَ
 خِرَآءَةِ اَرْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ عَنِ الْقَتْلِ
 اَفَلَمْ تَكُنْ اَلْقَتْلَ لَقَدْ قَتَلْتُمْ
 قَتِيْلًا لَا دِيْنََ فَمَنْ قَتَلَ بَعْدَ مَا
 هَذَا فَاَهْلُهُ بَخِيْرُ النَّظَرِ اِنْ شَاؤْ
 نَدِمَ قَاتِلُهُ وَاِنْ شَاءَ وَافْعَلْهُ

جبرائیل اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں
 کہ مکہ میں کوئی خون بہائے اور نہ کسی کے لئے کسی درخت
 کا کاٹنا جائز ہے، مگر نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال
 ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا اور میرے
 لئے بھی صرف اسی ساعت اور اسی گھڑی کے لئے حلال
 کیا گیا۔ اہل مکہ کی نافرمانی پر اور نارا راضی کی وجہ سے
 اور آگاہ ہو گا کہ اس کی حرمت پھر ویسی ہی ہو گئی
 جیسا کہ کل تھی۔ پس تم میں سے جو حاضر ہے وہ میرا یہ
 پیام ان لوگوں کو پہنچا دے کہ جو غائب ہیں پس تم میں سے
 جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں
 قتال کیا تو تم اس سے یہ کہہ دینا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ
 نے صومہ اپنے رسول کے لئے مکہ کو کچھ وقت کے لئے
 حلال کر دیا اور تمہارے لئے حلال نہیں کیا اے گروہ خنزاع
 قتل سے اپنے اتھوں کو اٹھاؤ تم نے ایک شخص کو مار
 ڈالا جس کی ریت درختوں میں دھل گئی اور جس شخص آج کے بعد

کسی کو قتل کرے گا تو مقتول کے گھر والوں کو مدد باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہو گا یا تو

خون کے بدلے قاتل کا خون لے لیں یا مقتول کی ریت درختوں میں لے لیں۔

بعد ازاں اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے ستودھ اس شخص کی ریت اٹھا
 فرمائی جس کو خنزاع نے قتل کیا تھا۔

مہاجرین کے متروکہ مکانات کی واپسی کا مسئلہ

کفار مکہ تمام مہاجرین کے مکانات اور جائداد اور املاک پر قبضہ کر چکے تھے جب آپ خطبہ سے فارغ ہو گئے، ہنوز باب کعبہ پر کھڑے ہوئے تھے کہ ابو احمد بن جحش اُسٹھے اور اپنے اس مکان کی واپسی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہا جس کو ابوسفیان نے ان کی ہجرت کے بعد چار سو دنیاہ میں فروخت کر لیا تھا۔ آپ نے ان کو بلا کر کچھ آہستہ سے فرمایا، سنتے ہی ابو احمد بن جحش خاموش ہو گئے اس کے بعد جب ابو جحش سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا کہا تھا۔ ابن احمد نے کہا آپ نے یہ فرمایا تھا اگر تو صبر کرے تو تیرے لئے بہتر ہوگا اور اس کے معاوضہ میں تجھ کو جنت میں ایک مکان مل جائے گا، میں نے عرض کیا میں صبر کروں گا

ان کے علاوہ ابوجہی بعض مہاجرین نے چاہا کہ ان کے مکانات ان کو واپس آجائیں۔ آپ فرمایا تھا راجعہ مال اللہ کی راہ میں جا چکا ہے میں اس کی واپسی پسند نہیں کرتا۔ یہ سنتے ہی تمام مہاجرین خاموش ہو گئے اور جو گھر اللہ اور اُس کے رسول کے لئے چھوڑ چکے تھے پھر اُس کی واپسی کا کوئی حرم نہان نہ نہیں آیا اور جس مکان میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور جس مکان میں حضرت خدیجہ طے سے شادی ہوئی آپ نے اس کا ذکر تک نہیں فرمایا۔

عفو عام کے بعد مجربان خاص کے متعلق احکام

فتح مکہ کے دن آپ نے عفو عام کا اعلان کلا دیا۔ جنہوں نے آپ کے راستہ میں کٹے بچھائے تھے اور جنہوں نے آپ پر پتھر برسائے تھے اور جو ہمیشہ آپ سے برسرِ پیکار رہے اور جنہوں نے آپ کی ایڑیوں کو لہڑ لہان کیا تھا سب کو معافی دے دی گئی۔ مگر چند اشخاص جو بارگاہِ نبوی میں غایتِ درجہ گستاخ اور دیدہ و بہن تھے ان کے متعلق یہ حکم ہوا کہ جہاں کہیں ملیں قتل کر دئے

جائیں ایسے لوگوں کے متعلق خداوند ذوالجلال کا کیا حکم ہے۔

مَلْعُونِينَ اِنَّهُمْ قَفُّواْ اُخْدُوْا وَقَتْلُوْا
 قَتْلًا سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ
 قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ بَدِيْلًا
 یہ ملعون کہاں کہیں پائے جائیں پڑے جائیں اور قتل
 قتل کئے جائیں جیسا کہ گزشتہ مفسرین کے بارے میں
 اشکی مشتہ ہے اور اللہ کے آئینہ اور عادت
 میں کوئی تغیر و تبدل نہ پاوے گا۔

پیغمبر خدا کی توقیر و تعظیم اور اس کی نصرت و حمایت تمام اُمت پر فرض ہے ماس کی بے حرمتی
 دین الہی کی بے حرمتی ہے اِنّٰی قَالُ تَعَالٰی۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ هُوَ الْاَكْبَرُ۔

وَقَالَ تَعَالٰی وَاَنْ تَكْفُرُوْا اَیْمَانُكُمْ مِنْ
 بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعْنُوْا فِیْ رِیْسِكُمْ
 فَقَاتِلُوْا اَیْمَانُ الْکُفْرِ اِنَّهُمْ لَا اَیْمَانَ
 لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۝ اَلَا تَقَاتِلُوْنَ
 قَوْمًا کَفَرُوْا اَیْمَانُكُمْ وَهُمْ اَبْرَآءُ خَرَجَ
 الْمَرْسُوْلُ وَهُمْ یَبْدُوْنَ کُفْرًا وَّلَمْ یَرَوْا
 اَنْ یَّخْشَوْا کُفْرَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَخْبَرُ اَنْ یَّخْشَوْا
 اِنْ کُنْتُمْ هُمْ مِّنْ اٰیْمَانٍ
 اگر بعد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑیں اور تمہارے
 دین میں اس کی تکرار یا پشور یا ان کلمے سے قتال کرنا کی
 قسمیں کچھ نہیں بلکہ اس قسم کی شرارتوں سے اپنا جانیں
 کیوں نہیں جگ کرتے تم ان لوگوں سے جنہوں نے
 اپنی قسموں کو توڑا اور اللہ کی پیغمبر کے نکالنے کی اور
 پیغمبر میں اتہار کی کیا ان لوگوں سے ڈرتے ہو
 صرف خداوند ذوالجلال سے تم کو ڈرنا چاہیے بلکہ
 تم سچے مومن ہو۔

یعنی جن لوگوں نے پیغمبر کے نکالنے کا نفاذ راہ دیا۔ قسم دے کر کیا ان کے قتال میں اہل ایمان
 کو ذبح بلا برتاؤ نہ ہونا چاہیے اتنی ظاہر کی قوت و شوکت اور مادی ساز و سامان سے خائف نہ ہونا
 صرف اللہ سے ڈریں اور اس کے رسول کی نصرت و حمایت میں جان اور مال جو کچھ بھی دے کر رہو
 اس سے دریغ نہ کریں اور یہ اہل عقل پسند و مدبروں کی طرح مانع ہے کہ سب شتم و تمہید اور

تسخر گشتی اور دیدہ و نہی کا جرم نکال دینے کے جرم سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ حکومت اپنے سخت سے سخت مجرم کو معافی دے سکتی ہے لیکن ملک معظم اور ولیوں کے کی شان میں گستاخی اور دیدہ و نہی کرنے والے سے ایک لمحہ کے لئے اغراض نہیں کر سکتی۔ اس میں حکومت کی بے حرمتی اور بے وقوفی ہے۔

علاوہ ازیں پیغمبر کی توہین اور بے حرمتی ساری امت کی توہین اور بے حرمتی ہے۔ لہذا ہر اتنی کافر غرض ہے کہ جب آپ کی شان میں گستاخی ہو تو فوراً اس کی جان سے یا اپنی جان دیدے۔

لَتَشْتُمَ اَیْدِیْنَا وَ مَجْلَمُ رَاٰیْنَا وَ لَنَشْتُمَ بِاَلْاَفْعَالِ لَا بِاَلتَّحْکَمِ ہمارے ہاتھ گا لیاں دیتے ہیں اور ہماری رائے اور عقل علم اور بروہاری کرتا ہے۔ ہم عمل سے گالیاں دیتے زبان نہیں۔

شفا رفاضی عباس میں ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے جب امام مالکؒ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حکم دریافت کیا تو بارشاد فرمایا۔

ما بقاء الامة بعد شتم نبیہا اس امت کی کیا زندگی ہے جس کے پیغمبر کو گالیاں دی جائیں

شیخ الاسلام حافظ ابن قیمؒ نے حوائی مدرسہ اور روح و نور مرقیہ (آمین) کے زمانہ میں ایک نفرانی نے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی تو امام موصوف نے چند سو صفحہ کی ایک ضخیم کتاب تخطا اسی موضوع پر تصنیف فرمائی اور الصام المسلول علی شاتم الرسول اس کا نام رکھا جس میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اجماع صحابہ تابعین اور تعامل خلفاء راشدین اور عقلی دلائل و براہین سے شاتم رسول کا واجب القتل ہونا ثابت کیا ہے جزا اللہ تعالیٰ عن الاسلام المسلمین

خیرا آمین -

الحاصل

جن لوگوں کے متعلق اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن یہ حکم دیا تھا کہ جہاں میں قتل کر دینے جائیں تقریباً وہ پندرہ سو تھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ یکتا ہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی ہے۔

اول: (عبداللہ بن خطل) یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامل بنا کر صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ ایک غلام اور ایک انصاری ساتھ تھے ایک منزل پر پہنچ کر ابن خطل نے غلام کو کھانا تیار کرنے کے لئے کہا، غلام کسی وجہ سے سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو ابن خطل نے دیکھا کہ اس نے ابھی تک کھانا تیار نہیں کیا غصہ میں آکر اس غلام کو قتل کر ڈالا بعد میں خیال آیا کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور مجھ کو اس کے قصاص میں قتل کریں گے مرزد ہو کر مکہ چلا آیا اور مشرکین میں جا ملا اور صدقات کے ادب بھی ساتھ لے گیا۔ آپ کی جو میں شعر کہتا تھا اور باندیوں کو ان اشعار کے گانے کا حکم دیتا، پس اس کے تین جرم تھے۔ ایک خون ناحق۔ دوسرا مرتد ہو جانا۔ تیسرا جرم یہ کہ آپ کی جو میں شعر کہتا۔ ابن خطل فتح مکہ کے دن غمانہ کعبہ کے پردوں سے جا کر لپٹ گیا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ ابن خطل بیت اللہ کے پیرہ کو کچڑے ہوئے ہے آپ نے فرمایا وہیں قتل کر ڈالو چنانچہ ابو بزرہ اسلمی اور سعد بن حریت نے وہیں جا کر قتل کیا۔ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی گردن اڑائی گئی۔

(الصمام الملول ۶۳۳۔ نزہاتی ص ۲۵ ج ۲)

دوم و سوم: قمری اور قرنیہ یہ دونوں ابن خطل کی لونڈیاں تھیں غیب و رند آپ کی ہجو گاتی رہتی تھیں بمشور کہ کسی مجلس میں جے ہوتے تو شراب کا فرو چلتا اور یہ دونوں آپ کی ہجو میں اشعار پڑھتی اور گاتی اور بجاتی۔ ایک ان میں سے ماری گئی اور دوسری نے امن کی درخواست کی اس کو امن دے دیا گیا۔ حاضر ہو کر مسلمان ہو گئی۔ ۱۵

چہارم: رشادہ ابی المطلب میں سے کسی کی باندی تھی۔ یہ بھی آپ کی ہجو گایا کرتی تھی بعض کہتے ہیں کہ قتل کی گئی اور بعض کہتے ہیں کہ اسلام لے آئی اور حضرت عمر کے زمانہ خلافت تک زندہ رہی اور یہی وہ عورت تھی کہ جو مالک بن ابی بلتعہ کا خط لے کر مکہ جا رہی تھی۔

پنجم: (خویش بن نقید) یہ شاعر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو میں شعر کہتا تھا۔ اس لئے اس کا خون بدھ ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو قتل کیا۔ ۱۵

ششم: (مقیس بن صباہ) یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ غزوہ ذی قعد میں ایک انصاری
 رہنے اُس کے بھائی ہشام کو دشمنوں میں سے سمجھ کر غلطی سے قتل کر دیا۔ اُس حضرت صلی علیہ وسلم نے
 دیت دلانے کا حکم دیا۔ مقیس نے دیت لینے کے بعد انصاری کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ چلا گیا۔
 فتح مکہ کے دن آپ نے اُس کا خون مباح کیا۔ غیلہ عبداللہ لیشی نے اس کو قتل کیا۔ ۱۵
 مقیس بن صباہ۔ ہانڈ میں جاتا ہوا کہ قمار ہمارا لگیا۔ ۱۶

ہفتم: (عبداللہ بن سعد بن ابی سرح) یہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب الوحی
 تھے، مرتد ہو کر کفار سے جا ملے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رضائی بھائی تھے فتح مکہ کے دن جان بچانے کی خاطر
 چھپ گئے۔ حضرت عثمان ان کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 اس وقت لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ، عبداللہ حاضر ہے، اس سے
 بھی بیعت لے لیجئے۔ آپ نے کچھ دیر سکوت فرمایا۔ بالآخر جب حضرت عثمان نے آپ سے کئی بار
 بار درخواست کی تو آپ نے ابن ابی سرح سے بیعت لے لی اور اسلام قبول فرمایا۔ اس طرح اُن کی
 جان بچنی ہوئی بعد میں صحابہ سے فرمایا کہ تم میں کوئی سمجھدار نہ تھا کہ جب میں نے عبداللہ کی بیعت سے
 ہاتھ رک لیا تھا، اُٹھ کر اس کو قتل کر دیتا کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اس وقت کوئی
 اشارہ کیوں نہ فرمایا۔ آپ نے کہا نبی کے لئے اشارہ بازی نہ کیا نہیں۔

اس مرتبہ عبداللہ بن ابی سرح نہایت سچائی کے ساتھ اسلام لائے اور کوئی بات بعد میں
 ظاہر نہیں ہوئی حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں مصر وغیرہ کے والی اور حاکم ہے
 اور حضرت عثمان غنی کے زمانہ خلافت ۲۷ھ یا ۲۸ھ میں افریقہ کی فتح کا سہرا انھیں کے سر پہا اور
 مال غیرت جب تقسیم ہوا تو ایک ایک شخص کے حصہ میں تین ہزار دینار آئے حضرت عثمان کی شہادت
 کے بعد فتنوں سے بالکل علیحدہ رہے، حضرت علی اور حضرت معاویہ میں سے کسی کے ہاتھ پر بھی بیعت

نہیں کی حضرت معاویہ کی اخیر زمانہ امارت میں مستقلان میں وفات پائی وفات کا عجیب واقعہ ہے
ایک روز صبح کو اٹھے اور یہ دعا مانگی۔

اللّٰهُمَّ اجعل آخر عملي الصّٰلِح اے اللہ میرا آخری عمل صبح کے وقت ہو۔

وضو کی اور نماز پڑھائی، دائیں جانب سلام پھیر کر بائیں جانب سلام پھیرنا چاہتے تھے کہ
موت عالم بالا کو پروا نہ کر گئی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔

ہشتم: عکرمہ بن ابی جہل، یہ بھی انھیں لوگوں میں سے تھے کہ جن کا خون فتح مکہ کے دن
آپ نے مباح کیا تھا۔ عکرمہ ابو جہل کے فرزند تھے، باپ کی طرح یہ بھی آپ کے خدیو ترین دشمن
تھے۔ فتح مکہ کے بعد بھاگ کر مین چلے گئے، عکرمہ کی بہری ام حکیم بنت حارث بن ہشام اسلام
لے آئیں اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کے لئے امن کی درخواست کی رحمت عالم اور
عفو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرزند ابی جہل کے لئے امن کی درخواست کو فورا منظور فرمایا۔

عکرمہ بھاگ کر مین کے ساحل پر پہنچے کشتی پر سوار ہو گئے کشتی کا چلنا تھا کہ تندہواؤں نے
اگر کشتی کو گھیر لیا۔ عکرمہ نے لات اور عزی کو مدد کے لئے پکارا کشتی والوں نے کہا اس وقت
لات اور عزی کچھ کام نہ دیں گے۔ ایک خدا کو پکارو۔ عکرمہ نے کہا اگر خدا کی قسم اگر دریا میں کوئی چیز
خدا کے سوا کام نہیں کر سکتی تو مجھ کو خشکی میں بھی سوائے خدا کے کوئی چیز کام نہیں کر سکتی اسی وقت مجھے
دل سے خدا کے ساتھ یہ عہد کر لیا۔

اللّٰهُمَّ لَكَ عَهْدُ اَنْ عَاقِبَتِي مِمَّا
اَنَا فِيْهِ اَنْ اَتِيَّ مُحَمَّدًا حَتّٰى اَضَعَ
يَدِيْ فِيْ يَدِهِ فَلَا جُدُّهُ عَفْوًا
عَفْوًا كَرِيْمًا۔

اے اللہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے اس
پریشانی سے نجات بخوٹی تو ضرور محمد رسول اللہ کی خدمت
میں حاضر ہو کر اپنا امتداد ان کے ہاتھ میں دیدوں گا
اور یقیناً ان کو بڑا معاف کرے خدا لا درگزر کرنے والا

رداء البرادہ والنسائی اور مہربان پاؤں گا۔

اور سے عکرمہ کی بیوی ام حکیم پہنچ گئیں اور کہا،

یا ابن عم جنتک من عند ابرائناں اے ابن عم میں سے زیادہ نیکو کار اور سب سے زیادہ
و اوصل الناس وخیر الناس لا تحکک صلہ رحمی کرنے والے اور سب میں بہتر شخص کے پاس
ففسک انی قد استأعنت لک رسول آئی ہوں تیرے آپ کو ملاکت مت کرو میں نے تیرے
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حال کیا ہے۔

یہ سن کر عکرمہ ام حکیم کے ساتھ ہو گیا۔ راستہ میں مباشرت کا ارادہ کیا۔ ام حکیم نے کہا ابھی تو
کافر ہے اور میں مسلمان ہوں عکرمہ نے کہا کس بڑی شئی نے تجھ کو مذہب سے دور کیا اور یہ کہہ کر کہ کا قصد کیا اور
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کے پہنچنے سے پہلے ہی معاہدے سے مخاطب ہو کر فرمایا،

یا تیکم عکرمہ مومنا فلا تسبوا عکرمہ مومن ہو کر آ رہا ہے لہذا اس کے باپ کو بُرا
اباہ فان سب المیت یؤذی الحی نہ کہنا مردہ کو برا کہنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔
عکرمہ آپ کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور بیوی ساتھ تھی وہ نقاب
ڈاڑھے ہوئے ایک طرف کھڑی ہو گئی اور عرض کیا کہ یہ میری بیوی ماضی ہے اس نے مجھ کو خبر دی ہے
کہ آپ نے مجھ کو ان ریا ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا تجھ کو ان ہے، عکرمہ نے کہا آپ کس چیز
کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس امر کی شہادت دو کہ اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں
اور میں اللہ کا رسول ہوں اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اس کے علاوہ اور چند خصال اسلام کی
تلقین فرمائی۔ عکرمہ نے کہا:

قد کنت الا الی خیر و امر حسن جمیل بے شک آپ نے خیر اور حسن اور پسندیدہ امر کی طرف
قد کنت فینا یا رسول اللہ قبلان دعوت دی ہے اور یا رسول اللہ اس دعوت حق سے
تدعوننا وانت اصدقنا حدیثا و ابرنا بیشیز بھی آپ ہم میں سے زیادہ سچے اور نیکو کار تھے۔
اور اس کے بعد کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
کلمہ شہادت کے بعد عکرمہ نے کہا کہ میں اللہ کو اور تمام حاضرین کو گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان اور

جہاد اور جہاد جہاد

اور یا رسول اللہ آپ سے میری یہ درخواست ہے کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں اپنے
 عکرمہ کے لئے دعا و مغفرت فرمائی، عکرمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ قسم ہے خداوند ذوالجلال کی
 جو خرچ میں نے خدا کی راہ سے روکنے کے لئے کیا اب میں خدا کی راہ میں بلانے کے لئے اس سے
 دو چند خرچ کروں گا۔ اور جس قدر قتال خدا اور اس کے رسول کے خلاف میں کیا ہے اُس سے دو چندان
 قتال خداوند ذوالجلال کی راہ میں کروں گا اور جس مقام پر لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا ہے
 اُس اُس مقام پر جا کر لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤں گا چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب
 مرتدین کے مقابلہ کے لئے لشکر روانہ کئے تو ان میں ایک لشکر کے سردار عکرمہ تھے الغرض
 باقی ساری غمخیز اور اُس کے رسول کے دشمنوں سے جہاد اور قتال میں گزارى صدیق اکبر کے
 زمانہ خلافت میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے جسم پر تیر اور تلوار کے ستر سے زیادہ زخم تھے بلکہ
 ام المؤمنین ام سلمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار یہ فرمایا کہ
 میں نے خواب میں ابو جہل کے لئے جنت میں ایک خوشہ دیکھا جب عکرمہ سلمان ہوئے تو آپ نے
 ام سلمہ سے فرمایا اُس خواب کا معنی ہے (اصابہ ترجمہ عکرمہ)

عکرمہ کے مسلمان ہونے کے بعد یہ حالت تھی کہ جب تلاوت کے لئے بیٹھے اور قرآن کریم
 کو کھولتے تو روتے اور غشی کی کیفیت ہوتی اور بار بار یہ کہتے ہذا کلام ربی میرے پروردگار
 کا کلام ہے یہ میرے پروردگار کا کلام ہے۔ ۱۷

ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ میں عکرمہ کے ہاتھ سے ایک مسلمان شہید ہوا جب آپ کو یہ خبر
 دی گئی تو مسکرائے اور فرمایا کہ قتال اور قتل دونوں ہی جنت میں ہیں ۱۸
 اشارہ اس طرف تھا کہ عکرمہ فی الحال اگرچہ کافر ہیں لیکن عنقریب اسلام میں داخل ہوں گے۔

۱۷۔ ترمذی ج ۶، ص ۳۱۳۔ ۱۸۔ الاستیعاب لابن عبد البر، ج ۳، ص ۱۸۸

۱۹۔ احیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۲۵۳۔ ۲۰۔ تاریخ النبوت، ج ۲، ص ۳۹۳

نہم: دیہار بن الاسود اس کا جرم یہ تھا کہ مسلمانوں کو بہت ایذا میں پہنچاتا تھا۔ آپ کی صاحب زادی حضرت زینب زوجہ ابوالعاص بن زینح جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ جاری تھیں تو دیہار بن الاسود نے مع چند ادا بشوں کے جا کر راستہ میں حضرت زینب کے ایک نیزہ مارا جس سے وہ ایک پتھر پر گر پڑیں۔ حاملہ تھیں، حمل ساقط ہو گیا اور اسی بیماری میں انتقال فرمایا۔ دانا للہ وانا الیہ راجعون

فتح مکہ کے دن آپ نے بیمار کا خون مباح فرمایا تھا۔ جب آپ حجاز سے واپس ہوئے تو بیمار حاضر خدمت ہوئے اور اگر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ میرا بن اسود ہے، آپ نے فرمایا میں نے دیکھ لیا، حاضرین میں سے ایک شخص نے بیمار کی طرف اٹھنے کا قصد کیا تو آپ نے اشارہ سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ دیہار بن اسود نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

اَسْلَمْتُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ
اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ وَقَدْ
هَمَّ بِكَ فِي الْبِلَادِ وَارَدَتِ الْحَاقُ بِالْاَعْمَاجِ ثُمَّ ذَكَرْتَ عِدَّتَكَ وَ
صَلَّتْ وَصَفَحْتَ عَنْ جَهْلٍ عَلَيْكَ وَكُنَا يَا نَبِيَّ اللَّهِ اَهْلُ شَرِكٍ فَهَذَا نَالُ اللَّهِ بِكَ وَنَقْدًا
مِنْ الْهَلَكَةِ فَاصْفَحْ عَنِّي جَلِيَّ رَحِمًا كَانَ يَبْلَغُ عَنِّي فَاَنِي مَقْرَبٌ لِعَمَلِي مُعْتَرِفٌ بِذَنْبِي تَعَالَى
رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَفَوْتَ عَنِّي وَتَدَا حَسَنَ اللَّهِ إِلَيْكَ اِذَا هَذَا (الاسلام)
والاسلام يجب ما قبله

وہم: (دعویٰ بن حرب) تامل سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کا مفصل قصہ غزوہ احد کے بیان میں گزر چکا ہے، بھاگ کر طائف پہنچے اور پھر وہاں سے مدینہ منورہ حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کیا اور قصور کی معافی چاہی۔

اور محدث کبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سلیلہ کذاب کے مقابلے کے لئے لشکر روانہ

کیا تو ان میں وحشی بھی تھے، جس حربہ سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا وہ ساتھ تھا مای حربہ سے سیلہ
کذاب کو حاصل جنم اور یہ کہا کرتے تھے کہ اسی حربہ سے خیر ان اس کو قتل کیا ہے اور اسی حربہ سے
شر ان اس کو قتل کیا ہے۔ (استیعاب لابن عبد البر ترجمہ وحشی بن حرب) ۱۵

یا زوہم، (کعب بن زہیر) مشہور شاعر ہیں، آپ کی بجوں اشعار کہا کرتے تھے۔ حاکم کہتے
ہیں کہ یہ بھی انھیں لوگوں میں سے ہیں جن کا خون آپ نے فتح مکہ کے دن ہر کیا تھا یہ مکہ سے
بھاگ گئے تھے، بعد میں مدینہ منورہ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور آپ کی مدح میں قصیدہ
کہا جو بات سعاد کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۶

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت شخص ہوئے اور اپنی چادر عنایت فرمائی
وہ ان زوہم، (حارث بن ظلال) یہ شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوکیا کرتا تھا۔
فتح مکہ کے دن حضرت علیؓ نے اس کو قتل کیا۔ ۱۷

سینر زوہم، (عبد اللہ بن زبیری) یہ بڑے زبردست شاعر تھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی بھوارہ مذمت میں شعر کہا کرتے تھے۔ سعد بن مسیب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فتح مکہ کے دن ابن زبیری کے قتل کا حکم دیا۔ یہ بھاگ کر بخران چلے گئے، بعد میں تائب ہو کر حاضر
خدمت ہوئے اور اسلام لائے اور معذرت میں اشعار کہے ۱۸

یا رسول الملک اِنَّ لِّسَانِي رَاتِقًا مَا فَتَقْتُ اِذْ اَنَا بُرُوءٌ
لِے اللہ کے رسول میری زبان اس نقصان کا جبر کر دیگی جو میں نے اپنی ہلاکت اور گمراہی کے زمانہ میں پہنچا یا ہے۔

اَمَّنَ اللّٰحْمُ وَالْعِظَامُ بِرَبِّيْ فَمَ قَلْبِي الشَّهِيْدُ اَنْتَ الْكَذِيْرُ
میرا گوشت اور میری ہڈیاں پروردگار پر ایمان لے آئیں، پھر میرا دل شہادت دیتا ہے کہ آپ خدا کے بشیر و نذیر ہیں۔
(سیرۃ ابن ہشام)

چہار دہم، زہیرہ بن ابی وہب غزوئی، یہ بھی انھیں شعراء میں سے تھا جو آپ کی ہجو میں شعر
کہا کرتے تھے فتح مکہ کے دن بخران کی طرف بھاگ نکلا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا۔ دسیرۃ ابن ہشام
اصابہ ترجمہ ہند بننت ابی طالب جو ام ہانی کے کینست سے مشہور ہیں زہیرہ بن ابی وہب کی بیوی تھیں
پانزدہم، زہندہ بنت عقبہ زوجہ ابی سفیان، یہ وہی ہندہ ہے کہ جس نے معرکہ اُحد
میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر نکال کر چبا یا تھا۔ ہندہ بھی انھیں عورتوں میں داخل ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن بن کے قتل کا حکم دیا تھا۔ ہندہ اُن حضرت
کو بہت ایذا دیتی تھی۔ ہندہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی اور اسلام قبول کیا۔
اور گھر جا کر تمام بیویوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور یہ کجا خدا کی قسم تمھاری ہی وجہ سے ہم دھوکہ
میں تھے۔

یہ پندرہ اشخاص ناقابلِ عفو مجرم تھے، ان کا جرم نہایت سنگین تھا جس نے اپنے قصور کا
اعتراف کیا اور تائب ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کو امن ملا۔ اور جو اپنی بغاوت اور
سرکشی پر قائم رہا وہ قتل ہوا۔

اب ہم اس کے بعد۔ اُن چند معززینِ قریش کا ذکر کرتے ہیں کہ جو فتح مکہ کے موقع پر مشرف
باسلام ہوئے۔

اسلام ابی قحافہ

یعنی ابو بکر صدیق اکبرؓ کے باپ کے مسلمان ہونے کا واقعہ

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف فرما تھے کہ ابو بکر صدیقؓ اپنے بڑے
باپ کو لئے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے بٹھلا دیا آپ نے فرمایا،

۱۔ سیرۃ ابن ہشام، واصابہ، ج ۲، ص: ۲۲۵

۲۔ سیرۃ ابن ہشام، واصابہ، ج ۲، ص: ۲۲۵

ہلا ترک۔ الشیخ فی بیتہ حتی
 اكون انا آتیا فیہ
 ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہؐ ہوا حق ان یمشی
 الیک من ان تمشی الیہ انت
 یا رسول اللہؐ بجائے اس کے کہ آپ چل کر میرے باپ
 کے پاس جائیں میری ہی ہے کہ میرا باپ خود پا پایہ
 چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو۔

بعد ازاں آپؐ نے ابو تمادہؓ کے سینہ پر دست مبارک پھیرا اور اسلام کی تلقین کی۔ ابو
 تمادہؓ نے اسلام قبول کیا۔ بڑھاپے کی وجہ سے تمام چہرہ اور سر سفید تھا آپؐ نے خطاب کیلئے
 ارشاد فرمایا اور یہ تاکید فرمادی کہ سیاہی سے بالکل دور رکھنا۔ یعنی سیاہ خطاب ہرگز استعمال نہ کرنا۔
 علامہ حلبی سیرت حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ جب ابو تمادہؓ اسلام لے آئے تو ان حضرت علیؓ کی خدمت میں
 علیہ السلام نے ابوبکر صدیقؓ کو مبارک باد دی۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ قسم ہے اُس ذات
 پاک کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا۔ ابوطالب اگر اسلام لے آتے تو میری آنکھیں زیادہ ٹھنڈی نہیں۔

اسلام صفوان بن امیہ

صفوان بن امیہؓ سرداران قریش میں سے تھے جو دروغ میں مشہور تھے فیاض اور مہمان
 نوازی میں یہ گھرانہ ممتاز تھا۔ ان کا باپ امیہ بن خلفؓ جنگ بدر میں مارا گیا۔ فتح مکہ کے دن
 صفوان بن امیہؓ جدہ بھاگ گئے۔ ان کے چچا زاد بھائی عمر بن وہبؓ نے بارگاہ نبویؐ میں حاضر
 ہو کر صفوان کے لئے امن کی درخواست کی اپنے امان دیا اور بطور علامت اپنا عامہ یا چادر بھی
 عنایت فرمائی۔ عمر جا کر ان کو جدہ سے واپس لائے۔ بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے محمدؐ۔

۱۵۔ روض الالف ۴، ص ۲۰۰

۱۶۔ سیرۃ حلبیہ ۱، ص ۲۱۵، ۲۱۶

۱۷۔ ابن ہشام ص ۲۵۷

عمیرہ کہتا ہے کہ آپ نے مجھ کو امن دیا ہے آپ نے فرمایا ہاں۔ صفوان نے کہا مجھ کو سوچنے کے لئے
وداعہ کی مہلت دیجئے آپ نے فرمایا مجھ کو چار مہینے کی مہلت ہے فی الحال مسلمان نہیں ہوئے۔
مگر غزوہ حنین میں آپ کے ہمراہ رہے، آپ نے کچھ زریں ان سے بطور عاریت لیں۔ حنین
میں پہنچ کر ان کی زبان سے یہ لفظ نکلے۔

حکان یربئی رجل من قریش۔ قریش میں کا کوئی شخص میری تربیت کرے وہ میرے
احب الی من ان یربئی رجل زیادہ محبوب ہے اس سے کہ قبیلہ ہوازن کا کوئی
من ہوازن آدمی میری تربیت کرے

حنین سے واپسی میں آپ نے صفوان کو بے شمار بکریاں عطا فرمائیں صفوان نے ان بکریوں کو
دیکھ کر کہا۔ خدا کی قسم اتنی سخاوت سوائے نبی کے کوئی نہیں کر سکتا اور مسلمان ہو گئے۔ راستے میں اصابہ
تربیعہ صفوان بن امیر

اسلام سہیل بن عمرو

آپ مکہ کے اشرف اور سادات میں سے تھے خطیب قریش کے نام سے مشہور تھے۔
صلح حدیبیہ میں انھیں کراتے دیکھ کر آپ نے فرمایا تھا۔

قد سهل من امرکم اب تھا معاملہ کچھ سہل ہو گیا۔
فتح مکہ کے دن سہیل نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بارگاہ نبوت میں بھیجا کہ جا کر آپ سے میرے لئے
امن حاصل کرے، آپ نے اس کو امن دیا اور صحابہ سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا۔

من لقی سہیل بن عمرو فلا یجد الیہ النظر فلعمری ان سہیلا
جو شخص سہیل سے ملے وہ اس کی طرف تیز نظروں سے
نہ دیکھے قسم ہے میری زندگی کی تحقیق سہیل بڑا عاقل
اور شیریں ہے، سہیل جیسا شخص اسلام سے جاہل
بجہل الا سلام بے خبر نہیں رہ سکتا۔

سہیل نے فی الحال اسلام قبول نہیں کیا۔ غزوہ حنین میں آپ کے ساتھ رہے اور حجاز میں مشرف باسلام ہوئے۔

اور قسم کھائی کہ جس تہذیب کے ساتھ ہو کہ جنگ کی ہے اسی قدر اب مسلمانوں کے ساتھ ہو کہ جنگ کروں گا اور جتنا مال مشرکین پر خرچ کیا ہے اتنا ہی مسلمانوں پر خرچ کروں گا۔

ایک دن حضرت عمرؓ کے دروازہ پر لوگوں کا مجمع تھا ملاقات کے منتظر تھے سہیل بن عمرو ابوسفیان بن حرب اور دیگر مشائخ قریش بھی موجود تھے۔ دربان نے جب اطلاع کی تو تعجب اور بلاں اور دیگر اہل بدر کو اندر بلا لیا گیا۔ اور سہیل اور ابوسفیان اور مشائخ قریش کو چھوڑ دیا گیا۔ ابوسفیان نے کہا آج جیسا منظر تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ غلاموں کو تو بلایا جا رہا ہے اور ہماری طرف التفات بھی نہیں۔ اس موقع پر سہیل نے جو عاتقانہ اور ناشنیدانہ جواب دیا وہ دلوں کی تختیوں پر کندہ کرانے کے قابل ہے۔ سہیل نے ابوسفیان اور دیگر مشائخ قریش کو مخاطب کر کے کہا۔

اے قوم خدا کی قسم ناگواری اور غصہ کے آثار تمہارے چہروں پر نمایاں دیکھ رہا ہوں بجائے اس کہ تم دوسروں پر غصہ کرو تم کو خود اپنے نفسوں پر غصہ کرنا چاہیے اس لئے کہ دین حق کی حجت ان لوگوں کو بھی دی گئی اور تم کو بھی یہ لوگ سنتے ہی دوڑ پڑے اور تم نے پس و پیش کی اور پیچھے رہے۔ خدا کی قسم جس شرف اور فضیلت کو یہ لوگ لے دوڑے تمہارا اس شرف سے محروم رہ جانا میرے نزدیک اس دروازہ کی محرومی سے کسی زیادہ سخت ہے جس پر تم آج رشک کر رہے ہو۔ اے قوم یہ لوگ تم سے سبقت لے گئے جو تمہاری نظروں کے سامنے ہیں۔ اور تمہارے لئے اس شرف اور فضیلت کے حامل ہونے کی اس کوئی سبیل نہیں۔ اس کھوئے ہوئے شرف کے تدارک اور تلافی کی اگر کوئی صورت ہے تو صرف جہاد فی سبیل اللہ اور خدا کی راہ میں جان بازی اور سرفروشی ہے۔ اس کے لئے تیار ہو جاؤ عجب نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ تم کو شہادت کی دولت و نعمت سے مالا مال فرمائے۔ سہیل نے اپنی تقریر دلپذیر و خوشم کیا اور دامن جہاد کو اسی وقت جہاد فی سبیل اللہ کے لئے کھڑے

ہو گئے اور مع خاندان اور اہل و عیال کے رمیوں سے مقابلہ کے لئے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اور جنگ یرموک میں شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ طاعون عمواس میں وفات پائی بہر حال مقصد ہر صورت میں حاصل ہے، طاعون کی موت بھی شہادت ہے۔ راستیاب لابن عبد البر حرجہ سہیل بن عمروؓ

اسلام عقبہ و معتب پسران ابی لہب

حضرت عباسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کو فریخت کرنے کے لئے تشریف لائے تو نجد سے یہ فرمایا کہ تمہارے دونوں بھتیجے عقبہ و معتب پسران ابی لہب کہاں ہیں وہ مجھے دکھائی نہیں دیئے آخر وہ دونوں کہاں ہیں میں نے عرض کیا کہ جو مشرکین قریش مد پوش ہو گئے ہیں انھیں کے ساتھ یہ دونوں بھی کہیں دور چلے گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں آپؐ کے ارشاد کے مطابق سواہر کو کر مقام عرنہ گیا اور وہاں سے دونوں کو اپنے ساتھ لایا۔ آپؐ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا دونوں نے اسلام قبول کیا اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر آپؐ کھڑے ہو گئے اور دونوں کے ہاتھ کپڑے ہوئے ہاب کعبہ کے قریب ملتزم پر آئے اور دیر تک دعا مانگتے رہے پھر وہاں سے واپس ہوئے اور چہرہ الزور پر مسرت کے آثار نمایاں تھے حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہمیشہ مسرور رکھے آپؐ کے چہرہ کو مسرور دیکھ رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے یہ درخواست کی تھی کہ مجھ کو میرے چچا کے یہ دونوں بیٹے عقبہ اور معتب مجھ کو عطا کر دیئے جائیں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ دونوں عطا کر دیئے اور میرے لئے ان دونوں کو بہرہ کر دیا۔ سہ۔ دس۔ انھما قص الکبریٰ، ۱: ۵، ص: ۱۶۴

اسلام معاویہ

بعض کہتے ہیں کہ معاویہؓ نے مسیح کو میں اسلام لائے مگر صحیح یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام

لائے مگر اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور فتح مکہ میں اس کا اظہار کیا۔

ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان حضرت معاویہ کی بہن تھیں اور ماں کا بھائی ماموں
ہوتا ہے اس لئے حضرت معاویہ خال المؤمنین ہوئے یعنی تمام مسلمانوں کے ماموں ہوئے اور جس
طرح اہل بیت اور ذوی القربی سے محبت رکھنا مومن پر فرض اور لازم ہے اسی طرح حضور پُر
نور کے خسرانہ برادر نسبتی اور حسرتی رشتہ داروں سے بھی محبت فرض اور لازم ہے۔

ابو سفیان بن حرب، آپ کی زوجہ مطہرہ ام حبیبہ کے والد محترم ہیں اور معاویہ ام حبیبہ کے
بھائی ہیں، ان سے محبت رکھنا فرض ہے اور ان سے کینہ اور عداوت رکھنا حرام ہے اور اسلام سے
پہلے جو ہو چکا وہ سب معاف ہے اور اسلام سے پہلے باتوں کا ذکر کرنا از روئے قرآن و حدیث
قطعا منوع ہے۔

بیت خانوں کی تخریب کے لئے سرایا کی روانگی

اں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے بعد تقریباً پندرہ روز مکہ میں مقیم ہے جو بیت خانہ کعبہ
میں تھے ان کو منہدم کر لیا اور یہ منادی کرادی۔

من کان یؤمن بالله والیوم
آخر فلا یمدح فابیتہ صنما
جو شخص اللہ اعلیٰم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ
آپ کے گھر میں کوئی بت باقی نہ چھوڑے۔
جب مکہ کو مرتجوں سے پاک ہو گیا اور اس کے تمام بت گرا دیئے گئے تو مکہ کے اطراف
و اکناف میں بتوں کے منہدم کرنے کے چھوٹی چھوٹی جماعتیں روانہ فرمائیں۔

صدم عزری۔ صدم سواع

۲۵ رمضان ۶۱۰ھ کو خالد بن ولید کو تیس سو اوروں کی جمعیت کے ساتھ عزری کو منہدم

کرنے کے لئے مقام نخد کی طرف روانہ فرمایا۔ اس مقام تک مکہ سے ایک شب کا راستہ ہے اور عمرو بن العاصؓ کو ستوابع کے مہندم کرنے کے لئے بھیجا یہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ عمرو بن العاص جب وہاں پہنچے تو اس بستی کے مجاور نے ان سے کہا تم کس ارادہ سے آئے عمرو بن العاص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس بستی کو مہندم کرنے آیا ہوں عمرو کا یہ جواب سن کر مجاور نے کہا تم اس پر کبھی تاور نہ ہو سکو گے خداوند سواع تم کو خود روک دے گا عمرو بن العاص نے کہا انسوس تو ابھی تک اسی خیال باطل میں پھنسا ہوا ہے کیا یہ سفا اور دیکھتا ہے جو مجھ کو روک دے گا یہ کہہ کر اس پر ایک ضرب لگائی جس سے ان کا خداوند سواع پاش پاش ہو گیا اور مجاور سے مخاطب ہو کر کہا تو نے دیکھ لیا مجاور یہ دیکھتے ہی فوراً مسلمان ہو گیا اور کہا اسلمت للہ میں اسلام لایا اللہ کے لئے۔

ہدم مناة

اور ۲۶ رمضان المبارک کو سعد بن زید اٹھلی کو مناة کے مہندم کرنے کے لئے مقام مشلق کی طرف روانہ کیا اور میں سوار آپ کے ہمراہ کیئے۔ غرض یہ کہ رمضان کا تمام مبارک مہینہ اسی بستی نشکمی یعنی ارض اللہ سے کفر و شرک کی نجاست کے دھلوانے میں صرف ہوا۔

ماہ شوال میں محض تبلیغ اسلام اور دعوت حق کے لئے ساڑھے تین سو مجاہدین و انصار کو خالد بن ولیدؓ کے زیرِ کمان بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ یطلم کے قریب ایک تالاب کے کنارہ جس کا نام غمیصا رہے وہاں رہتے تھے، خالد بن ولید نے جا کر ان کو اسلام کی دعوت دی گھبراہٹ میں اچھی طرح یہ تو نہ کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہیں یہ کہنے لگے صَبَأْنَا صَبِئاً۔ ہم نے اپنا پہلا دین چھوڑ دیا۔ خالد بن ولید نے اس کو کافی نہ سمجھا بعض کو قتل کیا اور بعض کو گرفتار جب آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور واقعہ بیان کیا تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر درتہ یہ فرمایا:
 اللَّهُمَّ اِنِّ ابْرَأَ الْيَلْمَ مِمَّا صَنَعَ اے اللہ میں اس سے باطل بری ہوں جو
 خالِد - بخدی و شیخ الباری ص ۲۵ خالد نے کیا۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو روپیہ دے کے جو جند میر میں بھیجا تاکہ ان کا خون بہا ادا کر آئیں
 حضرت علی نے جا کر ان کا خون بہا ادا کیا۔ اور جب تحقیق اور دریافت کے بعد یہ اطمینان ہو گیا
 کہ اب کسی کا خون بہا باقی نہیں رہا تو جند میرہ باقی بچ رہا تھا وہ بھی احتیاطاً انھیں تقسیم کر دیا۔
 واپس ہو کر جب بارگاہ نبوی میں سارا واقعہ بیان کیا تو آپ سجدہ سرور پڑھنے اور یہ فرمایا،
 اَصْنَيْتَ وَاَحْسَنْتَ لَمْ

غزوہ حنین و اوطاس طائف

یومِ شنبہ ۶ شوال ۶۱۰ھ

حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جہاں قبائل ہوازن و ثقیف
 آباد تھے۔ یہ قبائل نہایت جنگجو اور قادر تھے لہذا زتھے فتح مکہ سے یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں آپ پر
 حملہ نہ کریں، اس لئے مشورہ سے یہ طے پایا کہ قبل اس کے کہ آپ ہم پر حملہ آور ہوں ہمیں کو چل کر
 آپ پر حملہ کر دینا چاہیے، چنانچہ ان کا سردار مالک بن عوف نصری ہمیں ہزار آدمیوں کی جمعیت لیکر
 آپ پر حملہ کرنے کے لئے چلا۔

درید بن صمہ سردار بنی حشم اگرچہ پیادہ سانی کیوجہ سے حس و حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن
 بوڑھے اور تجربہ کار اور جہاں دیدہ اور جنگ آزمودہ ہونے کی وجہ سے اس کو بھی ساتھ لے لیا
 تاکہ صلاح اور مشورہ میں اس سے مدد ملے۔

مالک بن عوف نے ہم سپہ گردوں کو یہ تاکید کر دی تھی کہ ہر شخص کے اہل و عیال اس کے

ساتھ رہیں تاکہ خوب جم کو مقابلہ کریں اور کوئی شخص اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر بھاگ نہ سکے جب وادی اوطاس میں پہنچے تو دریدہ نے دیانت کیا یہ کونسا مقام ہے، لوگوں نے کہا یہ مقام اوطاس ہے، دریدہ نے کہا۔ یہ مقام جنگ کے لئے نہایت موزوں اور مناسب ہے، یہاں کی زمین نہ بہت سخت ہے اور نہ بہت نرم کہ پاؤں و جنس جائیں پھر کہا۔

مالی اسمع رُعاء البعیر و
نہان الحسیر و یعار الشاء و
بکاء الصغیر
یہ کیا ہے کہ اونٹوں کا بولنا اور گدھوں کا چمنا
اور بکریوں کا آواز کرنا اور بچوں کا رونا اور بلبلانا
سنا رہا ہوں۔

لوگوں نے کہا یہ مالک بن عوف لوگوں کو مع اہل و عیال اس لئے جان و مال سے کرا رہا ہے تاکہ لوگ ان کے خیال سے سینہ سپر ہو کر لڑیں۔

دریدہ نے کہا سخت غلطی کی کیا شکست کھانے والا کچھ واپس لے کر جاتا ہے۔ جنگ میں سنا
نیزہ اور تنوار کے کوئی شئی کام نہیں آتی۔ اگر تجھ کو شکست اور ہزیمت ہوئی تو تمام اہل و عیال کی
ذلت و رسوائی کا باعث ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ تمام اہل و عیال کو لشکر کے پیچھے رکھا جائے۔ اگر فتح
تو سب آپلیں گے اور اگر شکست ہوئی تو بچے اور عورتیں دشمن کی دستبرد سے محفوظ رہیں گے۔ بلوالمک
بن عوف نے جو شہاب میں اس طرف التفات نہ کیا اور کہا خدا کی قسم میں ہرگز اپنی راسخے سے نہ ٹوٹا
بڑھاپے سے اس کی عقل خراب ہو چکی ہے۔ ہوا زن و ثقیف اگر میری راسخے پر چلیں تو نہ ہمارے
میں ابھی خود کشی کر لیتا ہوں سب نے کہا ہم تیسکے ساتھ ہیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان حالات اور واقعات کی اطلاع پہنچی تو عبد اللہ بن
المیحدہ ماسکی کو تحقیق و تفتیش کے لئے روانہ فرمایا۔ عبد اللہ نے ایک دو روزان میں رو کر تمام حالات
معلوم کئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی جنگی تیاریوں کی اطلاع دی۔ تب آپ نے بھی
مقابلے کا سامان ضرور کیا یصفوان نے امید سے متوز رہیں مع ساند سلمان کے مستعالمیں۔

۶ شعبان ۳۶ یوم شنبہ کو بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے اور جنین کا قصد فرمایا

دس ہزار جاں باز دہان شد تو وی تھے جو مدینہ سے آپ کے ہمراہ آئے تھے اور بعض غیر مسلم مدبریت
ابن ہشام

بارہ ہزار کا یہ لشکر جبر جب حنین کی طرف بڑھا تو ایک شخص کی زبان سے یہ لفظ نکلے

لن تغلب الیوم من قلتہ آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے۔

جس میں شائبہ فخر اور اعجاب (خود پسندی) کا نفا جو حق تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ عالم اسباب میں
چونکہ قلت بھی باعث ہزیمت ہوتی ہے اس لئے اس کثرت کو دیکھ کر بعض صحابہ کی زبان پر یہ لفظ
آگئے کہ آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے۔ یعنی اگر آج ہم مغلوب ہوئے تو یہ ہماری مغلوبی
قلت کی وجہ سے نہ ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی فتح و نصرت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن
بارگاہِ احدیت میں یہ کلام ناپسند ہوا۔

اس لئے کہ اس میں یہ ایہام تھا کہ کامرانی اور کامیابی غلبہ اور فتحیابی کا سبب کثرت ہے خصوصاً
وہ حضرات کہ جو توحید و تفرید کی منزلیں خانقاہ نبوت و رسالت میں رو کر طے کر چکے ہوں ان میں سے
کسی ایک کی زبان سے بھی ایسا موہم لفظ نکلنا ان کے شایانِ شان نہیں۔ عجب نہیں کہ جو لوگ فتح مکہ
میں مسلمان ہوئے تھے اور آپ کے ہمراہ تھے اور ہونوا سلام ان کے دلوں میں راسخ نہ ہوا تھا یہ ان کی
محبت کا اثر ہے

سنن نسائی میں ہے کہ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ رُوم
پڑھنا شروع کی اُٹھائے قرأت میں آپ کو کچھ غلطان اور التباس و اشتباہ پیش آیا، جب مانع سے ممانعت
ہوئے تو یہ ارشاد فرمایا،

ما بال اقوام یصلون معنا

یحسنون الظہور و انما یلیس

علینا القرآن و اولئک

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر خاطر کی کدورت اور

القباس قرأت کی علت فقط ان لوگوں کی صحبت و معیت تھی کہ جو وضو کے پھرے
 آداب و مستحب بجا نہیں لائے تھے عیاذ باللہ ان میں کوئی بے وضو نہ تھا۔ سب با وضو تھے، مگر
 بعض نمازیوں کی وضو میں وضارت یعنی صرف حسن اور جمال کی کمی تھی۔ جس سے آپ کا قلب
 متور متاثر ہوا اب اس سے مشرکین اور متبدعین زنا و فحشاء اور عین کے صحبت کے اثر اور ضرر کا
 اندازہ لگائیجئے۔ علامہ طیبی طیب اللہ مثلاً وجعل الجنة مثواکم اس حدیث کی شرح
 میں لکھتے ہیں کہ سنن اور آداب کے انوار و برکات دوسروں تک سرایت کرتے ہیں اور ان کے ترک
 سے فتوحات غیبیہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس کا اثر دوسروں تک مستعدی ہوتا
 ہے کہ اس شخص کی وجہ سے دوسرا شخص خیرات و برکات اور انوار و تجلیات محروم ہو جاتا ہے۔
 حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و رضاعنہم پر جہرنگ تھا وہ سرور کائنات منبع الخیرات والبرکات
 علیہ افضل الصلوات والتحیات کی صحبت کا اثر تھا۔ لہذا اس وقت اس جنبی صحبت کے اثرات سے
 بلا اختیار یہ کلمہ زبان سے نکل گیا۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیم کہ دل آزر وہ شوی در سخن بسیار است
 الغرض یہ کلمہ بارگاہ خداوندی میں پسند نہ آیا۔ اور بجائے فتح کے پہلے ہی دہلہ میں
 شکست کا منہ دکھنا پڑا۔ کما قال تعالیٰ
 وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۖ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ ۖ
 فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ
 عَلَيْكُمْ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ۖ ثُمَّ
 تَدَبَّرْتُمْ مَدْبِرِينَ ۚ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ
 سَيْكِنَتُهُ عَلَى رَسُولِهِ ۖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ
 وَأَنْزَلَ جُمُودًا لَّهُمْ تَرَوُهَا
 عَذَابَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَالِكِ

اور حنین کے دن جبکہ تمھاری کثرت نے تم کو خود
 پسندی میں ڈال دیا پس وہ کثرت تمھارے کچھ کام
 نہ آئی اور زمین با وجہ وسیع ہونے کے تم پر
 تنگ ہو گئی پھر تم پشت چھیر کر بھاگے اس کے
 بعد اللہ نے اپنی خاص تسکین اتاری اپنے رسول پر
 اور اہل ایمان کے قلوب پر اور ایسے لشکر اتارے
 جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو منادی اور

جزاء الکفرین ۵ ۵ یہی منسوبہ کافروں کی۔

شکرا اسلام سہ بنہ کی فہام کے وقت دادی حنین میں پہنچا۔ قبائل ہوازن وثقیف دونوں جانب کیننگاہوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ مالک بن عوف نے ان کو پہلے سے یہ ہدایت کر دی تھی کہ تمہاروں کے نیام سب توڑ کر چھینک دو اور شکرا اسلام جب اُدھر سے آئے تو بیس ہزار تمہاروں سے ایک دم ان پر بلہ بول دو چنانچہ صبح کی تاریکی میں جب شکرا اسلام اس درہ سے گزرنے لگا تو بیس ہزار تمہاروں سے دفعۃً حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کا لشکر سراسیمہ اور منتشر ہو گیا اور صرف دس بارہ شیعہ ایمان نبوت اور جان بازان رسالت آپ کے پہلو میں رہ گئے اُس وقت آپ کے ہمراہ ابو بکر عمر علی عباس وفضل بن عباس و اسامہ بن زید اور چند آدمی تھے۔ حضرت عباس آپ کے بچہ کی لگام تھامے ہوئے تھے اور ابوسفیان بن حارث رکاب بچہ سے ہوتے تھے۔ جو لوگ مکہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے وہ اچانک ہزیمت سے آپس میں چرمی گریاں کرنے لگے۔ ابوسفیان بن حرب (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے باپ) نے کہا کہ اب یہ ہزیمت (ریا سے) ورے نہیں تھمتی اور کلہ بن جنبل نے خوشی میں چلا کر یہ کہا۔ آج سحر کا فاتحہ ہوا۔

صفوان بن امیہ نے کہا حالانکہ وہ اس وقت مشرک تھے۔ خاکشوش اللہ تیرے منہ کو بند کرے میرے نزدیک یہ زیادہ عزیز ہے کہ قریش کا کوئی آدمی میرا حالی اور مولیٰ ہو اس سے کہ قبیلہ ہوازن کا کوئی شخص میری تربیت کرے شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ نے کہا آج میں مور سے اپنے باپ کا بدلہ لوں گا۔ اس کا باپ جنگِ احد میں مارا گیا تھا۔ جب آپ کی طرف بڑھا تو فوراً غشی طاری ہو گئی اور آپ تک نہ پہنچ سکا۔ سمجھ گیا کہ بھکھو من جانب اللہ آپ تک پہنچنے سے روک لیا ہے بعد میں مشرکوں کو اسلام ہوئے۔

انصر جب قبائل ہوازن وثقیف نے کیننگاہوں سے نکل کر ایک دم حملہ بول دیا اور مسلمانوں پر ہر طرف سے بارش کی طرح تیرے پھٹنے کو سیر اُکھڑ گئے صرف رنقاء خاص آپ کے پاس رہ گئے۔

آپؐ نے تین بار پکار کے فرمایا اے لوگو! دھرو! میں اللہ کا رسول اور محمد بن عبد اللہ ہوں

انا التنبیٰ لا کذب انا ابن عبد المطلب

میں سچا نبی ہوں اللہ نے مجھ سے جوتج و نصرت اور میری عصمت و حمایت کا وعدہ کیا ہے وہ بالکل حق ہے اس میں کذب کا امکان نہیں۔ اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عباس بلند آواز تھے ان کو حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دیں انہوں نے بآواز بلند یہ نعرہ لگایا۔

یا معشرا لا انصار اے گروہ انصار

یا اصحاب السمریۃ اے وہ لوگوں جنہوں نے کیکر کے درخت کے

نیچے بیعت رضوان کی تھی

آواز کا کانوں میں پہنچنا تھا کہ ایک دم سب ہلٹ پڑے اور منٹوں میں پرمانہ مار آ کر فتح نبوت کے گرد جمع ہو گئے۔ آپؐ نے مشرکین پر حملہ کا حکم دیا۔ جب گھمسان لی لڑائی شروع ہو گئی اور میدان کا رزار گرم ہو گیا تو آپؐ نے ایک مشت خاک لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور یہ فرمایا۔

شاہت الوجولہ (دواہ سلم) بڑے ہوئے یہ چہرے

صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے مشت خاک پھینکنے کے بعد یہ فرمایا:

انہزموا ورب محمد قسم ہے رب محمد کی انھوں نے شکست کھائی۔

کرتی انسان ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ میں اس مشت خاک کا غبار نہ پہنچا ہو۔ اور ایک لمحہ نہ گزرا تھا کہ دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے بہت سے بھاگ گئے اور بیت سے اسیر کر لئے گئے اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمْ

الْأَرْضُ بِمَا رَحَّبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُذِيرِينَ فَاَنْزَلَ اللَّهُ سَكُوتًا عَلَى
رُسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ حُجُودًا لَهُمْ تَرَوُهَا وَعَذَبَ الَّذِينَ
كَفَرُوا وَآذَانَكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ۔
۱۔ (ترجمہ قریب بہ گزلبہ)

ادھر آپ نے ایک مشت خاک پھینکی اور اُدھر بہادران اسلام نے محض اللہ کی نصرت اور
اعانت پر بھر دسہ کر کے حملہ کیا۔ دم کے دم میں کایا پٹ ہو گئی۔ بہادران ہوازن کے ہا جو د قوت
اور شوکت کے پیر اکھر گئے اور مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ دشمن کے ستر آدمی معرکہ
میں کام آئے اور بہت سے گرفتار ہوئے اور بہت کچھ مال و اسباب ہاتھ آیا۔ ۲۔
جہیر بن مطعم راوی ہیں کہ ہوازن کی شکست اور سپہائی سے کچھ ہی پہلے ایک سیاہ چادر میں نے
آسمان سے اترتی دیکھی۔ وہ چادر ہمارے اور دشمن کے مابین آکر گری۔ دفعۃً اس میں سے سیاہ
چیز نیاں نکلیں اور تمام راوی میں پھیل گئیں۔ مجھ کو ان کے فرشتے ہونے میں ذرہ برابر شک نہ تھا
ان کا اُترنا تھا کہ دشمنوں کو شکست ہوتی تھی

شکست کے بعد ہوازن وثقیف کا سردار اور سپہ سالار مالک بن عوف نصری ایک جماعت
کے ساتھ بھاگا اور طائف میں جا کر دم لیا۔ اور درید بن صمہ اور کچھ لوگوں نے بھاگ کر نعام او طاس
میں پناہ لی اور کچھ لوگ بھاگ کر مقام نخلہ میں پہنچے۔ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ اشعری
کے چچا ابو عامر اشعری کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ او طاس کی طرف روانہ کیا۔ جب مقابلہ ہوا تو درید
بن صمہ۔ ربیعہ بن رافعہ وغیرہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

سلطہ بن درید نے ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں ایک تیر مارا جس سے وہ شہید ہو گئے
ابو موسیٰ اشعری نے بڑھ کر رائیت اسلام سنبھالا اور نہایت شجاعت اور بہادری سے مقابلہ کیا اور اپنے
چچا کے قاتل کو قتل کیا۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی تھی

ابو عامر اشعری نے مرتے وقت ابو موسیٰ اشعری سے کہا کہ اے مجتبیٰ رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے میرا سلام عرض کرنا اور یہ کہنا کہ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے جا کر آپ سے تمام واقعہ بیان کیا اور اپنے چچا ابو عامر کا سلام اور پیام پہنچایا آپ نے اسی وقت وضو کے لئے پانی منگایا اور وضو کر کے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ ابْنِ عَامِرٍ اے اللہ عبید ابو عامر کی مغفرت فرما۔
پھر یہ دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ اے اللہ قیامت کے دن اس کو بہت سے
مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ بندوں سے درجہ فرما۔

ابو موسیٰ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے بھی دعائے مغفرت فرمائیے
آپ نے فرمایا:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ اے اللہ عبد اللہ قیس کے گناہوں کی مغفرت فرما
وَادْخُلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَدْخَلًا كَرِيمًا اور قیامت کے دن اس کو نیکین ابو موسیٰ اکو عزت کی
جگہ میں داخل فرما۔ (بخاری شریف طبع بغداد ۱۸۸۵ء)

محاصرة طائف

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی اموال غنیمت اور قیدیوں کے متعلق یہ حکم دیا کہ
جبرائیل میں جمع کر دیا جائے اور خود طائف کا قصد فرمایا۔ اور طائف جانے سے پہلے طفیل بن عمرو
دوسی کو چند مرد حنین کے ساتھ ایک چربی بت رحب کا نام زدا لکھن تھا کے جلانے کے لئے روانہ
فرمایا۔ آپ کے طائف پہنچنے کے چار روز بعد طفیل بن عمرو دوسی بھی پہنچ گئے اور ایک دو بارہ متخیق
ساتھ لائے۔ (ذو تالی صفحہ ۳، عمیرن الاثر منہ ۱۲)

مالک بن عوف نہری سپہ سالار ہوازن مع اپنی فوج کے آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی طائف

کے قلعہ میں داخل ہو کر دوازہ بند کر چکا تھا اور کئی سال کا غلہ اور خود نوشی کا سامان قلعہ میں فرم کر لیا تھا۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف پہنچ کر اُن کا محاصرہ کیا۔ اور تحقیق کے ذریعہ سے ان پر پتھر برسائے گئے۔ ان لوگوں نے قلعہ کی تفصیل پر تیر اندازوں کو بٹھلادیا، انھوں نے اسی سخت تیر باری کی کہ بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور بارہ آدمی شہید ہوئے، خالد بن ولید نے ان کو دست بدست مقابلہ کے لئے بلایا مگر جواب یہ ملا کہ ہمیں قلعہ سے اُترنے کی ضرورت نہیں۔ سالہا سال کا غلہ ہمارے پاس موجود ہے، جب یہ ختم ہو جائے گا تب ہم تلواریں لے کر اُتریں گے مسلمانوں نے دُوبائی میں بیٹھ کر قلعہ کی دیوار میں نقب دینے کی کوشش کی انھوں نے اوپر سے لوہے کی گرم سلاخیں برسانی شروع کیں جس سے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ دیکھ کر آپ نے باغات کے کٹوانے کا حکم دیا اہل قلعہ نے آپ کو اللہ کا اور قراتبوں کا واسطہ دیا۔ آپ نے فرمایا میں اللہ اور قراتبوں کے لئے ان کو چھوڑ دیتا ہوں۔ بعد ازاں دیوار قلعہ کے قریب یہ آوازہ لگوا دیا کہ جو غلام قلعہ سے اتر کر ہمارے پاس آجائے گا وہ آزاد ہے۔ چنانچہ بارہ تیرہ غلام نکل کر ادھر آئے اسی اثناء میں آپ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک دودھ کا پیالہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ایک مرغ نے اُکڑاُس میں جو پنج ماری جس سے وہ دودھ گر گیا۔ آپ نے یہ خواب صدیق اکبر سے بیان کیا، انھوں نے کہا غالباً یہ قلعہ ابھی فتح نہ ہوگا۔ اپنے نوفل بن معاویہ دہلی کو بلا کر دریافت فرمایا تمھاری کیا رائے ہے نوفل نے کہا یا رسول اللہ لو مڑی اپنے بھٹ میں ہے اگر ٹھہرے رہیں تو کمپڑ لیں گے اور اگر چھوڑ دیں گے تو آپ کا کوئی نقصان نہیں۔ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے اُکڑ عرض کیا یا نبی اللہ ان کے حق میں بددعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے اجازت نہیں دی حضرت عمر نے فرمایا پھر کم کو اس نے اُڑنے کی کیا ضرورت ہے، آپ نے کوچ کا حکم دے دیا اور چلتے وقت یہ دعا دی۔

اللهم اهد ثقیفا وَاثت بہم اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور اُن کو مسلمان

کر کے میرے پاس پہنچا۔

چنانچہ بعد میں یہ قلعہ خود بخود فتح ہو گیا سب لوگ مسلمان ہو گئے اور مالک بن عوف نصری اُن کا

سردار خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورت باسلام ہوا۔

تقسیم غنائم حنین

طائف سے چل کر آپ پانچ ذی القعدة الحرام کو حجاز پہنچے جہاں الی غنیمت جماتا تھا چھ ہزار تین صدی اور چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اونٹنیہ چاندی نسی یہاں پہنچ کر آپ نے دس دن سے زیادہ ہوازن کا انتظار کیا کہ شاید وہ اپنے عزیزوں بچوں اور عورتوں کو حجاز آنے آئیں لیکن جب دس بارہ روز کے انتظار کے بعد بھی کوئی نہ آیا تب آپ نے الی غنیمت غامنین پر تقسیم کر دیا۔
رفع الباری ص ۳۲ عیون الاثر ص ۱۹ ج ۲۔

تقسیم غنائم کے بعد ہوازن کا وفد آپ کی میں حاضر ہوا جس میں نو آدمی تھے۔ اسلام قبول کیا اور آپ کے ماتھے پر بیعت کی اور بعد ازاں اپنے اموال اور اہل و عیال کی واپسی کی درخواست کی آپ رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ اسی قبیلہ کی تھیں۔ اس قبیلہ کے خطیب زہیر بن عمرو نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ان اسیروں میں آپ کی بھوپیاں اور خالائیں اور گودہ کھلانے والیاں ہیں اگر کسی بادشاہ یا امیر سے ہمارے اس قسم کے تعلقات ہوتے تو بہت کچھ مہربانی ہوتی اور آپ کی شان تمام سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ ہم پر جو مصیبت آئی ہے وہ آپ کو بخشنی نہیں آپ ہم پر احسان کیجئے اللہ آپ پر احسان کرے گا اور یہ شعر پڑھے۔

امنن علینا رسول اللہ فی کوم فانک المرزوحہ وند حند

الی آخر التئیدہ

انشار اللہ تعالیٰ پورا قصیدہ و فرد کے بیان میں آئے گا۔

آپ نے فرمایا میں نے تمہارا بہت انتظار کیا اور اب غنائم تقسیم ہو چکی ہیں دو چیزوں میں سے

ایک چیز اختیار کر لو قیدی یا مال۔ دفعہ نے کہا آپ نے ہم کو مال اور حسب میں اختیار دیا ہے ہم حسب نسب کو اختیار کرتے ہیں اونٹ اور بکری کے بارے آپ سے کچھ نہیں کہتے۔

آپ نے ارشاد فرمایا میرے اور خاندان نبی باطمینانی مطلب کے حصہ میں جو کچھ آیا ہے وہ سب تمہارا ہے لیکن اور مسلمانوں کے حصہ میں جو کچھ جا چکا ہے اس کی بابت ظہر کی مانگ کے بعد کے تم لوگ کھڑے ہو کر کہنا میں تمہاری سفارش کروں گا چنانچہ ظہر کی مانگ کے بعد وفد ہوازن کے خطبار نے فیصیح و بلینہ تقریریں کیں اور اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے مسلمانوں سے درخواست کی۔ بعد ازاں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اول خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور پھر فرمایا تمہارے یہ بھائی ہوازن مسلمان ہو کر رہ گئے ہیں میں نے اپنا اور اپنے خاندان کا حصہ ان کو دے دیا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں اور مسلمان بھی ان کے قیدی واپس کر دیں جو شخص خوشی اور طبیب خاطر سے ایسا کر دے تو بہتر ہے ورنہ میں بعد میں اس کا معاوضہ دینے کے لئے تیار ہوں سب نے کہا کہ ہم طبیب خاطر سے اس پر راضی اور خوش ہیں۔ اس طرح چھ ہزار قیدی دفعۃً آزاد کر دیے گئے انھیں اسیران جنگ میں آپ کی رضامتی میں حضرت شیمار بھی تھیں لوگوں نے جب ان کو گرفتار کیا تو انھوں نے کہا میں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں لوگ تصدیق کے لئے آپ کی خدمت میں لے کر آئے شیمار نے کہا اے محمد میں تمہاری بہن ہوں اور علامت بتلائی کہ لوگوں میں ایک مرتبہ تم نے دانت سے کاٹا تھا جس کا یہ نشان موجود ہے آپ نے پہچان لیا اور مر جا کہا اور ٹھٹھے کیلئے ہاورد بچاؤ کی ادھر لڑا مستر سے کھانوں میں آنسو بھرتے اور فرمایا اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو نہایت عزت و احترام کے ساتھ تم کو رکھوں گا اور اگر اپنے قیدی میں جانا چاہو تو تم کو اختیار ہے شیمار نے کہا میں اپنی قوم میں جانا چاہتی ہوں اور مسلمان ہو گئی۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چپتے دت ان کو کچھ اونٹ اور بکریاں اور تین غلام اور ایک باندی عطا فرمائی۔ (اصابہ ترجمہ شیمار ص ۴۴ ج ۲)

فتح مکہ میں جو معزز قریش اسلام میں داخل ہوئے ہنوز زہد و الاعتقاد تھے ایمان کے

دلوں میں راسخ نہ ہوا تھا۔ جن کو اصطلاح قرآن میں مؤلفۃ القلوب کہا گیا ہے۔ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم غنائم کے وقت ان کو بہت انعامات دئے کسی کو نسا اور کسی کو دو نسا اور کسی کو تین نسا اونٹ دئے۔ (جس کی تفصیل فتح الباری اور زرقانی میں مذکور ہے)

انغرض جو کچھ دیا گیا وہ اشراف قریش کو دیا گیا انصار کو کچھ نہیں دیا۔ اس لئے انصار کے بعض نوجوانوں کی زبان سے یہ لفظ نکلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو تو دیا اور ہم کو چھوڑ دیا حالانکہ ہماری تلواریں اب تک اُن کے خون سے لگی ہیں بعض نے کہا کہ مشکلات اور شدائد میں تو ہم کو بلایا جاتا ہے اور مال غنیمت دوسروں پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انصار کو جمع کر کے فرمایا اے انصار یہ کیا بات ہے جو میں سن رہا ہوں، انصار نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کے سربراہ اور بھگدار اور اہل المائے لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کہا، البتہ بعض نوجوانوں نے ایسا کہا۔ آپ نے فرمایا اے گروہ انصار کیا تم گمراہ نہ تھے اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے واسطے سے ہدایت دی۔ آپس میں تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے، میرے ذریعے سے تمہارے دل ملا دیئے، تم فقیر اور کنگال تھے اللہ نے میرے ذریعے سے تم کو مال مال کیا۔ انصار نے کہا آپ جو فرماتے ہیں وہ بالکل بجا اور درست ہے، بے شک اللہ اور اُس کے رسول کا ہم پر بڑا احسان ہے۔ آپ نے فرمایا تم میری تقریر کا یہ جواب دے سکتے ہو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جب لوگوں نے تجھ کو جھٹلایا ہم نے تیری تصدیق کی۔ جب تو بے یار مددگار تھا اس وقت ہم نے تیری مدد کی۔ جب تو بے سہارا اور بے ٹھکانہ تھا تو ہم نے تجھ کو ٹھکانہ دیا جب تو مفلس تھا تو ہم نے تیری یاری اور نگہباری کی اے گروہ انصار کیا تمہارے دل اس بات سے رنجیدہ ہوئے کہ میں نے اس دنیائے دلوں میں سے جس کی حقیقت سراسر بے زیادہ نہیں کچھ متاعِ ظلیل اور دھرم معدودہ چند لوگوں کو تائیفِ قلوب کے لئے دے دیئے اور تمہارے اسلام و ایمان اور انقیاد و اوعان پر بھروسہ کر کے تم کو چھوڑ دیا۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ قریش کو قتل و قید کی مصیبتیں پہنچی ہیں یعنی

مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کو جانی اور مالی طرح طرح کی اذیتیں پہنچی ہیں، اس لئے اس داد و دہش سے اُن کے نقصان کے لئے کچھ تلافی کرنا چاہتا ہوں اور ان کے دلوں کو اسلام سے مانوس کرنا چاہتا ہوں کہ غزوات میں ان کے بھائی بند قتل اور قید ہوئے اور طرح طرح کی ذلتیں اور مصیبتیں ان کو پہنچیں جن سے اللہ تعالیٰ نے تم کو محفوظ رکھا ہے تاہم قلب کے لئے ایسے لوگوں کو الٹا ناساب ہے اور تم اہل ایمان ہو ایمان اور یقین کی بے مثال اور لازوال دولت سے مالا مال ہو۔

لیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ تو اونٹ اور بکری لے کر اپنے گھر واپس ہوں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر ہجرت امرتقدیری نہ ہوتا تو میں بھی انصار میں سے ہوتا۔ اگر لوگ ایک گھائی کو پھیں اور انصار دوسری گھائی کو قریم انصار کی گھائی کو اختیار کر دیں گا۔ اے اللہ تو انصار پر اور ان کی اولاد اور اولاد اولاد پر رحم اور مہربانی فرما۔

یہ فرماتا تھا کہ انصار جان شاد و خیر اٹھے اور دوتے دوتے ڈاڑھیاں ترہو گئیں اور کہا ہم اس تقسیم پر دل و جان سے راضی ہیں کہ اللہ کا رسول ہمارے حصہ میں آیا۔ اس کے بعد مجمع برخواست ہو گیا۔ تاریخ ابن الاثیرؒ ج ۲۔

عمرہ جعرانہ

بعد ازاں اذی القعدة الحرام کو شب کے وقت آپ جعرانہ سے مکہ کی طرف عمرہ بجا رہے تھے وہاں پہنچ کر عتاب بن اسید کو مکہ کا والی مقرر فرمایا اور حاذ بن جبل کو تعلیم دی کہ غرض سے ان کے پاس چھوڑا اور دو مہینے اور سولہ دن کے بعد ۲۴ ذی القعدة الحرام ۱۰ ہجری میں وہاں سے واپس ہوئے۔

۱۰۔ آپ کی اصل تقریر کے کثر اجزائے ابواب ۳۳ ج ۸ اور زرقانی ۳۳ ج ۳ میں بھی مذکور ہیں لیکن یہ ترتیب اور تسلسل تاریخ ابن الاثیرؒ الجزی میں مذکور ہے۔

۱۱۔ زرقانی - ج ۳، ص ۱۰۱

تحریم متعہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ادھاس سے عمرہ کرنے کے لئے تشریف لائے تو اب کعبہ پر کھڑے ہوئے اور کعبہ کے دونوں بازو دونوں ہاتھوں سے تھامے اور یہ فرمایا کہ متعہ قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ اعلان رات کے وقت تھا۔ اور سامعین حاضرین کی تعداد تلیل تھی سب کو پوری طرح اس کی خبر نہ ہوئی، اس لئے بعض بے خبری میں اس کے بعد متعہ کے قریب ہوئے تو آپ نے غزوہ تبوک میں پھر اس کی حرمت کا اعلان فرمایا پھر حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں بعض لوگ اسی بے خبری کی وجہ سے نکاح متعہ کے قریب ہوئے یہ خبر نہ کر خلیفہ وقت منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعہ کو حرام فرمایا ہے اور گاہ گاہ آں حضرت کے وقت میں اسے خبری کی بنا پر متعہ ہوا ہے، اور آپ نے اس پر کوئی سزا نہیں فرمایا آخر کار متعہ کی حرمت ثابت ہو چکی ہے اب میرے اس اعلان کے بعد جو متعہ کرے گا میں اس پر حد زنا جاری کروں گا، حضرت عمر کے اس اعلان واجب الاذعان کے بعد متعہ قطعاً موقوف ہو گیا۔

واقعات متفرقہ

- (۱۱)۔ اس سال قتیبہ بن اسیدہ نے تمام مسلمانوں کو اسی طرح سے حج کرایا جیسے عرب کا طریق تھا۔
- (۱۲)۔ اسی سال ماہ ذی الحجہ میں ماریہ قبطیہ کے بطن سے ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔
- (۱۳)۔ اسی سال آپ نے عمرو بن العاص کو عامل بنا کر صدقات وصول کرنے کے لئے عمان کی طرف بھیجا۔
- (۱۴)۔ اسی سال آپ نے کعب بن عزیہ کو فارات اطلال کی طرف جو شام کا ایک علاقہ ہے دعو

اسلام کی غرض سے روانہ کیا۔ پندرہ آدمی ان کے ہمراہ گئے، وہاں کے لوگوں نے سب مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ صرف ایک آدمی بچ کر مدینہ واپس آیا۔ (تاریخ ابن الاثیر ص ۳۳۱)

لطائف و معارف

قبائل عرب فتح مکہ کے منظر تھے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آگے اور اہل مکہ پر قابض آگے تو آپ بچے پنیر میں چٹا پنچر مکہ فتح ہوتے ہی لوگ جوق در جوق اسلام کے حلقہ بگوش ہونے لگے۔ کما قال تعالیٰ۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ
النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ
إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا

جب اللہ کی نصرت اور فتح نظر میں آئے اور لوگوں کو دین اسلام میں داخل ہوتا ہوا ہر طرف درخشاں اور جوق در جوق آپ کو سبب و استغفرہ دیکھ لیں۔ پس اس وقت آپ تسبیح و تحمید اور استغفار میں مشغول ہو جاتے اس داریانی سے رحلت کا وقت قریب آگیا ہے، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

لیکن قبائل ہوازن و ثقیف جو فتنوں جنگ سے نہایت ہانپے اور آگاہ اور حکم تیرا ماننے تھے۔ ٹکڑی طور پر ان کے قلوب کوئی الحال رک گیا۔ تاکہ جب پورے ساز و سامان کے ساتھ میدان میں آجائیں حتیٰ کہ کوئی مرد اور عورت، بچہ اور لڑکا۔ اونٹ اور بکری، کوئی جائز زادہ کوئی مویشی اور کسی قسم کا مال گھر میں نہ رہنے پائے اللہ کے شکر کے لئے تمام مال غنیمت یکجا جمع ہو جائے تاکہ حق جل و علا اس وقت اپنے دین متین کی فتح حسین کا عجیب و غریب منظر دنیا کو دکھلائے۔

غزوات عرب کی ابتداء غزوہ بدر سے ہوئی جس نے ان کو مرعوب کر دیا تھا اور غزوہ خنین پر اس کی انتہا رہی جس نے عرب کی قوت و شوکت کا خاتمہ کر دیا کہ اب جزیرۃ العرب میں کسی کی مجال نہیں کہ حق کے مقابلہ میں سر اٹھا سکے مگر چونکہ بعض مسلمانوں کی زبان سے یہ لفظ

بہل گیا تھا۔ رن غلب اليوم عن قلة، آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے، جو ہار گا یہ خداوندی میں ناپسند ہوا۔ اس لئے پہلے حملہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تاکہ معلوم ہو جائے کہ فتح نصرت اللہ کی جانب سے ہے اقلت و کثرت پر اس کا مار نہیں جس کی خدا مدد کرے اس پر کوئی غالب نہیں۔ اور جس کی امداد سے وہ دستکش ہو جائے پھر اس کا کوئی مددگار نہیں اور تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے رسول اور اپنے دین کا حامی اور مددگار ہے تمہاری کثرت پر اس کا مار نہیں تم تو باوجود کثرت کے بھاگ اٹھے، چنانچہ جب تم نے سمجھ لیا کہ ہماری کثرت اور ہماری حول اور قوت کچھ کارآمد نہیں صرف خداوند ذوالجلال کی ہی حول اور قوت ہماری دست گیری کر سکتی ہے، تب حق تعالیٰ نے تم پر یہ انعام فرمایا:

ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُمُودًا لَّهُ تَرَوْهَا وَهَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَأَذَلَّ لِكُلِّ فِرْقٍ

پھر اللہ نے اپنے رسول اور اہل ایمان کے دلوں پر خاص سکینت و طمانیت نازل فرمائی اور امداد کیسے ایسے لشکارے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سنواری اور ہر فرقہ کے کافروں کی۔

حق جل و علا کی یہ سنت ہے کہ فتح و نصرت کا خلعت اہل تواضع اور اہل انکساری کو عطا

ہوتا ہے۔ لکھا قال تعالیٰ:

وَيُرِيدُ أَنْ يَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا فِي الْأَرْضِ وَيَجْعَلَهُمْ أَيْمَةً وَيَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَ تَمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَ يُرِيَ يَرْعُونَ وَ هَآمَانَ وَ جُنُودَهُمَا جَمْعًا

ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو زمین میں کافروں کی طرف سے کزد و بھگا گیا اور ان کو سردار بنائیں اور کافروں کی املاک کا وارث بنائیں اور زمین میں ان کو حکومت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر کو ان کے ہاتھ سے رہ چمبہ و کھلائی میں سے وہ ڈر رہے ہیں۔

چنانچہ غزوہ بدر میں فتح اور غزوہ احد میں شکست کا یہی راز تھا۔ کما قال تعالیٰ۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ ذَآ اَنْتُمْ تَحْقِيقُ اللّٰهُ نَصَرَ مُحَمَّدًا وَآلَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَفَىٰ بِالْمُشْرِكِ بَدًّا ۚ وَكَفَىٰ بِالْمُؤْمِنِ نَصْرًا ۚ

غزوہ احد حقیقت میں غزوہ بدر کا مکملہ اور تہہ تھا جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہے گویا کہ غزوہ بدر اور غزوہ احد مل کر ایک ہی غزوہ تھا اور قبائل عرب کے ساتھ پہلا غزوہ تھا اور غزوہ حنین آخری غزوہ تھا۔ اس لئے پہلے غزوہ بدر میں اول فتح اور اس کے مکملہ (یعنی معرکہ احد) میں شکست ہوئی اور غزوہ حنین میں ابتداء میں شکست ہوئی اور بعد میں فتح تاکہ غزوات عرب کی ابتداء اور انتہاء ناختم اور خاتمہ دونوں فتح و نصرت پر ہوں اور جس طرح غزوہ بدر میں مسلمانوں کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اسی طرح غزوہ حنین میں بھی فرشتوں کا نزول ہوا۔

۱۲۔ اموال غنیمت میں سے زیادہ حصہ آپ نے ان لوگوں کو عطا کیا جن کے دلوں میں ایمان ابھی راسخ نہ ہوا تھا تاکہ اس آسان سے آپ کی محبت ان کے دلوں میں راسخ ہو جائے اس لئے کہ محسن کی محبت فطری اور جبلی امر ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

وَاحْسَنُ وَجَدَ فِي السُّورَى وَجْهَ مُحَمَّدٍ ذَا يَمُنُ كَفَ فِيهِمْ كَفَ مَنَعَمٍ
اور جب آپ کی محبت دلوں میں راسخ ہو جائے گی تو ان دلوں سے دنیا اور مایہا کی محبت خود ہی کرپ کر جائے گی۔ یہ نا ممکن ہے کہ ایک دل میں حب رسول اللہ اور حب دنیا دونوں جمع ہو سکیں۔

مَا خَعَلَ اللَّهُ لِرَاحِلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ
اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینہ میں دو دل
فی حَبْوَيْنِ نہ بنائے۔

انصار کی شکایت کا شمار عیاذ باللہ حب مال نہ تھا۔ جن کی نسبت خود اللہ کا رسول یہ شہادت دے رہا ہو کہ میں نے تمہارے ایمان والیقان پر بھروسہ کر کے تم کو حصہ نہیں دیا بھلا ان کے پاک دلوں میں دنیا کی کہا جگہ ہو سکتی ہے۔ (۵۔ الاحزاب، آیت ۴۱)

بکے منشا یہ تھا کہ انصار اس ظاہری داد و بخش کو اکلام و احترام و عزت و سرفرازی کی دلیل سمجھے۔ اس لئے بمقتضائے غیرت دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس موقع پر آپ نے ہم جیسے جان نثاروں کی عزت افزائی سے کیوں اغماض فرمایا :

باسایہ ترانمی پسندم عشقست و ہزار بدگمانی

حالا نکہ یہ اغماض اس انعام سے کہ روزوں درجہ بہتر تھا۔ یہ اغماض انصار کے ایمان و اخلاص کی سند تھی اور وہ انعام ان کے تذبذب کی دلیل تھی جن کے ایمان اور ایقان پر اطمینان تھا ان کو چھوڑ دیا۔ یہ معنوں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے کلام کی تفسیر و تشریح ہے۔
حضرات اہل علم زاد المعاد و رستخ البراری ص ۳۹ ج ۱ کی مراجعت فرمائیں۔

تقرر عثمان

فتح مکہ کے بعد تقریباً تمام جزیرۃ العرب اسلام کے زیر نگیں تھا لہذا ضرورت داعی ہوئی کہ اسلامی فہم کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی جائے اس لئے آپ نے اسلام کی سطوت اور حکومت قائم رکھنے کے لئے مختلف ممالک میں جدا جدا والی احکام مقرر فرمائے باذان بن ساسان کو مین کا والی مقرر فرمایا۔ باذان کسری کی طرف سے مین کا والی تھا کسری کے ہلاک ہونے کے بعد باذان مسلمان ہو گیا۔ اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باذان کو بدستور مین کی ولایت اور حکومت پر قائم رکھا اور جب تک باذان زندہ رہا کسی کو انکار شریک اور سہم نہیں قرار دیا باذان کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے شہر بن باذان کو صنعا کا والی مقرر کیا۔ شہر کے مرجانے کے بعد خالد بن سعید ابن العاص اموی صنعا کے والی مقرر ہوئے اور زیاد بن ابید انصاری موت کے اور ابو موسیٰ اشعری زبید اور عدن کے اور حاذ بن جبل۔ علاقہ مین کے شہر جند کے کے اور ابو سفیان بن حرب نجران کے امدان کے بیٹے یزید بن ابی سفیان تیسامی کے اور عتقا

بن اسید مکہ کے حاکم اور حاکم مقرر ہوئے اور حضرت علیؓ میں سے قاضی مقرر ہوئے یہ

۹۰ ہجری

اب شہنشاہ ختم ہوا اور محرم الحرام ۹۰ کا بلال نظر آیا۔ اسماہ میں آپؐ نے عاملین اور مصدقین کو اطراف و اکناف میں زکوٰۃ اور صدقات وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔

نام عامل	کس قبیلہ کی طرف بھیجا گیا
عیینہ بن حصن نساریؓ	بنی تمیم
بریدہ بن الحصیبؓ	اسلم و عقار
عباد بن بشر اشہلیؓ	سہم و مزینہ
رافع بن کمیثؓ	جہینہ
عمر بن العاصؓ	بنی نضارہ
ضحاک بن سفیان کلابیؓ	بنی کلاب
بسر بن سفیان کعبیؓ	بنی کعب
ابن اللہبئہ ازدیؓ	بنی ذبیان ۷۵
عمار بن الحضرمیؓ	بحرین
حضرت علیؓ	نجران
عدی بن حاتمؓ	طیّی و بنی اسد
مالک بن نویرہؓ	بنی حنظلہ ۷۵

۷۵۔ زاد المعاد - ج : ۱ ص : ۳۱

۷۶۔ طبقات ابن سعد - ج : ۲ ص : ۱۱۵

۷۷۔ زاد المعاد - ج : ۲ ص : ۲۰۱

سریہ عیینہ بن حصن فزاری بسوئے نبی تمیم

محرم الحرام ۱۰۰ھ

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بغربن سفیان عدویٰ کو تفصیل معذرت کے لئے روانہ کیا لوگ زکوٰۃ دینے کے لئے تیار ہو گئے مگر بنو تمیم اس میں مزام ہوئے اور کہا خدا کی قسم یہاں سے ایک اونٹ بھی نہ جانے گا اور تمواریں سونت کر لڑنے کے لئے آلودہ ہو گئے۔ بشریہ دیکھ کر واپس آ گئے۔ اس پر آپ نے عیینہ بن حصن فزاری کو کچاس سواروں پر سردار مقرر کر کے مقام سفیان کی طرف روانہ کیا جہاں بنو تمیم رہتے تھے۔ یہ مقام جھ سے سترہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ رات کو کچھک ان پر چھاپ مارا، گیارہ مرد اکیس عورتیں اور تیس بچے گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔ بنی تمیم نے مجبور ہو کر دس آدمیوں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں روانہ کیا، جن میں عطار بن حاجب اور زبیر بن قان اور قیس بن عامر اور اقرع بن حابس بھی تھے جب مدینہ پہنچے تو آپ کے حجرہ شریفہ کے کچھ کھڑے ہو کر آپ کو آواز دی، اسے محمد باہر آؤ تاکہ ہم آپ سے مفاخرہ ادشاعری میں مقابلہ کریں، ہماری مع زینت ہے اور ہماری مذمت عیب ہے آپ نے فرمایا یہ شان تو اللہ کی ہے باقی میں نہ شاعر ہوں اور نہ مجھ کو فقر کا حکم دیا گیا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْتُونَكَ مِنْ دُونِكَ مِنْ دُونِكَ
الْحُجُوتِ أَكْثَرُ لَا يَعْقِلُونَ وَ
لَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ
لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

تحقیق جو لوگ آپ کو عمروں کے پیچھے سے آواز دیتے ہیں اکثر بے عقل ہیں اور اگر بے صبر کرتے یہاں تک آپ ان کی طرف برآمد ہوتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

فائدہ جلیلہ

عبد اللہ بن عباسؓ علوم قرآن کے مال کرنے کے لئے سید القراء ابی بن کعبؓ کے مکان پر

حاضر ہوا کرتے تھے۔ اب وجہ سے کبھی دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے۔ ابی بن کعب کے انتظار میں بیٹھے رہا کرتے، یہاں تک وہ خود باہر تشریف لاتے ایک بار ابی بن کعب نے کہا تم دروازہ کھٹکھٹا دیا کرو۔ اس پر عبداللہ بن عباسؓ نے یہ جواب دیا العاصم فی قومہ کالبیعی فی اُمتہ و قد قال اللہ تعالیٰ فی حق نبیہما عَلَیْہِ الصَّلَوةُ وَالسَّلَامُ - وَکُوْنُ اَنْتَھُمْ صَبْرًا وَاحْتِجْ تَحْزُنُجِ اِلَیْھِمْ لَکَانَ حَنِیْؤُ الْھُمْ عالم اپنی قوم میں منزل نبی کے ہے اپنی امت میں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے حق میں یہ ارشاد فرمایا وَکُوْنُ اَنْتَھُمْ صَبْرًا وَاَنْتَھُمْ ابوعبید فرماتے ہیں میں نے کسی عالم کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا۔ یہاں تک وہ خود اپنے وقت پر تشریف لے آئے علامۃ اُلوں فرماتے ہیں جب سے میں نے یہ واقعہ دیکھا ہے اسی وقت سے اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ میرا یہی معمول ہے۔ والحمد للہ تعالیٰ علی ذالک۔ ۱۷

بعد ازاں آپ باہر تشریف لائے اور ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ جماعت سے فدرغ ہو کر صحن مسجد میں بیٹھ گئے۔ رند نے کہا کہ ہم مغافروہ کے لئے آئے ہیں۔ آپ ہمارے شاعر اور خطیب کو کچھ کہنے کی اجازت دیجئے آپ نے فرمایا اجازت ہے۔

خطبہ عطار بن حاجب تمیمی

خطیب بنی تمیم عطار بن حاجب کھڑے ہوئے اور یہ خطبہ پڑھا۔

أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ عَلَیْنَا الْفُضْلُ
وَهُوَ اَعْدَ الَّذِیْ جَعَلْنَا مَلُوكًا
وَهَبَ لَنَا اَمْوَالَ عِظَمًا نَفْعَلُ فِیْھَا الْعُرُوْ
وَجَعَلْنَا اَعْزَاہِلَ الْمَشْرِقِ وَاکْثَرُ عَدُوْ
وَعَدَہٗ فَمَنْ مَنَلْنَا فِی السَّاسِ - السَّنَا
حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے ہم کو فضیلت دی
اور بادشاہ بنایا اور مال و دولت دی جسے ہم نیک
کاموں میں صرف کرتے ہیں اور ہم کو اہل مشرق میں
سب سے زیادہ عزت والا اور کثرت والا اور
قوت و شوکت والا بنایا، پس لوگوں میں ہم جیسا

پرؤس الناس و افضلھن فاخرنا
 قلی عدد مثل ماعد ونا ونا لوشنا
 لا کثرنا الکلام ولکن نستعی من
 الاکثار ونا نعت بذال اقول
 هذا لان تا قوا بمثل قولنا
 و امر افضل من امرنا ۔

آلہ ہے میں نے یہ اس لئے کہا ہے کہ اگر کوئی اس کے مثل یا اس سے بہتر لاکے تو لائے۔
 عطار و خطبہ سے فارغ ہو کر بیٹھ گئے۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس
 بن شماس انصاری کو جواب کے لئے ارشاد فرمایا۔ ثابت بن قیس فوراً کھڑے ہوئے اور یہ
 خطبہ پڑھا۔

خطبہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الحمد لله الذي استموات والارض
 خلفته قضى فيهن امره ووسع
 كروسيه علمه وله يكن شيعي قط
 الا من فضله ثم كان من قدرته
 ان جعلنا ملوكا واصطفه خير خلقه
 رسولا اكرمنا نسبنا واصدقته
 حديثا وافضلنا حسبا وانزل عليه
 كتابا واشتمنه على خلقه فكان
 خيرة الله في العالمين ثم دعا الناس

حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے آسمانوں اور
 زمینوں کو پیدا کیا اور اپنا حکم اس میں جاری کیا
 اس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے جو کچھ بھی ہے
 وہ اس کے فضل سے ہے پھر اس کی قدرت نے
 ہم کو بادشاہ بنادیا اور بہترین طاقت کو رسول بنا کر
 بھیجا جو تمام مخلوق میں حسب و نسب میں سب سے
 بڑھ کر ہے اور خدا نے ان پر ایک کتاب نازل کی
 اور ان کو تمام مخلوق پر امین بنایا پس وہ تمام جہانوں
 میں سب سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ بندہ

اٰلِ الْاِيْمَانِ بِمَا فَاَمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم الْمُهَاجِرُوْنَ
مِنْ قَوْمِهِ وَذَوِي رَحِمِهِ اَكْرَمَ النَّاسِ
اَحْسَابًا وَاَحْسَنَ النَّاسِ دُجُوْمًا
وَخَيْرَ النَّاسِ فِعْلًا لَا تَمُوتُ كُنَا
اَوَّلَ الْخَلْقِ اِجَابَةً وَّاسْتِجَابَةً
اللّٰهُ حِيْنَ دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَنَحْنُ
اَنْصَارُ اللّٰهِ وَوَزَرَءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نَقَاتِلُ
النَّاسِ حَتّٰى يَوْمُنَا بِاللّٰهِ فَمَنْ
اُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ مَنَعَ مَالَهُ
وَدَمَهُ وَمَنْ كَفَرَ جَاهِدْنَا فِي
اللّٰهِ اَبَدًا وَكَانَ قَتْلُهُ عَلَيْنَا
يَسِيْرًا فَوَلِّ قَوْلَ هَذَا وَاِسْتَغْفِرِ اللّٰهُ لِيْ
وَلِكُلِّ مُؤْمِنٍ وَّالْمُؤْمِنَاتِ وَاَلْسَلَامِ عَلَيْكُمْ

میں اُس اللہ کے رسول نے تمام لوگوں کو ایمان کی
دعوت دی کہ اس رسول پر سب سے پہلے مباہرین
ایمان لاتے جو آپ کے قوم کے لوگ ہیں اور
آپ کے رشتہ دار ہیں اور حسب و نسب اور درجات
میں سب سے بڑھ کر ہیں اور باعتبار افعال و
اعمال کے بھی سب سے بہتر ہیں

پھر مباہرین

کے بعد ہم انصار نبی کی دعوت قبول کرنے میں اور
لوگوں سے مقدم ہیں ہم انصار اللہ کے دین کے
دو گاریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
وزیر ہیں ہم لوگوں سے اس وقت تک جہاد
تمثال کرتے ہیں کہ جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں
لیکن جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے
اس نے اپنی جان و مال کو محفوظ کر لیا اور جس نے کفر
کیا اس سے ہم خدا کی راہ میں جہاد قتال کریں گے

اور اس کا قتل ہم پر آسان ہے، یہ ہے جو مجھے کہنا تھا اور میں خدا تعالیٰ سے اپنے لئے

اور تمام مؤمنین اور مؤمنات کے لئے مغفرت کے لئے دعا کرتا ہوں۔ والسلام

بعد ازاں زبیر بن بدر نے اپنے مناور مناقب میں ایک قصیدہ پڑھا۔ اُن حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا اس کا جواب دو حسانؓ نے فی البدیہہ اُس کے جواب میں
ایک قصیدہ پڑھا۔ اقرب بن عباس نے کہا خدا کی قسم آپ کا خطیب ہمارے خطیب سے اور
آپ کا شاعر ہمارے شاعر سے بڑھ کر ہے اور سب مشرف باسلام ہو گئے۔ آپ نے ان کو انعام

دیا اور ان کے سب قیدی واپس کر دیے۔ ۱۷

بعثتِ ولید بن عقبہ بن ابی معیط بسوئے بنی المصطلق

ولید بن عقبہ کو آپ نے صدقات وصول کرنے کے لئے بنی المصطلق کی طرف روانہ فرمایا۔ وہ لوگ ولید کی خبر سن کر نہایت شادیاں و فرحان ہتھیار لگا کر عسکری شان سے ولید کے استقبال کے لئے نکلے۔ زمانہ جاہلیت سے ولید کے خاندان اور بنی المصطلق میں عداوت چلی آتی تھی۔ ولید کو وہ سے دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ غالباً دیرینہ عداوت کی وجہ سے یہ لوگ مقابلہ کیلئے نکلے ہیں اس لئے ولید راستہ ہی سے واپس ہو گئے اور اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر یہ بیان کر دیا کہ وہ لوگ دین اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں۔ انھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے آپ کو سن کر تعجب ہوا۔ آپ اسی ترمو میں تھے کہ یہ خبر بنی المصطلق کو پہنچی۔ ان لوگوں نے فوراً اپنا ایک وفد آپ کی خدمت میں روانہ کیا جس نے حاضر ہو کر بارگاہِ نبوی میں حقیقت حال کی اطلاع دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ جَاءَكُمْ فَاسِقُ فَايِقُوا فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا
كُفْرًا مَّ بَجْهَالَةٍ فَتُصِيبُوا عَذَابًا
فَعَلْتُمْ نَارًا مِثْلَ

اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو مبادا کہ بے خبری میں کسی قوم کو کوئی ضرر پہنچا دو اور پھر اُنچے کے ہوتے پر پشیمان ہو۔ ۱۷

یاد رکھنا چاہیے کہ اس آیت میں فسق سے لغوی معنی مراد نہیں۔ یعنی اطاعت سے خروج کرنا خواہ وہ کتنا ہی معمولی درجہ کا خروج ہو اس جگہ اصطلاحی اور شرعی فسق مراد نہیں۔ گناہ کبیرہ کا قصد اور ادا ارتکاب اصطلاح شرعی میں فسق کہلاتا ہے۔ ولید نے جو کچھ آپ سے آکر بیان کیا اس کا نظار غلط نہیں تھا اس لئے آیت میں فسق سے لغوی فسق مراد ہے اور فقیر

چونکہ خلافت واقع تھی اس لحاظ سے اُن کو ناسق کہا گیا۔ اور اس معنی کے صحابی کا ناسق ہونا اس کے شرعاً ناسق ہونے کو مستلزم نہیں نافہم فلک واستقم۔ زندقانی مشکج ۱۳

حدیث میں آیا ہے کہ ایمان کے مستقر شعبے ہیں اعلیٰ درجہ کا شعبہ شہادتہ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اسوادی درجہ کا شعبہ راستہ سے کائنات وغیرہ بنا دینا ہے، ہائی شعبہ دین میں ہیں اور ہر شعبہ پر ایمان کا اطلاق آتا ہے۔ اسی طرح قرآن اور حدیث میں فسق اور معصیت اور ظلم کا اطلاق کفر سے لے کر گناہ صغیرہ تک پر آیا ہے جس طرح ایمان کے مراتب مختلف ہیں۔ اسی طرح کفر اور معصیت کے مراتب بھی مختلف ہیں۔ حضرت آدم کی لغزش پر بھی معصیت کا اطلاق آیا ہے وعصی آدم ربہ نغوی اور کفر پر معصیت کا اطلاق آیا ہے۔ وَمِنْ يَغِيصِ اللّٰهُ وَيُؤْتِيكَ فَاِنَّ لَكَ نَارًا حَمِيمًا خَالِدًا فِيهَا مَكَرًا ظاہر ہے کہ دونوں معصیتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، لفظ اگرچہ ایک ہے مگر معنی مختلف ہیں۔

اسی طرح اس آیت میں جو ناسق کا لفظ آیا ہے۔ اس کو معنی لغوی پر محمول کریں شرعی فسق پر محمول نہ کریں اس لئے کہ صحابہ کرام سب عادل اور تقوا ہیں رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ معاذ اللہ اگر وہ شرعی ناسق ہوتے تو اللہ ان سے راضی نہ ہوتا لقولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ كَايِدٌ ضَلٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ۔ اسی وجہ سے اہل بخاری نے صحیح بخاری میں ایک باب رکھا ہے۔ باب کفران المعصیہ و کفر دون کفر۔ و باب ظلم دون ظلم

مسیرۃ عبداللہ بن عمرؓ

ماہ صفر ۱۱۰۰ میں آپ نے عبداللہ بن عمرؓ کو نبی عمر بن حارثہ کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے ایک دالانامہ لے کر روانہ فرمایا ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور آپ کے دالانامہ کو دھوکہ ڈول کی تمی میں ہاندہ دیا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے اگر جب آپ سے واقعہ بیان کیا تو یہ ارشاد فرمایا کیا ان لوگوں کی عقل جاتی رہی اس وقت سے لے کر اس وقت تک اس قبیلہ کے لوگ احمق اور نادان ہیں تقریباً فارتا عقل اور گونگے ہیں۔ اما واللہ سبحانہ

سرّیہ قطبہ بن عامر

اسی مہینہ میں آپ نے میں آدمی قطبہ بن عامر کے زیرِ کمانِ خشم کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمائے قطبہ بن عامر نے جا کر ان کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک ان کو شکست دی اور کچھ اونٹ اور بکری اور کچھ قیدی غنیمت میں لے کر واپس ہوئے، غمّس نکالنے کے بعد چار چار اونٹ ہر شخص کے حصّہ میں آئے اور ایک اونٹ دس بکریوں کے معادل قرار دیا گیا۔ ۱۵

سرّیہ ضحاک بن سفیان

ماہ ربیع الاول میں بنی کلاب کو دعوتِ اسلام دینے کی غرض سے آپ نے ضحاک بن سفیان کلابی کو روانہ فرمایا۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور اُن کو اولاً سلام کو گالیاں دی اور مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔ بالآخر مقابلہ ہوا اُن لوگوں کو شکست ہوئی اور ضحاک بن سفیان شاواں و فرحان مظفر و منصور غنیمت لے کر مدینہ واپس ہوئے۔ ۱۶

سرّیہ علقمہ بن مخزوم مدحی بسوئے حبشہ

ا میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ حبشی لوگ جدہ میں آئے ہیں تو آپ نے علقمہ بن مجز مدحی کو تین سو سواروں کے ساتھ اُن کے تعاقب کے لئے روانہ کیا یہ لوگ خبر پا کر بھاگ گئے اور حزیرہ میں جا کر رو پکوش اور لاپتہ ہو گئے مسلمان جب وہاں سے لوٹے تو فوج کے کچھ لوگوں نے غلبت کی اور یہ ارادہ کیا کہ باقی لشکر سے پہلے ہم گھیر بیٹھ جائیں۔ علقمہ نے آگ جلوائی اور غلبت کرنے والوں کو حکم دیا کہ اس آگ میں کود جائیں۔ کچھ لوگ اس پر آمادہ ہوئے علقمہ نے کہا تمھرو میں نے تم سے مذاق کیا تھا۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ

ایضاً

۱۵۔

۱۶۔ طبقات ابن سعد۔ ج ۲، ص ۱۱۴۔

۱۷۔ تاریخ ابیہ ۱۳۵، سرّیہ عبد اللہ بن حذافہ السہمی و لاجج شرح المواہب ۱۳۵ و الزمعا و البلیہ ۲

علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو تھیں معصیت کا حکم دے اس کا حکم نہ مانو اور صحیح بخاری اور سند احمد اور سنن ابن ماجہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سریرہ کے امیر عبداللہ بن حذافہ بھی تھے اور آگ میں کودنے کا حکم انھوں نے دیا تھا عجب نہیں کہ اسی اختلاف کی بنا پر امام بخاری نے اس سریرہ کے بیان کے لئے ترجمہ رکھا ہے وہ یہ ہے اب سریرہ عبداللہ حذافہ ابھی وعلقمہ بن محرز الدجلی رقیال انہا سریرہ الانصاری تفصیل کے لئے فتح الباری ص ۲۶۲ حذرقانی ۲۹ ج ۳ کی مراجعت کریں۔

سریرہ علی بن ابی طالب برائے بُت شکنی قبیلہ طی و ذکر اسلام فرزندِ حاتم طائی و دخترِ اد

ماہ ربیع الآخر ۹۳ھ میں حضرت علی کو ڈیڑھ سو یا دو سو آدمیوں کے ساتھ قبیلہ طی کے بُتِ فلس منہدم کرنے کے لئے روانہ فرمایا وہاں پہنچ کر ان پر غلبہ خون مارا کچھ آدمی اور کچھ مویشی گرفتار ہوئے بُت خانہ کو منہدم کر کے نہ راتش کیا اور دو تلواریں اس بُت خانے سے لوٹ لائے جو حادث بن ثمر نے چڑھا تھا تھیں ان قیدیوں میں مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی سفادہ بھی تھی اور حاتم کے فرزند عدی بن حاتم لشکرا سلام کی خبر سنتے ہی شام بھاگ گئے تھے۔ اس لئے کہ شام میں اُس کے ہم مذہب و مشرب نصاریٰ بکثرت تھے۔ قیدی گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے اور مسجد کے قریب خلیفہ میں اتار دئے گئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ادھر سے گزے تو حاتم کی بیٹی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو فوت ہو گیا اور جو ہمارا خبر گیران تھا وہ فرار ہو گیا۔ آپ ہم پر احسان کیجئے اللہ آپ پر احسان کرے گا۔ آپ نے دریافت فرمایا وہ تیرا خبر گیران اور سرپرست کون تھا۔ سفادہ نے کہا میرا بھائی عدی بن حاتم آپ نے فرمایا وہی جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگتا ہے۔ بہتر ہے میں تجھ پر احسان کرتا ہوں جانے میں غفلت مت کر، میں

یہ چاہتا ہوں کہ تمہاری قوم میں کا کوئی شخص قابل اطمینان مل جائے تو اس کے ہمراہ تم کو بھیج دوں
چنانچہ دس تین ہی روز کے بعد تبدیلی طے کے کچھ آدمی شام جانے والے مل گئے آپ نے ازراہ
لطف و کرم نادراہ اور سواری اور کچھ جوڑے دے کر ان کو رخصت کیا سفانہ مشرف باسلام
ہوئیں اسان الفاظ میں آپ کا شکریہ ادا کیا۔

شکرتک مد افتقرت بعد غنی خدا کرے وہ ہاتھ تیرا ہمیشہ شکر گزار رہے جو خوشحالی
ولا ملکک ید استغنت بعد کے بعد فقیر اور خالی براہ اور وہ ہاتھ آپ پر
فقروا صاب اللہ بمعروفک کبھی تالونہ پائے جو فقر کے بھامیر ہو اور اد
مواضعه ولا جعل لك الی شیم خدا کرے آپ کا احسان ہمیشہ بر محل مانع ہو اور
حاجة ولا سلب نعمة عن کریم خدا کرے آپ کو کبھی کسی کینہ سے کوئی ضرورت نہ
الا وجعلك سببا لردھا پیش آئے اور خدا کی شریفین کی نعمت سلب نہ کرے
علیہ مگر آپ کو اس کی ماسپی کا وسیلہ اور ذریعہ بنائے

سفانہ آپ سے رخصت ہو کر شام پہنچی اس نے اپنے بھائی عدی سے ملی اور تمام حالات بیان
کئے عدی نے بہن سے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے۔ سفانہ نے جواب دیا۔

اری والله ان تلحق به سربعا خدا کی قسم میں یہ مناسب سمجھتی ہوں کہ تم جلد از
فلان یات بعبا فلا ساج الیہ فیضیلة جلد جا کر ان سے ملو اگر وہی میں تو ان کی طرف
وان یات ملکاً فلن نزال فی عزو دوسرا اللہ سبقت کرنا باعث فیضیت ہے اور
انت انت اگر بادشاہ میں تو ہمیشہ کے لئے باعث عزت ہے
وہ تو تو۔ تو ہی ہے۔

عدی نے سن کر کہا۔

خدا کی قسم رائے تو یہ ہے۔

واللہ ان هذا هو الرای

بعد ازاں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ زر قانی ص ۵۳ و اصا بہ

ان کے اسلام کا مفصل واقعہ اصابع میں مذکور ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

اسلام کعب بن زہیر

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ کعب بن زہیر آپ کی ہجو میں شعر کہا کرتا تھا فتح مکہ کے دن کعب بن زہیر اور ان کا بھائی بجیر بن زہیر جان بچا کر مکہ سے فرار ہوئے اور مقام ابرق الغراف میں جا کر ٹھہرے بجیر نے کعب سے کہا تم یہاں ٹھہرو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کا کلام سنوں اور آپ کے دین کو معلوم کروں اگر آپ کی بھائی معلوم ہو جائے تو آپ کا اتباع کروں ورنہ چھوڑ دوں۔ کعب وہیں رہے اور یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کا کلام سناستے ہی مغفرت باسلام ہو گئے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خائف سے واپس ہو کر مدینہ پہنچے تو بجیر نے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو اس مغفون کا ایک خط لکھا کہ جو لوگ آپ کی ہجو میں اشعار کہتے تھے وہ فتح مکہ کے دن قتل کر دئے گئے اور جو جان بچا کر بھاگ سکتے تھے وہ بھاگ گئے اگر تھکوا اپنی جان عزیز ہے تو فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ جو شخص مسلمان اور تابع ہو آپ کے پاس آتا ہے آپ اس کو قتل نہیں کرتے اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو کہیں قود دراز جگہ چلا جا جہاں تیری جان بچ جائے۔ کعب کو یہ ناگوار گزارا کہ بغیر میرے مشورہ کے مسلمان ہو گیا اور یہ اشعار لکھکر بھیجے۔

إِلَّا أَبْلَعْتَ عَيْنِي مُجْبِئًا رِسَالَتَهُ قَهْلًا لَكَ فِيمَا قُلْتُ وَجِلْدًا لَكَ
اسے دوستو بھیکو میرا یہ پیام پہنچا دو میں کچھ کہتا ہوں اس بارے میں تیری کیا رائے ہے۔ انوس تو کیا کر گنڈا۔
فَبَيِّنْ لَنَا إِنْ كُنْتَ لَسْتَ بِفَاعِلٍ عَلَىٰ أَيْ شَيْءٍ غَيْرَ ذَٰلِكَ دَلَا
تو یہ بتاؤ اگر تو اپنے باپ دادا کے دین پر قائم نہیں رہ سکتا تو پھر اس کے سوا تو نے اور کونسا راستہ اختیار کیا۔

عَلَى خُلُقٍ لَمْ تُلْعَبْ أُمًّا وَلَا أَبًا عَلَيْهِ وَتَلْفِي عَلَيْهِ أَخًا لَكَ

ترنے ایسا طریقہ اختیار کیا کہ نہ اس کو اس پر پالا دے نہ باپ کو اس پر بچہ پر پائے گا۔
فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَفْعَلْ فَلَسْتُ بِأَسَفٍ وَلَا قَائِلٍ إِمَّا عَثَرْتَ نَعًا لَكَ
ہں اگر ترنے میری بات پر عمل نہ کیا تو تجھ کو کچھ غم نہیں اہ نہ میں تیری لغزش کے وقت تجھ کو دعا لگا کہوں گا یہ۔
کچھ لغزش کے وقت کہا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ سنبھل جا لہ کھڑ ہو جا۔

سَقَاكَ بِهَا الْمَأْمُونُ كَأَسَارٍ وَتِيَّةٍ فَأَنْهَكَ الْمَأْمُونُ مِنْهَا وَعَدَّكَ
امون یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ تو قریش آپ کو امین و امون سمجھتے تھے نے تجھ کو چھلکا ہوا پاد کر رہ کر پلایا۔
بجیرنے اس واقعہ کو آپ سے چھپانا پسند نہ کیا اس سے یہ نصیہ آپ کی خدمت میں پیش
کر دیا، آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا بے شک میں منجانب اللہ امون ہوں یا امور ہوں اللہ علی خلق
لم تلتف اماً ولا اباً۔ کون کر فرمایا یہ بھی درست ہے اس نے کہاں ماں باپ کو اس دین پر
دیکھا ہے۔

بجیرنے اس کے جواب میں یہ اشعار لکھ کر روانہ کئے۔

مَنْ مَبْلُغٌ كَيْفًا فَهَلْ لَكَ فِي الْيَتَى تَلَوَّمَ عَلَيْهَا بِاطِلًا وَهِيَ أَحْزَمُ
ہے کرنا کہ جو کس کو یہ پیام پہنچا دے کیا تجھ کو اس ملت و مذہب میں داخل ہونے کی رغبت ہے تو مجھ کو زنا حق
لامتک۔ ہا ہے حالانکہ وہ نہایت حکم اور صواب ہے۔

إِلَى اللَّهِ لَا الْعُزَّى وَلَا اللَّاتِ وَحْدَهُ فَتَنْجُوا إِذَا كَانَ الْبِجَاءُ وَنَسْكُمُ
لاست اور عزی کی طرف نہیں بلکہ ایک خلک طرف آ جا کہ جس وقت اہل توحید اللہ کے عذاب سے نجات
پائیں تو بھی نجات پائے اور اللہ کے عذاب سے سالم اور محفوظ رہے۔

لَدَى يَوْمٍ لَا يَنْجُو وَلَيْسَ بِمُفْلِتٍ مِنَ النَّاسِ إِلَّا طَاهِرُ الْقَلْبِ مُسْلِمٌ
یعنی اُس دن کو کوئی شخص نجات نہ پائے گا اور عذاب سے رہائی نہ پائے گا، سوائے اس شخص کے کہ قلب اس

کفر اور شرک کی بنیاستوں سے پاک ہمارا مسلمان ہو۔

مَدِينٌ رَّهْبَانٌ وَهُوَ لَا شَيْءَ دِينُهُ وَدِينُ ابِي سُلَيْمٍ اَعْلَىٰ مُحَرَّمٌ

زہیر کا دین بلا شریعہ ہے اور نہ اس کے دین کا کوئی نام ہے اور نہ اس کا دین جو پر حرام ہے اس لئے کہ میں حق یعنی دین اسلام میں داخل ہو گیا ہوں۔

بمیر کے اس خط کا کعب بن زہیر پر خاص اثر ہوا اور اسی وقت ایک قصیدہ مدحیہ آپ کی شان اقدس میں لکھ کر مدینہ روانہ ہوا۔ مدینہ پہنچا اور صبح کی نماز کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اجنبی بن کر یہ سوال کیا یا رسول اللہ اگر کعب بن زہیر تائب اور مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہو تو کیا آپ اس کو امان دے سکتے ہیں آپ نے فرمایا: ہاں۔ کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ابکار اور گنہگار میں ہی ہوں، لایئے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائیے، اس وقت ایک انصاری بول اٹھے یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ اس کی گردن اڑا دوں، آپ نے فرمایا چھوڑو تائب ہو کر آیا ہے۔ بعد ازاں کعب نے آپ کی شان میں وہ قصیدہ پڑھا جس کا مطلع یہ ہے۔

بانت سعاد فقلبي اليوم متبول مقيم انزها الحريد مكبول
کعب بن زہیر جب اس شعر پڑھنے لگا۔

ان الرسول سيف يستحنا عبيد مهند من سيف الله مسلول
تو آپ نے اس وقت بردیائی جواڑے ہوئے تھے انار کعب کو مرحمت فرمائی۔ بعد میں چل کر حضرت معاویہ نے اس چاد کو کعب بن زہیر کے وارثوں سے بیعت فرما دیا۔ یہ چاد ایک عرصہ تک خلفاء اسلام کے پاس ہی عیدین کے موقع پر تبرکاً اس کو اڑا دیا کرتے تھے۔ نقتہ تبار میں گم ہو گئی۔ در شہر مواہب نقتہ کعب بن زہیر

۷۔ حکم کا روایت میں ہے کہ کعب نے من سیوف الہند پڑھا۔ آپ نے فرمایا اس طرح کہو من

غزوہ تبوک

یومِ پنجشنبہ ماہِ رجب ۹ھ

معجم طبرانی میں عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ انصلائے عرب نے ہر قتل شاہِ روم کے پاس یہ لکھ کر بھیجا کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور لوگ قحط اور فاقوں سے بھوکے مر رہے ہیں۔ عرب پر حملہ کے لئے یہ موقع نہایت مناسب ہے، ہر قتل نے فوراً تیاری کا حکم دے دیا۔ چالیس ہزار رومیوں کا لشکر جزا آپ کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ ۱۵

شام کے غلی سوداگر زیتون کا تیل فروخت کرنے مدینہ آیا کرتے تھے ان کے ذریعہ یہ خبر معلوم ہوئی کہ ہر قتل نے ایک عظیم الشان لشکر آپ کے مقابلہ کے لئے تیار کیا ہے جس کا مقدمہ آبجیش بقتار تک پہنچ گیا ہے اور ہر قتل نے تھم فوج کو سال بھر کی تنخواہیں بھی تقسیم کر دی ہیں۔ ۱۶

اس پر آپؐ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فوراً سفر کی تیاری کی جاتی تاکہ دشمنوں کی مسجد (تبوک) پہنچ اُن کا مقابلہ کریں۔ بعد مسافت اور موسمِ گرماء مانہ قحط اور گرانی فقر و فاقہ اور بے سوسامانی۔ ایسے نازک وقت میں جہاد کا حکم دینا تھا کتنا نفیقین جو اپنے کو مسلمان کہتے تھے گھبرا اٹھے کہ اب اُن کا پروہ فاش ہو جاتا ہے خود بھی جان چرائی اور دوسروں کو بھی یہ کہہ کر بہکانے لگے۔

ایسی گرمی میں مت نکلو۔

لا تفر وافی الحذر

ایک سفرے نے کہا لوگوں کو معلوم ہے کہ میں حسین جمیل عورتوں کو دیکھ کر بے تاب ہو جاتا ہوں بھکواندیش ہے کہ رومیوں کی پری جہاں نازنہوں کو دیکھ کر کس فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ ۱۷

مؤمنین مخلصین سماعت کبریاں مال سے تیاری میں معروف ہو گئے، سب سے پہلے مدین اکبر نے کل مال لاکر آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی آپ نے دریافت فرمایا کیا اہل دیال کے لئے کچھ چھوڑا ہے، ابو بکر نے کہا صرف اللہ اور اس کے رسول کو ناریق اعظم نے نصف مال پیش کیا عبدالرحمن بن عوف نے دو سو و قیرہ چاندی لاکر حاضر کی۔ عاصم بن عدی نے ستر سو ترقی کجوری پیش کیں۔ ۱۷

عثمان غنی رضی اللہ عنہ تین سو اوٹ مع سارو سامان کے اور ایک ہزار دینار لاکر بارگاہ نبوی میں پیش کئے۔ آپ نہایت مسرور ہوئے بار بار اُن کو چلتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ اس عمل صالح کے بعد عثمان کو کوئی عمل ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوا تو بھی میں سے راضی ہو۔ ۱۸

اکثر صحابہ نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق اس مجہم میں امداد کی مگر پھر بھی سواری اور زاد راہ کا پورا سامان نہ ہو سکا چند صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم بالکل نامارا ہیں اگر سواری کا کچھ تھوڑا بہت ہم کو سہارا ہو جائے تو ہم اس سعادے سے محروم نہ رہیں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس کوئی سواری نہیں اس پر وہ حضرات روئے ہوئے واپس ہوئے۔ انھیں کی شان میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتُعْجِلَهُمْ	اسٹان لوگوں پر کوئی گناہ ہے کہ جب وہ آپ کے
قُلْتُ لَا أَحَدٌ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ	پاس آئے کہ آپ ان کو جہاد میں جانے کے لئے کوئی
تَوَلَّوْا وَاعْيَبْتَهُمْ نَفِيسٌ مِّنَ	سواری عطا فرمائیں تو آپ نے یہ فرمایا کہ اس وقت
الدُّمِّ مَعَ حَزْبٍ أَتَى لَا يَجِدُوا	کوئی چیز نہیں پاتا کہ جس پر تم کو سہارا کر دو تو وہ لوگ
مَا يَنْفَعُونَ - ۱۹	اس حال میں رہیں ہوئے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے

بدی تھیں۔ اس غم میں کہ ان کو کوئی چیز میسر نہیں کہ جسے خرچہ کر سکیں۔

عبداللہ مغفل اور ابولہی عبدالرحمن بن کعب جب آپ کے پاس سے روتے ہوئے واپس ہوئے تو راستہ میں یامین بن عمر نفیض مل گئے، دونوں کا سبب دریافت کیا انھوں نے کہا نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواری ہے اور نہ ہم میں استطاعت ہے کہ سفر کا سامان مہیا کر سکیں اب انسوس اور حسرت اس چیز کی ہے کہ ہم اس غزوہ کی شرکت سے محروم رہے جاتے ہیں۔ سیکر یامین کا دل بھرا یا اسی وقت ایک اونٹ خرید اور سوارا کا انتظام کیا۔ ۱۔

جب صحابہ چلنے کے لئے تیار ہو گئے تو آپ نے محمد بن مسلمہ انصاری کو اپنا قائم مقام اور مدینہ کا مالی مقرر کیا اور حضرت علی کو اہل و عیال کی حفاظت اور خبر گیری کے لئے مدینہ میں چھوڑا۔ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ مجھ کو سب سے بدی نسبت ہو جو ہمدون کو موسیٰ کے ساتھ تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (پہلی شریف)

حدیث انت مئی بمنزلہ ہارون من موسیٰ کی شرح

اس حدیث سے شیعہ حضرات علی کی خلافت بلا فصل پر استدلال کرتے ہیں کہ حضور پُر نور کے بعد خلافت حضرت علی کا حق ہے، اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر میں جاتے وقت حضرت علی کو اپنے اہل و عیال کی نگرانی کے لئے چھوڑ دینا کہ میری داسپی تک ان کی نگرانی اور خبر گیری کرنا، اس سے حضرت علی کی امانت اور دیانت اور قرب اور اختصاص تو بے شک معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اپنے اہل و عیال کی نگرانی اور خبر گیری اسی کے سپرد کرتے ہیں کہ جس کی امانت و دیانت اور محبت اور اخلاص پر اطمینان ہو ورنہ اور داماد کو اس کام کے لئے مقرر کرتے ہیں لیکن یہ امر کہ میری وفات کے بعد تم ہی میرے خلیفہ ہو گے

حدیث کو اس مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔

پھر یہ کہ حضرت علی کی یہ قائم مقامی فقط اہل و عیال کے حد تک محدود تھی اس لئے آں حضرت نے اسی غرہ میں جاتے وقت محمد بن مسلمہ کو مدینہ کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اسد بن فطر کو مدینہ کا کوثر وال اور عبداللہ بن ام مکنوم کو اپنی مسجد کا امام مقرر کیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت علی کی خلافت و نیابت مطلقہ تھی بلکہ اہل و عیال کے حد تک محدود تھی اور اگر بالعرض مطلق بھی ہوتی تو غزوہ سے واپسی تک محدود تھی جیسے کوئی بادشاہ سفر میں جاتے وقت کسی کو نائب السلطنت مقرر کر جائے تو وہ نیابت واپسی تک محدود رہے گی۔ واپسی کے بعد خود بخود یہ نیابت ختم ہو جائے گی اور یہ وقتی نیابت اور وقتی قائم مقامی اس امر کے دلیل نہیں کہ بادشاہ کی وفات کے بعد یہی شخص بادشاہ کا خلیفہ ہوگا البتہ اس وقتی نیابت سے قائم مقام کی اہلیت اور لیاقت ثابت ہوتی ہے سو ہمیں اس سے انکار نہیں کہ حضرت علی میں خلافت کی اہلیت اور لیاقت نہ تھی تاہم اہل سنت دل و جان سے حضرت علی کی اہلیت و لیاقت کے تائب ہیں لیکن اس میں دیگر خلفاء کی اہلیت اور لیاقت کا انکار نہیں ان کی کمال اہلیت اور لیاقت دوسری احادیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔

پس جبکہ بادشاہ کا دار السلطنت سے نکلنے وقت تا واپسی کسی کو وقتی طور پر نائب السلطنت مقرر کر جانا اس امر کی دلیل نہیں کہ بادشاہ کی وفات کے بعد بھی شخص بادشاہ ہوگا تو خلافت اور نیابت محض خانگی امور اور اہل و عیال کی نگہبانی سے متعلق ہو اس کو خلافت کبریٰ کی دلیل بنا لینا کمال الجہل ہے۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کسی غزوہ میں تشریف لیا جاتے تو کسی نہ کسی کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر ہلاتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو وہ قائم مقامی خود بخود ختم ہو جاتی، کسی فخر و غر کے حاشیہ خیال میں یہ بات نہیں گزری کہ وہ ان صحابہ کی وقتی خلافت اور عارضی نیابت کو ان حضرات کی خلافت بالافضل امامت کبریٰ کی دلیل سمجھتا رہا یہ

امر کی کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت علی کو حضرت ہادون علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی ہے سو ہم یہ عرض کریں گے کہ اس تشبیہ سے بے شک ایک قسم کی فضیلت ثابت ہوگی لیکن تشبیہ سے تمام امور میں مساوات لازم نہیں۔ اس حدیث میں اگر حضرت علی کو حضرت ہادون کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے تو اسارا سائے بدر کے بارے میں جب آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو اس وقت آپ نے ابو بکر صدیق کو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ کے ساتھ تشبیہ دی اور حضرت عمر کو حضرت نوح اور حضرت موسیٰ کے ساتھ تشبیہ دی جیسا کہ غزوہ بدر کے بیان میں مفصل گزرا ہے لہذا ظاہر ہے کہ کسی کو نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دینا انت صنی بمنزلہ ہادون من موسیٰ کہنے سے کہیں زیادہ بالا اور برتر ہے۔

اعرض آپ میں ہزار فرج کے ساتھ دینیہ منورہ سے روانہ ہوئے جس میں دس ہزار گھوڑے

تھے۔ (ذریعہ فانی شرح مواہب) ۱۵

راستہ میں دو عبرتناک مقام بھی پڑتا تھا جہاں قوم بنو دہر اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا۔ جب آپ وہاں سے گزرے تو اس درجہ متاثر ہوئے کہ چہرہ انور پر کپڑا لٹکایا اور ناقہ کو تیز کر دیا اور صحابہ کو تاکید فرمائی کہ کوئی شخص ان ظالموں کے مکانات میں داخل نہ ہو اور نہ یہاں کا پانی پئے اور نہ اس سے وضو کرے سرنگوں رو تے ہوئے اس طرف سے گزر جائیں اور جن لوگوں نے غلطی اور لاعلمی سے پانی لے لیا تھا یا اس پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا، ان کو حکم ہوا کہ وہ پانی گرا دیں اور وہ آٹا و گوندھ کو کھلا دیں (بخاری شریف، کتاب الانبیاء وفتح الباری ص ۲۶۷ ج ۶ وشرح مواہب ص ۳ ج ۳)

مسجد حرام اور مسجد انصاری اور مسجد نبوی جو کہ ہر وقت اللہ جل جلالہ کی طاعت اور بندگی سے معمور ہیں وہاں جانا وہاں ٹھہرنا وہاں رہنا عین قربت اور عبادت اور سراسر موجب خیر و برکت

اور باعث نزول رحمت ہے اس کے برعکس اُن مقامات میں قصد داخل ہونا جو ایک عرصہ تک اللہ جل شانہ کی نافرمانی کا مرکز رہے ہوں اور وہاں اللہ کا قہر اور عذاب نازل ہوا ہو نہایت خطرناک ہے جس طرح حرم الہی میں داخل ہونے والے کے لئے یہ حکم ہے (من دخلہ کان آمناً) اسی طرح مواقع عذاب میں داخل ہونے سے نزول عذاب کا اندیشہ ہے بہت الجھم خواہ کوئی اس کا طواف کرے یا نہ کرے وہ فی حد ذاتہ خیرات و برکات الزار و تجلیات کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ اُس کے دلچسپ ہی سے دل کی ظلتیں اور کدورتیں دور ہوتی ہیں۔ اس سرزمین کی آب و ہوا ای امراض روحانی کے لئے پیام شفا ہے۔ پس عجب نہیں کہ اطباء روحانی کی نظر میں مواقع عذاب کی آب و ہوا مسموم ہوا اور وہاں کے زہریلے جراثیم روح اور قلب کے لئے مضر ہوں۔ اس لئے آپ نے وہاں کے پانی استعمال کرنے کی قطعاً ممانعت کر دی اور جس کنویں سے صالح علیہ السلام کی ناقہ پانی پیا کرتی تھی اس کنویں سے پانی لینے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ وہ کنواں معصیت اور غضب خداوندی کے اثر سے پاک تھا۔ آپ زعزم چونکہ مبارک بانی ہے امراض ظاہری اور اور خصوصاً امراض باطنی کے لئے اکسیر ہے اس لئے اس کے پینے کی تاکید فرمائی کہ جس قدر پانی سکو پیو جو بد نصیب اللہ اور اس کے رسول کی معصیت اور نافرمانی پر مل گئے یہاں تک کہ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا وہ حقیقت میں جانور اور بھائم بلکہ ان سے بھی بدترین کمال قال تعالیٰ۔

أُولَٰئِكَ كَانُوا لِنَارٍ مِّنْهُمْ أَمْلٌ

اس لئے آپ نے اُس آٹے کے متعلق جو قوم مشرک کے پانی سے گوندھا گیا تھا حکم دیا کہ اونٹوں کو کھلا دیا جائے ایسا پانی جانوروں کے مزاج کے مناسب ہے انسانوں کے مناسب نہیں۔ الغرض جس وقت آپ اس سرزمین عذاب سے گزرے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ مبادا اس مقام کی زہریلی آب و ہوا کا اثر صحابہ پر نہ ہو جائے اس لئے اُس سے حفاظت کے لئے ایک تریاق تجویز فرمایا وہ یہ کہ اس مقام سے سرنگوں اور روتے ہوئے گزر جائیں یعنی تخیل اور تضرع گریہ و زاری اور اپنے گناہوں پر ندامت اور شرمسار اس جیسے مقام کی زہریلی آب و ہوا

سے بچنے کے لئے تریاق اور اکیسہ کا حکم رکھتی ہے۔ انجکشن لینے کے بعد اگر طاعونی حملہ سے گزر جائے تو اندیشہ نہیں۔ اسے دوستو بارگاہِ خداوندی میں گریہ و زاری تو بہ اور شرمساری گناہوں کا ایسا توری اور زبردست انجکشن سے کسخت سے کسخت زہر ملا دہ بھی اس کے بعد باقی نہیں رہ سکتا۔ سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ اسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ قَالَ تَعَالَى وَلَا تَوْكَلُوا إِلَى الَّذِينَ يَظْلُمُونَ فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَسَكَنْتُمْ فِي مَسَاكِينِ الَّذِينَ يَظْلُمُونَ أَنْفُسَهُمْ ظالموں کی طرف میلان اور ظالموں کے مکانات میں سکونت بھی موجب قتاب ہے۔

حجر پہنچ کر آپ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ کوئی شخص تنہا نہ نکلے، اتفاق سے دو شخص تنہا نکل پڑے ایک کا دم گھٹ گیا جو آپ کے دم کرنے سے اچھا ہوا اور دوسرے شخص کو ہانے لپٹے کہے ہاڑوں میں لے جا کر پھینک دیا۔ جو ایک مدت کے بعد مدینہ پہنچے یہ بھیقی اور ابن اسحاق کی روایت ہے۔ صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ تبوک میں پیش آیا۔ ممکن ہے کہ دو واقع ہوں یا ابن اسحق اور بھیقی کی روایت میں راوی کا وہیم ہو واللہ اعلم۔

آجے چل کر جب ایک منزل پر پھرے تو پانی نہ تھا سخت پریشان تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے صیغہ برسا دیا جس سے سب سیراب ہو گئے وہاں سے چلے تو اٹنا راہ میں آپ کی ناقہ گر گیا ایک منافق نے کہا کہ آپ آسمان کی تو خیریں بیان کرتے ہیں مگر اپنے ناقہ کی خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے۔

آپ نے فرمایا خدا کی قسم مجھ کو کسی چیز کا علم نہیں مگر وہ کہ جو اللہ نے مجھ کو بتلادیا ہے اور اب باہام الہی مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ وہ ناقہ فلال وادی میں ہے اور اس کی ہمارا ایک درخت سے اٹک گئی ہے جس سے وہ رُک رہی ہوئی ہے چنانچہ صحابہ جا کر اس اونٹنی کو لے آئے۔
(مداد البہیقی والبنوعیم)

تبوک پہنچنے سے ایک روز پشیر اپنے صحابہ سے فرمایا کہ کل چاشت کے وقت تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے کوئی شخص اس چشمہ سے پانی نہ لے جب اُس چشمہ پر پہنچے تو پانی کا ایک ایک قطرہ اس میں سے پس رہا تھا، بدقت تمام کچھ پانی ایک برتن میں جمع کیا گیا۔ آپ نے اس پانی سے اپنا ہاتھ اور منہ دھو کر پھر اسی چشمہ میں ڈال دیا۔ اس پانی کا ڈالنا تھا کہ وہ چشمہ تُوڑ دینا بن گیا۔ جس سے تمام لشکر سیراب ہوا۔ اور معاذ بن جبل کو مخاطب کر کے فرمایا اے معاذ اگر تُوڑ دینا رہا تو اس خطہ کو باغات سے سرسبز اور شاداب دیکھے گا (رواہ مسلم) ابن اسحق کی روایت میں ہے کہ آج تک وہ فوارہ جاری ہے دور سے اُس کی آواز سنائی دیتی ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۲۴۳ ج ۱)

تبوک پہنچ کر آپ نے میں روز قیام فرمایا مگر کوئی مقابلہ پر نہیں آیا۔ لیکن آپ کا آنا بیکار نہیں گیا دشمن مرعوب ہو گئے اور اُس پاس کے قبائل نے حاضر ہو کر تسلیم خم کیا۔ اہل جزیرا اور اُدُرُج اور اَنَیْذ کے فرمانروائے حاضر خدمت ہو کر صلح کی اور جزیرہ دینا منظور کیا آپ نے ان کو صلح نامہ لکھوا کر عطا فرمایا۔

اسی مقام سے آپ نے خالد بن ولید کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ اکید کی طرف روانہ فرمایا جو ہرقل کی طرف سے دو مائے الجندل کا مالک اور فرمانروا تھا۔ آپ نے روانگی کے وقت خالد بن ولید سے یہ فرمایا کہ وہ تم کو شکار کھیلتا ہوا ملے گا اس کو قتل نہ کرنا کہ قتل کر کے میرے پاس لے آنا ہاں وہ اگر نکلا کہ دے تو قتل کر دینا، خالد چاندنی رات میں پہنچے، گرمی کا موسم تھا اکید راوِ اُس کی بیوی قلعہ کے فصیل پر بیٹھ ہوئے گا ناٹن رہے تھے۔ اچانک ایک نیل گائے نے قلعہ کے پھاٹک سے اکر نگر ماری۔ اکید فوراً ہی مع اپنے بھائی اور چند عزیزوں کے شکار کے لئے اترا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اُس کے پیچھے دوڑے تھوڑی ہی دور نکلے تھے کہ خالد بن ولید آپ پہنچے اکید کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا وہ مارا گیا اور اکید رجو شکار کرنے کے لئے

نکلا تھا، وہ خود خالد بن ولید کا شکار ہو گیا۔

خالد نے کہا میں تم کو قتل سے پناہ دے سکتا ہوں بشرطیکہ تم میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہونا منظور کرو۔ اکید نے اس کو منظور کیا۔ خالد بن ولید اکید کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اکید نے دو ہزار اونٹ اور آٹھ سو گھوڑے اور چار سو زہریلے اور چار سو نیزے دے کر صلح کی۔ ۱۵

مسجد ضرار

بیں روز قیام کے بعد آپ تبوک سے مدینہ منورہ واپس ہوئے، جب آپ مقام ذی آذان میں پہنچے جہاں سے مدینہ ایک گھنٹہ کے راستے پر رہ جاتا ہے تو آپ نے مالک بن دشم اور عمن بن عدی کو مسجد ضرار کے مہندم کرنے اور جلانے کے لئے آگے بھیجا۔ یہ مسجد منافقین نے اس لئے بنائی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اس میں بیچ کر مشورے کریں جس وقت آپ تبوک جا رہے تھے اس وقت منافقین نے اگر آپ سے درخواست کی کہ ہم نے ہماؤں اور معدروں کے لئے ایک مسجد بنائی ہے آپ چل کر اس میں ایک مرتبہ نماز پڑھا دیں تاکہ وہ مقبول اور متبرک ہو جائے آپ نے فرمایا اس وقت تو میں تبوک جا رہا ہوں واپسی کے بعد دیکھا جائے گا، واپسی کے بعد آپ نے ان دو حضرات کو حکم دیا کہ جا کر اس مسجد کو جلادیں اور یہاں تین اسی کے بارہ میں اُتری ہیں۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا
وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ
وَارْصَادًا لِّلَّذِينَ حَارَبَ اللّٰهُ وَرَسُولَهُ
مِن قَبْلُ وَلَيَحْلِلْنَ اِنَّ اَرْدْنَا لَآ

اور عمن لوگوں نے ایک مسجد بنائی مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کے لئے اور کفر کرنے کے لئے اہل ایمان میں تفرقہ ڈالنے کے لئے اور تیار نگاہ بنانے کے لئے اس شخص کے لئے کہ جہاں اللہ اس کے رسول سے

الْحُسْنَى وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ
لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا الْمَسْجِدُ أَزْكَا
عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ
تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ
يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ -

پچھ ہی سے برسر پیکر ہے اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا
نیت سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں اور اللہ گواہی
دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد میں جا کر
کبھی کھڑے بھی نہ ہوں۔ البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے
ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی یعنی مسجد تبارہ واقعی
اس لائق ہے کہ آپ اس میں جا کر کھڑے ہوں اس

میں ایسے مرد ہیں کہ جہاں جا کر پہنچ کر پند کرتے ہیں اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو۔
ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ آپ نے سونیم یہودی کے مکان کے بھی جملانے کا حکم دیا،
جس میں منافقین میں ہو کر آپ کے غلام مغورے کیا کرتے تھے حضرت طلحہ نے چند آدمیوں کی پہلری
میں جلا اس مکان کو نذر آتش کیا۔

جب آپ مدینہ کے قریب پہنچے تو مشتاقانِ جمال نبوی ماہتاب نبوت و رسالت کے
استقبال کے لئے نکلے۔ یہاں تک کہ غلبۂ شوق میں پردہ نشینانِ حرم بھی نکل پڑیں لڑکیاں
اور بچے یہ اشعار گاتے تھے۔

طلع البدر علينا من شينات الوداع
وجب الشكر علينا ما دعانا الله داع
ايها المبعوث فينا جئت بالامر المطاع

جب مدینہ کے مکانات نظر آنے لگے تو یہ فرمایا خذہ طابۃ یہ مدینہ طیبہ ہے اور جبل
احد پر نظر پڑی تو فرمایا،

هذا جبل يحبنا ونحبه
یہ پہاڑ ہم کو محبوب کھلتا ہے اور ہم اس کو محبوب رکھتے ہیں۔

اخیر شعبان یا شروع رمضان میں مدینہ میں داخل ہوئے، اول مسجد نبوی میں جا کر ایک دوکانہ
 ادا فرمایا نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی ملاقات کے لئے کچھ دیر بیٹھے بعد ازاں آرام کے لئے گھر
 تشریف لے گئے۔ (شرح مواہب)
 یہ آخری غزوہ تھا جس میں آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تھیں شریک ہوئے۔

متخلفین

آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک روانہ ہوئے تو مؤمنین مخلصین بھی آپ کے
 ہمراہ روانہ ہوئے منافقین کا ایک گروہ شرکت سے رہ گیا لیکن چند مؤمنین مخلصین نفاق کی وجہ
 سے نہیں بلکہ بعض کسی غدر سے اور بعض بقتضائے بشریت گرمی اور ٹوکی تکلیف سے گھر کر چھپے
 رہ گئے۔

ابوذر غفاریؓ کا اونٹ لاغر اور ڈبلا تھا اس لئے یہ خیال ہو کہ دو چار روز میں یہ اونٹ
 کھاپی کر چلنے کے قابل ہو جائے گا اس وقت میں آپ سے جاملوں گا۔ جب اس اونٹ سے ناامید
 ہوئے تو اپنا سامان اپنی پشت پر لاداد اور پابیاہ روانہ ہوئے اسی طرح تن تنہا تبوک پہنچے اپنے
 دیکھ کر فرمایا رحم فرمائے اللہ ابوذرؓ پر اکیلا چلا آ رہا ہے اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔
 چنانچہ ایسا ہی ہوا سبذہ میں تنہا وفات پائی کوئی تجہیز و تکفین کرنے والا نہ تھا اتفاقاً عبد اللہ
 بن مسعود کو فوسے واپس آ رہے تھے انھوں نے قبیرہ تکفین کی تھی

معجم طبرانی میں ابو نعیمہ سے مروی ہے کہ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک روانہ ہوئے اور
 میں مدینہ رہ گیا۔ شدت کی گرمی تھی۔ ایک دن دوپہر میں میرے اہل خانہ نے چھپر میں چھپر کاڑ کیا اور
 ٹھنڈا پانی اور کھانا لکڑی کھادیہ منظور دیکھ کر بکا بکا دل پر ایک چوٹ لگی کہ واللہ یہ سراسر بلا نفسانی
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اور گرمی میں ہیں اور میں سایہ میں بیٹھا ہوا۔ اس طرح عیش

۱۔ ابن ہشام غزوہ مواہب ۳۶، ص ۲۰۱ ۲۔ غزوہ تبوک میں چھپے رہنے والے۔ ۳۔ شرح مواہب ۵: ۳۰۳

آرام کر رہا ہوں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کچھ کھجوریں ساتھ لیں اور اونٹ پر سوار ہوا اور نہایت تیز رفتاری کے ساتھ روانہ ہوا جب لشکر سامنے آگیا تو آپ نے دُور سے دیکھ کر فرمایا ابو خثیمہ اگر آپ ہے میں نے حاضر خدمت ہو کر واقعہ بیان کیا۔ آپ نے میرے لئے دعائے خیر فرمائی۔ ۱۵
انھیں مومنین صالحین میں سے کعب بن مالک اور مرارة بن ربيع اور ہلال بن امیہ بھی تھے۔

صحیح بخاری میں کعب بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے اور میں سفر کی تیاری میں تھا یہ خیال تھا کہ ایک دو روز میں جب سالان ہو جائے گا تو آپ سے جا ملوں گا۔ اسی میں دیر ہو گئی اور قافلہ دُور نکل گیا اور مدینہ میں سوائے معذورین اور منافقین کے کوئی باقی نہ رہا۔ جب یہ منظر دیکھتا تو نہایت رنج ہوتا جب آپ تبرک سے واپس تشریف لائے تو منافقین نے جھوٹے خبر بیان کئے آپ نے ظاہری طور پر ان کے غدر قبول کئے اور دلوں کا حال اللہ کے سپرد کیا۔

دمنازی ابن عامر میں ہے کہ کعب بن مالک کہتے ہیں میں نے یہ عزم کر لیا کہ ایسا ہرگز نہ کر دوں گا کہ غزوہ سے پیچھے بھی رہوں اور پھر اللہ کے رسول سے جھوٹ بھی بولوں چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا، آپ نے اعراض فرمایا میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی آپ مجھ سے کیوں اعراض فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نہ منافق ہوا اور نہ کھجور کا شاک لاحق ہوا ہے اور نہ میں دین اسلام سے بچا ہوں آپ نے فرمایا پیچھے کیوں رہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اگر کسی دنیا دار کے سامنے بیٹھا ہوتا تو باتیں بنکراؤں کے قصہ سے بھل جاتا، لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اگر آج جھوٹ بول کر آپ کو راضی بھی کر لیا تو ممکن ہے کہ کل خداوند فرما جائے کہ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے اور اگر آپ سے بچ بچ کہہ دیا جس سے آپ ناراض ہو جائیں تو کھجور اللہ کے فضل سے اُمید ہے کہ وہ معاف فرمائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس کوئی غدر نہیں ہے۔

ہوں آپ نے فرمایا اس شخص نے سچ کچھ دیا ہے، اچھا اس وقت جاؤ یہاں تک اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں کوئی نازل فرمائے مای طرح ہمارے بن ربیع اور طلال بن امیہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قصہ کا اعتراف کیا۔ آپ نے یہ حکم دیا کہ پچاس دن تک کوئی شخص ان تینوں آدمیوں سے بات نہ کرے، چنانچہ سب نے ہم سے سلام و کلام قطع کر دیا۔ خوشی و آثار ب دوست احباب سب بیچانے نظر آنے لگے کعب کہتے ہیں کہ میرے دونوں ساتھی تو ضعیفی کی وجہ سے خانہ نشین ہو گئے دن رات گریہ و زاری میں گزارتا، میں جو ان تھا میں جماعت میں حاضر ہوتا۔ غرض یہ کہ پچاس ای پریشانی میں گزرے یہاں تک کہ اللہ کی زمین ہم پر تنگ ہو گئی، سب سے زیادہ فکر اس کی تھی کہ اگر اس عرصہ میں موت آگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان میرے جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھیں گے۔ پچاس دن کے بعد یکایک جبل سلح سے مژدہ جانفرا سائی دیا۔

یا کعب بن مالک البشیر اے کعب بن مالک تم کو بشارت ہو۔
یہ سنتے ہی میں سجدہ میں گر پڑا اللہ سمجھ گیا کہ مشکل دفع ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع فرمایا کہ ان لوگوں کی توبہ مقبول ہوئی۔ ہر طرف سے لوگ جھکوا میرے دونوں ساتھیوں کو خوشخبری اور مبارک باد دینے کے لئے دوڑے، ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ یہ کہتے تھے
لَبَّيْكَ اللَّهُ عَالِيَا مَبَارَكًا تَجْعَلُكَ اللَّهُ تَعَالَى تَوْبَةَ قَاتِلِ كُرْنَا جَوْشَخْشِ مِيرے پاس خوشخبری لے کر آیا اس کو فوراً ہی میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر پہنا دئے بعد ازاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے میں نے مسجد میں قدم رکھا ہی تھا کہ طلحہ بن عبید اللہ دوڑے ہوئے آئے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی، کعب کہتے ہیں حاضرین میں سے اللہ کوئی شخص نہیں اٹھا۔ خدا کی قسم طلحہ کا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور چاند کی طرح چمک رہا تھا آپ کو سلام کیا آپ نے فرمایا۔

البشیر یوم مرت علیک مبارک ہو تجھ کو دن جو مقام دونوں سے بہتر ہے
معدن ولد تن املک جب سے تیرے ماں نے تجھ کو جنا ہے۔

کعب بن مالک جس دن اسلام میں داخل ہوئے بے شک وہ دن تمام دنوں سے بہتر تھا لیکن حقیقت میں یہ دن اس دن سے بھی بہتر تھا اس لئے کہ اس دن میں بارگاہ خداوندی سے اُن کی توبہ قبول ہوئی جس سے اُن کے ایمان و اخلاص پر ہمیشہ کے لئے مہر ہو گئی۔ اور یہ آیتیں ان کے بارے میں نازل ہوئیں۔

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ لَئِنْ
سَاعَتِ الْغَسَقَةُ مِنْ بَدَا مَا كَادَ
يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ
ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ
رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ وَ عَلَى الثَّلَاثَةِ
الَّذِينَ خَلَفُوا ۖ حَتَّىٰ إِذَا ضَآلَّتْ
عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
وَضَآلَّتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا
أَنَّهُ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ۖ ثُمَّ تَابَ
عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ
التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا
مَعَ الصَّادِقِينَ ۝

تحقیق اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت اور عنایت سے
مستحق ہوئے پیغمبر اور ہجیرین اور انصار پر جنہوں
نگلی اور دشواری کے وقت میں نبی کا ساتھ دیا۔
وقت ٹھکڑی آگیا بگایا می گرد
صریحی چوں شوقِ خیال جدا پیاد می گرد
بعد اس کے ایک گروہ کے دل قریب ترزلزل کے
تھے پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی اور اللہ بڑا شفیع
اور مہربان ہے اور توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان
تین شخصوں پر بھی جن کا معاملہ ملنزی اور قوت
تھا، یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادہ ہو
کے ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانبیں بھی ان پر
تنگ ہو گئیں اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ اللہ کی گرفت
سے کہیں پناہ نہیں سوائے اس کے کہ پھر اللہ تعالیٰ
نے ان پر توجہ فرمائی اور ان کا تصور معاف کیا تاکہ

وہ اللہ کی طرف رجوع کریں بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے، ۱۰۷

ایمان والوں خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس توبہ کے لشکر میں اپنا کل مال خیرات کرنا چاہتا ہوں

آپ نے فرمایا کچھ رہنے دو اس لئے خبر میں میرا جو حصہ تھا میں نے وہ رکھ لیا اور باقی سب خیرات کر دیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ اللہ نے مجھ کو محض سچ کی وجہ سے نجات دی ہے میں اپنی تربتاً تکملاً اور تمتہ یہ بچتا ہوں کہ مرتے دم تک کبھی سوائے سچ کے کوئی بات نہ کرو۔ سخیار کا ر فتح الباری مشحون ۱۰ حدیث کعب بن مالک۔

صدیق اکبر کا امیر حج مقرر ہونا

ذی قعدۃ الحرام ۹۴ھ میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو امیر حج مقرر کیے مکہ مکرمہ روانہ کیا تیس سو آدمی مدینہ منورہ سے ابو بکر صدیق کے ساتھ چلے اور میں اوش قرطانی کے آپ کے ہمراہ گئے تاکہ لوگوں کو ٹھیک فہرست کے مطابق حج کرائیں۔ اور سورۃ برأت کی چالیس آیتیں جو نقص عہد کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں اُن کا اعلان کریں جن میں یہ تھا کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں اور بیت اللہ کا برہنہ ہو کر طواف نہ کریں اور جس سے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد کیا ہے وہ اس کی مدت تک پورا کر دیا جائے اور جن لوگوں کے ساتھ کوئی عہد نہیں کیا گیا ان کو دیم انحر سے لے کر چار مہینہ کی محبت ہے صدیق اکبر کی روانگی کے بعد آپ کو یہ خیال ہوا کہ عہد اور نقص عہد کے متعلق اعلان کیا جائے مناسب یہ ہے کہ اس کا اعلان دجلہ اور ایسے شخص کی زبانی ہونا چاہیے کہ جو عہد کرنے والے کے خاندان اور اہل بیت سے ہر اس سے کہ عرب ایسے امور میں خاندان اور اقارب ہی کی بات کو قبول کرتے ہیں اس لئے آپ نے حضرت علی کو بلایا اور اپنی نادر غضبناک پروا کر کے ابو بکر صدیق کے چھپے روانہ کیا کہ سورۃ برأت کی آیات موسم حج میں تم سناؤ اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیات برأت صدیق اکبر کے روانہ ہونے کے بعد نازل ہوئیں اس لئے بعد میں حضرت علی کو آیات برأت کا پیغام سننے کے لئے روانہ فرمایا۔ صدیق اکبر نے جب ناقہ کی آواز سنی تو یہ گمان ہوا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم خود شریفیت لے آئے ٹھہر گئے دیکھا تو علی ہیں ابو جحاش امیر اڈو ناموڑ یعنی امیر ہو کر آئے ہو یا تابع ہو کے حضرت علی نے فرمایا۔ مامور ہوں یعنی تابع ہو کے آیا ہوں اور فقط سورۃ برأت کی آیات سنانے کے لئے آیا ہوں چنانچہ لوگوں کو حج ابو بکر صدیق ہی نے کرایا اور موسم حج کے خطبے بھی انھوں ہی نے پڑھے اور حضرت علی نے صرف سورۃ برأت کی آیات اور ان کا مضمون جبرہ عقبہ کے قریب یوم النحر میں کھڑے ہو کر لوگوں کو سنایا حضرت ابو بکر نے کچھ لوگ حضرت علی کی امداد کے لئے مقرر کر دیئے کہ باری باری سے منادی کریں۔

چنانچہ یوم النحر منیٰ میں یہ منادی کر دی گئی اور لوگوں کو سنا دیا گیا کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو سکے گا اور نہ سال آئندہ کوئی مشرک حج کرنے پائے گا اور نہ کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف کر سکے گا۔ اور جس کا جو عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے وہ اس کی مدت تک پورا کر دیا جائے اور جس سے کوئی عہد نہیں یا عہد بلا میعاد کے ہے تو اس کو چار مہینہ کا امن ہے اگر اس مدت میں مسلمان نہ ہوا تو چار ماہ کے بعد جہاں پایا جائے گا قتل کیا جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت علیؑ ذوالخلیفہ پہنچ کر ابو بکر صدیق سے ملے اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کے اعلان کے لئے بھیجا ہے تو ابو بکر صدیق کو یہ خیال ہوا کہ شاید میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہو گیا ہے اس لئے فوراً ہی مدینہ واپس ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا ہے، آپ نے فرمایا نہیں تو تو میرا بار غدار ہے، غدار ٹور کا ساتھی ہے اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہو گا۔ لیکن برأت کا اعلان سولائے میرے یا میرے خاندان کے کسی شخص کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا اس لئے آیات برأت سننے کیلئے میں نے علی کو بھیجا ہے۔

واقعات متفرقہ ۹

(۱)۔ اسی سال ماہ ذی قعدۃ الحرام میں رأس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کا انتقال

ہوا جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ
أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ
كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَا تَشَاءُ
وَهُمْ قَا سِقُونَ۔ شرح ماہب ۳۹۵ لہ

اور آپ ان منافقین میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ
نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوا اس لئے کہ
ان لوگوں نے امتداد اس کے رسول کے ساتھ کفر
کیا اور خدا کے نافرمان ہوئے ہیں۔

مسئلہ: کافر کے جنازہ میں شرکت اور اس کی قبر پر جا کر کھڑا ہونا قطعاً ناجائز ہے خواہ
جنازہ ہندو کا ہو یا انگریز کا کفر میں دونوں شریک ہیں اور شرعاً مشرک اور بت پرست کافر کتابی
کے کفر سے اشد ہے۔

(۱۲)۔ اسی سال نجاشی شاہ حبشہ کا انتقال ہوا اور بدریعہ وحی آپ کو اسی روز اس کے وفات
کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے صحابہ کو جمع کر کے اس کی عائنہ نماز جنازہ پڑھی۔

(۱۳)۔ اسی سال سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا اور ایک سال بعد اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم...
حجۃ الوداع میں اس کی حرمت کا عام اعلان فرمایا۔

(۱۴)۔ اسی سال عورتوں سے لعان کا حکم نازل ہوا جس کی مفصل کیفیت سورۃ نور میں مذکور ہے

(۱۵)۔ جو لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوئے بلکہ محض اسلام کے زیر سایہ انھوں نے رہنا منظور کیا
ان کے حق میں اسی سال جزیہ کی آیت نازل ہوئی۔ قَالَ تَحَلَّىٰ قَائِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ
دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَ
هُمْ صَاغِرُونَ۔ ۵۷ جزیہ جزاء سے مشتق ہے یعنی یہ جزا کفر ہے بطور ذلت

و حقارت کا نادعاقل بالغ مرد سے لیا جاتا ہے۔ جزیہ سے مقصد یہ ہے کہ کفر کی شوکت اور اس کے

زور ٹوٹ جائے اور اسلام کی برتری اور حکمرانوں کے سامنے جھک جاتے ایسے لوگوں کو اصطلاح شریعت میں ذوقی کہتے ہیں۔ دوسرے مشتق ہے یعنی جن کی اور مال اور آبرو اللہ ان کے حقوق کا اللہ اور اس کا رسول مسلمانوں کی طرح ذمہ دار ہو مگر خوب یاد رکھو کہ قرآن و حدیث نے کافروں سے جزیہ لینے کا جو حکم دیا وہ دفاع اور حفاظت جان کا بدلہ نہیں یعنی جزیہ کا یہ سبب نہیں کہ ذوقی خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے اور ہم دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے ہیں کیونکہ حفاظت قوال ذمہ کی عورتوں اور بچوں اور لڑکھوں اور پاجوں اور ایسوں کی بھی کی جاتی ہے مگر ان پر جزیہ نہیں جزیہ صرف ان لوگوں سے لیا جاتا ہے جو جیاد میں مستحق قتل تھے۔ اسی وجہ سے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ جزیہ قتل کا بدلہ ہے صرف حراہ عاقل اور بالغ مردوں سے لیا جاتا ہے جو مستحق قتل کے تھے اور جن لوگوں سے اس بنیاد پر معاہدہ ہو کہ طرفین کی خود مختاری محفوظ اور محفوظ رہے تو شریعت کی اصطلاح میں ایسے لوگوں کو معاہدہ کہتے ہیں۔

سنہ اور عام الوفود

عرب میں سب سے بڑا قبیلہ قریش کا تھا جس کی سرطاری سلم تھی۔ قریش کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہونے سے کسی کا کار نہ تھا، فہم و فراست بخادت و شجاعت میں مشہور تھے بیت اور بلد حرام کے مجاور تھے۔ مگر اسلام کی مخالفت اور عداوت پر کربستہ تھے۔ قبائلی عرب کی نظریں قریش پر لگی ہوئی تھیں کہ دیکھئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسے نبی ہے۔ قریش کے نوجوانوں نے تو ابتدا ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور کہتے رہے مگر بڑھے باقی تھے۔ جب مکہ فتح ہو گیا اور بڑھوں نے بھی اسلام کی اطاعت قبول کر لی تو اُس وقت عرب کو معلوم ہو گیا کہ دین اسلام دین الہی ہے ضرور تمام عالم میں پھیل کر رہے گا اور کوئی قوت اس کی مخالفت میں کامیاب نہیں ہو سکتی اس نے مکہ فتح جرتے ہی ہر طرف سے سفارتیں آنے لگیں اور ہر قبیلہ کے دلاور و وفود بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے لگے، اسلام کی حقیقت معلوم کرتے خود بھی مشرک باسلام ہوتے اور اپنی ساری قوم کے مملک

کرنے کا وعدہ کر کے واپس ہوتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ
النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ
إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا۔ ۱۵

جب اللہ کی نصرت اور فتح آجائے اور آپ لوگوں کو
اللہ کے دین میں داخل ہوتا ہوا جوق درجوق دیکھ لیں
تو تسبیح اور تہنید اور استغفار میں مشغول ہو جائے اللہ
تعالیٰ بڑا توبہ فرمانے والا ہے۔

وفود کی ابتداء تو شعبہ کے اخیر ہی سے ہو گئی تھی لیکن زیادہ تسلسل شدہ اور سلسلہ میں رہا۔
اس لئے ان دونوں سنوں کو عام الوفود کہا جاتا ہے ابن سعد اور دمیاطی اور غلطائی اور عراقی نے
وفود کی تعداد ساٹھ سے کچھ زیادہ بیان کی ہے مگر علامہ تہطاوی نے مواہب میں پینتیس وفود کا
ذکر کیا ہے۔ ۱۵

۱۱۔ وفد ہوازن

فتح مکہ کے بعد یہ پہلا وفد ہے کہ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس وقت آپ
جعرانہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اس وقت ہوازن کے چودہ آدمیوں کا وفد اپنے مال اور قیدیوں
کے چھڑانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا مفصل قصہ غزوہ حنین کے بیان میں گزر
چکا ہے۔ اس وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی چچا بھی تھے حضرت حمیدہ سعدیہ
اسی قبیلہ کی تھیں زبیر بن صوفی سعدی و حبشی اس وفد کے رئیس تھے کھڑے ہوئے اور عرض
کیا یا رسول اللہ ان قیدیوں میں آپ کی خالائیں اور رضاعی چھو بیاں اور پالنے والیاں ہیں
جو کبھی آپ کو چھاتی سے لگاتی تھیں، اگر ہم نے حارث غسانی اور یحییٰ بن منذر کو دو دھڑ پلایا
ہو تو ایسی مصیبت کے وقت میں ہم اس سے ضرور امید رکھتے اور آپ تو سب سے بہتر اور
افضل کفول میں اور یہ شعر پڑھے۔

أَمِنْتُ عَلَيْكَ رَسُولَ اللَّهِ فِي كَرَمٍ فَإِنَّكَ الْمَرْءُ نَزْجُوهُ وَتَنْتَظِرُ
یا رسول اللہ۔ آپ نے کرم اور مہربانی سے ہم پر احسان فرمایا ہے۔ بلاشبہ آپ ایسے شخص ہیں جس سے ہم
مہربانی اور کرم کے امیدوار اور منتظر ہیں۔

أَمِنْتُ عَلَى بَيْضَةٍ قَدْ عَاقَهَا قَدَرٌ مَمَرٌ شَمْلَهَا فِي دَهْرِهَا غَيْرُ
اُس تبیلہ پر احسان فرمایا ہے کہ جس کی حاجتوں کو نفاذ و قدر نے روک دیا ہے۔ تیرا آت زمانہ سے اُس کا شیرازہ
پراگندہ ہو گیا ہے۔

يَا خَيْرَ طِفْلِ وَمَوْلُودٍ وَمُسْتَحَبٍ فِي الْعَالَمِينَ إِذَا مَا حَصَلَ الْبَشَرُ
اے بہترین مولود اور دنا تر عالم کے انتخاب

إِنْ لَمْ تَذَرِكُمْ نِعْمَاءَ تَنْشُرُهَا يَا أَرْجَعَ النَّاسِ جِلْدًا جَيْنَ تُخْتَبِرُ
اگر آپ کا انعام و احسان اُن کی عمر گیری نہ کرے گا۔ ہلکے ہو جائیں گے اے وہ ذات کہ جس کا علم اور بردباری
میں سب سے بڑھ چکا ہے اور امتحان اور آزمائش کے وقت اس کا علم نمایاں اور ظاہر ہو جاتا ہے ہم پر احسان فرما۔
أَمِنْتُ عَلَى نِسْوَةٍ قَدْ كُنْتَ تَرْضَعُهَا إِذْ قُوكَ تَمْلُؤُهُ مِنْ مَخْضِهَا الْيَدِ
ان عورتوں پر احسان فرمائے جن کا آپ دودھ پیتے تھے اور اُن کے خالص اور پیتے ہوئے دودھ سے آپ
اپنے منہ کو بھرتے تھے۔

لَا تَجْعَلُنَا حَكَمَيْنِ سَأَلْتَ نِعَامَتَهُ وَأَسْتَيْقِنَا فَإِنَّا مَعَشَرُ رُحُرٍ
ہم کو ان لوگوں کے مانند مت کیجئے کہ جن کے قدم اکٹھے گئے ہوں اور اپنے جوہد کرم کے شکر و امتنان کو ہمیشہ کیلئے
ہم میں باقی چھوڑے ہم شریفانہ گروہ کسی کے احسان کو فراموش نہیں کرتے۔

إِنَّا لَنَشْكُرُ لِلنِّعَمَاءِ إِذْ كُفِّرَتْ وَعِنْدَ نَابَعْدَ هَذَا الْيَوْمِ مَذْخَرُ
تحقیق ہم انعام اور احسان کے بہت زیادہ مشکور ہوتے ہیں جبکہ لوگ اس کی ناشکری کریں۔

فَالْيَسَّ الْعَفْوُ مَنْ قَدْ كُنْتَ تَرْضَعُهُ مِنْ أُمَّهَاتِكَ إِنَّ الْعَفْوَ مُشْتَهَرُ

پس آپ اُن اہل کربہ کا آپ نے دودھ پیا ہے، اپنے جن عفو میں چھاپیں تحقیق آپ کا عفو تو مشہور ہے۔
 يَا حَيُّ مَنْ مَرَحَتْ كُمْتُ الْجِيَادِ بِهٖ عِنْدَ الْهِنَاجِ اِذَا مَا اسْتَوْقَدَ الشَّرُّ
 اسے وہ ذات کہ جس کی سواری سے کیت گھوڑے نشاط اور طرب میں آجاتے ہیں جبکہ رات کی آگ دھال جائے
 اِنَّا نُوَمِّلُ عَفْوًا مِنْكَ تَلْبَسُهُ هٰذَا الْبَرِّيَّةِ اِذَا لَعَفُوًا وَتَنْتَصِرُ
 ہم آپ سے ایسے عفو کی امید رکھتے ہوئے ہیں جو ان سب کو اپنے اندر چھپائے۔
 فَاَيُّ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا اَنْتَ رَهِبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِذْ يَهْدِي لَكَ الظُّفُرُ
 پس آپ ہم کو معاف کیجئے۔ اللہ تمہارے آپ کو قیامت کے اندیشوں کو عفو فرما لے گا اور آپ کو کامیابی عطا فرمائے گا۔
 بعض روایات میں کچھ اشعار اور زیادہ ہیں تفصیل کے لئے الروض الافصح ج ۲۔
 اور عمرون الاثر ص ۱۹ ج ۲۔ اور زرقانی ص ۳ ج ۲۔ کی مراجعت کیجئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا جب تم نہ آئے تب میں نے مال اور اسباب اور تمام قیدی غانمین پر تقسیم کر دیے، دو چیزوں میں سے ایک چیز کو اغنیاء کو دے دیا اور مال و اسباب لے لیا اپنے اہل و عیال کو چھڑا دیا، وفد نے کہا اہل و عیال ہم کو زیادہ عزیز ہیں۔ آپ نے فرمایا امیرا اور میرے خاندان بنی عبدالمطلب کا جو حصہ ہے وہ تو میں نے تم کو دے دیا باقی جو حصہ مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا ہے سو اس بارے میں تمہاری سفارش کروں گا چنانچہ آپ نے سفارش کی سب نے طیب خاطر سے تمام قیدی آزاد کر دیئے دو چار شخصوں نے کچھ تامل کیا آپ نے اُن کا معاوضہ دے دیا اس طرح وفد اپنے چھ ہزار بچوں اور عورتوں کو لے کر واپس ہوا۔
 آپ کی سفارش کا مفصل واقعہ غزوہ حنین کے بیان میں گزر چکا ہے اس لئے یہاں اس کو مختصر کر دیا۔

(۲) وفد ثقیف

ماہ رمضان المبارک ۹۳ھ میں ثقیف کا وفد اسلام قبول کرنے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوا۔

یہ وہی ثقیف ہیں کہ جن سے آپ نے اور آپ کے صحابہ نے محاصرہ طائف میں شدید تکلیف اٹھائی اور طائف کے قلعہ کو غیر مفتوح چھوڑ کر شکستہ دل مدینہ واپس ہوئے۔

جس وقت آپ طائف کا محاصرہ چھوڑ کر روانہ ہونے لگے تو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کے لئے بدعا کیجئے ان کے تیروں نے ہم کو جلا ڈالا۔ آپ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَهْدِ ثَقِيفًا وَاُتِ رَبِّهِمْ اے اللہ قبیلہ ثقیف کو ہدایت دے اور مسلمان مسلمانین (رواہ الترمذی و حسن) کہہ کے ان کو مسیحہ پاس بھیج۔

آپ کی دعا قبول ہوئی اور غزوہ بن مسعود ثقیفی کی شہادت کے آٹھ مہینہ بعد جب آپ تبوک سے واپس ہوئے، آپ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے، اسلام قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، چھ آدمیوں کا وفد عبدیاسیل کی سرکردگی میں مدینہ روانہ ہوا۔ یا تو وہ تھرو اور سرکشی تھی یا یہ جوش اور ولولہ ہے کہ خود بخود بہ ہزار رضا و رغبت اسلام کا حلقہ بگوش بننے لگے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو رہے ہیں اس لئے مسلمانوں کو ان کی آمد سے بے حد مسرت ہوئی سب سے پہلے مغیرہ بن شعبہ نے ان لوگوں کو دیکھا دیکھتے ہی دوڑے کہ جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سناؤں راستہ میں ابو بکر صدیق مل گئے ابو بکر صدیق کو جب علم ہوا تو مغیرہ کو خدا کی قسم دی اور کہا کہ مجھ کو اجازت دو کہ میں جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بشارت سناؤں مغیرہ نے اجازت دے دی ابو بکر صدیق نے اسے جاکر اُن حضرت کو اس وفد کی آمد کا مرزہ سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ٹھہرنے کے لئے خاص مسجد نبوی میں ایک خیمہ نصب کرا دیا۔ تاکہ قرآن کو نصیب اور نمازوں کو دیکھیں (وفد کی جہانی

اور اُن کی خبر گیری یہ سب خالد بن سعید بن العاص کے سپرد تھی۔ جب تک خالد بن سعید اس کھانہ میں سے نہ کھاتے تھے اس وقت تک وفد کے لوگ وہ کھانہ نہ کھاتے تھے اور وفد کو جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا ہوتا تھا وہ انھیں کے واسطے سے کہتے تھے چنانچہ وفد نے خالد کے واسطے سے عجیب شرطیں پیش کیں۔

(۱)۔ نماز معاف کر دی جائے۔

(۲)۔ لات (جوان کا بُرائت تھا) اس کو تین سال تک نہ ٹوڑا جائے۔ بچے اور عورتیں اس پر بہت مفتون ہیں۔

(۳)۔ ہمارے بُت خود ہمارے ہاتھوں سے نہ ٹڑوائے جائیں آپ نے اُدُل کی دُشمنوں سے قطعاً انکار کر دیا اور یہ فرمایا:

لا خیر فی دین ولا صلاح فیہ اس دین میں کوئی بہتری نہیں جس میں نماز نہ ہو۔

تیسری شرط کی بابت فرمایا یہ ہو سکتا ہے سب نے اسلام قبول کیا اور وطن واپس ہوئے عثمان بن ابی العاص جو اس وفد میں سب سے کم سن تھے ان کو امیر اور سالم مقرر فرمایا ان کو علم اور قرآن اور اسلامی مسائل کے سیکھنے کا سب سے زیادہ شوق تھا اس لئے صدیق اکبر کے اشارہ سے آپ نے ان کو امیر مقرر کیا۔ اور انہی کے ہمراہ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کو لات کے منہدم کرنے کے لئے روانہ کیا ابوسفیان کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے مغیرہ نے باکر بُت پر بھادالا مارا ثقیف کی عورتیں برسہہ سہرا دربر نہ پائیہ اجزا دیکھنے کے لئے گھروں سے نکل پڑیں۔ مغیرہ نے بُت کو توڑ ڈالا اور بُت خانہ میں جوال دا سباب اور زیورات تھے وہ سب لے لئے۔ اُدُل اس میں سے عروہ بن مسعود ثقفی کے بیٹے ابونلیج اور عروہ کے بھتیجے قارب بن الاسود کا قرض ادا کیا اور جو بچہ آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے آپ نے اسی وقت اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور اللہ کا شکر کیا کہ اُس نے اپنے دین کی مدد فرمائی اور اپنے پیغمبر کو عزت دی۔ عروہ بن مسعود کی شہادت کے بعد جب اہل طائف مسلمان ہو گئے تو وفد ثقیف کی حاضری سے پہلے ابونلیج بن

عروہ اور قارب الاسود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ملات کے بت خانے سے ہمارے باپ یعنی عروہ اور اسود کا قرضہ ادا کر دیا جائے عروہ اور اسود دونوں حقیقی بھائی تھے، عروہ تو اسلام لائے اور شہید ہوئے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ابو طلحہ عروہ کے بیٹے ہیں اور اسود کا فرما۔ قارب اسود کے بیٹے ہیں۔ دونوں نے اپنے اپنے باپ کے قرضہ کی ادائیگی کی درخواست کی آپ نے فرمایا اسود تو مشرک مرا ہے قارب نے عرض کیا یا رسول اللہ بے شک وہ مشرک مرا ہے مگر قرضہ تو مجھ پر ہے، آپ نے ابوسفیانؓ کو حکم دیا کہ لات کے بت خانے سے جو مال برآمد اول اس سے ابو طلحہ اور قارب کا قرض ادا کرنا۔

(۳) وفد بنی عامر بن صعصعہ

تبوک کی واپسی کے بعد بنو عامر بن صعصعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں عامر بن طفیل اور سار بدر بن قیس بھی تھے سلسلہ کلام میں ان لوگوں نے آپ سے ان لفظوں میں خطاب کیا۔ انت سیدنا آپ ہمارے سردار ہیں، آپ نے فرمایا اپنی بات کو شیطان تمہارے ساتھ مخرفہ پن نہ کرے۔ سردار صرف اللہ ہے ظاہر میں یہ تعلق اختیار کیا اور درپردہ عامر نے اربد کو یہ سمجھا دیا کہ میں جب آپ کو باتوں میں لگاؤں تو تم فوراً تلوار سے آپ کا کام تمام کر دینا عامر نے آپ سے گفتگو شروع کی، اے محمدؐ مجھ کو آپ اپنا مخلص دوست بنا لیجئے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں جب تک تو ایک خدا پر ایمان نہ لائے، عامر نے کہا اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو آپ مجھ کو کیا عطا فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا اسلام لانے کے بعد تیرے دی حقوق اور احکام ہوں گے جو تمام مسلمانوں کے ہیں۔ عامر نے کہا آپ اپنے بعد حکومت اور خلافت مجھ کو عطا کریں۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں عامر نے کہا اچھا اہل باویہ پر آپ حکومت کر دیں شہر اور آبادی کی حکومت میرے لئے چھوڑ دیں در زمین غطفان کو سے کہ آپ پر چڑھائی کر دیں گا۔ اور مدینہ کو سوار اور پیادوں سے بھروں گا

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قدرت نہیں دے گا۔ گفتگو ختم ہوئی جب دونوں اٹھ کھڑے ہوئے تو آپ نے دعا فرمائی اے اللہ عامر بن طفیل کے شر سے محفوظ رہا۔ اور اس کی قوم کو ہدایت دے جب باہر آئے تو عامر نے اربد سے کہا افسوس میں تیرا منتظر رہا مگر تیرے جنبش بھی نہ کی اربد نے کہا میں نے جب کبھی تم کو ارسوتے کا ارادہ کیا تو کوئی نہ کوئی چیز درمیان میں حائل نظر آئی۔ ایک مرتبہ آہنی دیوار نظر آئی اور ایک مرتبہ ایک اونٹ نظر آیا جو میرے سر کو ٹکرائے جانا چاہتا ہے۔

جب یہ وفد آپ کے پاس سے واپس ہوا تو عامر بن طفیل نے دعا فرمائی اے اللہ عامر بن طفیل کے شر سے محفوظ رہا۔ اور اس کی قوم کو ہدایت دے جب باہر آئے تو عامر نے اربد سے کہا افسوس میں تیرا منتظر رہا مگر تیرے جنبش بھی نہ کی اربد نے کہا میں نے جب کبھی تم کو ارسوتے کا ارادہ کیا تو کوئی نہ کوئی چیز درمیان میں حائل نظر آئی۔ ایک مرتبہ آہنی دیوار نظر آئی اور ایک مرتبہ ایک اونٹ نظر آیا جو میرے سر کو ٹکرائے جانا چاہتا ہے۔

جب یہ وفد آپ کے پاس سے واپس ہوا تو عامر بن طفیل نے دعا فرمائی اے اللہ عامر بن طفیل کے شر سے محفوظ رہا۔ اور اس کی قوم کو ہدایت دے جب باہر آئے تو عامر نے اربد سے کہا افسوس میں تیرا منتظر رہا مگر تیرے جنبش بھی نہ کی اربد نے کہا میں نے جب کبھی تم کو ارسوتے کا ارادہ کیا تو کوئی نہ کوئی چیز درمیان میں حائل نظر آئی۔ ایک مرتبہ آہنی دیوار نظر آئی اور ایک مرتبہ ایک اونٹ نظر آیا جو میرے سر کو ٹکرائے جانا چاہتا ہے۔

جب یہ وفد آپ کے پاس سے واپس ہوا تو عامر بن طفیل نے دعا فرمائی اے اللہ عامر بن طفیل کے شر سے محفوظ رہا۔ اور اس کی قوم کو ہدایت دے جب باہر آئے تو عامر نے اربد سے کہا افسوس میں تیرا منتظر رہا مگر تیرے جنبش بھی نہ کی اربد نے کہا میں نے جب کبھی تم کو ارسوتے کا ارادہ کیا تو کوئی نہ کوئی چیز درمیان میں حائل نظر آئی۔ ایک مرتبہ آہنی دیوار نظر آئی اور ایک مرتبہ ایک اونٹ نظر آیا جو میرے سر کو ٹکرائے جانا چاہتا ہے۔

جب یہ وفد آپ کے پاس سے واپس ہوا تو عامر بن طفیل نے دعا فرمائی اے اللہ عامر بن طفیل کے شر سے محفوظ رہا۔ اور اس کی قوم کو ہدایت دے جب باہر آئے تو عامر نے اربد سے کہا افسوس میں تیرا منتظر رہا مگر تیرے جنبش بھی نہ کی اربد نے کہا میں نے جب کبھی تم کو ارسوتے کا ارادہ کیا تو کوئی نہ کوئی چیز درمیان میں حائل نظر آئی۔ ایک مرتبہ آہنی دیوار نظر آئی اور ایک مرتبہ ایک اونٹ نظر آیا جو میرے سر کو ٹکرائے جانا چاہتا ہے۔

(۴) وفد عبدالقیس

یہ بہت بڑا قبیلہ تھا۔ بحرین کا باشندہ تھا اس قبیلہ کا وفد دو مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا پہلا وفد فتح مکہ سے بھی پہلے آیا پیش رہا یہ اس سے بھی پہلے حاضر ہوا اس مرتبہ وفد میں تیرہ یا چودہ آدمی تھے آپ نے فرمایا۔

مرحبا بالقوم غیر جذایا ولا
مندی
مرحبا ہے اس قوم کو جو نہ سوا ہوئے اور نہ شرمندہ۔
یعنی خوشی سے سلمان ہو گئے دیکر سلمان نہیں ہوئے

جس سے ان کو ذلت یا مذمت ہوئی۔

وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور آپ کے مابین تبدیلی مضر کے شکر میں
حائل میں صرف اشہر حرم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں جن جہینوں میں عرب لوٹ
مار کو حرام جانتے ہیں اس لئے آپ ہم کو کوئی ایسا جامع اور مختصر علی تبادلیہ کہ اس کے کرنے سے
ہم جنت میں داخل ہو سکیں اور اہل شہر کو بھی اسی کو دعوت دیں، آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لاؤ اور
گواہی دیکر اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور مالی
غنیمت سے پانچواں حصہ اللہ کے لئے ادا کرو اور چار برتنوں میں بنید بھگونے سے منع فرماؤ۔
اور فقیر اور ختم اور مرفت۔

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے مسند احمد اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ جب یہ وفد مدینہ
پہنچا تو دیدار نبوی کے شوق میں یہ لوگ سوار یوں سے کود پڑے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور دست مبارک کو بوسہ دیا، اسی وفد میں اشج عبدالقیس بھی تھے جن کا نام منذر ہے یہ سب
کم عمر تھے، انھوں نے اول تمام اور ادب بھلائے اور سب کا سامان ایک جگہ لگایا، پھر اپنے
بچہ میں سے دو سفید دھلے ہوئے کپڑے نکالے وہ پہن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
آپ سے مصافحہ کیا اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا آپ نے فرمایا تجھ میں دو خصلتیں ہیں جن کو
اللہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے ایک علم اور دوسرے وقار و مملکت، اشج نے عرض کیا یا رسول اللہ
یہ دونوں خصلتیں مجھ میں بطور تصنع ہیں یا نظری اور حقیقی ہیں آپ نے فرمایا بلکہ اللہ نے تجھ کو پیدا
ہی ان خصلتوں پر کیا ہے اشج نے کہا۔ الحمد للہ الذی حببنا فی علی خلتین یحبہما اللہ
ورسولہ۔ حمد ہے اُس ذات پاک کی جس نے ایسی دو خصلتوں پر پیدا کیا جن کو اللہ اور اس کا
رسول۔ وہاں کہ دو کتابا فقیر کھدی ہوئی عکری کا برتن اور عظم سبز لکھی گھڑیا۔ اور مرفت روغنی برتن۔

رسول پسند کرتا ہے۔

یہ پہلی مرتبہ کا بیان تھا دوسری مرتبہ وفد عبدالقیس ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں حاضر خدمت ہوا اس وقت وفد میں چالیس آدمی تھے۔ صحیح ابن حبان کی روایت میں ہے کہ آپ نے اس وقت یہ فرمایا۔

مالی اری الو انکم تغیرت کیا ہوا کہ تمہاری رنگتوں کو بدلا ہوا دیکھتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ پہلے بھی آئے تھے ۱۷ھ

(۵) وفد بنی حنیفہ ۳۹ھ

بنی حنیفہ کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں مشہور چالاک اور فتنہ پرداز مسیلہ کذاب بھی تھا یہ وفد ۳۹ھ میں آیا مگر مسیلہ مغرور تکبر کی وجہ حاضر بارگاہ نہ ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غوراً اس کے پاس تشریف لے گئے اور ثابت بن قیس بن شماس آپ کے ہمراہ تھے مسیلہ نے کہا اگر آپ مجھ کو اپنی خلافت عطا فرمائیں اور اپنے بعد مجھ کو اپنا قائم مقام مقرر کریں تو میں بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں حضور پر نور کے دست مبارک میں اس وقت کھجور کی ایک چھڑی تھی۔ آپ نے فرمایا اگر تو یہ چھڑی بھی مانگے گا تو نہ دوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے جو مفد فرمایا ہے تو اس سے سرمو تھا ورنہ نہیں کر سکے گا اور غالباً تو وہی ہے جو مجھ کو خواب میں دکھلایا گیا ہے اور یہ ثابت بن قیس ہیں مجھ کو جواب دیں گے یہ کہہ کر آپ واپس واپس تشریف لے آئے ابن عباس فرماتے ہیں میں نے ابو ہریرہ سے دریافت کیا کہ آپ کو کیا خواب دکھلایا گیا۔ ابو ہریرہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ

۱۷۔ فتح الباری - ج: ۸، ص: ۶۷، زرقانی، ج: ۴، ص: ۱۳

۱۸۔ یہاں سے واپس جانے کے بعد مسیلہ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں سے یہ جھوٹ بولا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنا شریک کر لیا ہے ۱۲۔ ابن ہشام۔

میرے ہاتھوں میں سونے کے دو گنگن لاکر رکھے گئے جس سے گھبرا یا خواب ہی میں مجھ سے یہ کہا گیا کہ ان میں پھونک مارو میں نے پھونک مار دی وہ فوراً اڑ گئے جس کی تعبیر یہ ہے کہ دو کذاب ظاہر ہوں گے چنانچہ ان دونوں سے ایک کذاب مسلیم ہوا اور دوسرا اسود عسیٰؑ اسود عسیٰ آپ ہی کی زندگی میں قتل ہوا اور دوسرا کذاب یعنی مسلیم صدیق اکبر کے عہد خلافت میں قتل ہوا۔
فَقَطَّعَ دَايِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ رَفَعَ الْبَارِي بَابَ وَفَد
نبی خلیفہ ص ۷۸ وزیر قافی ص ۱۹ ج ۴

پھر سلمہ میں مسلیم کذاب نے آپ کے پاس خط بھیجا جس کا یہ مضمون تھا۔
من مسیلمة رسول الله الى محمد سيدنا ك رسول الله في حركات محمد رسول الله في حركات
رسول الله اما بعد فاني قد اشركت معك في امر ما بعد فاني قد اشركت معك في امر ما بعد
معد في الامر وان لنا نصيب الارض بيننا وبينك نصيب الارض بيننا وبينك نصيب الارض بيننا وبينك
وليقرب نصيبها ولكن قولنا لا

۱۔ اسود عسیٰؑ سورا اللہ وہ جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اپنے فرزند علیؑ کو مع چند سواروں کے اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا مرض الوفا میں اس کے قتل کی خبر پہنچی۔ عبدالرحمن ثمالی نے اس بارہ میں یہ اشعار کہے۔
لَعَنِي وَ مَا عَمِيْرِي عَلَيَّ بِهَلَاكِيْ لَقَدْ جَرَعَتْ عَنَسٌ لَقَتْلِيْ اَلَا سَوْ د
قسم ہے میری زندگی کی (اور میری قسم معمول قسم نہیں) تبید عس اسود عسیٰ کے قتل سے گھبرا اٹھا۔

و قال رسول الله سيئوا القتل على خير موعود واسعدا سعد ۱۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے قتل کے لئے جہاد اللہ پرین دہدہ اور نریش نصیبی کی بشارت دی۔

فسدنا اليه في فوارس بهمستي على حنين امر من وصاة محمد
پس ہم چند سوار اس کے قتل کے لئے روانہ ہوئے تاکہ آپ کے حکم اور وصیت کی تعمیل ہو جس العباسی نے شرح شوالی ص ۳۱

عورہ کہتے ہیں کہ اسود عسیٰؑ ان حضرت کی وفات سے ایک دن اور ایک رات قبل مارا گیا ای وقت آپ کو بذریعہ وحی کے اس کی خبر دی گئی آپ نے صحابہ کو اس سے مطلع کیا۔ اس کے بعد جب ابو بکر صدیق خلیفہ ہو گئے تب تصادم ہونے لگا
آیا اللہ بعض کہتے ہیں کہ آپ کے دفن کے روز تصادم ہونے لگا رَفَعَ الْبَارِي بَابَ وَفَد تصدق الاسود عسیٰ۔

۱۵۔ اسود الاول افعل التفصيل والاشانی ج ۱ ص ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ جواب لکھوایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵
من محمد رسول اللہ الی صلیمۃ
الکذاب۔ اما بعد قال السلام
علی من اتبع الهدی فان
الارض لله بورثها من یشاء من
عباده والعاقبة للمتقین
بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف
سے سید کذاب کی طرف سلام موجود آت
کا اتباع کر کے تحقیق زمین اللہ کی ہے
جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے
عطا فرمائے اور اچھا انجام خدا سے ڈرنے
والوں کا ہے۔

یہ واقعہ حجة الوداع سے ماہی کے بعد کا ہے یہ

(۶) وفد طے

قبیلہ طے کا وفد جس میں پندرہ آدمی تھے۔ حاضر خدمت ہوا ان کا سوار زید النخیل
تھا آپ نے اسلام پیش کیا سب نے طیب خاطر سے اسلام قبول کیا اور زید النخیل کا نام زید النخیر
رکھا اور یہ فرمایا کہ عرب میں سے جس شخص کی میں نے تعریف سنی اس کو اس سے کم ہی پایا سوائے
تیکر۔ ۵

(۷) وفد کندہ

کندہ۔ بین کے ایک قبیلہ کا نام ہے سندھ میں انشی سواروں کا وفد آپ کی خدمت
میں حاضر ہوا ان کا سردار اشعث بن قیس تھا جب یہ لوگ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو

۵۔ ابن اثیر ج ۲، ص ۱۴۵ - ۵۔ عیون الاثر ج ۲، ص ۲۳۶

۶۔ اشعث بن قیس آپ کی وفات کے بعد قندھار گئے تھے عکروا کو صدیق کے ہاتھ پر تائب ہوئے اور جنگ
قادسیہ اور لائن اور بنو لادن بنو مذین شریک رہے سندھ یا سندھ میں کوڑ میں انتقال کیا۔ عیون الاثر ج ۲

جے پیئے ہوئے تھے جن کا سبب انشراحِ رشید کا تھا، آپ نے فرمایا کیا تم مسلمان نہیں۔ انھوں نے عرض کیا کیوں نہیں بلاشبہ ہم مسلمان ہیں آپ نے فرمایا پھر تمھاری گردنوں میں یہ رشید کیسا، انھوں نے اسی وقت ان کپڑوں کو بھاڑ کر پھینک دیا۔

مسئلہ: سبب انشراح اگر قلیل مقدار میں ہو مثلاً جارا انگشت تو اس کا استعمال جائز ہے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم سے اس کا پہنا ثابت ہے۔ غالباً اس مقام پر سبب انشراح کے حد سے متجاوز ہو گا اس لئے ممانعت فرمائی یہ

(۸) وفد اشعریین رحمہ

اشعریین مین کا ایک معزز اور بہت بڑا قبیلہ ہے جو اپنے جد امجد اشعر کی طرف منسوب ہے۔ اشعر کو اشعر اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے تو ان کے بدن پر بال بکثرت تھے اور یہ وفد اشعر صغیر صفت ہے اشعر بمعنی بال بکثرت یعنی جس کے معنی کثیر اشعر کے ہیں ابو موسیٰ اشعرؓ اسی قبیلہ کے ہیں یہ لوگ نہایت ذوق و شوق کے ساتھ یہ رجز پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔

غدا تلقی الکاحبہ محمد اوحذبہ
کل دستوں سے جا ملیں گے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گروہ سے

ادھر آپ نے صحابہ کو خبر دی کہ ایک جماعت آرہی ہے جو نہایت رقیق القلب اور نرم دل ہے، چنانچہ اشعریین کا وفد آپ کی خدمت میں پہنچا آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اہل مین آگئے جن کے دل نہایت رقیق اور نرم ہیں۔ (یعنی مساوت سے بالکل پاک ہیں، نوراً حق کو قبول کرتے ہیں رنگ و خشت نہیں کہ کسی موعظت و حکمت کا ان پر اثر نہ ہو، یہی درجہ ہے کہ ایمان مبینی ہے اور حکمت بھی مبینی ہے۔) یعنی ان کی رقت قلب اور نرم دلی کا یہ ثمر ہے کہ ان کے قلوب ایمان و عرفان کے معدن اور علم و حکمت کے سرچشمہ میں نبی امی فدائے فی دینی امی صلی اللہ علیہ وسلم

و حضرت دکرہ نے پہنچ فرمایا۔ رقت قلب ہی تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے اور قسارت قلب ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ (نمود باللہ من انقوسۃ اسمن)

چونکہ اہل یمن اکثر بکریاں رکھتے ہیں اس لئے آگے ارشاد فرمایا سکون اور اطمینان و قار اور تواضع بکریوں والوں میں ہے اور فخر اور خیل و تعالیٰ یعنی اپنے کو بڑا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا یہ دنٹ والوں میں ہیں اور مشرق کی جانب اشارہ فرمایا۔

وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اس لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں کہ تلفق فی الدین حاصل کریں اور تکوین عالم کی ابتداء اور آغاز کو دریافت کریں آپ نے فرمایا سب سے پہلے خدا تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا اور اُس کا عرش پانی پر تھا یعنی تکوین عالم کی ابتداء پانی اور عرش سے پہلی اول پانی پیدا کیا اور پھر عرش، پھر آسمان و زمین کو پیدا کیا اور ہر چیز کو لوح محفوظ میں لکھ دیا۔

نکتہ : ابن عساکر فرماتے ہیں۔ توحید اور اصول دین اور حدوث عالم میں کلام کرنا اور مسائل کلامیہ کی تحقیق و تدقیق خاندان اشعریین میں منسلک بعد منسل جاری رہی حتیٰ کہ امام ابو الحسن اشعری دجرا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں (یہ چیز خوب ظاہر اور نمایاں ہوئی اور علم کلام میں اہل سنت والجماعت کے بلا کلام پیشوا اور امام مانے گئے یہ)

(۹) وفد ازد

قبیلہ ازد کے پندرہ آدمیوں کا وفد جس میں ضرّ بن عبد اللہ ازدی بھی تھے حاضر بارگاہ رسالت ہو کر مشرف باسلام ہوئے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرّ بن عبد اللہ

۱۔ اس مسئلہ کی اگر مزید تفصیل دیکھو پتہ بخایہ فتح الباری باب بد الخلق اور البدایۃ والنہایۃ

بہانظاہر کثیر کی پہلی جلد کی مراجعت کریں ۱۲ منہ عفا عنہ۔

۲۔ فتح الباری - ج : ۸ ، ص : ۵۵

کو ان پر امیر مقرر کیا اور گرد و نواح کے مشرکین سے جہاد کا حکم دیا۔ مرد نے مسلمانوں کی ایک جمعیت ساتھ لے کر شہر جرش کا محاصرہ کیا اسی حالت میں جب ایک مہینہ گزر گیا اور شہر فتح نہ ہوا تو ضرر دین عبد اللہ محاصرہ چھوڑ کر واپس ہوئے اہل جرش ان کی واپسی کو ہزیمت اور شکست خیال کر کے ان کے تعاقب میں نکلے۔ جب جبل شکز پر پہنچے تو مسلمانوں نے پلٹ کر ان پر حملہ کر دیا جس سے اہل جرش کو شکست ہوئی۔

اہل جرش اس سے پشیمان ہو کر شخص تحقیق حال کے لئے مدینہ بھیج چکے تھے آپ نے ان لوگوں کو جبل شکز کے واقعہ کے اسی بعد اطلاع دی جس روز یہ واقعہ پیش آیا تھا جب یہ لوگ واپس ہوئے اور اپنی قوم سے تمام واقعہ بیان کیا تو قوم جرش کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف باسلام ہوئے۔ ۱۵

(۱۰) وفد بنی الحارث

بنی الحارث بنجران کا ایک معزز خاندان تھا ماہ ربیع الاخر یا جمادی الاولیٰ سنہ ۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو ان لوگوں کے پاس بھیجا کہ تین روز تک دعوت اسلام دیں اس کے بعد بھی اگر نہ مانیں تو مقابلہ کریں ان لوگوں نے فوراً ہی اسلام قبول کر لیا۔ خالد بن ولید نے اطراف و جوار میں بھی مبلغین اسلام بھیج دیئے ہر جگہ لوگوں نے بغیر کسی مزاحمت کے دعوت اسلام کو قبول کیا۔ خالد بن ولید نے یہ خوشخبری کھہ کر آپ کی خدمت میں روانہ کی۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو کھہرا کر بھیجا کہ ان کا ایک وفد لے کر یہاں آؤ چنانچہ خالد بن ولید ان کا ایک وفد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں قیس بن حصین اور زید بن مجل اور شداد بن عبد اللہ بھی تھے جب یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے یہ فرمایا:

من هؤلاء القوم الذین کانھم

یہ کون لوگ ہیں گویا کہ ہندوستان کے

مرض کیا ہم بنوا محرت میں گرا ہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں چونکہ یہ لوگ بڑے پیادہ تھے مقابل پر ہمیشہ غالب رہتے تھے، اس لئے آپ نے ان سے دریافت فرمایا تم کس بنار پر لوگوں پر غالب رہتے ہو، بولے کہ ہم ہمیشہ متفق رہتے ہیں پس میں اختلاف نہیں کرتے اور نہ آپس میں ایک دوسرے پر حسد کرتے ہیں اور کسی پر ابتدا ظلم نہیں کرتے، سخی اور تنگی کے وقت صبر کرتے ہیں، آپ نے فرمایا سچ کہتے ہو، اذقیس بن حصین کو ان پر امیر مقرر کیا۔ اور ان کے جانے کے بعد عمر بن حزم کو تعلیم دی اور صدقات وصول کرنے کے لئے ان کی طرف روانہ کیا۔ اور کتاب الصدقات یعنی ایک تحریر جس میں صدقات و زکوٰۃ کے احکام تھے لکھوا کر ان کو مرحمت فرمائی۔

یہ وفد اہ شوال یا ذی قعدہ میں اپنی قوم کی طرف واپس ہوا واپسی کے بعد چار مہینے نہ گزے تھے کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم سے رحلت فرما گئے۔ فَاَللّٰهُمَّ اِنَّا لِرَجْعَتِهِ

(۱۱) وفد ہمدان

ہمدان میں کا ایک بہت بڑا قبیلہ ہے، اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول خالد بن ولید کو بغرض دعوت اسلام ان کی طرف بھیجا چھ ماہ ٹھہرے رہے مگر کسی نے اسلام قبول نہ کیا بعد ازاں آپ نے حضرت علی کو والا نامہ دے کر روانہ کیا اور یہ فرمایا کہ خالد کو واپس بھیج دینا حضرت علی نے جا کر سب کو جمع کیا اور آپ کا والا نامہ سنایا اور دعوت اسلام دی ایک ہی دن میں تمام لوگ مسلمان ہو گئے حضرت علی نے بذریعہ تحریر کے اس واقعہ کی آپ کو اطلاع دی اپنے سجدہ شکوہ ادا کیا اور جوش مسرت میں کہتی بار یہ فرمایا اسلام علی ہمدان (رداء البیہقی عن البزار بن عازب بن سادع) یہ مشہور واقعہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس ہوئے اس کے

ایک سال بعد جب اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبرک سے واپس آئے تو عین اسی زمانہ میں ہمدان کا ایک وفد مدینہ منورہ پہنچا عین کی منتقلی چادریں اوڑھے ہوئے اور عدن کے غلامے باندھے ہوئے اور مہری اونٹوں پر سوار اس شان سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ آپ سے گفتگو کی آپ سے جو درخواست کی آپ نے اس کو منظور کیا اسی ایک تحریر لکھوا کر دی اور مالک بن انطاکو جو اس وفد کے ارکان میں سے تھے ان کو دہاں کے مسلمانوں پر امیر مقرر کیا۔ یہ ابن ہشام کی روایت ہے اور سند اس کی ضعیف ہے جن بن یعقوب ہمدانی نے ذکر کیا ہے کہ اس وفد میں ایک گنہگار آدمی تھے واللہ اعلم

(۱۲) وفد مزینہ

۵ھ میں قبیلہ مزینہ کے چار سو آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے، چلتے وقت آپ سے درخواست کی کہ ہمارے پاس کھانے کا سامان نہیں کچھ زادراہ ہم کو عطا فرمائیے آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا ان کو زادراہ دے دو، عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس بہت تھوڑی کھجوریں ہیں۔ ان کے لئے کافی نہیں ہو سکتیں، آپ نے فرمایا جانان کو تو خربے دو۔ حضرت عمرانؓ کو اپنے گھرنے لگے سب نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق کھجوریں لے لیں اور اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی (مداد احمد والطبرانی والبیہقی)

کثیر بن عبد اللہ المزنیؓ اپنے باپ سے اندرہ ان کے جد سے راوی ہیں کہ سب سے پہلا وفد جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مزینہ کا وفد ہے کہ جن میں چار سو آدمی قبیلہ کے آئے حافظ عراقی المغنیۃ السیر میں فرماتے ہیں۔

أَدْلُ وَفْدٍ وَفَدَّوْا الْمَدِينَةَ سِتَّةَ خَمْسِينَ وَفَدَّوْا مَزِينَةَ

سب سے پہلا وفد جو مدینہ آیا وہ قبیلہ مزینہ کا وفد ہے جو ۵ھ میں آیا

(۱۳) وفد دوس

سُنتہ میں قبیلہ دوس کے شہزادہ کی آمدی فتح خیبر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
مفضل و اٹو طفیل بن عمرو دوس کے اسلام کے بیان میں گزر چکا ہے اور زرقانی ص ۳۷ ج ۴ مہجرت
کی جائے۔

(۱۴) وفد نصارائے بخران

بخران - یمن میں ایک بیت بڑا دشمن ہے مکہ مکرمہ سے سات منزل کے فاصلہ پر ہے
تہذیب قبیلہ اوگادوں اس کے تابع اور ملحق ہیں سب سے پہلے بخران بن زید بن یثجب بن یعرب
بن قحطان یہاں آکر آباد ہوا اس لئے اُس کے نام سے یہ شہر موسوم ہوا۔ وہ اُنحد و جس کا ذکر
بروج میں ہے۔ وہ علاقہ بخران ہی کے کسی قبیلہ یا گاؤں میں تھی لے

سُنتہ میں نصارائے بخران کا ایک وفد آپ کی خدمت میں آیا جس میں میں شاٹھ
آدمی تھے ان میں سے چودہ آدمی ان کے اخراجات اور سریر اور وہ لوگوں میں سے تھے رئیس لوند
اور امیر تافلہ عبد اللہ عقیق تھا اور سید انیم بن منزہ وزیر و مشیر و منظم تافلہ تھا اور ان کا
پیر ہادی جس کو خبڑ اور اسقف کہتے تھے وہ ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔ ابو حارثہ اصل میں عرب کا
تھا قبیلہ بکر بن راعی سے تھا، عیسائی بن گیا تھا شاہان روم اس کے علم و فضل اور مذہبی صلاحات
اور دینی پختگی کی وجہ سے بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور بڑی بڑی جاگیریں دے دے کبھی تھیں اور

لے شرح مواہب - ج ۲، ص ۴۱ - ۴۲، کما ذکر ابن اسحاق ہم وفد و اعلیٰ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی منہ

تسع و ساءم - فتح الباری باب مناقب ابی عبیدہ بن الجراح ص ۷۷

(تنبیہ) - وفد بخران کا مفضل و اٹو حافظ ابن تیمیہ نے الجواب العیج ص ۷۵ ج ۱۱ تا ص ۷۶ ج ۱۱ میں ذکر کیا ہے حضرت

ابن عمر اس کی مراجعت کریں ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ - ۱۷ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳ - ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۰ - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۵ - ۴۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۱ - ۵۲ - ۵۳ - ۵۴ - ۵۵ - ۵۶ - ۵۷ - ۵۸ - ۵۹ - ۶۰ - ۶۱ - ۶۲ - ۶۳ - ۶۴ - ۶۵ - ۶۶ - ۶۷ - ۶۸ - ۶۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۷۲ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۶ - ۷۷ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - ۸۲ - ۸۳ - ۸۴ - ۸۵ - ۸۶ - ۸۷ - ۸۸ - ۸۹ - ۹۰ - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴ - ۹۵ - ۹۶ - ۹۷ - ۹۸ - ۹۹ - ۱۰۰

لے شرح مواہب - ج ۲، ص ۴۱ - ۴۲

گر جا کا امام مقرر کر رکھا تھا۔ یہ وفد بڑی آن بان کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچا آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد نبوی میں اتارا عصر کی نماز ہو چکی تھی کچھ دیر بعد جب ان لوگوں کی نماز کا وقت آیا تو ان لوگوں نے اپنی نماز پڑھنی چاہی۔ صحابہ نے روکا مگر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھنے دو چنانچہ مشرق کی طرف منہ کر کے ان لوگوں نے نماز پڑھی۔ دوران قیام میں مختلف مسائل پر گفتگو ہوئی۔ دینح البدری قصہ اہل بخران وچ ۳۰۰ وشرح المصاب ۳۱ ج ۴۲

سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور انبیئت بائیسے میں جاحشہ اور مکالمہ شروع ہوا (نصائے بخران) اگر حضرت مسیح علیہ السلام ابن اللہ تعالیٰ خدا کے بیٹے نہیں تو ان کا باپ کون ہے۔
 دحض حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم کو خوب معلوم ہے کہ میثا باب کے مشابہ ہوتا ہے۔
 دحضائے بخران۔ کیوں نہیں ہے شک ایسا ہی ہوتا ہے۔

نتیجہ نکلا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ تو خدا کے مثل اور شاہ جہ نے چاہیں ملا کر سب معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ بیٹے اور بیٹے چون جگہ ہے۔ نینس کتلب شنی وکند یکن لہ کفوا آحد ہ
 دحض حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہمارا پروردگار رحمتی کا بخوٹ لیجئے زندہ کبھی اس پر موت نہیں آتی کسی ہے۔ وان عیسیٰ یا قی علیہ الفناء اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت اور فنا آنے والی ہے۔

(نصائے بخران) بے شک یہ صحیح ہے

تنبیہ : اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب سے کہ ان عیسیٰ یا قی علیہ الفناء صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہی مرے نہیں، زمانہ آئندہ میں ان پر موت اور فنا آئے گی۔ حورہ نصاریٰ کے عقیدہ کے مطابق یہ الزامی جواب دیا جاسکتا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام تمہارے زعم اور عقیدہ کے مطابق مقتول و مصلوب ہو چکے ہیں لہذا وہ خدا کیسے ہوئے کیا خدا بھی مقتول و مصلوب ہو سکتا ہے مگر چونکہ حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے کوئی کلمہ اور کوئی حرف غلات حق اور غلات واقع نہیں نکل سکتا اس لئے جواب میں وہی ارشاد فرمایا جو بالکل حق اور واقعہ کے مطابق تھا کہ ان عیسیٰ یا قی علیہ الفناء کہ عیسیٰ علیہ السلام پر زمانہ

آئندہ میں موت آئے گی اور ابھی تک ان پر موت نہیں آئی بلکہ زندہ ہیں۔

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم کو معلوم ہے کہ ہمارے پروردگار ہر چیز کا قائم رکھنے والا تمام عالم کا محافظ اور نگہبان اور سب کا رازق ہے کیا عیسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے کسی چیز کے مالک ہیں۔
 انصار اے نجران انہیں۔

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان اور زمین کی کوئی شئی پوشیدہ نہیں کیا عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے کچھ نامعلوم ہے جو ان کو خدا تعالیٰ نے بتلادیا ہے۔
 انصار اے نجران انہیں۔

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم کو خوب معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو رحم مادر میں جس طرح پالنا بنایا اور تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ اس کو بول و براز کی حاجت لاحق ہوتی ہے۔

انصار اے نجران بے شک۔

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم کو خوب معلوم ہے کہ حضرت مریم اور عورتوں کی طرح عیسیٰ علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں اور مریم صدیقہ نے ان کو اسی طرح جنا جس طرح عورتیں بچوں کو جنمتی ہیں اور پھر بچوں ہی کی طرح ان کو غذا بھی دی گئی۔ وہ کھاتے اور پیتے بھی تھے اور بول و براز بھی کرتے تھے۔

انصار اے نجران بے شک ایسا ہی تھا۔

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر خدا کیسے ہوئے۔

یعنی جن کی تخلیق اور تصویر رحم مادر میں ہوئی ہو اور ولادت کے بعد وہ غذا کا محتاج ہو اور بول و براز کی حاجت اس کو لاحق ہوتی ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔

انصار اے نجران پر حق واضح ہو گیا مگر دیدہ دانستہ اتباع حق سے انکار کیا۔ اللہ عزوجل نے اس بارہ میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

الْمَلَأَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ
 الْقَيُّومُ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ
 مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ
 التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ مِن قَبْلُ هُدًى
 لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ
 كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ
 وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا
 يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا
 فِي السَّمَاءِ ۚ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ
 فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَهَ
 إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۚ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ ہے اور سب سے
 عالم کی حیات اور وجود کو قائم رکھنے والا اور تھکنے
 والا ہے اس نے آپ پر ایک کتاب حق کے ساتھ نازل
 کی جو تمام کتب سابقہ کی تصدیق کرنے والی ہے اور
 قرآن سے پہلے اس نے توریت اور انجیل لوگوں کی
 ہدایت کیلئے اتاری اور اس نے معجزات بھی اتارے
 تحقیق جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا ان
 کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے
 اور بدلہ لینے والا ہے تحقیق اللہ پر آسمان اور زمین
 کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں وہی ہے کہ جو رحم مادر میں تمہاری
 صورتیں اور شکلیں بناتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں
 وہی غالب اور حکمت والا ہے

یہ تمام مباحثہ تفسیر و مفسر ج ۲ بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم مفصل مذکور ہے
 آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصارائے نجران پر اسلام پیش کیا انھوں نے کہا ہم تو پہلے ہی
 سے مسلمان ہیں آپ نے فرمایا تمہارا اسلام کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب کہ تم خدا کے لئے بیٹا تجویز کرتے
 ہو اور صلیب کی پرتش کرتے ہو اور خنزیر کھاتے ہو نصارائے نجران نے کہا آپ حضرت مسیح کو اللہ کا
 بندہ بتلاتے ہیں کیا آپ نے حضرت مسیح جیسا کسی کو دکھایا یا سنا بھی ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
 إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ
 خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ
 فَيَكُونُ ۚ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ

تحقیق عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی
 طرح ہے کہ مٹی سے ان کو پیدا کیا پھر کہا کہ ہو جا سو ہو گیا
 یہ بات اللہ کی طرف سے حق ہے پس شک کو نہ کرنا

مِنَ الْمُتَرِّينَ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ
 مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ
 تَعَالَوْا نَدْعُ آبَاءَنَا وَآبَاءَكُمْ
 وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا
 وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ
 لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝
 ۱۷
 میں سے مت ہونا پس اس علم اور حقیقت کے بعد
 بھی آپ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کوئی جھگڑا
 کرے تو یہ کہہ دیجئے کہ آؤ بلائیں اپنے بیٹوں کو اور
 تمہارے بیٹوں اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں
 اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو اور مباہلہ کریں
 یعنی اللہ سے عجز و زاری کے ساتھ دعا مانگیں اور
 جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

مباہلہ

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ مباہلہ کے لئے تیار ہو گئے اور اگلے روز امام
 حسن اور امام حسین اور حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء اور حضرت علی کو اپنے ہمراہ لے کر باہر
 تشریف لے آئے نصارائے بخران مبارک اور نورانی چہروں کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے اور آپ کے
 مہلت مانگی کہ ہم آپس میں مشورہ کر لیں اس کے بعد آپ کے پاس حاضر ہوں گے علیحدہ جا کر آپس
 میں مشورہ کرنے لگے۔ سید الہیم نے عاقب عبدالمسیح سے کہا خدا کی قسم تم کو خوب معلوم ہے کہ یہ
 شخص بنی مرسل ہے تم نے اگر اس سے مباہلہ کیا تو باطل ہلاک اور برباد ہو جاؤ گے۔ خدا کی قسم
 میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ پہاڑ کے ٹٹنے کی بھی دعا مانگیں تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے
 ٹل جائے، خدا کی قسم تم نے ان کی نبوت اور سبب نبی کو خوب پہچان لیا ہے عیسیٰ علیہ السلام
 کے بارے میں آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل قول فیصل ہے خدا کی قسم کسی قوم نے کبھی کسی نبی
 سے مباہلہ نہیں کیا مگر ہلاک ہوئے لہذا تم مباہلہ کر کے اپنے کو ہلاک مت کرو تم اپنے ہی دین
 پر قائم رہنا چاہتے ہو تو صلح کر کے واپس ہو جاؤ۔ بالآخر انہوں نے مباہلہ سے گریز کیا اور سالانہ

جزیرہ دنیا منظور کیا۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، عذاب اہل بخران کے سردوں پر آگیا تھا، اگر یہ لوگ مباحثہ کرتے تو بندہ اور سوار سوار پیچھے جاتے اور تمام دادی آگ بن کر ان پر سبستی اور تمام اہل بخران ہلاک ہو جاتے۔ حتیٰ کہ درختوں پر کوئی پرندہ بھی باقی نہ رہتا۔ ۱۵

دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد نامہ تحریر کرایا۔ جس کا حاصل یہ تھا:
 (۱)۔ اہل بخران کو سالانہ دو ہزار حلہ ادا کرنے ہوں گے، ایک ہزار راہِ حجب میں اور ایک ہزار ماہِ صفر میں اور ہر جگہ کی قیمت ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم ہوگی۔

(۲)۔ اہل بخران پر آپ کے قاصد کی ایک مہینہ تک جہانی لازم ہوگی۔
 (۳)۔ یمن میں اگر کوئی شورش یافتہ پیش آجائے تو اہل بخران پرتیس زرہیں اور تیس گھوڑے اور تیس اونٹ عاریتہ مانگے، دینے ہوں گے جو بعد میں واپس کر دیئے جائیں گے اور اگر کوئی شنی گم یا ضائع ہوگی تو اس کا ضمان ہم پر ہوگا۔

(۴)۔ اللہ اور اس کا رسول ان کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہے، ان کے اموال و املاک ان کی زمین و جامدات ان کے حقوق ان کے مذہب اور ملت اور ان کے تیس اور راہِ حجب اور ان کے خاندان اور ان کے قبیعین کوئی تغیر اور تبدل نہ ہوگا جاہلیت کے کسی خون کا ان سے مقابلہ نہ ہوگا۔ ان کی سرزمین میں کوئی لشکر داخل نہ ہوگا۔

(۵)۔ جو شخص ان سے حق کا مطالبہ کرے گا تو ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف کیا جائے گا۔

(۶)۔ جو شخص سود کھائے گا تو میرا ذمہ اس سے بری ہے۔

(۷)۔ اگر کوئی شخص ظلم اور زیادتی کرے گا تو اس کے بدلہ میں دوسرا شخص ماخوذ نہ ہوگا۔

یہ اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے جب تک وہ اس پر قائم رہیں ابو سفیان بن حرب اور عبد اللہ بن عمرو اور مالک بن عمرو اور قرعہ بن حابس اور مغیرہ بن شعبہ نے اس عہد نامہ

پر دستخط کئے گئے۔

نصارائے نجران یہ عہد نامہ لے کر واپس ہوئے اور چوتھے وقت آپ سے یہ درخواست کی کہ کسی امانت دار شخص کو آپ ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ ہم سے مال صلح لے کر واپس آجائے آپ نے فرمایا میں نہایت امانت دار شخص کو تمہارے ساتھ کروں گا یہ کہہ کر ابو عبیدہ بن الجراح کو ساتھ جانے کا حکم دیا اور یہ اس امت کا امین ہے۔

یہ لوگ آپ کا فرمان لے کر نجران واپس ہوئے جب نجران ایک منزل رہ گیا تو وہاں کے پادری اور معززین نے ان کا استقبال کیا۔ وفد نے آپ کی تحریر پادری کے حوصلے کی پادری اس کے پڑھنے میں مشغول ہو گیا، اسی اشارہ میں ابو حارثہ کے فخر نے جس پر وہ سوار تھا ٹھوکر کھائی اس کے چاند بھائی کرز بن علقمہ کی زبان سے نکلا تعس الابلعدہ کبخت ہلاک ہو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعیا فاما للہ ابو حارثہ نے برہم ہو کر کہا تو ہی کبخت ہے۔ خدا کی قسم وہ نبی مرسل ہے، یہ وہی نبی ہیں جن کی توریت اور انجیل میں بشارت دی گئی ہے، کرز نے کہا کہ پھر ایمان کیوں نہیں لے آتے۔ ابو حارثہ نے کہا ان بادشاہوں نے ہم کو جو کچھ مال و دولت دے رکھا ہے وہ سب واپس لے لیں گے۔ کرز نے کہا خدا کی قسم میں تو اپنی ناتہ کو مدینہ ہی جا کر کھولوں گا اور نہایت ذوق شوق کے ساتھ یا شاعر پڑھتا ہوا مدینہ روانہ ہوا۔

ایک تعدو قلنا وَ ضَیْنِہَا مُعْتَرِکَافِی بَطْنِہَا جَیْنِہَا
مخالفادین النصاری دینہا

یہاں تک کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرت باسلام ہوئے اور وہیں رہ پڑے اور کسی معرکہ میں شہید ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۵۔ نالما حدیث ج ۱۳ اور ہایت امیر کانی ردالمیہود والنصارى ص ۱۱۵ میں یہ واقعہ اسی طرح مذکور ہے اور محمد بن اسحق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ نجران سے آتے وقت ہشیا آیا اور اسے ص ۱۱۳ ج ۲۲ کرز بن علقمہ نجرانی میں بھی محمد اسحق کی روایت کے مطابق مذکور ہے۔ ۱۵ شرح مواہب ج ۴ ص ۲۲۰۔

چند روز بعد سید اہم اور عبدالمسیح عاتق بھی مدینہ منورہ حافر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کیا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ آپ نے دونوں کو البراءتوب انصاریؓ کے مکان پر ٹھہرایا۔

ایک ضروری تنبیہ

بخران میں دو فریق تھے ایک اُمتین کا اور دوسرا انصاری کا فریق آدل نے اسلام قبول کر لیا تھا جیسا کہ وفد بنی الحارث کے بیان میں گزر چکا ہے اور فریق ثانی سے جزیہ پر صلح فرمائی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بخران کی طرف فریق اول سے صدقات وصول کرنے کے لئے اور فریق ثانی سے جزیہ وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا یہ مطلب نہیں کہ ایک ہی فریق سے جزیہ اور صدقہ دونوں وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا تاکہ یہ اشکال ہو کہ ایک ہی فریق سے صدقہ اور جزیہ دونوں کیسے وصول کئے جاسکتے ہیں ۵

(۱۵) فروة بن عمرو بن عبدالمطلب کی سفارت کا ذکر

فروة بن عمرو بن عبدالمطلب - شاہ روم کی طرف سے معان اور ارض شام کا عامل اور والی تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کو دعوت اسلام کا خط بھیجا تو مسلمان ہو گیا اور ایک قاصد کو کچھ ہدایات دے کر آپؐ کی خدمت میں روانہ کیا۔ رومیوں کو جب فروة بن عمروؓ کے اسلام کی خبر ہوئی تو اُس کو پھانسی دے دی فروة کو جب پھانسی پر لٹکانے لگے تو یہ شعر پڑھا۔

بَلِّغْ سَرَّاءَ الْمُسْلِمِينَ بَانِي سَلَمَ لِرَجِي اعْطَى وَمَقَامِي

مسلمانوں کے سر راہوں کو یہ خبر پہنچا دو کہ میں مسلمان ہوں اور میری ہڈیاں اور جانے قیام سب اللہ کی مطیع ہیں ۵

۱۔ شرح صحابہ - ج ۴، ص ۳۱۴

۲۔ زاد المعاد - ج ۳، ص ۴۴

۳۔ " " " " " "

(۱۴) قدم ضمام بن ثعلبہ

بنو سعد کی طرف سے سلسلہ میں ضمام بن ثعلبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انڈ
کو مسجد کے دروازہ کے قریب باندھ دیا اور خود مسجد میں داخل ہوئے اور دریافت کیا کہ محمد صلی
اللہ علیہ وسلم اکون ہیں آپ اس وقت مجلس میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے صحابہ نے جواب دیا
کہ یہ مرد مبارک جو تکیہ لگائے ہوئے ہے اس شخص نے کہا اے عبدالمطلب کے بیٹے آپ نے
فرمایا میں نے سن لیا ہے۔ اُس نے کہا میں آپ سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں اور سختی سے سوال کروں گا
آپ اپنے دل میں ناراض نہ ہوں، آپ نے فرمایا تمہیں جو کچھ پوچھنا ہے پوچھو۔ اُس نے کہا میں آپ کو
خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، آپ نے
فرمایا ہاں۔ اے اللہ تو گواہ ہے پھر اس نے علیحدہ علیحدہ دریافت کیا کہ کیا اللہ نے دن رات
میں پانچ نمازوں کا اور سال بھر میں ایک مہینہ کے روزوں کا اور مالداروں سے زکوٰۃ اور
صدقہ کے فرقہ تقسیم کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے آپ نے فرمایا ہاں اے اللہ تو گواہ ہے
اس شخص نے کہا آپ جو کچھ اللہ کی طرف سے لاتے ہیں، میں اُس سب پر ایمان لایا اور میں
اپنی قوم کا قاصد اور فرستادہ ہوں اور میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے یہ صحیح بخاری کی روایت ہے صحیح مسلم
میں ہے کہ اس شخص نے یہ کہا قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں
اس میں کوئی کمی اور نہ یا دتی نہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا تو ضرور جنت میں داخل ہوگا
مسئلہ: اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کسی عالم یا کسی صاحبِ وجاہت کیلئے
مجلس میں تکیہ لگا کر بیٹھنا جائز ہے۔

ضمام بن ثعلبہ جب آپ سے رخصت ہو کر اپنی قوم میں پہنچے تو سب کو جمع کر کے ایک تقریر
کی سب سے پہلا جملہ یہ تحالات اور عزای بہت بُرے تھیں۔

لوگوں نے کہا اے ضام یہ لفظ زبان سے مست نکالو کہیں تم مجھوں اور کوڑھی نہ ہو جاؤ۔
ضام نے کہا انھوں صد انھوں خدا کی قسم لات وعزی تم کو نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ضرر۔
اللہ نے ایک رسول بھیجا اور اس پر ایک کتاب نازل کی جس نے تم کو ان خرافات سے چھڑایا۔
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور
میں آپ کے پاس سے یہ احکام سیکھ کر آیا ہوں۔ شام نہ ہونے پانی کو تمبیہ کا کوئی مرد اور عورت ایسا
باقی نہ رہا کہ جو مسلمان نہ ہو گیا ہو حضرت عمر اور ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے کسی قوم کے داندلو کا قصد
کو شام بن ثعلبیہ سے افضل اور بہتر نہیں پایا (رداء ابن اسحق) ۱۷

۱۷) وفد طارق بن عبد اللہ محارب بنی محارب

طارق بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں بازار ذی الجواز میں تھا کہ ایک سامنے سے یہ کہتا ہوا
نظر آیا۔

ایہا الناس قولوا لا الہ الا اللہ
تفلیحوا
اے لوگو لا الہ الا اللہ کہو سلطان پاؤ
۱۷

اور ایک شخص اس کے پیچھے پیچھے ہے پتھر مارتا جاتا ہے اور یہ کہتا جاتا ہے
یا ایہا الناس انہ کذاب فلا تصدقوا اے لوگو یہ جڑ ہے اس کی تصدیق نہ کرنا۔
میں نے دریافت کیا یہ کون شخص ہے، لوگوں نے کہا یہ بنی ہاشم میں کا ایک شخص ہے جو یہ
کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور یہ پتھر مارنے والا ان کا چچا ابولہب ہے۔

طارق بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جب لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور آپ مدینہ ہجرت
فرما گئے تو ہم مدینہ کی کھجوریں لینے کے لئے زبدہ سے چلے مدینہ کے قریب پہنچ کر ایک باغ میں اترنے
کا ارادہ کر رہے تھے، ایک شخص وہاں چادریں اور ڈھے ہوئے سامنے سے آیا اور ہم کو سلام کیا اور

دریافت کیا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ ہم نے کہا کہ زندہ سے، اس شخص نے کہا کہاں کا قصد ہے ہم نے کہا مدینہ کا، اس نے کہا کس لئے، ہم نے کہا کجوریں خریدنے کے لئے، ہم لوگوں کے پاس ایک سرخ اونٹ تھا، اس شخص نے ہم سے دریافت کیا کہ کیا اس اونٹ کو اتنی کجوریوں کے معاوضہ میں فروخت کرتے ہو۔ ہم نے کہا ہاں اتنی کجوریں اس کے معاوضہ میں لیں گے، اس شخص نے اسی قیمت میں منظور کر لیا اور قیمت گھٹانے کی بابت کچھ نہیں کہا۔ اور اونٹ لے کر چلا گیا۔ ہم آپس میں کہنے لگے کہ بغیر قیمت لئے اونٹ ایسے شخص کے حوالہ کر دیا کہ جسے ہم پہچانتے بھی نہیں۔ ان میں کی ایک ایک حدود و نشین عورت نے کہا میں نے اس شخص کے چہرہ کو دیکھا ہے خدا کی قسم اس کا چہرہ چودھویں رات کا چاند کا ایک ٹکڑا تھا، یہ چہرہ کسی جھوٹے خدا رکاز نہیں تم گھبرائیں میں قیمت کی ذمہ دار ہوں۔

در دل ہر امتی کو حق مزہ است رود آواز پیمبر معجزہ است
یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک شخص آیا اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں
آپ نے یہ کجوریں بھیجی ہیں ان کو کھاؤ اور ماپ لو، ہم نے وہ کجوریں خوب سیر ہو کر کھائیں اور
پھر اپنا تو باطل پوری پائیں۔

اگلے روز مدینہ میں داخل ہوئے آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے (عالمیاً جمعہ کا دن تھا)
یہ کلمات ہم نے سنے۔

نصد قوافن الید العلیا خیر من صدقہ اندیارات کرداد پناہ تھ نیچے ہاتھ سے
الید السفلی مک و اباک و اختک بھر ہے، میں اور باپ بن اور بھائی اور قریبی
و احاک و ادناک ادناک رشتہ داروں کا زیادہ خیال رکھو۔
رواہ البیہقی والحاکم وغیرہ ہا۔ ۱۷

(۱۸) وَفْدِ شَجَبِ

شَجَبِ مین میں قبیلہ کنده کی ایک شاخ ہے قبیلہ شَجَبِ کے تیرہ آدمی صدقات کا مال لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اس مال کو واپس لے جاؤ اور وہیں کے فقر پر تقسیم کر دو، انھوں نے کہا ہم وہی مال لائے ہیں جو وہاں کے فقر پر تقسیم کرنے کے بعد بچ رہا ہے صدیق اکبر نے کہا یا رسول اللہ تجیب صیبا وند اب تک کوئی نہیں آیا آپ نے فرمایا بے شک ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اس کا سینہ ایمان کے لئے کھول دیتا ہے ان لوگوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد مسائل دریافت کئے آپ نے ان کو جوابات کھسکوائے اور حضرت بلال کو تاکید کی کہ اچھی طرح ان کی بھائی کی جگہ۔ چند روز ٹھہر کر وہی کی اجازت چاہی، آپ نے فرمایا جلدت کیا ہے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ دل یہ چاہتا ہے کہ آپ کے دیدار پُرانوار اور آپ کی صحبت سے جو فیوض اور برکات حاصل ہوئے ہیں اپنی قوم کو جا کر ان کی اطلاع دیں، آپ نے ان کو انعام و اکرام دے کر رخصت فرمایا۔ چلتے وقت پوچھا کہ تم میں سے کوئی باقی تو نہیں رہ گیا۔ انھوں نے کہا ایک نوجوان مرد کا رہ گیا ہے۔ جس کو ہم نے سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس کو بلاؤ۔ وہ حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے میرے قبیلہ کے لوگوں کی حاجتیں پوری فرمائیں ایک میری حاجت ہے، آپ نے فرمایا وہ کیا ہے۔ اُس نوجوان نے کہا کہ میں نقطہ اس لئے گھر سے نکلا ہوں کہ آپ میرے لئے خدا تعالیٰ سے یہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے اور مجھ پر رحم کرے اور میرے دل کو غنی بنا دے۔ آپ نے دعا فرمائی۔

اللھم اغفر لہ وارجعہ واجعل غناہ فی قلبہ لے اللہ اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اس کے دل کو غنی بنا دے اور اس کے بعد اس نوجوان کے لئے بھی انعام و اکرام کا حکم دیا۔

سلسلہ میں جب اس قبیلہ کے لوگ حج کے لئے آئے اور منیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے لے کر آپ نے اُس نوجوان کا حال دریافت فرمایا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اُس کے زہد اور قناعت کا عجب حال ہے، ہم نے اس سے بڑھ کر زاہد اور قانع نہیں دیکھا۔ کتنا ہی مال و دولت اس کے سامنے اُس کے سامنے تقسیم ہوا ہو مگر وہ کبھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ وفات کے بعد جب اہل یمن اسلام سے پھرنے لگے تو اس نوجوان نے لوگوں میں وعظ کیا جس سے سب اسلام پر قائم رہے اور بحمد اللہ کوئی شخص اسلام سے نہیں پھرا۔ صدیق اکبرؓ نے جانے والوں سے ان کا حال دریافت کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو زیاد بن ولید کو لکھ کر بھیجا کہ اس نوجوان کا خاص طور سے خیال رکھیں۔

(۱۹) وَفْدِ هَذِيمِ

قبیلہ ہذیم کا وفد جب مسجد نبویؐ میں پہنچا تو اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں مشغول تھے، یہ لوگ علیحدہ جگہ بیٹھ گئے نماز سے فارغ ہو کر آپؐ نے ان کو بلایا اور پوچھا کیا تم مسلمان نہیں انھوں نے کہا ہم مسلمان ہیں آپؐ نے فرمایا پھر اپنے بھائی کے نماز جنازہ میں کیوں شریک نہیں ہوئے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے یہ گمان کیا کہ جب تک آپؐ بیعت نہ کر لیں اس وقت تک سے لے جنازہ وغیرہ میں شرکت جائز نہیں، آپؐ نے فرمایا تم مسلمان ہو جاؤ بھی ہو۔ بعد ازاں ان لوگوں نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور رخصت ہوئے ایک نوجوان جو سب سے کم عمر تھا اُس کو سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا تھا آپؐ نے ہم کو واپس بلایا وہ نوجوان آگے بڑھا اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ہم میں سب سے چھوٹا اور ہمارا خادم ہے آپؐ نے فرمایا:

اصغر القوم خادمہم باریک
 قوم میں کا چھوٹا بچہ بزرگوں کا خادم ہوتا ہے اللہ
 اللہ علیک ۔
 تمہاری برکتیں نازل فرمائے۔

چنانچہ آپ کی دعا کی برکت سے وہی سب سے بہتر اور سب سے زیادہ قرآن کا عالم ہوا
اور پھر آپ نے اسی کو ان پر امیر اور امام مقرر کیا اور آپ کے علم سے چلتے وقت حضرت بلال نے ہم کو
انعام و اکرام دیا جب وطن واپس ہوئے تو تمام قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا۔ ۱۷

(۲۰) وفد بنی فزارہ

غزوہ تبوک کی واپسی کے بعد بنی فزارہ کے تقریباً چودہ آدمی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے
آپ نے ان کے بارگاہ حال دریافت کیا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ تھوڑی دیر سے تباہ ہیں آپ نے
بلالؓ کی رحمت کی دعا فرمائی۔ ۱۸

(۲۱) وفد بنی اسدؓ

وہی آدمی قبیلہ بنی اسد کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت مسجد میں
تشریف فرما تھے، اول آپ کو سلام کیا بعد ازاں ان میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ہم گواہی
دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں
بغیر آپ کے بلائے ہم خود بخود آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَسْمُحُونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوا قَلِيْلًا
تَسْمُحُوا عَلٰى اِسْلَامِكُمْ بِلِلّٰهِ يَتَعِنُ
عَلَيْكُمْ اَنْ هٰدِكُمْ لِاِيْمَانٍ اِنْ
كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۔ ۱۹

آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان قبلاتے ہیں۔ آپ
کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت قبلہ و کہہ
اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تم کو ایمان کی توفیق
دی اگر تم سچے ہو۔

مقت منہ کہ خدمت سلطان بھی کنی
منت خناس از دو کہ بندت بدشت

بعد ازاں لوگوں نے کہانت اور مدلل کے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ نے منع فرمایا۔^۱

(۲۲) وفدِ بہرِ آء

مین سے قبیلہ بہرہ کے تیرہ آدمی خدمت میں حاضر ہوئے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرے حضرت مقداد نے ان کے آنے سے پہلے ایک بڑے پیالہ میں عیسٰی بنیایا تھا جب یہ جہان آئے تو ان کے سامنے رکھ دیا سب نے خوب سیر ہو کر کھایا اُس کے بعد بھی بچ رہا حضرت مقداد نے اپنی باندی بدرہ کے ہاتھ یہ پیالہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا آپ نے خود بھی تناول فرمایا اور تمام اہل بیت کو کھلایا اور پیالہ واپس فرمادیا جب تک جہان مقیم ہے برابر اسی پیالہ سے دو وقت سیر ہو کر کھاتے رہے ایک دن جہانوں نے بطور تعجب کہا اے مقداد ہم نے سنا ہے کہ اہل مدینہ کی خوراک تو نہایت معمولی ہے اور تم ہم کو روزانہ اس قدر لذیذ اور عمدہ کھانا کھلاتے ہو جو ہم کو اپنے گھر روزانہ میسر نہیں آسکتا مقداد نے کہا یہ سب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی برکت ہے اور ذاتِ حق کی اطلاع دی، ان لوگوں کے ایمان و الیقان میں اور زیادتی ہوئی اور کچھ روزہ مدنیہ ٹھہر کر مسائل و احکام سیکھے اور پھل چنے کھراپس ہوئے چتے وقت آپ نے ان کو زوارہ اور انعام دیا۔^۲

(۲۳) وفدِ عذرة

عذرة مین کا ایک قبیلہ ہے ماہِ صفر ۹ھ میں قبیلہ عذرة کے بارہ آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے اہل دارم ورجا کہا، ان لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کس چیز کی طرف بلا تے ہیں آپ نے فرمایا اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کرو اور اس امر کی شہادت دو کہ

۱۔ عین الاثر، ج ۱، ص ۲۵۰، ۲۵۱۔ جیس ایک قسم کا کھانا ہے جو کھجوریں اور پیاز کو ملا کر بنایا جاتا ہے۔

۲۔ زاد المعاد، ج ۳، ص ۴۸، ۴۹۔

میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف۔ بعد ازاں لوگوں نے فرائض اسلام دریافت کئے آپ نے فرائض اسلام سے ان کو عبودی مان لوگوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے ہم کو دعوت دی، اس کو ہم نے قبول کیا ہم دل و جان سے آپ کے اعلان و افعال اور یاد و دعا گاریں، یا رسول اللہ ہم تجارت کے لئے شام جاتے ہیں جہاں ہرق درتہا ہے، کیا آپ پر اس بارے میں کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا شام عنقریب فتح ہو جائے گا اور ہر تہل ماں سے بھاگ جائے گا۔ اور کامیابی سے سوال کرنے سے اور ان کا ذبح کھانے سے منع فرمایا اور کہا تم پر فقط قربانی ہے چند روز رکھا رہیں ہوئے، چلتے وقت آپ نے ان کو ہدایا اور تحائف عطا فرمائے لے

(۲۴) وفد بنی

وہ ربیع الاول ۶ھ میں وفد بنی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا آپ نے فرمایا، الحمد للہ الذی ہدانا لهذا لانا فلک من مات علی فید الاسلام فہو فی النار۔ رئیس الوفد ابو الفضیب نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو جہانی کا شوق ہے کیا اس میں میرے لئے کوئی اجر ہے آپ نے فرمایا ہاں اس میں بھی اجر ہے غنی ہر مایہ نفع جس پر بھی ترا احسان کرے وہ صدقہ ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جہانی کی مدت کتنی ہے، آپ نے فرمایا جہانی تین دن ہے، اس کے بعد صدقہ ہے، جہان کے لئے جائز نہیں کہ میزان کو تنگی میں ڈالے، تین روز ٹھہر کر یہ لوگ واپس ہوئے، اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت ان کو زادہ عطا فرمایا۔ لے

(۲۵) وفد بنی مرہ

تبوک کے بعد ۶ھ میں بنی مرہ کے تیرہ آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے عات بن

عون سردار و فدیہ تھے، ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ ہی کے قوم کے ہیں تو ہی بن غالب کی اولاد سے ہیں آپ مسئلے اور بلاؤ کا حال دریافت کیا، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ قحط سال کی وجہ سے حالت تباہ ہے، آپ نے اسی وقت بارش کے لئے دعا فرمائی۔ جب لوگ اپنے گھر واپس ہوئے تو معلوم ہوا کہ جس مدد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اسی مدد پانی برسا اور تمام بلاؤں سے سب آزاد ہوا ہونگے۔ چلتے وقت ہر ایک کو اپنے دس دس اوقیہ چاندی اور حارث بن عون کو بارہ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ ۱۷

(۲۶) وَفْدِ خَوْلَانَ

ماہ شعبان ۳۱ھ میں یمن سے قبیلہ خولان کے دس آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ اور اُس کے رسول کا ہم پر بڑا احسان ہے، دور و راز سے سفر طے کر کے زیارت کے شوق میں ماضی ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا تمھارا یہ غرض نافع نہیں ہوا ہر قدم پر تمھارے لئے نیکی ہے جو شخص میری زیارت کے لئے مدینہ حاضر ہوا قیامت کے دن وہ میری پناہ اور امان میں ہوگا۔ بعد ازاں خولان کے بت حبش کا نام اُس تھا کہ متعلق دریافت کیا کہ وہ کیا ہوا، وفد نے عرض کیا اللہ آپ کی ہدایت و تعلیم اُس بت پرستی کا نعم البدل ہو گئی۔ سوائے چند بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتوں کے کوئی بچہ نہ ملا نہیں رہا اور اللہ انشاء اللہ تعالیٰ اب ماہی کے بعد اس کا نام و نشان ہی باقی نہ چھوڑے گی۔

اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دین کے فرائض سکھائے اور یہ نصیحت فرمائی کہ عہد کو پورا کرنا۔ مانت کو ادا کرنا پندہ سبوں کا خیال رکھنا کسی پر ظلم نہ کرنا اور خصمت کے وقت بارہ اوقیہ چاندی ان کو عطا فرمائی، واپسی کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اُس بت کو ہندم کیا گئے۔

(۲۷) وفد محارب

اس قبیلہ کے لوگ نہایت تند خو اور درشت مزاج تھے جب آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ میں آیا تو آپ کے ساتھ لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے تو یہ لوگ نہایت سختی سے آپ کے پیش آتے۔ اس قبیلہ کے دشمن اپنی قوم کے وکیل بن کر منہ میں حاضر خدمت ہوتے اور مشرف باسلام ہوتے ان میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ کے مقابلہ میں میرے ساتھیوں میں مجھ سے زیادہ کوئی سخت اور اسلام سے دور نہ تھا میرے ساتھی مر گئے اور صرف میں زندہ ہوں اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھ کو باقی رکھا تھا آج تک میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تعہد کی آپ نے فرمایا دل اللہ کے قبضہ میں ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا سے میرے لئے دُعا اور استغفار فرمائیے کہ میں نے جو کچھ آپ کی شان میں گستاخی کی اللہ اس کو معاف فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ اسلام، کفر کو اور جو کچھ کفر کی حالت میں بہا ہے سب کو ڈھا دیتا ہے۔ بعد ازاں یہ لوگ اپنے گھر واپس ہوئے۔

(۲۸) وفد صدائے شہ

شہ میں جحرانہ سے واپسی کے بعد آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاجر بن ابی امیہ کو صنعا کی طرف اور زیاد بن لبید کو حضرت موت کی جانب اور قیس بن سعد بن عبادہ خزرجی کو جاہلہ سواروں کے ہمراہ قناتہ کی جانب روانہ فرمایا اور قیس بن سعد کو یہ بھی حکم دیا کہ یمن کے علاقہ صدائے شہ بھی ضرور گزریں زیاد بن حارث صدائی کو جب اس کا علم ہوا تو یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ لشکر کو واپس بلا لیں میں اپنی قوم کے اسلام کا فیصلہ اور ذمہ دار ہوں آپ نے قیس بن سعد کو واپس بلا لیا، زیاد بن حارث صدائی پندرہ آدمیوں کا وفد لے کر آپ کی

خدمت میں حاضر ہوئے، سب نے اسلام قبول کیا اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی، آپ نے زیادہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا، اے زیاد تیری قوم تیری ہیبت مطیع اور فرمانبردار ہے، زیاد نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ اس کے رسول کا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی ہدایت دی، بیعت کر کے یہ لوگ واپس ہوئے تمام قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔ نتوا آدمی حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔ ۱۵

(۲۹) وفدِ غُٹان

ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۱ھ میں غُٹان کے تین آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور عرض کیا کہ ہم کو معلوم نہیں کہ ہماری قوم ہمارا اتباع کرے گی یا نہیں، آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت ان کو نذرانہ اور جائزہ عطا فرمایا چونکہ ان کی قوم نے اسلام قبول نہ کیا تھا اس لئے ان لوگوں نے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا، یہاں تک کہ دو آدمی تو اسی حالت میں وفات پا گئے اور تیسرے شخص جنگ یرموک میں ابو عبیدہ سے جا ملے اور ان کو اپنے اسلام کی اطلاع دی ابو عبیدہ ان کا ہیبت اکرام و احترام کرتے تھے۔ ۱۶

(۳۰) وفدِ سَلَامان

ماہ شوال سنہ ۱۱ھ میں قبیلہ سَلَامان کے سات آدمیوں کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا قحط سالی کی شکایت کی، آپ نے اُتھ اُٹھا کر دعا فرمائی، بعد ازاں نذرانہ اور جائزہ دے کر آپ نے ان کو رخصت فرمایا گھڑ پہنچ کر معلوم ہوا کہ جس روز اور جس وقت آپ نے دعا فرمائی تھی اسی وقت یہاں پانی برساتا ہے

(۳۱) وَفْدِ بَنِي عُلَیْسَ

بنی عُلَیْسَ کے تین آدمی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ اسلام بغیر ہجرت کے مقبول اور معتبر نہیں۔ ہمارے پاس کچھ مال اور مویشی ہیں جن پر ہمارا گزارا ہے۔ اگر اسلام بغیر ہجرت کے مقبول نہیں تو پھر ایسے مال میں کیا خیر و برکت ہو سکتی ہے ہم سب کو فروخت کر دیں اور ہجرت کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں آپ نے ارشاد فرمایا:

اتقوا اللہ حیث کنتم قلن یلینکھ
اللہ سے ڈرو جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے
اللہ من اعمالکم شیئا اعمال کے اجر میں کمی نہ کرے گا۔ ۱۵

(۳۲) وَفْدِ عَمَاد

غامدین کا ایک قبیلہ ہے جس میں دس آدمیوں کا ایک وفد آیا اور قبیعہ میں اترا اور سامان پر ایک رٹ کے کو چھوڑ کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے، آپ نے دریافت فرمایا کہ سامان پر کس کو چھوڑا، وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک کم عمر رٹ کے کو چھوڑ آئے ہیں۔ فرمایا کہ ایک تخیلہ چوری ہو گیا ہے۔ ان میں سے ایک شخص بولا یا رسول اللہ تخیلہ تو میرا تھا، آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں وہ مل گیا ہے یہ لوگ اپنے سامان کے پاس پہنچے معلوم ہوا کہ رٹ کا سو گیا تھا جب بیدار ہوا اور دیکھا کہ تخیلہ نہیں تو اس کی تلاش میں نکلا، وفد سے ایک شخص بیٹھا ہوا نظر آیا جب یہ اس طرف بڑھا تو وہ شخص اس کو دیکھ کر بھاگا۔ اس مقام پر پہنچ کر دیکھا کہ زمین کھدی ہوئی ہے اس میں سے وہ تخیلہ برآمد ہوا، ہم نے کہا بے شک آپ اللہ کے رسول برحق ہیں ابی بن کعب کو حکم دیا کہ ان کو قرآن کھلوا دیا اور چلتے وقت شرائع اسلام لکھو کہ ان کو عطا فرمائے اور حسب معمول جائزہ دیا ۱۵

(۳۳) وَفِدِ اَزْدِ

قبیلۂ اَزْد کے سات آدمیوں کا وفد خدمت نبوی میں حاضر ہوا، آپ کو ان کی وضع اور ہیئت اور ان کا سکون و وقار پسند آیا۔ دریافت فرمایا کہ تم کون ہو۔ وفد نے عرض کیا ہم مومن ہیں آپ سکلہ گئے اور فرمایا ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ وفد نے کہا وہ پندرہ خصلتیں ہیں جن میں سے پانچ وہ ہیں جن پر آپ کے قاصدوں نے ایمان لانے اور اعتقاد رکھنے کا حکم دیا ہے اور پانچ وہ ہیں جن پر آپ کے قاصدوں نے ہم کو عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور پانچ وہ ہیں جن پر ہم نہ نائے جاہلیت سے کاربند ہیں آپ نے ارشاد فرمایا وہ باتیں کونسی ہیں جن پر میرے مبلغین نے تم کو ایمان لانے کا حکم دیا ہے، وفد نے عرض کیا وہ یہ ہیں کہ (۱) ایمان لائیں اللہ پر۔ (۲) اور اس کے تمام فرشتوں پر۔ (۳) اور اس کی آماری ہوئی تمام کتابوں پر۔ (۴) اور اس کے تمام پیغمبروں پر۔ (۵) اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یعنی قیامت اور یوم آخرت پر آپ نے فرمایا وہ پانچ باتیں کونسی ہیں جن پر میرے قاصدوں نے تم کو عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ وفد نے عرض کیا وہ یہ ہیں (۱) لا الہ الا اللہ کہتے رہیں۔ (۲) نماز کو قائم رکھیں۔ (۳) زکوٰۃ ادا کریں۔ (۴) رمضان المبارک کے روزے رکھیں۔ (۵) اور اگر استطاعت ہو تو حج بیت اللہ کریں۔

آپ نے فرمایا وہ پانچ خصلتیں کونسی ہیں جن پر تم نہ نائے جاہلیت میں کاربند تھے۔ وفد نے عرض

کیا وہ یہ ہیں۔

الشکر عند السخاء والصبر عند	راحت اور فراخی کے وقت شکر اور صبریت کے وقت
البلاء والمرضاہم القضاء والصدق	صبر اور تنگ وقتا پر بھی راضی رہنا اور تقاضا کے وقت
فی مواطن اللقاء وترك الشائم بالاعداء	ثابت قدمی اور دشمنوں کی مصیبت پر خوش نہ ہونا۔
فقال صلى الله عليه وسلم حكما علما	آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے حکیم اور عالم
كادوا من نفقهم ان يكونوا انبياء	ہیں نفقہ ان سچے کی وجہ سے مقام نبوت سے بہت

(دعا کیے بغیر)

ثُمَّ قَالَ وَآنَا زِيدُكُمْ خَمْسًا فَنُتَمَّ لَكُمْ عَشْرُونَ خَصْلَةً إِنْ كُنْتُمْ كَمَا تَقُولُونَ فَلَا تَجْمَعُوا مَالًا تَأْكُلُونَ وَلَا تَتَّبِعُوا مَالًا تَسْكُنُونَ وَلَا تَنَافِسُوا فِي شَيْءٍ أَرَبَعًا عَنْهُ غَدَاةً أَثَلُونَ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ وَعَلَيْهِ تَعْرَضُونَ وَارْعَبُوا فِيمَا عَلَيْهِ نَهَانَا تَعْرَضُونَ وَارْعَبُوا عَلَيْهِ تَقْدَمُونَ وَنَهَانَا

قریب ہی، پھر ارشاد فرمایا میں تم کو بارپنچ خصلتیں اور بتاتا ہوں تاکہ مابین خصلتیں پوری ہو جائیں (۱۱) جس چیز کو کھانا نہ ہو اس کو جمع نہ کرو (۱۲) جس میں رہنا ہو اس کو بناؤ نہیں (۱۳) اور جس چیز کو کل چھوڑ کر ہانسنے والے ہو اس میں ایک دو سے پرستہ نہ کرو (۱۴) اور اس خدا سے ڈرو کہ جس کی طرف تم کو لوٹنا اور اس کے سامنے پیش ہونا ہے (۱۵) اور اس چیز میں غفلت کرو جس میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے یعنی آخرت۔

یہ لوگ آپ کی وصیت کر کے کمر واپس ہوتے اور اس کو خوب یاد رکھا اور اس پر عمل کیا۔

(۳۴) وَفَدَنِي الْمُنْتَفِقُ

یہ وفد بارگاہ نبوی میں صبح کی نماز کے بعد حاضر ہوا اتفاق سے اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کر کے ایک طویل و عریض خطبہ دیا جس میں شہر و نشر و جنت و جہنم کے احوال بیان فرمائے خطبہ سے فارغ ہو کر ان لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس پر ہرے مفصل خطبہ تقریباً دو ورق میں ہے جس کو حافظ ابن تیمیہ نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے۔

(۳۵) وَفَدِ كُنْخُ، مُحَرَّمُ الْحَرَامِ

کنخ من کا ایک قبیلہ ہے ماہ محرم الحرام ۱۱ھ کے درمیانی عشر میں اس قبیلے کے وفد کو آدمی

(یہ ملاحظہ فرمائیے) حکمت ۱۰۷ آپ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ حدیث مقام نبوت کے آثار پر نہیں جتنا کہ فقہی مقام نبوت سے قریب اور نزدیک ہے، مانگو حدیث کی مثال اس عاشق کی ہے کہ جس نے مجھ کو ایسا عجب یاد دلا کر دیا اور فیض کی مثال اس لیم اور بھلا محب جان شاکر ہے کہ جو اپنے محبوب کی اشارت اور کنایوں اور اس کے فرمان اور امر کو خوب سمجھتا ہے۔

۱۰۷۔ زاد المعاد، ج ۲، ص ۵۴۔

بارگاہ نبوی میں ایک شخص زرارہ بن عمرو بھی تھے، انھوں نے اس سفر میں متعدد خواب دیکھے جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کئے اور آپ نے ان کی تعبیر دی مگر ان کے ایک یہ خواب دیکھا کہ زمین
سے ایک آگ نمودار ہوئی ہے جو میرے اور میرے بیٹے کے درمیان حائل ہو گئی۔ اسودہ آگ یہ پکا ہتھی
لفظی نظمی بصیر و اعمی اطعمونی میا آگ ہوں میں آگ ہوں کوئی بنیا اور کوئی نابینا
اکلکھا اھلکھا و ما لکھا کھکھکھانے کو دو میں تم کو کھاؤں گی تم کو کھاؤں گی
تھمے اہل کراہدال کو۔

آپ نے فرمایا ایک فتنہ ہو گا جس میں لوگ اپنے امام اور خلیفہ کو قتل کر دیں گے بدکار اپنے کو نیکو کار
سمجھے گا۔ مومن کا قتل پانی پینے سے زیادہ لذیذ ہو گا، اگر تیرا بیٹا پہلے مر گیا تو تو اس فتنہ کو پلے گا۔ اور
اگر تو پہلے مر گیا تو تیرا بیٹا اس فتنہ کو پلے گا۔ زرارہ نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا سے دعا کیجئے کہ میں
اس فتنہ کو نہ پاؤں۔ آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی، زرارہ کا تو انتقال ہوا اور ان کے بعد حضرت
عثمان غنیؓ کی شہادت کا فتنہ پیش آیا، زرارہ کا بیٹا باغیوں کے ساتھ تھا اور اللہ عالم زنداں المعاد ص ۹۹
زندگانی ص ۶۷ ج ۴

سہ میں تعلیم اسلام

سہ یا سہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل کو
میں کے لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم دینے کی غرض سے روانہ فرمایا مگر دونوں کو ایک جگہ نہیں بھیجا۔
ابو موسیٰ کو یمن کی مشرقی سمت میں اور معاذ کو مغربی سمت یعنی عدن اور جبتر کی اطراف
و اکناف میں تعلیم و تبلیغ کا حکم دیا۔

سیرۃ خالدين وليد لبونے نجران

سنہ ۳۰ ہجری کے ماہ ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدين وليد کو ایک سر یہ کاسوار مقرر کر کے نجران اور اس کے اطراف و جوارب کی طرف روانہ فرمایا اور خالدين کو یہ حکم دیا کہ قتال سے پہلے تین بار دعوت اسلام دینا اگر وہ اس دعوت کو قبول کریں تو تم بھی ان کے اسلام کو قبول کرنا اور اگر وہ دعوت اسلام کے قبول کرنے سے انکار کر دیں تب ان سے قتال کرنا لیکن خالدين وليد جب نجران پہنچے اور ان کو اسلام کی دعوت دی تو سب نے بے چون و چرا اس معاہدہ اسلام قبول کیا، خالدين وليد ٹھہر گئے اور ان کو اسلام کی تعلیم دینے لگے اور ایک خط کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں یہ تحریر کیا کہ نجران کے قبیلہ بنی حارث بن کعب کا وفد ہمراہ لے کر مدینہ آئیں۔ آپ کی تحریر کے مطابق خالدين حارث کا وفد سکھ مدینہ حاضر ہوئے آپ نے ان کو نہایت عزت و تعلیم کے ساتھ ٹھہرا شروع ماہ ذی قعدہ سنہ ۳۰ میں جس وقت یہ لوگ مدینہ سے نجران واپس ہونے لگے تو آپ نے ان پر قیس بن حصن کو سردار مقرر کیا اور وفد کی روانگی اور واپسی کے بعد عربی حرم کو بغرض تعلیم و تفسیر و سنن و احکام اسلام و وصولی صدقات ان کا عامل بنا کر روانہ کیا اور ایک فرمان لکھ کر ان کو عنایت کیا، وہ ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے اے ایمان

هٰذَا اِنْ مِنْ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ یَا اَیُّهَا

ملاؤ اپنے عہدوں کو پورا کرو یہ عہد نامہ ہے محمد رسول

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوا بِالْعُقُوْدِ عَهْد

کا عمر و بن حزم کے لئے جب ان کو میں کی طرف عامل

مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِعَمْرِو بْنِ

مقرر کر کے بھیجا ان کو حکم دیا کہ تمام امور میں تقویٰ اللہ

حِزْمِ حِیْمِنْ بَعَثَ اِلَی الْیَمِیْنِ اَمْرًا

پر سیر گاری کو غور رکھیں تحقیقی اللہ تعالیٰ پر سیر گاری

بِتَقْوٰی اللّٰهِ فِیْ اَمْرٍ کَلَمَہَا نِ اللّٰہ

مع الذین اتقوا والذین هم محسنون و
 وَاَمْرُهُ اَنْ يَّاخُذَ بِالْحَقِّ كَمَا ارَادَ اللّٰهُ وَاَنْ
 يُبَشِّرَ النَّاسَ بِالْخَيْرِ وَيَأْمُرَهُمْ بِمَا
 النَّاسُ الْقُرْآنَ وَيَقْعَقْعُهُمْ فِيْهِ وَيُنْشِئُ
 النَّاسَ فَلَا يَمْسُ الْقُرْآنَ الْاِنْسَانُ اَلَا
 وَهُوَ طَاهِرٌ وَيُخْبِرُ النَّاسَ بِالَّذِي لَهُمْ
 وَالَّذِي عَلَيْهِمْ وَيُلِيْنُ لِلنَّاسِ فِي الْحَقِّ
 وَلِيَسْتَدْعِيَهُمْ فِي الظُّلْمِ فَاَنْ اللّٰهُ
 كَرِهَ الظُّلْمَ وَنَهَى عَنْهُ فَمَتَّالِ
 اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ وَيُؤَيِّسُ
 النَّاسَ بِالْجَنَّةِ وَيَعْمَلُ لَهَا وَيُنْذِرُ النَّاسَ
 النَّارَ وَعَمَلُهَا وَيُنَافِئُ النَّاسَ حَتّٰى
 يَفْقَهُوْا فِي الدِّيْنِ - وَيَقْلَمُ النَّاسَ
 مَعَالِمَ الْحَجِّ وَرَسَمَهُ وَفَرِيضَتَهُ وَمَا
 اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ وَالْحَجَّ اَلَا حَكْبًا بِالْحَجِّ الْاَكْبَرِ
 وَالْحَجَّ الْاَصْغَرَ هُوَ الْعُمْرَةُ وَيَنْهَى النَّاسَ
 اَنْ يَصْلِيَ اَحَدُ فِيْ تَوْبٍ صَغِيْرٍ اِلَّا اَنْ
 يَكُوْنَ تَوْبًا يَمْنِيْ طَرَفِيْهِ عَلٰى عَاطِقِيْهِ
 وَيَنْهَى النَّاسَ اَنْ يَجْتَبِيْ اَحَدُ فِيْ تَوْبٍ
 وَاحِدٍ يَفْضُلُ بَفَرْجِهِ اِلَى السَّمَاءِ وَ
 يَنْهَى اَنْ يَعْقُصَ اَحَدٌ شَعْرًا رَسْمًا

کو اور نیکو کاروں کے ساتھ ہے اور ان کو حکم دیا کرتی
 کو مضبوط پکڑیں جیسا کہ اللہ کا حکم ہے اور لوگوں کو
 خیر کا حکم دیں اور خیر کی بشارت سنائیں۔
 اور لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور اس کے محالی
 کچھ کا طریقہ بتلائیں اور لوگوں کو منع کریں کہ کوئی
 شخص قرآن کو بغیر طہارت کے ہاتھ نہ لگائے اور
 لوگوں کو ان کے منافع اور مضار سے باخبر کریں۔
 حق اور سادہ راست پر چلنے میں لوگوں پر نرمی کرنا
 اور ظلم کرنے کی حالت میں ان پر سختی کرنا تحقیق اللہ
 جل شانہ نے ظلم کو حرام کیا ہے اور اس سے منع کیا ہے
 جیسا کہ اس کا ارشاد ہے کہ لعنت ہو اللہ کی ظالموں پر
 اور لوگوں کو جنت کی بشارت دینا اور اعمال جنت کا خبر
 دینا اور جنت سے ڈرانا اور اعمال جہنم سے آگاہ کرنا اور لوگوں
 کو اپنے سے اوس بنانا تاکہ لوگ تم سے دین سمجھ سکیں۔
 اور لوگوں کو ذرا نفع الدین اور احکام حج اور احکام
 عمرہ کی تعلیم دینا اور نماز کے متعلق لوگوں کو تہذیب دینا
 کہ کوئی شخص چھوٹے کپڑے میں اس کو پشت پڑا کر
 نماز نہ پڑھے مگر یہ کہ وہ اس قدر کشادہ ہو کہ اس
 کے دونوں اس کے دونوں مونڈھوں کو ڈھانک
 لیں اور لوگوں کو اس طرح کپڑا پہننے سے منع کریں
 کہ آسمان کے نیچے اس کی شرم گاہ کھلی رہے، اور

فی نقاہ و ینہی إذا کان یبَیِّنُ الناسَ حَیْجَ
 عَنْ الدُّعَا إِلَى الْقَبَائِلِ وَالشَّائِرِ وَ
 یُکَنِّ دُھَوَاهُمْ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهُ
 لَا شَرِیکَ لَهُ فَمَنْ لَمْ یَسِغْ إِلَى اللَّهِ
 وَدَعَا إِلَى الْقَبَائِلِ وَالْعَشَائِرِ فَلْیَقُطِّعُوا
 بِالشِّمِیمِ حَتَّى تَکُونَ دُھَوَاهُمْ إِلَى اللَّهِ
 وَحْدَهُ لَا شَرِیکَ لَهُ وَیَا مَرِئَ النَّاسِ
 بِأَسْبَاحِ الْوُضُوءِ وَجُوهِهِمْ وَایْدِیهِمْ
 إِلَى السَّرَافِقِ وَارْجُلِهِمْ إِلَى الْکَعْبِیْنِ
 وَیَسْحُونَ بِرُؤُسِهِمْ کَمَا أَمَرَهُمُ
 اللَّهُ وَامْرًا بِالصَّلَاةِ لَوْ قَتَلَهَا وَاتَّمَامِ
 السَّکُوعِ وَالسُّجُودِ وَالْمَخْشُوعِ وَ
 یَغْلَسُ بِالصُّبْحِ وَیُخْجَرُ بِأَبْهَاجِ صُورَةِ
 حَیْنِ تَمِیلُ الشَّمْسُ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ
 وَالشَّمْسُ فِی الْأَرْضِ مَدْبُورَةٌ وَبِالْمَغْرِبِ
 حَیْنِ یَقْبِلُ اللَّیْلُ لَا یُؤْخِرُ حَتَّى تُبْدُو
 النُّجُومَ فِی السَّمَاءِ وَالْعِشَاءِ أَوَّلَ اللَّیْلِ
 وَامْرًا بِالسَّعَى إِلَى الْجُمُعَةِ إِذَا نُوْدِیَ
 لَهَا وَالْعِیْسَى عِنْدَ الرُّوْحِ إِلَیْهَا
 وَامْرًا أَنْ یَأْخُذَ مِنَ الْمَغَانِمِ خَمْسَ
 اللَّهُ وَمَا کَتَبَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ فِی

اس سے منع کر دیا کہ کوئی شخص گروہ کی جانب میں
 ہاوں کا جوڑانہ باندھے اور اس سے منع کر دیا کہ
 جب آپس میں لڑائی ہو تو قبیلہ اور خاندان توڑ اور
 وطن کے نام پر نفرت اور حمایت کے لئے کوئی نعرہ
 نہ لگائیں بلکہ ایک خدا کی طرف اور اس کے حکم کی طرف
 آنے کی لڑائی کو دعوت دیں اور ہر شخص اللہ کی طرف
 دہلے بلے بلکہ قبیلہ اور خاندان یعنی توڑ اور وطن کی طرف
 بلائے تو ان کی نگہ و ذوق کو تلواریں سے پہلے یا جلے پہان تک
 کہ ان کا نعرہ اور آواز اللہ وحدہ لا شریک کے دین کی طرف
 ہو جائے یعنی قبیلہ اور خاندان اور قوم اور وطن کے
 نعرہ سے آزاد جائیں اور لوگوں کو دشمن کو لڑا کرنے کا
 اور نازی میں نہ پڑنے وقت میں دلا کر حکم دیں اور نازی میں
 رکوٹ و سجود پوری طرح کر دیں اور دشمن و دشمنی کے ساتھ
 نانا دلا کر یا دوسرے کی نازی غلے تراکیا میں پڑھیں اور ظہر
 کی نازی زوال کے بعد پڑھیں یعنی نہال سے پہلے نہ پڑھیں
 اور عصر کی نازی اس وقت پڑھیں کہ جب آفتاب زمین پہنچی
 و صوبہ ڈال رہا ہو اور مغرب کی طرف جا رہا ہو اور مغرب
 کی نمازیات کے آتے ہی پڑھیں اور اس قدر تاخیر نہ کریں کہ
 ستارے نکل آئیں اور عشا کی نمازیات کے نازل ہونے
 میں پڑھیں یا وجہ جمعہ کی افان ہو جائے تو روزہ کر
 مسجد پڑھیں اور جمعہ میں جلنے سے پہلے غسل کریں اور حکم

الصدقة من العتار عشر ما
 سقت العين وسقت السماء و
 على ما سقى الغرب نصف العشر
 وفي كل عشر من الابل شاتان وفي كل
 عشرين اربع شياه وفي كل ثلاثين
 من البقر تبع جذع او جذعة و
 في كل اربعين من الغنم سائمة
 وحدها شاة فانها فريضة الله
 التي افترض على المؤمنين في
 الصدقة فمن زاد خير فهو خير
 له والله من اسلم من يهوى
 او نصراني اسلاما خالصا من نفسه
 ودان بدين الاسلام فانه من
 المؤمنين له مثل ما لهم وعليه
 مثل ما عليهم ومن كان على نصرانية
 او يهودية فانه لا يرد عنها وعلى
 كل حاله ذكر وانثى حرا وعبد دينار
 وافر او عوصة ثيابا فمن ادعى
 ذلك فان له ذمة الله وذمة رسوله
 ومن منع ذلك فانه عدو لله ورسوله
 وللمؤمنين جميعا صلوات الله على

دیکر اہل غنیمت میں سے اللہ کا حق خمس نکالیں اور ان کی
 زمین کی پیداوار میں سے صدقہ وصول کریں جن زمین کو چشمہ
 کے پانی یا بارش کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں عشر
 پیداوار کا دسواں حصہ واجب اور جس زمین کو کنوئیں کے
 پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف العشر ہے یعنی
 پیداوار کا بیسواں حصہ واجب اور دس اذوں میں دو
 بکریاں واجب ہیں اور مثیل اذوں میں چار بکریاں
 واجب ہیں اور مینا کیوں میں ایک گائے اور چار مینا
 بکریوں میں ایک بکری ذکر کا واجب، یہ اللہ کا فرض ہے
 جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر فرض کیا ہے اور جو فرض ہے
 زیادہ دیکھتے تو رہ اس کے لئے اور بہتر ہے اور جو بکری
 یا نصرانی تھے دل سے دین اسلام کو قبول کرے تو وہ اہل
 ایمان میں سے ہے اور اس کے حقوق اہل احکام دہی ہیں
 جو مسلمانوں کے ہیں اور جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم
 رہے اور اسلامی حکومت کا رعایا بن کر رہا منظور
 ہو۔ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام ہو مرد یا عورت پر
 جزئیہ کا دین یا اس کے عوض کو پٹے دینا اس پر لازم
 ہوگا۔ پس جو شخص جزئیہ ادا کرے وہ اللہ اور اس
 کے رسول کی ذمہ داری میں رہے گا۔ یعنی اس
 کی جان اور مال اور آبرو سب محفوظ رہے گی۔
 اور جو شخص جزئیہ دینے سے انکار کرے وہ اللہ

علی محمد والسلام علیہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
اور اس کے رسول اور تمام مومنین کا دشمن ہے اللہ کی
صلوٰۃ وسلام اور رحمتیں اور برکتیں ہوں محمد رسول اللہ
پر علی اللہ علیہ وسلم

سیرۃ علی کرم اللہ وجہہ لسوئے یمن

اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے پہلے ماہ رمضان سنہ ۱۱ میں حضرت علی کو تین سو آدمیوں پر سردار مقرر کر کے یمن کی جانب روانہ فرمایا اور خود اپنے دست مبارک سے حضرت علی کے سر پر عمامہ باندھا جس کے تین پیچ تھے علامہ کا ایک کنارہ بقدر ایک ہاتھ کے سامنے لٹکایا۔ اور بقدر ایک باشت پیچھے چھوڑا اور یہ فرمایا کہ سید سے چلے جاؤ کسی اور جانب توجہ مت کرنا اور وہاں پہنچ ابتداء بالقتال نہ کرنا۔ اول ان کو اسلام کی دعوت دینا اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو پھر ان سے کوئی تعرض نہ کرنا۔ خدا کی قسم تیرے ہاتھ سے ایک شخص ہدایت پا جائے تو یہ دنیا و دنیا پس سے بہتر ہے حضرت علی، تین سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے اور مقام قناتہ میں جا کر ٹپاؤ ڈالا اور اسی جگہ سے صحابہ کی مختلف ٹولیاں، مختلف جوانب میں روانہ کیں لشکر اسلام کے سوار سب سے پہلے علاقہ مذبح میں داخل ہوئے اور بہت سے بچے اور عورتیں اور اونٹ اور بکریاں پکڑ کر لائے ان تمام غنائم کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا بعد ازاں ایک دوسری جماعت سے مقابلہ ہوا حضرت علی نے ان کو اسلام کی دعوت دی، انھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر تیرا اور پتھر برسائے تب حضرت علی نے ان پر حملہ کیا جس میں ان کے بیس آدمی مارے گئے اور یہ لوگ منتشر ہو گئے حضرت علی نے کچھ وقفہ کے بعد پھر ان کا تعاقب کیا اور دوبارہ ان کو اسلام کی دعوت دی، ان لوگوں نے اسلام کی دعوت کو اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے بھی قبول کیا۔ اور وعدہ کیا کہ ہم صفات جبرائیل کا حق ہے وہ ادا کریں گے۔

بعد ازاں حضرت علی نے مال غنیمت کو جمع کیا اور غنیمت نکال کر باقی چار غنیمت غنائین پر تقسیم فرما دیئے اور اپنے بھائی کو کٹ کر کامیر مقرر کر کے غنیمت کے ساتھ اپنے رفقاء سے پہلے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، کیونکہ حضرت علی کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے حج کے لئے روانہ ہو گئے ہیں اس لئے حضرت علی بن ابی طالب سے یہ کہہ کر پہنچے اور اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔

حجۃ الوداع

اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد پا چکی کہ حج ہو گیا۔ لوگ فوج و رفوج دین اسلام میں داخل ہو چکے کفر اور شرک کی بیخ کنی ہو چکی و نوادہ قرآن و حدیث و احادیث سے آکر کفر و شرک سے تائب اور توبہ و رسالت کا صدق دل سے اقرار کر چکے و قرآن مجید و احکام اسلام کی تعلیم قبول اور عمل مکمل ہو گئی۔ یہ سب میں ابوبکر صدیق کو بیچ کر خانہ کعبہ کو مراجم جاہلیت سے باطلہ پاک کر دیا گیا۔ اب وقت آگیا کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے فرائض کو خود علی طور پر انجام دیں تاکہ امت کو ہمیشہ کے لئے معلوم ہو جائے کہ حج کس شان سے ہونا چاہئے اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام و اسلام کا کیا طریقہ تھا۔ مناسک حج میں اول سے آخر تک توجہ و تفرید تھا اور کلمات شریک اور رسوم جاہلیت سے باطلہ پاک اور منقرض تھا اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طبیعتاً لا شرک لک کا لفظ خاص طور پر کہتے تاکہ شرک کا یہ نام بھی باقی نہ رہے۔ اس طرح تعبیر کہتے لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ رَبِّي لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ - ان الحمد والتعظيم لك لا شريك لك۔ ہجرت سے پیشتر اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد حج فرمائے ہیں جامع ترمذی میں ابوبکر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل حج کئے، ابن اثیر نے ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے آپ ہر سال حج کیا کرتے تھے ابن جوزی کہتے ہیں کہ اس امر کا صحیح

علم نہیں ہو سکا کہ آپ نے کتنے حج کئے ہیں حال یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ ہجرت کے بعد ایک ہی حج کیا۔
 ۹۷ھ میں حج کی غرضیت نازل ہوئی اُس سال آپ نے صدیق اکبر کو امیر الحج بنا کر مکہ روانہ
 فرمایا اس سال مسلمانوں نے صدیق اکبر کی زیر امارت حج ادا کیا ۱۰۱ھ ذی القعدة الحرام ۱۰۱ھ میں آپ نے
 خود بنفس نفیس حج کا ارادہ فرمایا اور اطراف و اکناف میں اعلان کر دیا گیا کہ اس سال اُس حضرت علیؑ اللہ
 علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے جانے والے ہیں چنانچہ ۲۵ ذی القعدة الحرام ۱۰۱ھ شنبہ ۱۰ ذی القعدة
 اور عصر کے درمیان میں آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے مہاجرین و انصار اور اصحاب جہاں نثار
 بے شمار گردہ آپ کے ہمراہ تھا شیعہ نبوت کے ارد گرد ٹوٹے ہزاروں ایک لاکھ چودہ ہزار یا اس سے
 بھی زائد پیدائوں کا مجمع تھا ۱۰ ذی الحجۃ الحرام یکشنبہ کے دن آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔
 (شرح المواہب ۱۵۱ ج ۲)

انعام مطہرات و قربانیاں اور حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراءؑ آپ کے ہمراہ تھیں
 اور دیگر خواص اور خدام خاص بھی ہر کاب تھے، حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ جن کو جن کو آپ نے ماہ
 رمضان المبارک میں صدقات وصول کرنے کے لئے یمن بھیجا تھا وہ مکہ میں آپ سے آئے۔
 بعد ازاں آپ نے مناسک ادا کر کے حج ادا فرمائے اور میدانِ عرفات میں ایک طویل خطبہ پڑھا۔
 اول خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کی بعد ازاں یہ ارشاد فرمایا۔

اے لوگو جو میں کہتا ہوں وہ سنو غالباً سال آئندہ تم سے ملنا نہ ہو گا۔ اے لوگو تمہاری جائیں
 اور آبادی اور اموال آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسا کہ یہ دن اور یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے۔
 جاہلیت کے تمام امور میں سے تمہارے قدموں کے نیچے پامال ہیں اور جاہلیت کے تمام خورن معات اور ساقط
 ہیں۔ سب سے پہلے میں ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا خون جو نبیؐ پر ہے معاف کرتا
 ہوں جاہلیت کے تمام سودا و ساقط اور لغو میں تمہارے لئے مروت راس المال ہے۔

سب سے پہلے یہ بنی اس بن عبد المطلب کا ربا و ساقط اور باطل کرتا ہوں، بعد ازاں زوجین
 کے باہمی حقوق بیان فرمائے پھر فرمایا تم میں ایسی حکم چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی کے

ساتھ پہنچے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ قیامت کے دن تم سے میرے پاس میں سوال ہو گا بتلاؤ کیا جواب دو گے صحابہ نے عرض کیا ہم یہ گواہی دیں گے کہ آپ نے ہم تک اللہ کا پیام ہم کو پہنچا دیا اور خدا کی امانت ادا کی اور امت کی خیر خواہی کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار انگشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا،
اللّٰهُمَّ اشْهَد اے اللہ تو گواہ رہو۔

آپ خطبہ سے ناریغ ہوئے اور حضرت بلالؓ نے ظہر کی اذان دی۔ ظہر اور عصر دونوں نمازیں ایک ہی وقت میں ادا کی گئیں۔ بعد ازاں آپ خداوند تعالیٰ کی حمد و ثناء ذکر اور شکراستغفار اور دعا میں مشغول ہو گئے اسی اشارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل
 آئینہ روزِ اکملت لکم دینکم
 کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔
 وَاكْمَلْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ
 ہمیشہ کے لئے دین اسلام کو تمہارے
 رَضِيتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا لَهُ
 لئے پسند کیا۔
 (فتح الباری و شرح المواہب)

اُذی الحجۃ الحرام کو منیٰ میں پہنچ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (۹۳) بقدر عمر شریف کے خود اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے اور (۳) اونٹ حضرت علیؓ نے آپ کی طرف قربانی کئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں تقریباً اسی مضمون کا خطبہ دیا۔ جو عرفات میں دیا تھا اخیر میں طواف الوداع کر کے اخیر ذی الحجہ میں عائد مدینہ ہوئے اور منیٰ میں سر مبارک منڈانے کے بعد مورے مبارک کو صحابہ میں تقسیم فرمایا تاکہ حضرات صحابہ کرام بطور تبرک ان کو اپنے پاس رکھیں چنانچہ آپ کو اس حج کے بعد حج کی قربت نہیں آئی اور منیٰ اور عرفات کے خطبوں میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ غالباً سال آئندہ تم سے ملنا نہ ہو گا۔ اس وجہ سے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں کہ آپ اپنی امت سے رخصت ہوئے۔ اور اس حج کو حجۃ الاسلام بھی کہتے ہیں اس لئے کہ حج فرض

ہونے کے بعد اسلام میں یہ پہلا حج تھا۔

حجۃ الوداع کے واقعات اگر تفصیل سے بیان کئے جائیں تو اس کے حے ایک ضخیم جلد ضرور ہے اس لئے اس مقام پر انتہائی اجمال سے کام لیا گیا۔ حضرات اہل علم زاد المعاد اور شروح المصابیح کی طرف رجوع فرمائیں۔

خطبہ غدیر خم

جب آپ ج سے واپس ہوئے تو راستہ میں حضرت بریدہؓ اہلی نے حضرت علیؓ کی کچھ شکایت کی۔ آپ نے غدیر خم پر درجو کہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے ایک خطبہ دیا جس میں یہ ارشاد فرمایا کہ میں ایک بشر ہوں مکن ہے کہ عنقریب میرے پروردگار کی طرف سے کوئی قاصد مجھے بلائے کیلئے آجائے اور میں اس دعوت کو قبول کروں، اشارہ اس طرف تھا کہ وفات کا زمانہ قریب آگیا ہے بعد از اہل بیت کی محبت کی تاکید فرمائی اور حضرت علیؓ کی نسبت فرمایا۔ من کنت مولاه فعلی مولاه جس کا میں دوست ہوں علیؓ بھی اس کا دوست ہے۔ خطبہ کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو مبارکباد دی۔ اور حضرت بریدہؓ کا قلب بھی آپ سے صاف ہو گیا اور جو کدورت تھی وہ زائل ہوئی۔ اس خطبہ اور ارشاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ بتانا تھا کہ حضرت علیؓ اللہ کے محبوب ترین بندہ ہیں ان سے اللہ میرے اہل بیت کی محبت رکھنا مستحضائے المیاء ہے اور ان سے بغض اور عداوت یا نفرت اور کدورت سراسر مستحضائے المیاء کے خلاف ہے حدیث کا مقصد فقط حضرت علیؓ کی محبت کا وجوب اور اس کی فرضیت بیان کرنا ہے۔

اور خلافت سے کوئی تعلق نہیں اور معمولی قتل والا کچھ سکتا ہے کہ محبت اور خلافت میں زمین و آسمان کا فرق ہے، محبت اور خلافت میں تلازم نہیں کہ جس سے محبت ہو وہ غلیفہ بلا فصل بھی ہو بخت تو والدین اور اولاد اور بیٹیوں اور سب دوستوں سب ہی سے ہوتی ہے کیا سب غلیفہ ہو جائیں گے حضرت عباسؓ اور حضرت فاطمہؓ اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ سب ہی آپ کے محبوب نظر اور نور لبہ ہونے کے علاوہ

حضور پر نور کے محبت جگر بھی تھے اگر محبت، دلیل خلافت ہے تو امام حسن پہلے خلیفہ ہونے چاہئیں بلکہ اگر قرب قرابت پر نظر کی جائے اور یہ کہا جائے کہ خلافت کا دار و مدار قرب قرابت پر ہے تو اس لحاظ سے مقدم حضرت فاطمہ الزہراء میں اور پھر امام حسن اور پھر امام حسین اور پھر وجہ چہارم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ حضرات شیعہ کے مسلک پر بھی حضرت علی خلیفہ چہارم ہی بنتے ہیں اگر اہل سنت ان کو خلیفہ چہارم بنایا تو شکوہ کیوں ہے۔ نیز جس وقت غدیر خم پر آپ نے یہ خطبہ دیا، اس وقت صحابہ کرام اور اہل بیت بھی موجود تھے کسی نے بھی اس کا یہ مطلب نہیں سمجھا کہ حضور کے بعد حضرت علی خلیفہ بلا فصل ہوں گے اور پھر وادہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور مصطفیٰ بنی ساعدہ میں مسئلہ خلافت زیر بحث آیا جس میں وہ صحابہ بھی شریک تھے کہ جو غدیر خم کے اس خطبہ میں حاضر تھے کسی نے بھی اس حدیث کو امامت علی کے لئے استدلال میں پیش نہیں کیا اور نہ حضرت علی نے اور نہ حضرت عباس نے اور نہ بنی ہاشم میں سے کسی شخص نے کسی وقت بھی حضرت علی کے استحقاق خلافت کے لئے اس حدیث کو پیش کیا۔

فرض یہ کہ غدیر خم کے خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور اہل بیت اور عزت کی محبت کا حکم دیا ہے اور ان کی دشمنی سے منع فرمایا۔ سو الحمد للہ تمام اہل سنت والجماعت بہ ہزار دل و جان اہل بیت کی محبت اور تعظیم کو اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں مگر شیعوں کی طرح بے عقل نہیں کہ محبت کو دلیل امامت سمجھنے لگیں، محبت تو اہل بیت کی ہر فرد سے لازم ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور پر نور کے تمام قریبی رشتہ داروں کو امام اور خلیفہ بنانے لگیں۔

حجۃ الوداع سے واپسی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر اخیر ذی الحجہ میں مدینہ منورہ پہنچے چند ہی روز گزرے تھے کہ سالہ ختم ہو کر سالہ شروع ہو گیا۔

جبریل امین کی آمد

حجۃ الوداع سے واپسی کے کچھ روز بعد جبریل امین ایک غیر معروف شکل میں سفید

کپڑے پہنے ہوئے ہارگاہ نبوت میں تشریف لائے اور آپ کے قریب نہایت ادب کے ساتھ
 مدد انو ہو کر بیٹھ گئے اور ایمان اور اسلام اور احسان اور قیامت اور علامات قیامت کے متعلق سوالات
 کیے اور آپ نے جوابات دیتے جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو آپ نے جوابات دیتے جب وہ اٹھ کر
 چلے گئے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا دیکھو کہ یہ کون شخص تھا صحابہ دیکھنے کے لئے نکلے مگر کوئی نشان
 نہ پایا آپ نے فرمایا کہ یہ جبریل امین تھے جو تم کو دین کی تعلیم دینے کے لئے آئے تھے اور میں ان کو
 ہمیشہ پہچان لیتا تھا لیکن آج نہیں پہچانا۔

نکتہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کو سدرۃ المنتہی اور اُفق مبین پر اہل شکل
 میں بھی دیکھا ہے۔ کما قال تملأ ولقد رآه بالأفق المبین۔ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً
 أُخْرَىٰ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ اور اس کے علاوہ بے شمار مرتبہ آپ کی خدمت میں آئے۔
 جبرائیل جس لباس اور جس صورت میں بھی آپ کے پاس آتے تو آپ پہچان لیتے کہ یہ حقیقت جبرائیل
 ہے جو اس صورت میں جلوہ افروز ہے۔

بہر رنگے کو خواہی جامہ می پوش من اند از قدرت رامی شناسم
 تو خواہی جامہ خواہی قبا پوش بہر رنگے ترا من می شناسم
 مگر اس مرتبہ ایک اعرابی اور بدوی کی صورت میں سائل بن کر مسائل پوچھنے آئے سفیر
 خداوندی ہونے کی حیثیت سے کوئی پیغام خداوندی لے کر نہیں آئے اس لئے آپ نے ابتداءً
 جبریل امین کو نہ پہچانا جبریل امین کے مجلس سے اٹھنے کے بعد آپ نے ان کو پہچانا اس لئے کہ سائل
 کی صورت میں نمودار ہوئے تھے۔ سفیر خداوندی ہونے کی حیثیت وحی اور پیغام الہی لے کر نہیں
 آئے تھے ورنہ ضرور پہچانتے،
 شیخ عطار فرماتے ہیں:

جبریل از دست او شد خرقہ دار
 در لباس وجہ شد زان آشکار

آخری فوج طہر فوج

سریہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

۲۶ صفر مظفریہ دو شنبہ ۱۱ھ کو آپ نے رومیوں کے مقابلہ کے لئے مقام اُجی کی طرف لشکر کشی کا حکم دیا، یہ وہ مقام ہے جہاں غزوہ موتہ واقع ہوا اور جس میں حضرت اسامہ کے والد، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر طیار اور عبداللہ بن رواحہ وغیرہم شہید ہوئے۔ یہ آخری سریہ تھا اور آپ کی فرستادہ فوجوں کی آخری فوج تھی اسامہ بن زید بن حارثہ کو آپ نے اس لشکر کا امیر اور سردار مقرر کیا اور اس لشکر میں مہاجرین اولین اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کو روانگی کا حکم دیا۔

چار شنبہ سے آپ کی علالت کا سلسلہ شروع ہو گیا، پنج شنبہ کے روز باوجود علالت کے آپ نے خود اپنے دست مبارک سے نشان بنا کر اسامہ کو دیا اور یہ فرمایا ۔

اغز باسما اللہ و فی سبیل اللہ اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اللہ سے کفر فقاتل من کفر باللہ ۔ کرنے والوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کرو۔

حضرت اسامہ نشان لے کر بابر تشریف لائے اور بربیدہ اسلمی کے سپرد کیا اور فوج کو مقام جُزف میں جمع کیا اور تمام جلیل القدر مہاجرین و انصار بسعادت وہاں اکو جمع ہو گئے۔ حضرت عباس اور حضرت علی تو آپ کی تیمارداری کی غرض سے مدینہ واپس آ گئے اور ابو بکر و عمر، اسامہ سے اجازت لیکر آپ کو دیکھنے کے لئے آتے تھے۔ جمعرات کے روز جب منہ میں شدت ہوئی اور آپ عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف نہ لاسکے تو ابو بکر صدیق کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور اپنی جگہ ان کو امام مقرر کیا فوج مقام جُزف میں جمع تھی جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر ہے۔ دو شنبہ کی صبح کو جب آپ کو سکون ہوا اور صحابہ بیکھے کہ حضور پُر نور اچھے ہو گئے تو حضرت اسامہ نے روانگی کا قصد کیا اسی تیاری

میں تھے کہ حضرت اسامہ کی والدہ ام امین نے آدمی بھیجا کہ آپ حالت نزع میں ہیں کچھ دیر نہ گزری تھی کہ یہ خبر قیامتِ آخر کا نوں میں پہنچی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تمام مدینہ میں تہلکہ مچ گئی اور سب اقامت و خیراں مدینہ واپس آئے بریدۃ نے نشان لاکر حجرہ مبارکہ کے دروازہ پر نصب کر دیا، آپ کی وفات کے بعد جب صدیق اکبر غلیفہ ہوئے تو پہلا کام یہ کیا کہ باوجود مخالفت کے حبش اسامہ کو روانہ کیا اور حبرون تک خود مشالحت کے لئے گئے۔ اس طرح حبش اسامہ روانہ ہوا اور چالیس دن کے بعد مظفر منصور واپس آیا۔ معرکہ میں جو بھی مقابلہ پر آیا اس کو تہ تیغ کیا اور اپنے باپ زید بن حارثہ کے قاتل کو قتل کیا اور چلتے وقت ان کے مکانات اور باغات کو ذرا قتل کیا۔ صدیق اکبر نے مدینہ سے باہر جاکر ان کا استقبال کیا، جب مدینہ میں داخل ہوئے تو مسجد نبوی میں شکر کا دو گانہ ادا کیا اور پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔

سفر آخرت کی تیاری

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر آخرت کی تیاری شروع فرمادی اور بیح و تمہید اور توبہ اور استغفار میں مشغول ہو گئے۔ سب سے پہلے جس سے آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا قریب آجانا منکشف ہوا وہ حق جل شانہ کا یہ ارشاد ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاٰیْتَ
جب اللہ کی نصرت اور فتح آجائے اور آپ لوگوں کو دیکھیں	النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا
کہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں تو	فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ
اب اللہ کی تسبیح و تمجید اور استغفار میں مشغول ہو جائے	اِنَّكَ كَانَ تَوَّابًا
تحقیق اللہ بڑا توبہ فرمانے والا ہے	

یعنی جب فتح و نصرت آپ کی جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور کفر اور شرک کا سرکھڑا دیا گیا اور توحید کا علم سر بلند ہوا، اور حق کو باطل کے مقابلہ میں فتح یسین حاصل ہوئی اور لوگ فوج کی فوج دین بین میں داخل ہو گئے اور دنیا کو اللہ کا پیغام پہنچ گیا اور دین کی تکمیل ہو گئی تو آپ کے دنیا میں بھیجئے سے جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا اور آپ کا جو کام تھا وہ کر چکے، اب ہمارے پاس آنے کی تیاری کیجئے۔ بیت اللہ کا حج ذریعہ کر چکے، اب رب البیت کے حج ذریعہ کی تیاری کیجئے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو جس کام کے لئے دنیا میں بھیجا تھا وہ کام ختم ہو گیا جس لئے آپ کو دنیا میں بھیجا تھا اب اس کے پاس واپس ہو جائے اور اس کے پاس جانے کی تیاری کیجئے یہ عالم خالی آپ کے رہنے کی جگہ نہیں آپ جیسی ارواح مقدسہ کے لئے طار اعلیٰ اور رفیق اعلیٰ کا حقوق اور اتصال مناسب ہے۔

چنانچہ آپ اٹھتے اور بیٹھتے اور آتے جاتے یہ پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ اور کبھی سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ پڑھتے اور کبھی یہ پڑھتے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔

یہ تمام روایتیں تفسیر و فتوہ میں ج ۶ میں مذکور ہیں۔ (سورتہ النصر)

اں حضرت علی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے ایک بار فرمایا کہ جبریل امین ہر رمضان میں میرے ساتھ قرآن کریم کا صرف ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے لیکن اس رمضان میں دو مرتبہ دور فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ میری روانگی کا وقت قریب آگیا ہے، ہر سال آپ رمضان المبارک میں ایک عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

حجۃ الوداع میں جب یہ آیت آئی اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ اَلْغَزَائِلُ

ہوئی تو آپ اشارۃ خداوندی کو سمجھ گئے۔

منہجائے کمال نقصان است گل یزد و بوقت سیرابی
اس لئے حجۃ الوداع کے خطبہ میں اعلان فرمایا کہ شاید اس کے بعد تم سے ملنا نہ ہو اور شاید

پھر تھارے ساتھ حج نہ کر سکوں اور پھر غدرِ غم کے خطبہ میں فرمایا کہ میں بشر ہوں۔ اور بشر کے لئے غلہ و دام نہیں۔ وَمَا جَعَلْنَا الْبَشَرَ مِنْ قَبْلُكَ الْخُلْدَ، شاید عنقریب میرے رب کا قاعد مجھے بلانے اور لینے کے لئے آجائے اسی بنا پر حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد ایک دن آپ جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور آٹھ سال کے بعد شہدارِ احد پر نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی جیسا کوئی کسی سے نصرت ہوتا ہو البقیع سے واپس آکر مسجد میں منبر پر جلوۂ انور ہوئے اور خطبہ دیا کہ میں تم سے پہلے جا رہا ہوں تاکہ تمہارے لئے حوض وغیرہ کا انتظام کروں اور میلہ تم سے حوض کوثر پر ملنے کا وعدہ ہے اس میں اپنے اسی مقام پر حوض کوثر کو رکھ دیا ہوں اور تحقیق مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں اور مجھ کو اپنے بعد اس کا اندیشہ نہیں کہ تم مجموعی طور پر اس کے سب شرک میں مبتلا ہو قبلا ہو جاؤ گے۔ یعنی پہلے کی طرح پوری قوم مشرک بن جائے، یہ اندیشہ نہیں البتہ خوف یہ ہے کہ تم دنیا کی حرص اور باہمی منافس میں مبتلا ہو جاؤ گے اور آپس میں لڑو گے اور ہلاک ہو گے۔

علائقہ کی ابتداء

ماہِ صفر کے اخیر عشرہ میں آپ ایک بار شب کو اٹھے اور اپنے غلام ابو موسیٰ کو جگایا اور فرمایا کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ اہل بقیع کے لئے استغفار کروں، وہاں سے واپس تشریف لائے تو دفعۃً مزاج نامساں ہو گیا، سر میں درد اور بخار کی شکایت پیدا ہو گئی۔

یہ ام المؤمنین میمونہؓ کی باری کا دن تھا اور بدھ کا روز تھا، اسی حالت میں آپ بلدی باری ازواجِ مطہرات کے یہاں تشریف لے جاتے رہے، جب مرض میں شدت ہوئی تو ازواجِ مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہؓ کے یہاں تشریف لے آئے۔ دو شنبہ کے روز حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں منتقل ہوئے اور آئندہ دو شنبہ کو حضرت عائشہؓ ہی کے حجرہ میں رحلت فرمائے عالمِ آخرت ہوئے۔ تیرہ یا چودہ روز آپ علیل رہے جس میں سے آخری ہفتہ کی تیمارداری عائشہ صدیقہؓ کے حصہ

میں آئی ہے

ایک روایت میں ہے کہ جب جبریل امین سورۃ نصر یعنی اذاجار نصر اللہ الخ کے کرنازل ہوئے
تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اے جبریل اس سورۃ میں مجھ اپنی موت کی اطلاع دی گئی
ہے، جبریل امین نے کہا وَلَآ اُخْرِئُكَ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُولٰی، سرور الطبرانی سن حدیث
جابر رضی اللہ

انصار علالت میں آپ کو اسود عنسی اور سیلہ کذاب اور طلحہ اسدی مدعیان نبوت اور لوگوں
کے مرتد ہونے کی خبر معلوم ہوئی آپ نے مرتدین سے جہاد کی وصیت اور تاکید فرمائی اور اسود عنسی کی
سرزنش کے لئے انصار کی ایک جماعت روانہ فرمائی۔ آپ کی وفات سے ایک روز پیشتر اسود عنسی
قتل کیا گیا۔ ۳۵

صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ آپ مرض الوفا میں یہ فرماتے تھے کہ یہ اُسی
زہر کا اثر ہے جو میں نے خیر میں کھلایا تھا، بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ عادت شریفہ یہ
تھی کہ جب بیمار ہوتے تو معوذات یعنی سورۃ اخلاص اور سورۃ فلق اور سورۃ ناس پڑھ کر اپنے لوہے
دُم کرتے اور پھر اپنا ہاتھ تمام بدن پر پھیر لیتے۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کی آخری علالت میں
معوذات پڑھ کر آپ پر دم کرتی، مگر برکت کے لئے آپ ہا کا دست مبارک آپ کے بدن پر پھیر دیتی۔

حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ کا رحنا اور منسا

اسی بیماری میں آپ نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور سرگوشی کی حضرت فاطمہ روٹیں اس کے بعد
کچھ اور سرگوشی کی تو ہنس پڑیں، عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ ہم نے آپ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ
سے اس کا سبب دریافت کیا تو یہ کہہ کر اُول آپ نے مجھ سے یہ فرمایا کہ جبریل مجھ سے ہر سال رمضان

میں قرآن کا ایک مرتبہ قور کیا کرتے تھے اس سال قور مرتبہ قور کیا میرا خیال ہے کہ اسی بیماری میں میری وفات ہوگی یہ سن کر میں رو پڑی بعد ازاں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے گھر والوں میں تو سب سے پہلے مجھ سے آئے گی۔ یہ سن کر میں ہنس پڑی۔ چنانچہ چھ ماہ بعد ہی حضرت سیدہ اس عالم سے رحلت فرما گئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دوسری بار یہ فرمایا کہ تو بہشت کی تمام عورتوں کی سردار ہوگی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بقیع سے تشریف لائے تو میرے سر میں درد تھا تو اس حالت میں میری زبان سے یہ لفظ نکلا۔ وار آساہ۔ ہائے میرے سر۔ کہ تو اب چلا یعنی شاید اس تکلیف میں موت آجائے۔ آپ نے فرمایا۔ بل انا قول وار آساہ، بلکہ میں کہتا ہوں کہ ہائے میرا سر۔ مطلب یہ تھا کہ میرے سر میں شدید درد ہے شاید یہی درد میری موت کا پیش خیمہ ہو اور اس کے بعد فرمایا اے عائشہ اگر تو مجھ سے پہلے مر جائے تو میرا کیا نقصان ہے۔ میں تیرے کفن اور دفن کا انتظام کروں گا اور تیری نماز جنازہ پڑھوں گا اور تیرے لئے دعا و مغفرت کروں گا عائشہ صدیقہ نے (بطور ناز) فرمایا گو یا کہ آپ میری موت چاہتے ہیں کہ اگر میں اس جہاں سے رخصت ہو گئی تو آپ اسی روز میرے ہی گھر میں کسی اور زوجہ کے ساتھ آرام کرنے والے ہوں گے مطلب یہ تھا کہ میرے مرنے کے بعد آپ مجھے بھول جائیں گے اور دوسری بیبیوں میں مشغول ہو جائیں گے، آپ یہ سن کر مسکرائے کہ یہ غافلات المؤمنات میں سے ہے، اسے خبر نہیں کہ میں ہی دنیا سے جا رہا ہوں اور یہ میرے بعد زندہ رہے گی۔ ۱۵

واقعہ قرطاس

وفات سے چار یوم پیشتر بروز پنجشنبہ جب مرض میں شدت ہوئی تو جو لوگ حجرہ نبوی میں حاضر تھے، ان سے فرمایا کاغذ قلم و دوات لے آؤ تاکہ تمہارے لئے ایک وصیت نامہ لکھوا دوں

۱۵۔ فتح الباری، ج ۸ : ص ۱۰۳۔

۱۶۔ البدایہ والنہایہ - ج ۵ : ص ۲۲۴

اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے، یہ سن کر اہل مجلس اختلاف کرنے لگے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ بیمار ہیں۔
 قدو کی شدت ہے ایسی حالت میں تکلیف دنیا مناسب نہیں۔ کتاب اللہ ہمارے پاس ہے جو ہم کو
 گمراہی سے بچانے کے لئے کافی ہے، بعض نے حضرت عمرؓ کی تائید کی اور بعض نے کہا کہ روایت قلم لاکر
 لکھوا لینا چاہیے۔ اور یہ کہا، اَھْجَرَ اسْتَفْهَمُوْا۔ کیا آپ نے بیماری کی شدت اور غفلت
 اور بیہوشی کی حالت میں معاذ اللہ کوئی لغو اور ہڈ بان کی بات کہی ہے خود آپ سے دریافت کر لو
 یعنی آپ اللہ کے نبی و رسول ہیں، آپ کی زبان اور دل خطا اور غلط سے معصوم اور مومن ہے معاذ اللہ
 اوروں کی طرح نہیں کہ جو بیماری کی حالت میں راہی تباہی بولنے لگتے ہیں، حدیث میں ہے کہ آپؐ نے
 ایک مرتبہ اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں
 میری جان ہے، اس زبان سے کسی حالت میں اسوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔

یہ جملہ راہجرا استفہموہ) حضرت عمرؓ کا مقولہ نہیں بلکہ ان لوگوں کا ہے جن کی رائے حضرت عمرؓ
 کے خلاف تھی، حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ حضورؐ پر نور کو کھنے کی تکلیف نہ دی جائے اور بعض لوگ
 جن کی رائے یہ تھی کہ ذوات قلم لاکر لکھوا لیا جائے ان لوگوں نے حضرت عمرؓ کے جواب میں یہ کہا
 اہجرا استفہموہ۔ اور مطلب یہ تھا کہ جب حضورؐ پر نور حکم دے رہے ہیں تو کیوں نہ لکھوا لیا جائے
 معاذ اللہ حضورؐ پر نور کی زبان مبارک سے کسی ہڈیان یا لغویات کا نکلنا ناممکن ہے اسی وجہ سے
 ان لوگوں نے اہجرا بطور استفہام انکار ہی الزام کیا۔ خود اس کے قائل نہ تھے اور جن روایتوں میں یہ
 جملہ بدون حرف استفہام آیا ہے وہ بھی استفہام پر محمول ہیں اور حرف استفہام و اب مقدر ہے۔
 مجلس میں جب اختلاف زیادہ ہوا اور شور و شغب ہونے لگا تو آں حضرت مسلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ مجھ کو میکہ مال پر چھوڑ دو۔ میں جس حالت میں ہوں وہ بہتر ہے
 اس سے کہ جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو، بعد ازاں باوجود اس تکلیف کے آپؐ نے لوگوں کو تین
 چیزوں کی زبانی وصیت فرمائی۔

(۱)۔ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو یعنی جزیرہ عرب میں کوئی مشرک رہنے نہ پائے۔

(۱۲)۔ وفود کو رخصت کے وقت جائزہ یعنی ہدیہ و تحفہ دیا کرو جس طرح میں ان کو جائزہ دیکر آتا تھا۔

(۱۳)۔ تیسری بات سے آپ نے سکوت فرمایا یا راوی مجھوں لگیا۔ (بخاری و مسلم)

بعض کہتے ہیں کہ تیسری بات یہ تھی کہ قرآن پر عمل کرنا یا حبش اسامہ کو روانہ کرنا۔ یا میرے بعد میری قبر کو بت اور سجدہ گاہ نہ بنانا۔ یا یہ کہ نماز کی پابندی کرنا اور غلاموں کا خیال رکھنا۔

ف : معلوم نہیں کہ جن باتوں کی آپ نے زبانی وصیت فرمائی انہی کے لکھوانے کے لئے کاغذ قلم و دوات منگرتے تھے یا ان کے علاوہ تھیں، واللہ اعلم۔

بخاری اور مسلم میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیماری کی حالت میں یہ فرمایا کہ میرا ارادہ ہوا تھا ابو بکر اور ان کے فرزند (عبدالرحمن) کو جانے کے لئے کسی کو بھیج دوں اور ان کو وصیت کر دوں اور ان کو اپنا ولیعہد بنا دوں تاکہ کہنے والے کچھ کہہ نہ سکیں اور تمنا کر لے والے کچھ تمنا نہ کر سکیں لیکن پھر میں نے اپنا یہ ارادہ نسخ کر دیا اور یہ کہا کہ وصیت کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ انکار کرے گا کہ سوائے ابو بکر کے کوئی اور خلیفہ ہو اور اہل ایمان بھی سوائے ابو بکر کے اور کسی کے خلافت کو قبول نہیں کریں گے اور ایک روایت میں یہ الفاظ آتے۔

معاذ اللہ ان یختلف الناس علی اللہ کی پناہ۔ کہ لوگ ابو بکر کی خلافت میں
اجبی بکر اختلاف کریں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ ان حضرات صلی اللہ علیہ وسلم کا دلی منشا یہ تھا کہ آپ کے بعد ابو بکر خلیفہ ہوں لیکن آپ نے قضا و قدر اور اجماع پر چھوڑ دیا کہ قضا و قدر سے یہی ہو گا کہ ابو بکر ہی خلیفہ ہوں گے اور مسلمانوں کے اہل حل و عقد کے اجماع اور اتفاق سے ان کی خلافت منعقد ہوگی اور سب مسلمان انہی کی خلافت پر متفق ہوں گے۔ امام بخاریؒ کے کلام سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے ندیق اکبر کی خلافت لکھوانا مراد ہے، اس لئے کہ امام بخاری نے کتاب الاحکام میں اس حدیث پر جو ترجمہ رکھا وہ یہ ہے، باب الاستخلاف معلوم ہوا کہ اس حدیث سے

اشارہ خلافت کی طرف ہے، دیکھو نہ قافی ص ۲۵۷ و قسطلانی ص ۲۶ ج ۱۰ و فتح الباری ص ۱۳۷ ج ۱۳

جس مجلس میں قرطاس کا واقعہ پیش آیا اور لوگوں کے اختلاف اور شور کی وجہ سے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما دیا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ پیغمبر خدا کے سامنے اختلاف اور شور مناسب نہیں لوگ اٹھ کر چلے گئے۔

لوگوں کے چلے جانے کے بعد آپ نے آرام فرمایا ظہر کی نماز کے وقت جب طبیعت کو کچھ سکون ہوا اور مرض کی شدت میں کچھ آفاقہ ہوا تو یہ ارشاد فرمایا کہ سات مشکیں پانی کی میرے سر پر ڈالو شاید کچھ سکون ہو۔ اور میں لوگوں کو وصیت کر سکوں، چنانچہ حسب حکم آپ پر پانی کی سات مشکیں ڈالی گئیں اسی طرح غسل سے آپ کو ایک گونہ سکون ہوا اور آپ حضرت عباس اور حضرت علی کے سپاہ سے مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھائی، یہ ظہر کی نماز تھی اور بعد ازاں آپ نے خطبہ دیا اور یہ آپ کا آخری خطبہ تھا۔ یہ صحیح بخاری کی روایت ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ یہ خطبہ وفات پانچ شب یعنی چار روز پہلے تھا۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں اس حساب سے یہ خطبہ جمعرات کے روز ارشاد فرمایا۔

۱۔ دہلی کی روایت میں ہے کہ یہ سات مشکیں دینیہ کے سات مکتف کنوؤں میں بھری گئی تھیں، کذا فی الامتحان شرح الآثار ص ۲۸۸ ج ۶
۲۔ قال کانظاہن کثیر۔ وقد خطب علیہ الصلوٰۃ والسلام فی یوم الخمیس قبل ان یقبض علیہ السلام بخمیس آیام خطبۃ عظیمتین فیہا فضل الصّدیق من ساثر الصحابۃ مع ما کان قد نصر علیہ ان یوم الصحابۃ اجمعین کما سمّیاتی بیانہ مع حضورہم علیہم ولعل خطبۃ ہذا کانت عوضاً عما اراد ان ینکب فی الکتاب وقد اغتسل علیہ الصلوٰۃ والسلام ینید ی ہذا الخطبۃ الکریمۃ فصوا علیہ من سبع قریب لیرتحل او ینتھن و ہذا من باب الاستشفاء بالسبع کما وردت بہا الاحادیث فی غیر ہذا الموضع

آخری خطبہ

الغرض آپ نماز سے فارغ ہو کر منبر پر رونق افروز ہوئے حق جل شانہ کی حمد و ثناء کے بعد سب سے پہلے اصحاب احد کا ذکر فرمایا اور اُن کے لئے دعا و مغفرت کی۔ پھر ہاجرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم زیادہ ہو گئے اور انصار کم ہوں گے، دیکھو انصار نے مجھ کو ٹھکانہ دیا، ان میں کا جو محسن اور نیکو کار ہو اس کے ساتھ احسان کو اور ان میں سے جو غلطی کر گزرے تم اس سے درگزر کرنا۔

پھر فرمایا۔ اے لوگو! اللہ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ خواہ دنیا کی نعمتوں کو اختیار کرے یا خدا کے پاس نعمتوں یعنی آخرت کو اختیار کرے لیکن اُس بندہ نے خدا کے پاس کی نعمتوں کو یعنی آخرت کو اختیار کر لیا۔ ابوبکر چونکہ سب سے زیادہ علم والے تھے اس لئے سمجھ گئے کہ اُس بندہ سے حضور پروردی مراد ہیں سنتے ہی رو پڑے اور کہنے لگے یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ نے فرمایا اے ابوبکر ٹھہر واد قرار بگڑو۔ پھر مسجد کی طرف لوگوں کے جتنے دروازے کھلے ہوئے تھے، اُن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں صرف ایک ابوبکر کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے جان و مال صحبت و رفاقت کے اعتبار سے سب سے زیادہ احسان کرنے والا مجھ پر ابوبکر ہیں۔ ابوبکر سے بڑھ کر میرا کوئی محسن نہیں جس جس نے میرے ساتھ کوئی احسان کیا میں نے اس کی مکافات کر دی سوائے ابوبکر کے کہ اس کے احسانات کا بدلہ اور صلہ اللہ ہی اس کو قیامت کے دن دے گا۔ اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی کو اپنا جانی دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اُن سے اسلامی اخوت اور مروت ہے جس میں وہ سب سے افضل اور برتر ہیں اور اخوت اور

۱۷۔ اور سعد بن ابی وقاصؓ کی ایک نصیحت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد کی طرف جتنے دروازے ہیں بند کر دئے جائیں مگر علی کا دروازہ کھلا رہے رواہ احمد و نسائی۔ سو جانا چاہیے کہ یہ حکم اس وقت تھا کہ جب مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی یعنی ابتداء ہجرت کا واقعہ ہے اور عذیق اکبر کے دروازہ کے سوا سب دروازوں کے بند کرنے کا حکم مرض الوفا کا واقعہ ہے جو آخری حکم ہے اور آخری حکم پہلے حکم کے لئے ناسخ ہوتا ہے ۱۲۔ عنہ

موت ہے جس میں وہ سب سے افضل اور برتر ہیں اور اس اخوت اور مودت میں کوئی دوسرا ان کا
ہمسرب نہیں لے

الغرض آپ نے اس خطبہ میں صدیق اکبر کے وہ فضائل و کمالات بیان کئے جس میں کوئی دوسرا
ان کا شریک و ہم نہ تھا تاکہ لوگوں کے سامنے ان کی فضیلت اور برتری عیاں ہو جائے اور آپ کے
بعد ان کی خلافت میں کوئی اختلاف نہ کر سکے اور اسی کی تاکید کے لئے افضل العبادات یعنی نماز
کی امامت اُن کے سپرد کی، چنانچہ صحابہ نے بلو بکر سے بیعت کرتے وقت یہی کہا کہ اللہ کے رسول
نے جس شخص کو ہمارے دین (نماز) کے لئے پسند فرمایا ہم کو اپنی دنیا و خلافت و امارت کے لئے کہیں
نہ منتخب اور پسند کریں گے

پھر اسی خطبہ میں یہ فرمایا کہ بیش اسامہ کو جلدی روانہ کرو اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگ
راہن سعد کہتے ہیں کہ یہ منافقین تھے، اسامہ کی امارت اور سرداری پر معترض ہیں کہ بوڑھوں کے
ہوتے ہوئے فوجیان کو یہ منصب کیوں عطا کیا گیا؟ گاہ ہو جاوے کہ انہی لوگوں نے اس سے پہلے اس
کے باپ زید کی امامت اور اس کی سرداری بھی اعتراض کیا تھا۔ خدا کی قسم اس کا باپ زید بھی
امامت اور سرداری کا اہل تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا اسامہ بھی امارت کا اہل ہے اور میرے
نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہے۔

اور یہ فرمایا کہ لعنت ہو اللہ کی بیوہ اور نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو بجد گاہ
بنایا، مقصود آپ کا (پیغمبر) امت کا گاہ اور خبردار کرنا تھا کہ تم یہود و نصاریٰ کی طرح میری قبر کو عجد گاہ
نہ بنانا۔

اور فرمایا، اے لوگو مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے خوف زدہ ہو گیا کوئی نبی مجھ

طہ۔ ابداۃ و النہایۃ - ۵ : ۵ ، ص : ۲۲۹ ، فتح البکاء ، ۵ : ۴ ، ص : ۱۰ ، احسان شرح

احبار علوم الدین ، ج : ۱۰ ، ص : ۲۸۶

طہ۔ لدقانی ، ج : ۸ ، ص : ۲۵۴

پہلے اپنی امت میں ہمیشہ رہا ہے جو میں تم میں ہمیشہ رہوں (کما قال تعالیٰ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْغُلْدَ . وَمَا مَحْمُودٌ إِلَّا أَرْسُولٌ مَذْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) آگاہ ہو جاؤ کہ میں خدا سے ملنے والا ہوں اور آگاہ ہو جاؤ کہ تم بھی خدا سے ملنے والے ہو، میں تمام مسلمانوں کو وصیت کرتا ہوں کہ ہاجرین اولین کے ساتھ خیر اور بھلائی کا معاملہ کریں۔ اور مہاجرین اولین کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ اور عمل صالح پر قائم رہیں کیونکہ حق کا ارشاد ہے . وَالْعَصْرَاتِ الْإِنْسَانُ لَفِيْ خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ادرائے مسلمانوں۔ میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ خیر اور حسن سلوک کا معاملہ کرنا۔ انصار نے اسلام اور ایمان کو ٹھکانہ دیا اور مکانوں اور زمینوں اور باغوں اور پھلوں میں تم کو اپنا شریک بنایا اور بارہو فقر و فاقہ کے تم کو اپنے نفسوں پر ترجیح دی۔ (کما قال تعالیٰ وَيُؤْتُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ) اور فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ میں تم سے پہلے جا رہا ہوں اور تم بھی مجھ سے آکر لوگے حوض کوثر پر ملنے کا وعدہ ہے۔

اس کے بعد منبر سے اتر آئے اور حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نمازِ جماعت

اور صدیق اکبر کو نماز پڑھانے حکم

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جب تک طاقت رہی اُس وقت تک آپ برابر مسجد میں تشریف لاتے رہے اور نماز پڑھاتے رہے، سب سے آخری نماز جو آپ نے پڑھائی وہ پنجشنبہ کی مغرب کی نماز تھی جس کے چار روز بعد، بروز دو شنبہ آپ کا وصال ہو گیا صحیح بخاری میں ام فضلؓ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی جس میں دالہ رسالت

پڑھی اس کے بعد آپ نے ہم کو کوئی نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی، جب عشاء کا وقت آیا تو دریا فت فرمایا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ لوگ آپ کے منتظر ہیں آپ نے کئی بار اٹھنے کا قصد فرمایا مگر شدت مرض کی وجہ سے بے ہوش ہو ہو جاتے تھے اخیر میں فرمایا کہ ابو بکر کو میری طرف سے حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ عائشہ صدیقہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ابو بکر بہت رفیق القلب ہیں یعنی نرم دل ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو روانہ پر ایسی رقت طاری ہوگی کہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے اور گریہ و زاری کی وجہ سے لوگوں کو اپنی قرأت نہیں سنا سکیں گے لہذا آپ عمر کو نماز پڑھانے کے لئے کہہ دیں حضرت عائشہ نے ظہر تو یہ کیا کر دل میں یہ تھا کہ جو شخص آپ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس کو منحوس سمجھیں گے اس لئے اپنے خفا ہو کر فرمایا کہ تم یہ سب کے ساتھ دایاں ہو کہ زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے ابو بکر کو حکم دو کہ وہی نماز پڑھائیں، صبح بخاری میں ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے کے ۱۸۔ عائشہ صدیقہ نے تین بار انکار کیا مگر آپ نے ہر بار تاکید اور اصرار کے ساتھ یہی فرمایا کہ ابو بکر کو حکم دو کہ وہی نماز پڑھائیں، چنانچہ ابو بکر نماز پڑھانے لگے۔

امام غزالی قدس اللہ سرہ نے احیاء العلوم میں عائشہ صدیقہ کا کلام معرفت الیام سے نقل کیا ہے جس میں عائشہ صدیقہ نے اپنے ولی فشاں کو ظاہر فرمایا ہے کہ وہ اپنے جلیل القدر باپ کی امت کو کیوں ناپسند کرتی تھیں۔

قالت عائشة رضي الله عنها ما قلت ذاك ولا صوفت عن ابي بكر الا سر غيبة عن المخطوطة والمهلكة الا ما سلم الله وخشيت ايضا ان لا يكون الناس رجلا صلى في مقام النبي صلى الله عليه وسلم وهو حي

عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ میں اپنے باپ کی امت سے اس لئے انکار کرتی تھی کہ میرا باپ دنیا سے بالکل علحدہ رہے اس لئے کہ عزت و دجاعت ظہر سے خالی نہیں ہوتی، اس میں ہلاکت اندیشہ ہے مگر جس کو اللہ صبح و سالم رکھے وہی دنیا کے اندیشہ سے بچ سکتا ہے اور نیز یہ بھی اندیشہ تھا کہ جو شخص آنحضرت

اَلَا اِنْ يَشَاءَ اللّٰهُ يُجْعَلُوْنَ وِیٰیغُوْنَ
 عَلَیْهِ وَیَنْشِءُ مَوْنٌ بَدَافَا اِلَا مَرَد
 اَمْرًا لِلّٰهِ وَالتَّصْنَاءُ قَضَاءُ وَعَصْمًا
 اللّٰهُ مِنْ كُلِّ مَا تَخَوَّفْتَ عَلَیْهِ مِنْ
 اَمْرِ الدُّنْیَا وَالدِّیْنِ -

صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ کی جگہ پر کھڑا
 ہوگا۔ تو لوگ اس پر حسد کریں گے اور عجب نہیں
 کہ حسد میں اس پر کوئی زیادتی بھی کریں اور ان کو
 منحوس بھی سمجھیں پس جب اللہ کا حکم اور اس کی
 قضا و قدر یہی ہے کہ میرا باپ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا قائم مقام بنے اور ان کی جگہ پر امامت کرے تو پھر دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے
 باپ کو دنیا اور دین کی ہر خوفناک امر سے محفوظ اور مامون رکھے۔

سبحان اللہ یہ ہے صدیقہ بنت صدیق کی فہم و فراست کہ وہ اس امامت و نیابت کو
 آئندہ خلافت اور امارت کا پیش خیمہ سمجھے ہوئے ہیں اور دل و جان سے اس کوشش میں ہیں کہ میرا
 باپ نہ امام بنے اور نہ امیر یہ امامت صغریٰ اور امامت کبریٰ میرے باپ سے ہٹ کر کسی اور
 کے پاس چلی جائے تاکہ میرا باپ دین و دنیا کے فتنے سے بالکل محفوظ ہو جائے۔ یہ تو بیٹی کا حال
 تھا اور باپ یعنی ابو بکر صدیق کا حال بیعت کے وقت کے خطبہ سے معلوم کرو۔

فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے اس امارت و خلافت کی نہ کبھی دل سے تمنا کی اور نہ کبھی زبان سے
 دعا مانگی مسلمانوں پر فتنہ کے خوف سے اسے قبول کر لیا۔

صدیق اور صدیقہ کی یہی شان ہوتی ہے کہ ان کا دل مال و جاہ کی طمع سے بالکل پاک اور
 منزہ ہو رہا ہے۔ مگر کچھ لینا چاہیے کہ اللہ کا نبی اور اس کا رسول جس کے امام بنانے پر مصر ہو وہ باسحقین
 امام المستحقین ہوگا اور اس کا ظاہر و باطن امارت اور خلافت کی طمع سے بالکل منزہ ہوگا اور کسی فتنہ
 کی مجاز نہ ہوگی کہ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

اللہ کے رسول نے جس شخص کو اپنی جگہ پر کھڑا کر دیا سمجھ لو کہ جو عنایات ربانی اور تائید آسمانی
 نبی کے ساتھ تھیں وہ اس کے قائم مقام کی بھی ضرور معین اور دستگیر ہوں گی، اس لئے کہ اللہ کا رسول
 بدون حکم خداوندی اپنا نائب اور قائم مقام نہیں مقرر کر سکتا۔

جس طرح کسی بادشاہ کا اپنی زندگی میں کسی کو اپنا تخت اور چتر سپرد کر دیا اس کو ولی عہد بنانے کے مرادف ہے۔

اسی طرح امام المتقین کا کسی کو اپنے مصلیٰ پر امامت کے لئے کھڑا کر دیا یہ اس کے مرادف ہے کہ یہ شخص اللہ کے رسول کا ولی عہد اور اس کا جانشین ہے۔

شنبہ یا یکشنبہ کو مزاج مبارک کچھ ہلکا ہوا تو حضرت عباس اور حضرت علی کے سہارے آپ مسجد میں تشریف لائے ابو بکرؓ اُس وقت ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے، آپ ابو بکر کی باتیں جان بجا کر بیٹھ گئے اور باتی نماز لوگوں کو آپ نے بڑھائی اس پر آپ امام تھے اور ابو بکر آپ کو اقتدا کرنے لگے اور باتی نمازی ابو بکر کی تکبیروں پر نماز ادا کرنے لگے۔ (بخاری شریف)

یہ ظہر کی نماز تھی اور حضورؐ پر نور کی یہ امامت آخری امامت تھی اس کے بعد مسجد کی حاضری سے ہاتھ الٹا دیا اور ام فضل کی روایت میں جو یہ گزرا ہے کہ حضورؐ کی آخری نماز مغرب کی نماز تھی، اس سے مستقل امامت کی نفی مراد ہے کہ از اول تا آخر جس نماز میں امامت اور قرأت فرمائی ہو وہ مغرب کی نماز ہے۔ ہفتہ کے روز حضرت اسامہ اور دیگر صحابہ جن کو جیسا و پرہامور فرمایا تھا آپ سے ملنے کے لئے آئے اور آپ سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے مدینہ سے ایک کو کسی چل کر مقام جثوث میں پڑاؤ ڈالا، تعمیل ارشاد کے لئے روانہ ہو گئے مگر آپ کی علامت کی وجہ سے کسی کا قدم نہیں اٹھتا تھا۔ یکشنبہ کو پھر مرض میں شدت ہو گئی حضرت اسامہ یہ خبر سننے ہی پہ پڑ پڑاؤ و غیراں آپ کو دیکھنے کے لئے مدینہ واپس آئے دیکھا تو مرض کی شدت ہے آپ بات نہیں کر سکتے حضرت اسامہ نے جھک کر پیشانی مبارک پر بوسہ دیا، اُن حضرت علیؓ علیہ السلام نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے پھر اسامہ پر رکھ دیئے، اسامہ کہتے ہیں میں سمجھا کہ آپ میرے لئے دعا فرما رہے ہیں بعد ازاں اسامہ جثوث میں واپس آ گئے جہاں پڑاؤ تھا۔

ابن سعد طبقات میں نور زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ اسی روز یعنی یکشنبہ کے دن

لدو کا واقعہ پیش آیا۔

صبح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ مرض کی شدت میں ذات الجنب سمجھ کر آپ کے منہ میں دوا ڈالی، آپ اشارہ سے منع بھی فرماتے رہے، مگر ہم یہ سمجھے کہ غالباً یہ طبعی ناگواری ہے صبا کہ مریض عموماً دوا کو ناپسند کرتا ہے، بعد میں جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا کیا میں تم کو منع نہیں کیا تھا تمہاری سزا یہ ہے کہ سب کے منہ میں دوا ڈال جائے سوائے عباس کے کہ وہ اس میں شریک نہ تھے یہ

یوم الوصال

یہ دو شنبہ کا روز ہے جس میں آپ نے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور رفیق اعلیٰ سے جاملے۔ اسی دو شنبہ کی صبح کو آپ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا دیکھا کہ لوگ صف باندھے ہوئے صبح کی نماز میں مشغول ہیں صحابہ کو دیکھ کر آپ مسکرائے چہرہ انور کا یہ حال کہ گویا مصحف شریف کا ایک ورق ہے یعنی سپید ہو گیا ہے ادھر صحابہ کی فرط مسرت سے یہ حالت کہ کہیں نماز نہ توڑ ڈالیں۔

صدیق اکبر نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹیں آپ نے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پوری کرو ضعف اور ناتوانی کی وجہ سے آپ زیادہ کھڑے نہ ہو سکے حجرہ کا پردہ ڈال دیا اور اندر واپس تشریف لیگے (رزاہ البخاری) اں حضرت علیؑ علیہ وسلم کا پردہ اٹھا کر نمازیوں کی طرف دیکھنا یہ چہرہ انور کی آخری جلوہ افروزی تھی اور صحابہ کرام کے لئے جمال نبوت کی آخری زیارت کا آخری موقع تھا۔ عشاق کی زبان حال اس وقت یہ شعر پڑھ رہی تھی

و کنت ادعی کالموت من بین ساعۃ فیکف ببین کان موعده الحشر

میں تو ایک گھڑی ہی کی جدائی کو موت سمجھتا تھا پس اس جدائی کا کیا پوچھنا کہ جہاں لقاء کا وعدہ حشر کے بعد ہو۔

صدیق اکبر جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو سیدہ حجرہ مبارک میں گئے اور آپ کو دیکھ کر

عائشہ صدیقہ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ علیہ وسلم کو اب سکون ہے جو کرب اور
بے چینی پہلے تھی وہ اب جاتی رہی اور چونکہ یہ دن صدیق اکبر کی دو بیبیوں میں اسس بیوی کی نوربت کا
دن تھا جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر رہتی تھیں۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر
وہاں چلے گئے ۱۷

اور ابن اسحق کی روایت میں ہے کہ صدیق اکبر نے عرض کیا۔

يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنْ أَرَانِ قَدَاجِصَتِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ مِنْ دِيكْتَا هَوْنِ كَمَا نَبِيَّ
بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لِمَا نَحْبُ الْيَوْمِ اَجْتَمِعَ حَالَتِي فِي سَجِيٍّ هِيَ امَّا آجَ مِيرَى اِيكٍ بِهَوْنٍ صَبِيهٍ
يَوْمَ بِنْتِ خَارِجَةٍ آفَاتِيهَا قَالِ نِعْمَ بِنْتُ خَارِجَةٍ كِي نَوْرَتِ كَا دُنْ هِيَ اَكْرَا جَانَتِ هَوْنِ دَاوْنِ
ہر آؤں آپ نے فرمایا ہاں چلے جاؤ۔

اور دوسرے لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس سکون ہے تو وہ بھی
اپنے گھروں کو واپس ہو گئے ۱۸

حضرت علی حمزہ مبارک سے باہر آئے لوگوں نے آپ کے مزاج دریافت کئے حضرت علی نے
کہا بھلا اللہ آپ آچھے میں لوگ مطمئن ہو کر منتشر ہو گئے، حضرت عباس نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کے
کہا۔ اے علی خدا کی قسم تین دن کے بعد تو عبدالعصار لاطلی کا غلام ہو گا یعنی اسے کوئی حاکم ہو گا۔ اور تم
اس کے محکوم ہو گے، خدا کی قسم میں یہ سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں وفات پائیں
بہتر ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں دریافت کر لیں کہ آپ کے بعد کون خلیفہ
ہو گا۔ اگر ہم میں سے ہو گا تو معلوم ہو جائے گا۔ ورنہ آپ اس کو ہمارے بارے میں وصیت فرمادیں گے۔
حضرت علی نے کہا ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق انکار فرما دیں تو پھر ہم ہمیشہ کے لئے
اس سے محروم ہو جائیں گے، خدا کی قسم میں آپ سے اس بارہ میں ایک حرف بھی نہ کہوں گا۔ ۱۹

عالم نزع

لوگ تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو افاقہ اور سکون ہے منتشر ہو گئے کچھ دیر نہ گزری تھی کہ عالم نزع شروع ہو گیا۔ عائشہ صدیقہ کے آغوش میں سر رکھ کر لیٹ گئے، اتنے میں حضرت عائشہ کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر ماتھ میں مسواک لیے آ گئے۔ آپ ان کی طرف دیکھنے لگے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کے لئے مسواک لے لوں، آپ نے اشارہ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا اس کو نرم کو دوں آپ نے اشارہ سے فرمایا ہاں، میں نے جب اکروہ مسواک آپ کو دی، اسی وجہ سے عائشہ صدیقہ بطور غر اور بلور تحریث المغمۃ یہ کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر وقت میں میرا آپ دین آپ کے آپ دین کے ساتھ ملا دیا اور آپ کی وفات میرے حجرہ میں اور میری نوبت کے دن میں اور میرے سینہ اور منہسلی کے درمیان ہوئی۔

فائدہ : ملا علی قادری نے مشائخ طریقت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص مسواک پر مواظبت کرے تو مرتے وقت اس کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہو جاتا ہے اور افریقہ کہانے داسے کی زبان پر جاری نہ ہوگا۔

آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا درد سے بیاب ہو کر بار بار ماتھ اُس پیالہ میں ڈالتے اور منہ پر پھیر لیتے اور یہ کہتے جاتے تھے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** ان للموت، مسکرات اللہ مسواک کوئی معبود نہیں، بے شک موت کی بڑی سختیاں ہیں، پھر حسرت کی طرف دیکھا اور ماتھ اٹھا کر یہ فرمایا **فی الرفیق الاعلیٰ**۔ اے اللہ میں رفیق اعلیٰ میں جانا چاہتا ہوں یعنی حظیرۃ القدس جو انبیاء و مرسلین کا مسکن ہے وہاں جانا چاہتا ہوں۔

عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں بار بار آپ سے سن چکی تھی کہ کسی پیالہ کی روح اُس وقت تک قبض نہیں کی جاتی کہ جب تک اس کا مقام جنت میں اس کو دکھلا نہ دیا جائے اور اس کو اختیار نہ دیا جائے کہ دنیا و آخرت میں سے جس کو چاہے اختیار کرے۔

جس وقت آپ کی زبان سے یہ کلمات نکلے میں اسی وقت کچھ گئی کہ اب آپ ہم میں نہ رہیں گے

آپ نے ملا علی اور قرب خداوندی کو اختیار کر لیا ہے، الغرض آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے
 اللَّهُمَّ فِي الشَّرَفِيقِ الْأَعْلَى ۱۴ روح مبارک عالم بالا کو پرواز کر گئی اور دست مبارک نیچے
 گر گیا۔ (بخاری شریف) اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ - اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ
 اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

تاریخ وفات

یہ جان گدا نامہ روح فرما واقعہ جس نے دنیا کو نبوت و رسالت کے فیوض و برکات اور
 روحی ربانی کے انوار و تجلیات سے محروم کر دیا بروز دوشنبہ دوپہر کے وقت ۱۲ ربیع الاول کو
 پیش آیا۔

اس میں کو کسی کو اختلاف نہیں کہ آپ کی وفات ماہ ربیع الاول میں بروز دوشنبہ کو ہوئی
 اختلاف دو امر میں ہے ایک یہ کہ کس وقت وفات ہوئی دوسرے اس امر میں کہ ربیع الاول
 کی کونسی تاریخ تھی۔

مغازی ابن الحق میں ہے کہ چاشت کے وقت آپ کا وصال ہوا اور مغازی موسیٰ بن عقبہ
 میں زہری اور عروۃ بن زبیر سے مروی ہے کہ زوال کے وقت وصال ہوا یہی روایت زیادہ صحیح اور یہ
 اختلاف معمولی اختلاف ہے چاشت اور زوال میں کچھ زیادہ فصل نہیں، البتہ تاریخ وفات میں
 اختلاف شدید ہے، مشہور قول کی بنا پر ۱۲ ربیع الاول کو وفات ہوئی۔ موسیٰ بن عقبہ اور لیث
 بن سعد اور خوارزمی نے یکم ربیع الاول کو تاریخ وفات بتلایا ہے اور کلبی اور ابو مخنف نے دوم
 ربیع الاول تاریخ وصال قرار دی ہے۔ علامہ سہیلی نے روض الالف میں اور حافظ عسقلانی نے
 شرح بخاری میں اسی قول کو مزج قرار دیا ہے ۱۵

عمر شریف

انتقال کے وقت آپ کی عمر شریف تریسٹھ سال کی تھی۔ یہی جہود کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور بعض سینیسٹ اور بعض سائٹہ بتلاتے ہیں ۱۵

صحابہ کا اضطراب

اس خبر قیامت اثر کا کانوں میں پہنچا تھا کہ قیامت آگئی سستے ہی صحابہ کے ہوش اڑ گئے تمام مدینہ میں تہلکہ مچ گیا جو اس جاں گداز واقعہ کو سنتا تھا ششدر و حیران رہ جاتا تھا۔ ذی النورین عثمان غنی ایک سکتہ کے عالم میں تھے، دیوار سے نپٹ لگتے بیٹھے تھے، شدت غم کی وجہ سے بات تک نہیں کر سکتے تھے، حضرت علی کا یہ حال تھا کہ زار و قطار روتے تھے، روتے روتے بے ہوش ہو گئے عائشہ صدیقہ اس اندازِ مہر و راج پر جو صدرِ اولیٰ عالم کا پہاڑ گرا اس کا پوچھنا ہی کیا۔ حضرت عباس بھی پریشانی میں سخت بے حواس تھے، حضرت عمر کی پریشانی اور حیرانی سب ہی سے بڑھی ہوئی تھی۔ وہ تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور آبادِ مدینہ کہنے لگے کہ منافقین کا گمان ہے کہ حضور پر نور انتقال کر گئے، آپ ہرگز نہیں مرے بلکہ آپ تو اپنے پروردگار کے پاس گئے ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر خدا تعالیٰ کے پاس گئے اور پھر واپس آ گئے، خدا کی قسم آپ بھی اسی طرح ضرور واپس آئیں گے اور منافقوں کا قلع قمع کریں گے، حضرت عمر جو شش میں تھے تلوارِ نیام سے نکالے ہوئے تھے کسی کی بھل نہ تھی کہ یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ابو بکر صدیق وصال کے وقت موجود نہ تھے، دو شبہ کی صبح کو جب دیکھا کہ آپ کو سکون ہے تو عرض کیا یا رسول اللہ بحمد اللہ اب آپ کو سکون ہے اگر اجازت ہو تو گھر ہواؤں، آپ نے فرمایا اجازت ہے۔ صدیق اکبر آپ سے اجازت لے کر گھر

۱۵۔ فتح الباری - ج ۸ : ص ۱۱۴

۱۶۔ اتحاف شریعہ احوالِ اسلام - ج ۱۰ : ص ۲۹۶

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ

اب تمام لوگ حضرت عمر کو چھوڑ کر صدیق اکبر کے پاس جمع ہو گئے۔

صدیق اکبر کا خطبہ

صدیق اکبر منبر نبوی کی جانب بڑھے اور باوازا بلند لوگوں سے کہا کہ خاموش ہو کر بیٹھ جائیں

سب لوگ بیٹھ گئے صدیق اکبر نے حمد و ثناء کے بعد یہ خطبہ پڑھا۔

اَتَمَّا بَعْدَ . مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللَّهَ

اے اللہ کے تھقین اللہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آسکتی اور

اگر باغرض کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا

تھا تو غمان سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور

نہیں یہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک رسول ہیں جن سے پہلے اور بھی

پیغمبر سے رسول گزر چکے ہیں سوا اگر آپ انتقال ہو جائے

یا آپ شہید ہو جائیں تو کیا تم دین اسلام سے واپس ہو جاؤ

اور جو شخص دین اسلام سے واپس ہو گا تو وہ اللہ کو ضرر پہنچائے

یہی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو

انعام دے گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب بنا کر یہ کہا ہے کہ

بے شک آپ مرنے والے ہیں اور یہ سب لوگ بھی

مرنے والے ہیں سب چیز فنا ہونے والی ہے، مرنے

نزد اللہ فدا الجلال والا کرام کی حالت با برکات باقی

رہے گی، ہر نفس موت کا فرہ چکھنے والا ہے۔

اَفَاِنْ تَمَاتَ اَوْ

تَبَدَّلَ الْقُلُوبُ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَ مِنْ

يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللهَ

شَيْئًا وَ سَيَجْزِي اللهَ الشَّاكِرِيْنَ ۝

وَ قَدْ قَالَ الله تَعَالٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَ اِنَّهُمْ

مَيِّتُونَ وَ قَالَ الله تَعَالٰى كُلُّ شَيْءٍ

هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ

رُجْعُونَ وَ قَالَ الله تَعَالٰى كُلُّ مَنْ

عَلَيْهَا قَاتِلٌ وَيُتَّقِي وَحِبُّهُ رَبُّكَ
 ذُو الْجَدَلِ وَالْإِكْرَامِ وَقَالَ تَعَالَى
 كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ
 أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَالَ إِنَّ
 اللَّهَ عَمَّرَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَابْقَاهُ حَيًّا أَقَامَ دِينَ اللَّهِ وَآظَهَرَ
 اللَّهُ وَبَلَّغَ رِسَالَةَ اللَّهِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ
 اللَّهِ ثُمَّ تَوَفَّاهُ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ وَقَدْ
 تَرَكَكُمْ عَلَى سَبِيلِهِ فَلَنْ يَهْلِكَ هَالِكُ
 الْأَمِينِ بَعْدَ الْبَيْتَةِ وَالشَّافَاءُ فَمَنْ كَانَ
 اللَّهُ رَبُّهُ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ وَمَنْ
 كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا وَيَنْزِلُهُ الْهَانِقُ
 هَلْكَ اللَّهُ فَاتَّقُوا اللَّهَ أَيُّهَا النَّاسُ
 وَاعْتَصِمُوا بِدِينِكُمْ وَتَوَكَّلُوا عَلَى رَبِّكُمْ
 فَإِنَّ دِينَ اللَّهِ قَائِمٌ وَإِنْ كَلِمَةُ اللَّهِ
 تَامَتْ وَإِنْ اللَّهُ نَاصِرٌ مِنْ نَصَرِهِ
 وَمُعَزِّدٌ مِنْدٍ وَإِنْ كَتَابُ اللَّهِ بَيِّنٌ
 أَظْهَرَ نَافِهُ النُّورِ وَالشَّافَاءُ وَبِهِدَى
 اللَّهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِ
 حِلَالُ اللَّهِ وَحَرَامُهُ وَاللَّهُ لَا نَبِيَّ
 مِنْ أَجْلِ عَلَيْنَا مِنْ خَلْقِ اللَّهِ إِنَّ

قیامت کے دن سب کو اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا۔
 اور ابوبکر صدیق نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی
 کی عمر طائر کی اور ان کو باقی رکھا، یہاں تک کہ اللہ
 کے دین کو قائم کر دیا اور اللہ کے حکم کو ظاہر کر دیا اور
 اللہ کے پیغام کو سچا دیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا
 پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا، اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو ایک سیدھے اور
 اور صاف راستہ پر چھوڑ کر دیلے گئے ہیں۔ اب
 جو ہلک اور گمراہ ہو گا وہ حق واضح ہونے کے بعد
 گمراہ ہو گا۔ پس اللہ تعالیٰ جس کا رب ہو تو مجھ
 لیجئے کہ اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے اس کو کبھی
 نہیں آسکتی اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت
 کرتا تھا اور ان کو خدا جانتا تھا تو جان سکے اس کا
 اس کا معبود تو ہلک ہو گیا۔ اسے لوگو اللہ سے
 ٹمرو اور اللہ کے دین کو مضبوط پکڑو اور اپنے
 ہمدردگار پر بھروسہ رکھو تحقیق اللہ کا دین قائم
 اور دائم رہے گا اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا
 اور اللہ اس شخص کا مددگار رہے جو اس کے دین کی مدد
 کرے اور اللہ اپنے دین کو عزت اور غلبہ دینے والا ہے
 اور اللہ کی کتاب ہمارے درمیان موجود ہے اور یہی
 نور ہدایت اور شفا و دل ہے اکی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے

سَيُوتُ اللَّهُ لِمَسْأَلَتِهِ مَا وَضَعْنَا
 هَا بَعْدَ وَلِنَجَاهِدَ مَنْ خَالَفَنَا كَمَا جَاءَ
 مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَلَا يَبْغِينَ أَحَدًا إِلَّا عَلَى نَفْسِهِ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دستہ بکلیا اور اس میں اللہ کے
 حلال و حرام کو وہ چیزوں کا ذکر ہے خدا کی قسم ہمیں ہر شخص
 کا مذہب برابر پر اور انہیں جو ہم پر فوج کشی کرے یہ باغی
 اور مرتدین کی طرف اشارہ تھا تحقیق اللہ کی تراریں جو
 ہمارے ہاتھوں میں ہیں وہ اس کے دشمنوں پر ہی ہوتی ہیں

وہ تراریں ہم نے ابھی تک ہاتھ سے رکھی نہیں اور خدا کی قسم ہم اپنے فحاشات سے اب بھی اسی طرح
 جہاد کریں گے جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں کیا کرتے ہیں مخالف خوب بکھینچے اور اپنی جان
 پر ظلم نہ کرے۔

صدیق اکبر کا ان آیات کی تلاوت کرنا تھا کہ حکومت حیرت کا عالم دور ہو گیا اور فطرت کا پردہ
 آنکھوں سے اٹھ گیا اور سب کو یقین ہو گیا کہ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصول ہو گیا اس وقت حالت
 یہ تھی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں نے اس سے پہلے یہ آیت سنی ہی نہ تھی جسے دیکھ کر وہ اپنی آیتوں کی
 تلاوت کر رہا تھا۔ (زندگانی و طبقات ابن سعد)

حضرت عمر فرماتے ہیں میری حالت بھی یہی ہوئی کہ گویا کہ میں نے آج ان آیتوں کو پڑھا ہے اور
 اپنے خیال سے رجوع کیا ہے

شاہد اللہ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ فاروق اعظم خرب جانتے تھے کہ آپ پر ایک دن ضرور
 موت آنے والی ہے لیکن ان کا گمان یہ تھا کہ جو صورت حال پیش آئی ہے وہ موت نہیں بلکہ کسی باطنی مشغولی
 کی بنا پر فقط غراس ظاہری کا متعلق ہے جیسا کہ حضور پُر نور کو اشارہ وحی میں واقع ہوا تھا۔ صدیق اکبر کے
 خطبہ سے فاروق اعظم کا یہ خیال جاتا رہا اور حقیقت حال ان پر نکشف ہو گئی اور اپنے خیال سے رجوع
 فرمایا، دیکھو قرۃ العینین رضی اللہ عنہما ایسے نازک وقت اور جاں ناکاہ حادثہ میں ایسی ثابت قدمی اور ایسا استقلال

صدیق اکبرؓ کا کال تھا

ہم ان کے دور کے قائل ہیں ہیں ہی شریف جو عشق میں دل مضطر کو تھام لیتے ہیں
 اور ایک روایت ہے کہ صدیق اکبرؓ کو جب اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو
 فوراً اپنے مسکن سے جو شمع میں تھا روانہ ہو گئے اور کیفیت یہ تھی کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ہچکیاں
 بندھی ہوئی تھیں اور سینہ سانس سے پانی کے گھڑے کی طرح بل رہا تھا اسی حالت میں صلاۃ و سلام
 پڑھتے ہوئے حجرہ مبارکہ میں داخل ہوئے مگر باوجود اس بے مثال حزن و ملال کے عقل اور گویائی
 میں قدرہ برابر اختلال نہ تھا۔

آپ کے چہرہ انور کو کھولا اور پیشانی مبارک پر سہ دیا اور زار و قطار روتے جلتے تھے اور یہ
 کہتے جاتے تھے کہ میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں آپ حیات اور موت دونوں حالتوں میں پاکیزہ
 رہے آپ کی وفات سے نبوت اور وحی منقطع ہو گئی جو کسی اور نبی کی وفات سے منقطع نہیں ہوتی تھی آپ
 توصیف سے بالا اور برتر ہیں اور گریہ و زاری سے مستغنی ہیں آپ کی ذات بابرکات اس اعتبار سے خاص
 اور مخصوص ہے کہ آپ کی وفات سے لوگ تسلی حاصل کریں گے اور آپ عالم بھی ہیں کہ ہم سب آپ کے

وفی روایۃ ان ابا بکر رضی اللہ عنہ لما بلغہ اخبر و هو بالسفح جاء و عیناہ تملآن
 وزفراتہ تردد فی صدرہ و غصصہ ترتفع کقطع الجبرۃ و هو فی ذالک رضوان
 اللہ علیہ جلد العقل و المقالة رای ثابت العقل و القول حق دخل علی رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم فاکب علیہ و کشف وجہہ و مسحہ رقبتہ جبینہ و جعل یمکی و
 یقول بالی انت و امی طبت حیا و میتا و انتطع لموتک ما لم ینتطع لموت احد من الانبیاء
 من النبوة تعظمت عن الصفة و جللت عن البکاء و خصصت حتی صرت مسلاۃ و عمت
 حتی صرنا فیک سواء ولو لا ان موتک کان اختیارا منک لجدنا لموتک بالنفوس و
 لو لا انک مھیت عن البکاء لانفدنا علیک ما مالشئو فاما ما لانستطیع نفیہ فکندوا
 دنات یتحالفان لا یمیرحان اللهم ابلغہ عنا و اذ کرنا یا محمد عند ربک و نسکن من با
 کذا فی السروض الالف مہم و کذا ذکرہ الغزالی فی الاحیاء و قال الزمبیدی قال العراقی
 رواہ ابن ابی اریطاف کتاب الضراء من حدیث ابن عمر بسند ضعیف کذا فی لا تھا

رنج و الم میں برابر ہیں اگر آپ کی موت خود آپ کی خود اختیار کردہ نہ ہوتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو اختیار دیا تھا مگر آپ نے خود آخرت کو اختیار کیا، تو ہم آپ کی موت کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیتے اور اگر آپ ہم کو زیادہ رونے سے منع فرماتے تو ہم آپ اپنی آنکھوں کا پانی غم کر ڈالتے البتہ وہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا ہٹانا اور مٹانا ہمارے اختیار میں نہیں ایک غم فراق - اور دوسرے غم میں جسم کا لاغر و نحیف ہو جانا یہ دونوں چیزیں باہم ایک دوسرے کی حلیف میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں اسے اللہ ہمارے یہ حال ہمارے نبی کو پہنچا دے اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم عاشقوں کو یا گاہ خداوندی میں یاد رکھنا امید ہے کہ ہم ملحوظ خاطر رہیں گے۔

اگر آپ اپنے فیض صحبت سے ہمارے دلوں میں سکینت و طماننت نہ چھوڑ کر جاتے تو ہم اس وحشت فراق کا کہ جو آپ ہم میں چھوڑ کر چلے گئے ہرگز ہرگز تحمل نہ کر سکے۔
پھر ابو بکر حجرہ سے ہمارے اور لوگوں کی تسلی کے لئے کھڑے ہو کر خطبہ دیا جس کا ایک کثیر حصہ صلاۃ و سلام پر مشتمل تھا اور آپ نے خطبہ میں یہ فرمایا۔

بقیہ خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ
وَصَدَقَ وَعْدُهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَ
غَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ لَا فَئِیْهِ
الْحَمْدُ وَحْدَهُ۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ
نے اپنے نبی سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچ کر دکھایا اس نے
اپنے برگزیدہ بندہ کی مدد کی اور کافروں کی جماعتوں
کو شکست دی پس حمد و شکر ہے اس وحدہ لا شریک کا۔

یہ اس گزشتہ روایت کا بقیہ ہے جو مہرِ روض الانف میں مذکور ہے اور اقبل کا حصہ روض الانف اور حیار
العلوم دونوں میں مذکور تھا اس لئے اس حصہ کے غم پر دونوں کتابوں کا حوالہ دیدیا اب روایت کا وہ بقیہ حصہ
ذکر کرتے ہیں کہ جو مہرِ روض الانف میں مذکور ہے وہی ہذہ فلولا ما خلفت من التکینتہ لسم
نقم من الوحشہ اللہم ابلغ نبیک عنا واحفظہ فینا شکرہ خرج ربانی لک منو پر بحکمہ

واشهد ان محمداً عبداً ورسولاً
وخاتم النبیین
والله اعلم
بما حدث وان القول كما قال
وان الله هو الحق المبين .

اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ
کے بندے اور رسول اور آخری نبی ہیں اور میں گواہی
دیتا ہوں کہ کتاب الہی یعنی قرآن کریم اسی طرح سبوح
ہے جس طرح وہ نازل ہوا تھا اور دین اسی طرح ہے
جس طرح مشروع ہوا تھا اور حدیث اسی طرح ہے
جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے
عادت اور ظاہر ہوئی تھی اور قول اسی طرح سے ہے

جس طرح آپ نے فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ حق ہے اور حق کو واضح کرنے والا ہے۔

اللهم فصل على محمد عبدك
ورسولك ونبيك وحبيبك و
امينك وخيرتك وصفوتك بافضل
ما صليت به على احد من خلقك
اللهم واجعل صلواتك ومعا

اے اللہ سپ تو اپنی خاص رحمتیں اور عنایتیں نازل فرما
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے خاص برگزیدہ بندہ
اور رسول اور نبی اور حبیب اور امین اور بہترین خلایق
اور ظللہ عالم ہیں ان پر ایسی بہترین صلاۃ و سلام
نازل فرما کہ جو تو نے اپنے کسی خاص بندہ پر نازل

رتبہ پہنچے ہوئے، لما قضی الناس عن اتهم وقام خطيباً فيهم بخطبة جلها الصلاة على
النبي محمد صلى الله عليه وسلم وقال فيها اشهد ان لا اله الا الله وحده لا
شريك له الى الخطبة - الروض اللاف ۱/ ۲ ج ۲

یہاں سے آخر تک جو خطبہ ہے وہ اتقان شرح احیاء العلوم میں مذکور ہے، علامہ زبیدی اس خطبہ کو نقل کر کے
لکھے ہیں۔ رواہ بطولہ سیف بن عمر التیمی فی کتاب الفتوح عن عمرو بن تمام
من ابیہ عن القعقاع قال ابن ابی حاتم سیف بن عمر التیمی متروک واخرجه
ابن السکن من طریق ابراہیم بن سعد عن سیف بن عمر عن عمرو عن ابیہ
وقال سیف بن عمر ضعيف قلت هو من رجال الترمذی وهو وان كان ضعيفاً
فی الحديث فهو عمدة فی التاريخ مقبول النقل کذا فی الاتحاف ۳ ج ۱۰

فَاتَكَ وَرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى
 سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمِ
 النَّبِيِّينَ وَامَامِ الْمُتَّقِينَ مُحَمَّدٍ
 قَائِدِ الْخَيْرِ وَامَامِ الْخَيْرِ وَ
 رَسُولِ الرَّحْمَةِ إِلَيْهِمْ قُرْبِ
 زَلْفَةٍ وَعَظَمِ بَرَهَانِهِ وَكَدَمِ
 مَقَامِ وَابِعْتِه مَقَامِ مُحَمَّدٍ
 يَغِيْطُهُ بِهِ الدَّوْلُونَ وَالْآخِرُونَ
 وَانْفَعْنَا بِمَقَامِهِ الْمَحْمُودِ يَوْمَ
 الْقِيَامَةِ وَاخْلُفْهُ فِينَا فِي الدُّنْيَا
 وَالْآخِرَةِ وَبَلِّغْهُ الدَّرَجَةَ وَالْوَسِيلَةَ
 مِنَ الْجَنَّةِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى
 آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
 وَبَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ
 ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كَانَ يَعْْبُدُ
 مُحَمَّدًا اَفَانِ مُحَمَّدًا اَقْدَمَاتِ مَنْ كَانَ
 يَعْْبُدُ اِلٰهًا فَاِنَّ اِلٰهًا حَقًّا لَمْ يَمِيتْ

فرمائی ہو اور اے اللہ اپنی صلوات اور عافیت اور
 رحمت اور برکت نازل فرما سید المرسلین اور خاتم
 النبیین اور امام المتقین اور قائد خیر اور امام خیر اور
 رسول رحمت پر اے اللہ ان کے قرب کو اور زیادہ
 فرما اور ان کی دلیل اور برہان کو عظیم فرما اور ان کے
 مقام کو مکرم فرما اور ان کو مقام محمود و مقام شرف
 میں کھڑا کر کہ جس پر تمام اولین اور آخرین رشک کریں گے
 اور قیامت کے دن ہم کو ان کے مقام محمود سے
 نفع دے اور دنیا و آخرت میں آپ ہمارے لئے
 ان کے عوض اپنی رحمت فرمائے اور آپ کو جنت میں
 درجات عالیہ نصیب فرما اے اللہ محمد و آل محمد پر
 اپنی خاص الخاص رحمتیں اور برکتیں نازل فرما جیسے خاص رحمتیں
 اور برکتیں تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل کیں
 اِنَّكَ حَمِيدٌ مُّجِيدٌ

پھر ابو بکر صدیق نے یہ کہا کہ اے لوگو جو تم میں محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا سو جانے
 کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے اور جبرائیل کی عبادت

۱۔ یہاں تک جو خطبہ نقل کیا گیا وہ امتحان شرح احیاء العلوم ص ۳۴۲ سے نقل کیا گیا ہے لیکن سوائے درود شریف
 کے خطبہ کے کچھ اجزاء الروض الالف ص ۳۴۲ ج ۲ میں بھی مذکور ہیں اس کے بعد یعنی شمس قال ایہا الناس
 من کان لعبد محمد الخ سے لے کر ولا تستنظروا فیما حق بکم تک خطبہ امتحان شرح
 احیاء اور روض الالف دونوں کتابوں میں مذکور ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

ان الله قد تقدم لكم في امره فلا
تدعوه جزعاً وان الله تبارك و
تعالى قد اخار لنبیہ علیہ السلام
ما عنده علی ما عندكم وتبصروا
ثوابه وخلف فيكم كتاب وسنة نبیہ
فمن اخذ بهما عرف ومن فرق
بينهما انكر۔ يٰ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ وَلَا
يُشْغَلْكُمْ الشَّيْطَانُ بِمَوْتٍ نَّبِيِّكُمْ
وَلَا يُفْتَنَكُمْ عَنْ دِينِكُمْ وَعَاجِبُوا الشَّيْطَانَ
بِالْخَيْرِ وَتَعِزُّوهُ وَلَا تَسْتَنْظِرُوهُ فَيُفْتِنَكُمْ

کرتا تھا سو اللہ تعالیٰ ہی لا موت اس پر موت نہیں آسکتی
وہ زندہ ہے مرا نہیں اور حق تعالیٰ نے آپ کی وفات
کے متعلق پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا لہذا گھبرانے کی ضرورت
نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے بجائے تمھارے
اپنے قرب و جوار کو پسند کیا اور وار کرامت کی طرف ان کو
بلایا اور ان کے بعد تمھاری ہدایت کے لئے اپنی کتاب
اور اپنے نبی کی سنت کو تم میں باقی چھوڑا پس جس نے
کتاب اور سنت دونوں کو مضبوط پکڑا اُس نے حق کو
پہچانا اور جس نے کتاب و سنت میں تفریق کی رشتہ قرار
کو تو مانا اور سنت کو نہ مانا تو اُس نے حق کو نہر پہچانا
اے ایمان والو حق اور انصاف کے قائم کرنے میں ہر جاؤ

اور شیطان بعین تم کو نبی کی موت کی وجہ سے دین سے نہ ہٹا دے شیطان کے فتنے میں ڈالنے سے
پہلے خیر کو جلد لے لو اور خیر میں سبقت کر کے شیطان کو عاجز اور لاچار بنا دو اور شیطان کو اتنی جلدت
نہ دو کہ وہ تم سے آکر ملے اور تم کو کسی فتنہ میں مبتلا کرے۔

فلما فرغ من خطبته قال يا عمرا نت
الذي بلغني عنك انك تقول علي
باب نبی الله والذی نفس عمر بیدہ
ما مات نبی الله اما علمت ان

صدیق اکبر جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو عمر کو مخاطب بنا کر
کہا اے عمر تو ہی وہ شخص ہے کہ جس کے متعلق مجھے یہ خبر
پہنچی ہے کہ تو پیغمبر کے دروازہ پر یہ کہتا ہے کہ پیغمبر خدا
نہیں مرے کیا، تجھے معلوم نہیں کہ پیغمبر خدا نے اپنی وفات

۱۔ ثم قال ايها الناس من كان يعبد محمد افان محمد اقدم مات سے لے کر یہاں تک یعنی فلینحن
بكم ثم خطبہ کا یہ حصہ احسان شرح احیاء اور روض الانف دونوں کتابوں میں مذکور ہے اور اس کے بعد کا حصہ
یعنی فلما فرغ من خطبته سے لے کر اخیر تک یہ حصہ فقط الروض الانف میں مذکور ہے، منہ عفا اللہ عنہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ يَوْمَ كَذَا كَذَا وَقَالَ اللَّهُ
 عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ إِنَّكَ صِدِّيقٌ
 أَنَّهُمْ صِدِّيقُونَ فَقَالَ عَمْرُو اللَّهِ مَكَانِي
 لِمَا سَمِعَ بِهَا فِي كِتَابِ اللَّهِ
 تَعَالَى قَبْلَ أَنْ يَنْزَلَ بِهَا
 أَشْهَدُ أَنَّ الْكِتَابَ كَمَا نَزَلَ
 وَأَنَّ الْحَدِيثَ كَمَا حَدَّثَ وَ
 أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى حَيٌّ لَا يَمُوتُ
 أَنَا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ صَلَوَاتُ
 اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ وَعِنْدَ اللَّهِ نَحْتَسِبُ لَهُ
 رَسُولَهُ -

کے متعلق فلاں فلاں دن یہ فرمایا اور خدا تعالیٰ اپنی کتاب
 میں فرماتا ہے انکے صیت و انہم صیتوں حضرت
 عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرا حال ایسا ہوا کہ گویا کہ میں نے کتاب اللہ
 کی یہ آیت اس سے پہلے سنی ہی نہ تھی میں گواہی دیتا ہوں
 کہ قرآن اسی طرح ہے جس طرح وہ نازل ہوا اور حدیث
 اسی طرح ہے جس طرح وہ حادث اور
 صادر ہوئی اور اللہ تبارک و تعالیٰ لامیوت ہے۔
 انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ کی
 رحمتیں ہوں اُس کے رسول پر اور ہم اللہ سے امید
 رکھتے ہیں کہ ہم کو اس مصیبت پر اجر ملے گا۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا اجتماع

اور ہر تو یہ حادثہ جاگداز پیش آیا۔ اور کچھ دیر بعد یہ خبر ملی کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں
 اور آپ کی جانشینی کا مسئلہ پیش ہے مہاجرین نے صدیق اکبر سے کہا کہ آپ بھی سقیفہ میں تشریف لے جائیں
 ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔ ابو بکر اور عمر مع مہاجرین کے سقیفہ میں تشریف لے گئے و مفصل واقعہ
 انشاء اللہ عنقریب ذکر کریں گے)

ابو بکر و عمر کو یہ اندیشہ ہوا کہ مبادا مجلس میں کسی کے ہاتھ پر سعیت کر بیٹھیں اور بعد میں وہ فتنہ کا سبب
 ہے اور مسلمانوں کے لئے مصیبت بن جائے۔ جب اس مسئلہ کا تصفیہ ہو گیا اور بالاتفاق صدیق اکبر آپ کے
 خلیفہ اور جانشین مان لئے گئے تب اگلے روز آپ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے، سقیفہ میں اجتماع

واقعہ دوشنبہ کی شام کو پیش آیا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات و ثبہ کے
کے روز زوال کے قریب ہوئی اس کے بعد صدیق اکبر شیخ سے تشریف لائے اور خطبہ دیا۔ وغیرہ وغیرہ اس
کے بعد کہیں شام کو سقیفہ میں اجتماع کا واقعہ پیش آیا۔

حضرات اہل بیت حجرہ نبوی جمع تھے اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم انصار کے جمع ہونے کی
خبر سن کر سقیفہ میں چلے گئے، ان حضرات کو یہ فکر تھی کہ آیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وصال ہو گیا
اور آسمان سے وحی کا اترنا ختم ہوا اور حضور پر نور ہم کو آنے والے فتنوں سے ڈراتے رہے ہیں مبادا
اس وقت امت میں تشنیت اور افتراق کا کوئی فتنہ نہ قائم ہو جائے جس سے اسلام کا تمام نظام
دورم و برہم نہ ہو جائے اور تیس سالہ نبوت میں جو اسلام کا نظام قائم ہوا ہے خدا نخواستہ وہ باہمی افتراق
کی نذر نہ ہو جائے اور امت کا شیرازہ منتشر ہو جائے جس کا جوڑ بچھڑا ہو۔

اگر کسی بادشاہ کا انتقال ہو جائے تو جب تک اس کا کوئی جانشین نہ ہو جائے اس وقت تک
اس کی تجیز و تکفین کا انتظام نہیں کیا جاتا، ایسے وقت میں تجیز و تکفین کا مسئلہ اتنا اہم نہیں ہوتا جتنا کہ جانشینی
کا مسئلہ اہم ہوتا ہے، خیر خرمائی حکومت کو یہ فکر ہوتی ہے کہ انتظام مملکت میں خلل نہ آنے پائے غنیم
موقع پاکر بے خبری میں عمل نہ کر بیٹھے جس میں تمام ملک کی تباہی اور بربادی کا اندیشہ ہے بلکہ بسا اوقات
بظہر مصلحت بادشاہ کی وفات کو بھی چھپا لیتے ہیں اور جانشینی کے بعد اس کا اعلان کرتے اور شیعہ حکومتوں
میں بھی یہی قاعدہ ہے۔

اور اگر بادشاہ کے انتقال کے بعد سلطنت میں دو امیر ہو جائیں تو وہ سلطنت ضرور برباد ہو جائیگی
ایک سلطنت میں دو خلیفہ کا ہونا موجب خرابی اور باعث بربادی ہے اور آپ کی وفات کے بعد منافقین
اور کفار کی طرف سے غدار اور شور شرکا احتمال اور اندیشہ تھا ایسے وقت میں شیرازہ اسلام کی حفاظت
اولین کام تھا باین نظر شیخین۔ صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے یہ گمان کیا کہ تجیز و تکفین کوئی مشکل کام نہیں
اور اہل بیت (گھر والوں) سے متعلق ہے سب صحابہ کا اس میں شریک ہونا ضروری نہیں غار اہل غلامان
اہل بیت بھی یہ خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تیس سالہ مدت میں جو مصیبتیں اسلام کے سر بلند کرنے اور کفر کے سرنگوں کرنے میں اٹھائیں اب ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور اس وقت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دار فانی سے عالم ہا و دانی کی طرت رحلت فرما گئے ہیں اب اگر آپ کے ان بہت کے لئے کوئی صحیح جانشین مقرر نہ ہوا تو اندیشہ ہے کہ طرفۃ العین میں ریاست اسلام کا کارخانہ درہم و برہم ہو جائے اور سالہا سال کی محنت و مشقت اور عزرات اور سرایا اور تبلیغ اور دعوت میں جو تکلیفیں اٹھائیں وہ یکلخت سب رالٹگاں ہو جائیں اور سرے سے پھر کفر کا جھنڈا کھڑا ہو جائے اور شیطان علیہ اللعنة حسب سابق لوگوں کو اپنی راہ پر لگائے اور نبوت آپ پر ختم ہو چکی ہے تو اگر پھر ویسی ہی تاریکی دنیا میں پھیل جائے تو پھر کہاں سے آفتاب ہدایت نکلے۔

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ چارہ نبود در مقاش از چراغ
اس لئے ابو بکر و عمر کو یہ سن کر ہوئی کہ بجز وفات آن حضرت کوئی آپ کا جانشین مقرر ہو جائے تاکہ اسلام کی ریاست اور ریاست کا کام بدستور جاری ہے اور اسلام کی بات جوں کی توں بنی ہے اور کوئی منافق اور دشمن اسلام (جو اسی تاک میں ہیں) سر نہ اٹھا سکے اسی میں تمام امت کی صلاح اور فلاح مضمر ہے ابو بکر و عمر کو تو یہ فکر تھی اور تجہیز و تکفین کی طرف سے بسبب اہل بیت کے بے فکر تھے نیز تمام صحابہ کرام کو یہ معلوم تھا کہ وفات سے انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ میں کوئی تغیر نہیں آتا، اس لئے تاخیر دفن کا کوئی اندیشہ نہ کیا اور کمال دانشمندی سے فتنہ اور فساد کا دروازہ بند کر دیا اور مسلمانوں کو افتراق سے بچایا۔ تجہیز و تکفین میں اگر کچھ تاخیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں اگر اسلام کی ریاست کا انتظام نہ ہوا تو نہ معلوم کہ دم کے دم میں کیا کیا خرابیاں برپا ہو جائیں اور پھر تجہیز و تکفین بھی حلاوت سے نہ ہو سکے۔

سدا دور دوراں دکھاتا نہیں گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

چنانچہ انصار اس بات پر آمادہ تھے کہ ایک سرداران میں سے ہوا اور ایک مہاجرین میں سے ہوا یہ ایک عظیم فتنہ تھا، ایک سلطنت میں دو امیروں کا ہونا یہی سلطنت کی بربادی کا باعث ہے اس لئے

ابوبکر و عمر نے اس طرف خاص توجہ کی اور جب جانشینی کا مسئلہ طے ہو گیا تب اطمینان کے ساتھ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے رضی اللہ عنہم و جزاہم من الاسلام و المسلمین خیرا خیرا آمین۔

چشم بداندیش کہ برکنہ باد عیب نماید ہر شس و نظر
ابوبکر صدیق تو سقیفہ میں رفع فتنہ کے لئے گئے تھے مگر تقدیر کی کسی کو کیا خبر لوگوں نے ابوبکر ہی کو گھیر لیا۔ اور زبردستی خلیفہ بنالیا، ابتداء اس میں ابوبکر کا کیا قصور ہے وہ بجا پرے تو بہت کچھ مٹاتے رہے مگر ان کے ہوتے ہوئے لوگوں کی نظر میں کوئی بجا ہی نہیں ابوبکر صدیق کو تو اپنی خلافت کا وہم و گمان بھی نہ تھا فقط رفع فتنہ مد نظر تھا ان کو کیا خبر تھی کہ خلافت میرے ہی سر پر چلتے گی۔ وَ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ۔

تجہیز و تکفین اور غسل

صدیق اکبر کی بیعت سے فارغ ہونے کے بعد لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔ جب غسل کا ارادہ کیا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ کپڑے اتارے جائیں یا نہیں، ہنوز ابھی کوئی تصفیہ نہیں ہوا تھا کہ یکلفت سب پر ایک غنودگی طاری ہو گئی اور غیبی طور پر یہ آواز سنائی دی کہ اللہ کے سول کو برہنہ نہ کرو کپڑوں ہی میں غسل دو چنانچہ پیرا بن مبارک ہی میں آپ کو نہلا یا گیا۔ اور بعد میں وہ نکال لیا گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ غسل دے رہے تھے اور حضرت عباس اور ان کے دونوں صاحبزادے فضل اور قثم کر وٹیں بدلتے تھے اور اسامہ اور شقران پانی ڈال رہے تھے اسے غسل کے بعد محل کے بنے ہوئے تین کپڑوں میں آپ کو کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ اور وہ پیرا بن جس میں آپ کو غسل دیا گیا وہ اتار لیا گیا اسے تجہیز و تکفین کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ آپ کہاں دفن ہوں، صدیق اکبر نے کہا میں نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پیغمبر اسی جگہ دفن ہوتے ہیں جہاں ان کی رُوح قبض ہوتی ہے۔ (رد الوتر مذی وابن ماجہ)

چنانچہ اسی جگہ آپ کا بستر اٹھا کر قبر کھودنا تجویز ہوا۔ لیکن اس میں باہم اختلاف ہوا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے، مہاجرین نے کہا کہ کے دستور کے مطابق بغلی قبر کھودی جائے انصار نے کہا مدینہ کے طریقہ پر محد تیار کی جائے ابو عبیدہ بغلی قبر اور ابو طلحہ محد کھودنے میں ماہر تھے یہ طے پایا کہ دونوں کو بلانے کے لئے آدمی بھیج دیا جائے جو نہ شخص پہلے آجائے وہ اپنا کام کرے۔ چنانچہ ابو طلحہ پہلے آ پہنچے اور آپ کے لئے محد تیار کی لے

اور قبر کو کوہان کی شکل پر بنا دیا گیا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

(فائدہ)۔ ہر نبی کا دفن۔ اُن کے محل دفنات ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ محل دفن میں اُن کو دفن کیا جائے اور اگر کسی عارض کی وجہ سے دوسری جگہ دفن ہوں تو یہ اور بات ہے۔

من از جنازہ

سن ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ منگل کے روز جب آپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو جنازہ شریف کو قبر کے کنارہ پر رکھ دیا گیا ایک ایک گروہ مجرہ شریفہ میں آتا تھا اور تنہا نماز پڑھ کر باہر واپس آ جاتا تھا کوئی کسی کی امامت نہیں کرتا تھا الگ الگ بغیر امام کے نماز پڑھ کے واپس آ جاتے تھے۔

شمائل ترمذی میں روایت ہے کہ لوگوں نے صدیق اکبر سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے، آپ نے فرمایا ہاں جنازہ پڑھو لوگوں نے کہا کس طرح۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ لوگوں کا ایک ایک گروہ مجرہ میں جائے اور تکبیر کہے پھر رد و اور دُعا پڑھے اور باہر آجائے پھر دُعا گروہ داخل ہو اور اسی طرح تکبیر کہیں اور پھر رد و اور دُعا کے بعد واپس آجائیں اسی طرح سب لوگ

نماز پڑھیں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ آپ پر حقیقہ نماز جنازہ پڑھی گئی اور یہی جمہور کا مسلک ہے انتہی کلام اور اسی کو امام شافعیؒ نے کتاب الام میں جزم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آپ پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی بلکہ لوگ حجرہ شریفہ میں فوج داخل ہوتے تھے اور صلاۃ و سلام اور درود و دعا پڑھ کر واپس آجاتے تھے۔

چنانچہ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ ابو بکر اور عمرؓ ایک گروہ کے ساتھ حجرہ نبوی میں داخل

ہوئے اور جنازہ نبوی کے سامنے کھڑے ہو کر یہ پڑھا۔

السلام علیہا الیہا الینی رحمۃ اللہ
اللہم انا نشہد انہ قد بلغ ما
انزل الیہ ونصح لامۃ و جاہد
فی سبیل اللہ حتی اعز اللہ دینہ
وئت کلمۃ فاجعلنا یا الہنا من
یتبع القول للذی انزل معہ
واجبع بیننا و بینہ حتی یعرفنا
ونعرفہ فانہ کان بالمومنین
روفا رحیما لا ینتغی بالایمان
بدلا ولا یشتری بہ شمنا۔

سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی اور اس کی رحمتیں اور
برکتیں ہو آپ پر اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول
اللہ نے وہ سب کچھ پہنچا دیا جو اس پر آتا ماگیا
اور آپ نے امت کی خیر خواہی کی اور اللہ کی راہ
میں جہاد کیا یہاں تک اللہ نے اپنے اپنے دین کو
غالب کیا اور اس کا بول بالا ہوا اے اللہ ہم کو ان
لوگوں میں سے بنا جنہوں نے آپ کی وحی کو اتنا کیا
اور ہم کو آپ کے ساتھ جمع کر آپ ہم کو اور ہم آپ کو
پہنچائیں آپ مسلمانوں پر بڑے مہربان تھے ہم اپنے ایمان
کا کوئی معادضہ اور قیمت نہیں چاہتے۔

لوگوں نے آمین کہی جب مرد فارغ ہو گئے تو عورتوں نے اور عورتوں کے بعد بچوں نے اسی

طرح کیا۔

تنبیہ: اس روایت میں صراحتہ ابو بکر و عمر کا نماز جنازہ پڑھنا مذکور ہے اور یہ امر متواتر اور قطعی ہے لہذا حضرات شیعہ کا یہ کہنا کہ خلفاء ثلاثہ جنازہ رسول میں شریک نہیں ہوئے۔ سپید جھوٹ ہے اور غلات عقل ہے کہ خلفاء آپ کے جنازہ میں شریک نہوں۔

سند بزار اور مستدرک حاکم میں ہے کہ آپ نے ایک روز مرض الوفا میں اہل بیت کو حضرت عائشہ کے گھر میں بلایا۔ اہل بیت نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کے جنازہ کی نماز کون پڑھائے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہو جاؤ تو تھوڑی دیر کے لئے حجرہ سے باہر چلے جانا سب سے پہلے مجھ پر جبرطیہ نماز پڑھیں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت پھر باقی فرشتے اس کے بعد تم ایک ایک گروہ کر کے اندر آنا اور مجھ پر صلاۃ و سلام پڑھنا۔ علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ حق جل شانہ نے آپ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔
اس آیت میں ہر مسلمان کو صلاۃ و سلام کا فرداً فرداً حکم ہے جس طرح آپ کی حیات میں صلاۃ و سلام بغیر امام اور بغیر جماعت کے فرض تھا۔ اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی بغیر کسی جماعت اور امام کے صلاۃ و سلام کا فرضیہ فرداً فرداً ادا کیا گیا ہے۔

فائدہ: ابن وحیہ فرماتے ہیں کہ تین ہزار آدمیوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

مدفن

دوشنبہ کو دہر کے وقت آپ کا وصال ہوا یہ وہی دن اور وہی وقت تھا کہ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ میں داخل ہوئے تھے۔ چہا شنبہ شب میں آپ دفن ہوئے، جمہور کا یہی قول ہے اور بعض روایات اس لئے میں صریح ہیں جن میں تاویل کی گنجائش نہیں بعض کہتے ہیں کہ شنبہ کو مدفون ہوئے۔

حضرت علی اور حضرت عباس اور ان کے دونوں صاحب زادے فضل اور قثم نے آپ کو قبر میں اتارا۔

جب دفن سے فارغ ہوئے تو کربان کی شکل آپ کی تربت تیار کی اور پانی چھڑکا لیا۔
حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دفن سے فارغ ہو کر کف افسوس ملتے ہوئے اور خون کے
آنسو بہاتے ہوئے اور اس مصیبت کبریٰ پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے گھروں
کو واپس ہوئے۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ	فیہ العفاف و فیہ الجود والکرم
الا یا ضریحاً ضم نفساً زکیّة	علیک سلام اللہ فی القربا بعد
علیک سلام اللہ ما هبت الصبا	و ما ناح قمری علی البان والرند
و ما سجمت ورق وغنت حمامة	و ما اشتاق ذو وجدالی ساکنی نجد
و مالی سوی حبی لکھال احد	امرغ من شوقی علی بابکم خدی

لطائف و معارف

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان قارئین کرام نے پڑھ لیا اب ہم اس کے
متعلق کچھ لطائف و معارف ہدیہ ناظرین کرتے ہیں سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْتَنَا
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۔

(۱)

سفر آخرت کی تیاری حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت ہے حضرات انبیاء
کو اپنے زمانہ وفات کے قریب ہونے کا علم، وحی خداوندی اور اشارات غیبیہ سے ہوتا ہے۔
میاں عاشق و معشوق مزیست کراما کا تبین راہم خیر نیست

اور عباد صالحین کو بذریعہ الہام اور روایے صالحہ کے بعض اوقات اپنی وفات کی آمد کی اطلاع ہوتی
ہے نبوت ختم ہو گئی مگر روایہ صالحہ اور روایے عموماً ہنوز امت میں باقی ہے کہ جس کے ذریعہ

بعض اوقات آئندہ پیش آنے واقعات کبھی صراحتہ اور کبھی بطور رمز اور اشارات بتلا دئے جاتے ہیں مگر یہ امر ضرور ملحوظ خاطر رہے کہ خواب دیکھنا کسی کے اختیار میں نہیں خواب دکھلانا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس کو چاہیں اور جس وقت چاہیں اور جتنا چاہیں اور جس طرح چاہیں دکھلائیں اور نہ چاہیں تو نہ دکھلائیں اور کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہیں۔ ع۔

کس نکشو وونک شاید بحکمت اس معمارا

اور عامہ مومنین کو کبھی بذریعہ خواب اور کبھی بتقاضائے عمر اور کبھی بابتلار بیماری تنبیہ ہو جاتا ہے کہ وقت قریب آگیا ہے اور کبھی اپنے مہمروں اور مہمروں کے انتقال کو دیکھ کر خیال آ جاتا ہے کہ میرے ہم عمر اب دنیا سے جا رہے ہیں، مجھے بھی تیاری کرنی چاہیے اور موت کی آمد آمد کی خبر اور اطلاع کا سب سے واضح اور روشن ذریعہ سائنڈ برس کی عمر کو پہنچ جانا اور بڑھاپے کا آ جانا ہے کہ جس کے بعد حجت ختم ہو جاتی ہے۔ کما قال تعالیٰ اَوَلَمْ نَعْبُدْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرُ وَفِيْهِ مِنْ تَذَكُّرٍ لِّكَ وَجَاءَ كُودُ الشِّذِيزِ۔

بہر حال تنبیہ کا فقط ایک ذریعہ نہیں بیت سے ذرائع سے موت کی تیاری کر سکتا ہے۔ پھر یہ خیال کرنا چاہیے کہ حضرات انبیاء کرام اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں معصوم ہیں ان کی مغفرت قطعی اور یقینی ہے اور ہم گنہگار و نابلت و نالائق و ناہنجار تو سراپا جرم و قصور ہیں تو تیاری میں کوئی کسر ہی نہ چھوڑنی چاہئے جس قدر ممکن ہو توبہ اور استغفار کریں اور یہ دعا رکھ لیں۔
فَاِطْرِبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ دَلِيٌّ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوْفِیْیْ
مُسْلِمًا وَالحَقِّیْیْ بِالْمَصْلِحِیْنَ اٰمِیْنْ یٰ اَرْبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(۲) واقعہ قرطاس

واقعہ قرطاس کے متعلق حضرات شیعہ فاروق اعظم پر طعن کرتے ہیں کہ آخری وقت میں پیغمبر خدا کو وصیت کرنے سے منع کیا اور کاغذ نہ لکھنے دیا اس طرح آپ کی نافرمانی اور حکم عدلی کی

جواب

یہ ہے کہ اس حکم مخاطب خاص حضرت عمرؓ تھے بلکہ تمام حاضرین حجرہ سے کاغذ قلم دوات لانے کو فرمایا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ حجرہ نبوی کے حاضرین اکثر حضرات اہل بیت ہی تھے جن میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ بھی تھے اگر حضرت عمرؓ کاغذ اور قلم دوات نہیں لائے تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو کس نے منع کیا تھا، جب حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ بھی کاغذ قلم دوات نہ لائے تو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ کی بھی یہی رائے تھی کہ جو حضرت عمرؓ کی تھی کہ ایسی تکلیف اور بیماری کی شدت میں حضورؐ پر نور کو تکلیف نہ دی جائے، پس اگر یہ حکم و جواب اور فضیلت کے لئے تھا تو تمام حاضرین گنہگار اور فرمان نبوی کے مخالف ہوئے حضرت عمرؓ کی کیا خصوصیت کہ جو خاص انہی کو مورد طعن بنایا جائے۔

نیز اس گفتگو کے بعد۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ روز اس عالم میں تشریف فرما ہے نہ تو حضورؐ نے دوبارہ کاغذ قلم دوات حاضر کرنے کا حکم دیا اور نہ حضرات اہل بیت اور دیگر اصحاب میں سے کسی نے اس بارہ میں کچھ عرض کیا، معلوم ہوا کہ یہ کوئی امر واجب نہ تھا در نہ حضورؐ پر نور خود ضرور کھواتے بقولہ تعالیٰ۔ **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ**۔ اور حضرت امیر بھی ان پانچ دن میں کسی نہ کسی وقت کاغذ قلم دوات لاکر اس امر و جواب کی تعمیل کر لیتے اور نافرمانوں کے زمرہ میں نہ رہتے۔ حضرت عمرؓ حجرہ نبوی کے دربان پاسان تو نہ تھے کہ کوئی شخص بغیر حضرت عمرؓ کی اجازت کے کاغذ قلم لاکر لکھوانہ سکے حضرت عمرؓ کی یہ گزارش ایسی تھی جیسے حضرت علیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ میں صلح نامہ میں سے لفظ رسول اللہؐ ماننے کو کہا مگر حضرت علیؓ نے نہ مانا پس حضرت علیؓ کا یہ حکم نہ ماننا صورتہ اگرچہ عصیت ہو مگر درحقیقت کمال محبت اور کمال عظمت ہے جس پر ہزاروں طاعتیں قربان ہیں۔

اور حضرت عمرؓ کا یہ فرمان کہ **خُذْنَا كِتَابَ اللَّهِ**۔ ہمیں قرآن کافی ہے اس کا یہ مطلب یہ نہیں کہ ہمیں حدیث کی حاجت نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے جس میں تمام ضروری امور

بتلا دیئے گئے ہیں اب دین کا کوئی تازہ حکم باقی نہیں رہا غالباً آپ کو بمقتضائے شفقت یہ اندیشہ ہے کہ ہم آپ کے بعد گمراہی میں نہ مبتلا ہو جائیں یعنی ہمارے دین میں غلط نہ واقع ہو جائے حضرت عمرؓ نے ازراہ محبت و شفقت عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ اس بیماری میں تکلیف نہ برداشت فرمائیے کتاب اللہ ہم کو گمراہی سے بچانے کے لئے کافی ہے پس حضرت عمرؓ کی یہ گزارش عین محبت اور عین خیر خواہی ہے معاذ اللہ نافرمانی اور حکم عدولی نہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کے متعلق کوئی تحریر لکھوانا چاہتے تھے تو ہم یہ عرض کریں گے کہ دو مال سے خالی نہیں یا تو ابوبکرؓ کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے یا حضرت امیرؓ کی بصورت اول تو خود ہی اُن حضرت نے اس کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا اور یہ فرمایا کہ یا بی اللہ و المؤمنون الا ابابکر۔ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان سوائے ابوبکرؓ کے کسی خلافت کو قبول ہی نہیں کریں گے، اس معاملہ کو آپ نے حق تعالیٰ پر اور پھر مسلمانوں کی اجماع اور اتفاق پر چھوڑ دیا اور اگر حضرت علیؓ کی خلافت لکھوانا منظور تھی تو حضرات شیعہ کے نزدیک اس کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ اس واقعہ سے پہلے ہزاروں ہزار لوگوں کی موجودگی میں غدیر خم کے میدان میں حضرت علیؓ کی ولایت کا خطبہ فرمادیا تھا اور حضرت امیرؓ کو ہر مؤمن اور مؤمنہ کا مولا بنا دیا تھا۔ اور یہ قصہ تمام دنیا میں مشہور ہو گیا تھا پس اس شہرت اور قوت اور اعلان عام کے بعد ایک خانگی نشستہ کی جو ایک مختصر سے حجرہ میں چند اہل بیت کے سامنے ہو کیا ضرورت ہے۔

(۳) امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

مرض الوفا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبرؓ کو نماز کا امام مقرر کرنا احادیث صحیحہ ثابت ہے اور شیخ بلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے اس حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت علیؓ اور عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم نے علیحدہ علیحدہ روایت کیا ہے۔ آھ

صحیح بخاری میں ہے کہ عائشہ صدیقہ نے تین بار اٹھ کر کیا مگر باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے رہے کہ ابو بکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں اور بے شمار احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس امر کی تاکید و تاکید فرمائی کہ نماز کا امام ایسے شخص کو مقرر کریں کہ جو علم اور قرأت اور ورع اور تقویٰ میں سب سے فائق ہو اور حضرات شیعہ کے نزدیک تو سوائے افضل اور اشرف کے کسی کو امام بنانا جائز ہی نہیں۔

اب ان ارشادات کے بعد یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی جگہ ابو بکر کو امام مقرر کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حضور کی نظر میں ابو بکر ہی سب سے زیادہ اَعْلَمُ اور اَتْقٰی تھے، جیسا کہ تمام مفسرین کا اجماع ہے سورہ لیل کی یہ آیتیں وَسَيَجْزِيهَا
الْأَتْقٰی اِنَّمَا ابُو بَكْرٍ صَدِيقِي کے بارے میں نازل ہوئی اور اس آیت میں اتقیٰ سب سے زیادہ اتقیٰ اور پرہیزگار۔ اسے ابو بکر مراد ہیں اور قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ
اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ حضرات شیعہ بتلا میں کہ اگر حضرت ابو بکر کا فرقہ یا فاسق تھے یا منافق تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کیوں امام بنایا اور بعض نمازوں میں کیوں ان کی اقتدار کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت امیر مومنین اور حضرت عثمان کے پیچھے کیوں

نمازیں پڑھتے رہے، حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں،

وَالْمَقْصُودُ اَنْ رَّسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَّمَ اَبَا بَكْرًا مَّا

لِلصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ فِي الصَّلَاةِ اَلَّتِي هِيَ

اَكْبَرُ اَرْكَانِ الْاِسْلَامِ الْعَمَلِيَّةِ قَالَ

السَّيِّحُ ابُو الْحَسَنِ الْاَشْعَرِيُّ وَتَقْدِيمُهُ

لِدَامِ اَمْرٍ مَعْلُومٍ بِالضَّرُورَةِ مِنْ دِيْنِ الْاِسْلَامِ

قَالَ وَتَقْدِيمُهُ لِدَامِ لَيْلٍ عَلَى اَنَّهُ عِلْمٌ

مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

صدیق اکبر کو تمام صحابہ کا امام مقرر کیا کہ ان کو

نماز پڑھائیں اور ظاہر ہے کہ اسلام کے ارکان میں

میں سب سے بڑا رکن نماز ہے امام ابو الحسن اشعری

فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ میں ابو بکر کو امامت کیلئے

مقدم کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ ابو بکر تمام

صحابہ سے علم اور فضل میں بڑھے ہوئے ہیں یعنی

الصحابۃ و اقراہم لما ثبت فی
الخبر المتفق علی صحۃ بین العلماء
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال یوم القوم اقراہم الكتاب اللہ
فان كانوا فی القراءۃ سواء فاعلمهم
بالسنۃ سواء فاکبرہم سنا فان كانوا
فی السن سواء فاقدّمہم مسلماً (اسلاماً)
قلت وهذا من کلام الاشعری رحمہ اللہ
متا ینبی ان یتکبب ببناء الذہب
ثم قد اجتمعت ہذا الصفات کلہا
فی الصدیق رضی اللہ عنہ وارضاه
۵

سب سے افضل ہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ قوم کی امت
وہی شخص کرے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ
عالم ہو اور اگر کتاب اللہ کے علم میں سب برابر ہوں
تو پھر وہ شخص امامت کرے کہ جو سنت نبوی
کا سب سے زیادہ عالم ہو اور اگر علم سنت میں سب برابر ہوں
تو پھر جو عمر میں سب سے بڑا ہو حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ
مسلمان بوڑھے سے شرف مانتا ہے اور اگر عمر میں بھی برابر
ہوں تو جو اسلام لانے میں مقدم ہو وہ امامت کرے
اور اس حدیث کی صحت پر تمام علماء کا اتفاق ہے جانظ
ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امام اشعری کا یہ کلام آب زرعہ کے
کے قابل ہے اور ابو کبیر صدیق تو ان تمام صفات کے جامع تھے

حضرت شیعہ کو اس امر کا اقرار ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
حجرہ مبارکہ میں برابر آمد و رفت رکھتے تھے مگر آپ نے سوائے ابو بکر کے کسی اور شخص کو امامت
کا حکم نہیں دیا۔

صحابہ کرام نے اس امامت سے صدیق اکبر کی خلافت پر استدلال کیا اور ابن عباس نے علی کرم
اللہ وجہہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ حضور پر نور نے ابو بکر کو امامت کا حکم دیا اور ہم موجود
تھے۔ غائب نہ تھے اور تندرست تھے اور بیمار نہ تھے پس جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے دین کے بارے میں ہمارا امام بنانا پسند کیا ہم اس کو دنیا کے معاملہ میں اپنا امام بنانا کیوں پسند کریں
نیز آں حضرت کا اپنے آخری خطبہ میں صدیق اکبر کے درجہ کے سوا تمام درجہوں کے بند کرنے

کام دنیا وغیرہ وغیرہ یہ سب ابو بکر صدیق کی افضلیت اور ان کی خلافت کے اشارات تھے جو اہل نظر کے نزدیک عبارات اور تصریحات کے قائم مقام ہیں۔

(۴) ایک شبہ اور اس کا ازالہ

شبہ یہ ہے کہ مسند احمد میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے
 امر رسول اللہ ﷺ علیہ
 وسلم لبسہ الابواب المشرقة فی
 المسجد وتروک باب علی مسند ص ۱۴۵
 مرفوع حضرت علی کا دروازہ چھوڑ دیا۔
 مسند کی یہ روایت صحیحین کی روایت کے معارض ہے کہ جس میں یہ تصریح ہے کہ سوائے
 ابو بکر کے تمام دروازے اور دریکے بند کر دئے جائیں۔

جواب یہ ہے

کہ مسند احمد کی روایت صحیحین کی روایت کے ہم تہ نہیں اور اگر بالفرض مسند احمد کی روایت
 صحیح بھی ہو تو صحیحین کے حدیث سے منسوخ ہوگی اس لئے کہ وہ مرض الوفا کے زمانہ کا حکم ہے
 جو آخری حکم ہے اور حضرت علی کے متعلق جو حکم ہے وہ سابق حکم ہے یہ اس وقت کا حکم ہے کہ جب مسجد
 تعمیر ہو رہی تھی اور حضرت علی مسجد کی طرف کے دروازہ سے آتے اور جاتے اور ٹیکتے تھے اور یہ کلمہ کہ
 سوائے ابو بکر کے مسجد کی طرف کے تمام دریکے بند کر دئے جائیں یہ حکم وفات سے تین روز پہلے
 کا ہے اور آخری حکم سابق حکم کے لئے ناسخ ہوتا ہے۔

(۵) مدت امامت ابی بکر رضی

امام زہری ابو بکر بن ابی سبرہ سے راوی ہیں کہ صدیق اکبر نے لوگوں کو سترہ نمازیں پڑھائیں اور
 بعض کا قول یہ ہے کہ بیس نمازیں پڑھائیں واللہ اعلم لہ
 رعاشیہ گلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے

علامہ سیلی فرماتے ہیں کہ حسن بصری کی ایک مرسل روایت میں یہ آیا ہے کہ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس دن بیمار رہے جن میں سے نو دن ابو بکر نے لوگوں کو نماز پڑھائی پھر اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دسویں دن اسامہ اور فضل بن عباس کے سہارہ سے مسجد میں تشریف لے گئے اور ابو بکر کے پیچھے نماز سدا کی اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث غریب ہے ۵۲۔

(۶) تاریخ وفات

اس پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دو شنبہ کے دن ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی لیکن اختلاف اس میں ہے کہ جس دن حضور پر نور روحی خدا کی وفات ہوئی اس دن کو کنسی تاریخ تھی مشہور یہ ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں آپ کا وقت عرفات بالاتفاق جمعہ کے دن تھا جس سے معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ جمعہ کے دن تھی اور ذی الحجہ کی پہلی تاریخ غیثنبہ کو تھی تو ایسی صورت میں سال آئندہ میں دو شنبہ کو بارہویں ربیع الاول نہیں ہو سکتی خواہ تینوں مہینے یعنی ذی الحجہ اور محرم اور صفر تیس تیس دن کے مانے جائیں یا انیس انیس کے یا بعض تیس کے اور بعض انیس کے اسی اشکال کی بنا پر بعض علماء نے تاریخ وفات تیرہویں ربیع الاول مانی ہے اور بعض نے چودھویں اور بعض نے پندرہویں اور بعض نے سکوت کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن رجب نے لطائف المعارف میں لکھا ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے

۵۲۔ (یہ حاشیہ پچھلے کا ہے) اہل عبارت یہ ہے۔ قال الزہری عن ابی بکر بن ابی سبرۃ ان ابابکر صلی بہم سبع عشرة صلاة وقال غیر عشرين صلاة واللہ۔ کذا فی البدایہ والنہایہ ص ۲۳۵
۵۳۔ (یہ حاشیہ صفحہ ۱۹۱ کی عبارت پر ہے)۔ وفی مراسیل الحسن البصری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض عشراً ایاماً ابوبکر بالناس تسعة ایام منها ثم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ایوم العاشن نہا بہادی مہین رجلین اسامۃ والفضل بن عباس حتی صلی خلف ابی بکر رواہ الدارقطنی فی هذا الحدیث انما مرض عشراً ایاماً وهو غریب کذا فی الروض اللات

کہ ممکن ہے کہ مکہ اور مدینہ کی تاریخوں میں اختلاف مطلع کی وجہ اختلاف ہو اور مدینہ منورہ میں صبح الاول کی پہلی تاریخ پنجشنبہ کو ہوتی ہو تو دو شنبہ کو بارہویں صبح الاول ہوگی واللہ اعلم مزید تفصیل اگر درکار ہو تو فتاویٰ مولانا عبدالحی کھنوی قدس اللہ سرہ کی جلد سوم ملاحظہ کریں۔

فائدہ علمیہ (۱)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ بخاری کی یہ روایت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو شنبہ کے دن صبح کی نماز میں شریک نہیں ہو سکے اور قدرت سزا ہونے کے باعث آپ واپس ہو گئے اس لئے کہ بخاری کے لفظ یہ ہیں وارضی البنی صلی اللہ علیہ وسلم الحجاب فلم یقدر علیہ حتی مات امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں شریک ہوئے۔ مگر یہ راوی کا دم ہے، اس لئے کہ بخاری و مسلم کی روایتوں میں اس کی تصریح ہے کہ آپ صبح کی نماز میں شریک نہیں ہوئے، راوی کو گزشتہ نماز ظہر کی شرکت کا القباس ہو گیا۔ آخری نماز جو آپ نے مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی وہ جمعرات کے دن ظہر کی نماز تھی جس کے بعد آپ نے خطبہ دیا تھا اور اس کے بعد جمعہ اور ہفتہ اور اتوار تین دن گزرے کہ آپ مسجد میں تشریف نہیں لاسکے، دو شنبہ کے روز صبح کے وقت حجرہ شریفہ سے سیر آمد ہوئے مگر قدرت نہوئی اور واپس ہو گئے۔

اور حسن بصری کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس روز بیمار رہے اور ابو بکر نے نو دن لوگوں کی امامت کی۔

فائدہ (۲)

دنیا سے رخصت ہوتے وقت پیغمبر خدا کا کسی کو اپنی جگہ امام مقرر کرنا اپنے مصلے پر اس کو کھڑا کر دینا ایسا ہے جیسا کہ کوئی بادشاہ کسی کو اپنے تخت پر بٹھلا کر کہیں چلا جائے۔ پیغمبر خدا کی نماز

کا بوریا تحت شاہی سے کہیں بالا اور برتر ہے، اس لئے آپ کی وفات کے بعد صحابہ نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنی دین و دنیا کا اُن کو امام اور راہنہ اور ملجا بنایا۔ کیونکہ جس طرح نبی کا امت سے افضل ہونا ضروری ہے، اسی طرح نبی کا خلیفہ اور جانشین وہی ہو سکتا ہے جو سب سے افضل ہو، فضیلت اور خلافت نبوت میں تلازم ہے خلافت راشدہ۔ نبی کی جانشینی ہے کوئی دنیاوی ولی عہدی نہیں اس لئے صحابہ نے جس کو سب سے افضل سمجھا اس کو اُن حضرات کا خلیفہ بنایا۔

فائدہ (۳)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدیق اکبر حضور پر نور کی اخیر حیات تک امام رہے اور شیعوں کا یہ کہنا کہ حضور نے ان کو امامت سے معزول کر دیا تھا بالکل غلط ہے۔

(۴) سقیفہ بنی ساعدہ اور بیعت خلافت

دوشنبہ کے روز دوپہر کے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی سنتے ہی تمام صحابہ کے ہوش اُڑ گئے اور تہلکہ عظیم برپا ہو گیا بعضوں کو تو یہ خیال ہو گیا کہ حضور پر نور نے ابھی انتقال ہی نہیں فرمایا، یہ خیال فرط محبت کے سبب سے تھا نہ کہ نا فہمی کی وجہ سے صدیق اکبر یہ خبر قیامت اثر سنتے ہی انتہاں و خیزان و نالان و گریاں پہنچے اور صحابہ کو تسلی دی۔

شام کے وقت ایک شخص نے ابو بکر کو آکر یہ خبر دی کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں مجتمع ہیں۔ اور سعد بن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں اور بعض انصار یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر قریش میں سے، انصار کا گمان یہ تھا کہ استحقاق خلافت انصار کو ہے اس لئے کہ انصار نے دین کی مدد کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں ٹھہرایا اور آپ کے ساتھ ہر کراہ دار اللہ سے جہاد و قتال کیا بعضوں نے اس کی مخالفت کی باہم بحث و تکرار

ہونے لگی۔

رفتہ رفتہ اس امر کی اطلاع ابو بکر و عمر کو پہنچی یہ دونوں بزرگ مع ابو عبیدہ بن الجراح اس اختلاف کی روک تھام کے لئے سقیفہ کی طرف چلے مبادا کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے عامم بن عدی اور عویم بن ساعدہ سے ملاقات ہو گئی۔ عامم اور عویم نے ان کو وہاں جانے سے روکنے کا قصد کیا۔ لیکن یہ نہ رکنے اور جس قدر جلد ممکن ہو سکا سقیفہ میں جہاں انصار مجتمع تھے جا پہنچے اور باہم مباحثہ ہونے لگا۔

جب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سقیفہ میں پہنچے تو حضرت سعد بن عبادہ وہاں موجود تھے کبل اور حصے ہوئے بیٹھے تھے۔ مرثیہ تھے انصار ان کو ان کے مکان سے نکال کر لائے تھے تاکہ ان کو امیر بنائیں۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی تقریر

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد یہ فرمایا:

اما بعد۔ فمحن الانصار و کتبتہ	اما بعد۔ ہم انصار یعنی دین اسلام کے مددگار ہیں اللہ شکر
الاسلام و انتہیامعشر	اسلام میں اور تم اے گروہ ہاجرین تم ہم میں ایک
قریش رہط بینا و قد دفت	قلیل جماعت ہو یعنی تم اقلیت ہو اور ہم اکثریت
الینا دافۃ من قومکم فاذا ہم	میں ہیں اللہ تحقیق تمہاری قوم کی ایک قلیل جماعت ہمارے
یریدون ان یغصبونا الاصر	میں پناہ گیر ہوئی اور اب وہ ہم سے ہمارا حق غلامت
ہم سے غصب کرنا چاہتے ہیں۔	

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ سعد بن عبادہ نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا:

یا معشر الانصار لکم سابقۃ و فضیلۃ اے معشر انصار۔ تم کو دین اسلام کے بارے میں ایسی
لیست لاحد من العرب ان محتداً سبقت اور فضیلت حاصل ہے جو عرب میں سوائے

صلی اللہ علیہ وسلم لبث فی قومه
بعض عشرة سنة يدعوهم فاما من
بہ الاقل ما كانوا یقدرون علی
منعه ولا علی اعزاز دینہم ولا
علی دفع ضیم حتی اذا اراد اللہ
بکم الفضیلة ساق الیکم الکرامة
ورزقکم الایمان بہ وبرسولہ
والمنع لہ ولا صحابہ ولا عزار لہ
ولدینہ والجهاد لاعدائہ فکنتم
اشد الناس علی عدوہ حتی استقامت
العرب لا مر الله طوعا وکرها واعطى
البعید المقادة صاعرا فدانتم
لرسولہ باسیافکم العرب
وتوفاه الله وهو عنکمر اض
قریر العین۔ استبدوا بهذا الامر
دون الناس فانه لکم دونہم
س

تمہارے کسی کو حاصل نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اپنی قوم میں تیرہ برس اسلام کی دعوت دیتے رہے
مگر اس مدت میں بہت تھوڑے لوگ آپ پر ایمان لائے
جن میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہ آپ کی حفاظت کر سکتے اور
نہ ان میں آپ کے دین کو عزت دینے اور سر بلند کرنے
کی طاقت تھی ایسا تک ان میں یہ بھی طاقت نہ تھی
کہ کسی دشمن کے ظلم کو اپنے سے ہٹا سکیں حق جل و علا
نے جب تم کو نصیحت دینا چاہی تو عزت و کرامت
کا سامان تم تک پہنچایا اور تم کو ایمان لانے کی توفیق
دی اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم اور آپ کے اصحاب
کی حفاظت تم سے کرائی اور اپنے دین کی عزت تم سے
کرائی اور خدا کے دشمنوں سے تم نے جہاد کیا اور خدا کے
دشمنوں پر تم سب سے زیادہ سخت ثابت ہوئے یہاں
تک کہ تمام عرب حکم خداوندی کے سامنے جھک گیا اور
درد والوں نے بھی مجبور و مقہور ہو کر گردن ڈال دی اور
تمہاری تلواروں سے تمام عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا فرمانبردار بنا اور پھر اللہ نے اپنے نبی کو وفات دی

اور حضور پر پور نے جس وقت دنیا سے رحلت کی تو وہ تم سے راضی تھے اور آپ کی آنکھیں تم سے ٹھنڈی

تھیں پس تم ہی اس منصب خلافت کو حاصل کرو یہ تمہارے حق ہے اور ان کا نہیں۔

عاضد بن نے اس تقریر کو بہت پسند کیا اور ہر طرف سے تحسین کی صدا بلند ہوئی۔ تقریر ختم ہونے

کے بعد پھر اس مسئلہ پر بحث شروع ہوئی اور مہاجرین نے اس پر اعتراض کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین اصحاب ہیں کہ آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے اور آپ کا قبیلہ اور گروہ ہیں اور آپ کے ساتھ ہجرت کی یعنی خویش اور اقارب اور وطن سب کو خیر باد کہہ کے یہاں آئے اس پر بعض انصار نے یہ کہا کہ بہتر یہ ہے کہ دو امیر ہوں ایک مہاجرین میں سے اور ایک انصار میں سے اور دونوں امیر باہم صلاح و مشورہ سے خلافت کا کام انجام دیں سعد بن عبادہ نے سنتے ہی کہا کہ یہ پہلی کمزوری ہے

حضرت عمرؓ نے چاہا کہ کچھ بولیں مگر صدیق اکبرؓ نے ان کو یہ کہہ کر دغلی رسلک۔ اسے عمرؓ ٹھہرا دیا خاموش کر دیا حضرت عمرؓ کو کہ صدیق اکبرؓ کو ناراض کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے بیٹھ گئے اور صدیق اکبرؓ نے تقریر شروع فرمائی۔

صدیق اکبر کی تقریر

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حق تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد یہ فرمایا۔

ان الله قد بعث فينا رسولا شهيدا
على امة ليعبدوه و يوحدوه
و هم يعبدون من دونه الهة
مشتى من حجر و خشب فعظم على
العرب ان يتركوا دين اباؤهم
فخص الله المهاجرين الاولين من
قومه بتصديقهم و الواساة لهم
و الصبر معهم على شدة اذى
قومهم و يكذبهم اياه و كلانا
لهم مخالفت زار عليهم فلم يستوحشوا

تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول بھیجا کہ جو امت
کی نگرانی کرے تاکہ لوگ ایک اللہ کی عبادت کریں اور
یہ لوگ آپ کی بعثت سے پہلے پتھر اور لکڑی کے بنائے
ہوئے بتوں کی پرستش کرتے تھے عرب کو اپنے آبائی
دین کا چھوڑنا بہت شاق اور گراں ہوا پس حق جل
شانه نے آپ کی قوم میں سے مہاجرین اولین کو توفیق
خاص عطا فرمائی کہ سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی
اور سب سے پہلے آپ کی خدمت کی اور آپ کے غمگسار بنے
اور قوم کی طرف سے جو سختی سے سخت انبیاء میں آئیں

بہنچیں ان پر سب کو حالانکہ اس وقت تمام لوگ ان کے

لقلۃ عددہم وشنفت الناس لہم
فہم اول من عبد اللہ فی ہذا
الارض وامن باللہ وبالرسل
وہم اولیاءہ وعشیرتہ و احق
الناس بہذا الامر من بعدہ لا
ینازعہم الا ظالم وانتم یا معشر
الانصار من لا ینکر فضلہم فی
الدین ولا سابقتہم فی الاسلام
رضیکم اللہ انصار الدین ورسولہ
وجعل الیکم ہجرة فلیس بعد المہاجرین
الا ولین عندنا بمنزلتکم
فنحن الامراء و انتم الوزراء
لا نقا ونون بمشورۃ ولا تقضی
دونکم الامور

خالف تھے مگر باوجود قلت تعداد کے لوگوں کی دشمنی
سے گھبراتے نہیں اور اس حالت میں آپ کا ساتھ نہیں
چھوڑا پس مہاجرین اولین۔ تمام لوگوں میں سب سے
اول ہیں جنہوں نے روئے زمین پر اللہ کی عبادت
کی واللہ اور اس کے رسول پر سب سے پہلے ایمان لائے
اور یہی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء اور
عشیرہ ہیں یعنی آپ کے قرابت دار اور کنبہ دار ہیں اور
یہی لوگ آپ کے بعد امر خلافت کے سب سے زیادہ
مقدار میں اس معاملہ میں سوائے ظالم کے کوئی ان
سے نہیں جھگڑ سکتا اور اے گروہ انصار۔ تمہاری
نفیلت اور دین اسلام میں سبقت کا کسی کو انکار نہیں
اللہ تعالیٰ نے تم کو پسند کیا کہ اپنے رسول کا اور اپنے
دین کا انصار یعنی معین و مددگار بنائے اور اپنے
رسول کو تمہاری طرف ہجرت کرائی پس مہاجرین اولین

کے بعد ہمارے نزدیک تمہارا ہی مرتبہ ہے کسی اور شخص کا نہیں پس ہم امیر ہیں اور تم ہمارے وزیر
ہو بغیر تمہارے مشورہ کے امور انجام نہیں دیئے جائیں گے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ صدیق اکبر نے انصار کے جواب میں یہ فرمایا:

ما ذکرتم من خیر فانتم اهل
وما تعرف العرب هذا الامرا لا
لهذا الحی من قریش ہم اوسط العرب

اے گروہ انصار تم نے جو اپنے محبان اور فضائل بیان
کئے بے شک تم اس کے اہل ہو لیکن اہل عرب اس امر
خلافت کو سوائے قبیلہ قریش کے کسی اور کے لئے قبول

نسباً و دارا بخاری شریف ص ۱۱۱ نہیں کریں گے کیونکہ قبیلہ قریش۔ باعتبار حسب نسب
کتاب المحاربین۔ کے اور باعتبار مکان کے سب افضل اور برتر ہے۔

صدیق اکبر کا مطلب یہ تھا کہ خلیفہ اسی قوم سے ہونا چاہیے کہ جن کی سرداری اور شرفیت حبشی و
نسبی لوگوں میں مسلم ہوتا کہ لوگ اس کی امارت پر متفق ہو سکیں اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری سے
عذر محسوس کریں کیونکہ جب تک کسی قسم کی شرافت اور برتری اور نزرگی مسلم نہ ہو، اس وقت تک لوگ
اطاعت پر آمادہ نہیں ہوتے بلکہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں صدیق اکبر کا منشاء یہ تھا کہ قریش کی فضیلت
اور برتری تمام عرب میں مسلم ہے اور اس اور خزعرجہ کو خاص عزت و وقعت کی بناء سے نہیں دیکھتے
اس لئے اگر انصار میں سے کسی کو امیر بنایا گیا تو قبائل عرب اس کی اطاعت پر آمادہ نہیں ہوں گے اور ملک
کے عام باشندے ان کی امارت پر متفق نہ ہوں گے اور خلافت اور امارت کے لئے سب سے اہم اور
ضروری امر یہ ہے کہ لوگ امیر سے راضی ہوں اور اس کی امارت پر مجتمع اور متفق ہوں۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ صدیق اکبر نے انصار کو مخاطب بنکر یہ کہا :

یا معشر الانصار انا والله ما ننکر
فضلکم ولا بلائکم فی اسلام ولا حکم
الواجب علینا ولکن قد عرفتم ان
هذا الحی من قریش بمنزلۃ من
العرب فلیس بہا غیرہم وان العرب
لن یجتمع الا علی رجل منهم فنحن
الامراء وانتم الوزراء فانقوا الله
ولا تصدوا الا لاسلام ولا تكونوا
اول من احدث فی الاسلام الا
وقدر ضیبت لکمما حدھدین

اے گروہ انصار خدا کی قسم ہم تمہاری فضیلت اور
اسلام کی خدمت اور اعانت اور تمہارے حق واجب کے
منکر نہیں بلکہ تم خوب جانتے اور پہچانتے ہو کہ قبیلہ
قریش کو عزت و وجاہت کا جو مرتبہ ملک عرب میں
حاصل ہے وہ کسی دوسرے قبیلہ کو حاصل نہیں اور عرب
کے باشندے سوائے قبیلہ قریش کے کسی اور شخص کی
امارت پر متفق نہیں ہو سکتے اور بخیر ملک کے اتفاق کے
کارخانہ حکومت کا نہیں چل سکتا، اس لئے قریش امرا
ہوں گے اور انصار وزراء ہوں گے پس اے انصار
اللہ سے ڈرو اور اسلام میں سب سے پہلے بدعت جاری

الوجہین لی۔ ای عمر و لا ہی عبیدۃ
فلیہما با یعتنم فہو لکم ثقۃ الحدیث

کرنے والے تم نہ بنو اور میری رائے یہ ہے کہ خلافت
اسامہ رت کے لئے یہ دو آدمی پسندیدہ ہیں ایک عمر اور

۱۵ ایک ابو عبیدہ۔ ان میں سے جس کے ہاتھ پر

بھی بیعت کر لو گے وہ تمہارا قابل و ثوق اللہ قابل اطمینان امیر ہوگا۔

صدیق اکبر کی اس تقریر دل پذیر کے بعد حباب بن المنذر بن الجموح کھڑے ہوئے اور کہا کہ
مناسب یہ ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے صدیق اکبر نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الایمۃ من قریش ہے خلفاء اور امرائے قریش میں ہوں گے۔

علامہ قاری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور چالیس صحابہ سے مروی ہے، کذا فی شرح
نشان للعلامۃ القاری - ۱۵

محمد بن اسحق راوی ہیں کہ صدیق اکبر نے اس وقت یہ فرمایا:

انہ لا یجل ان یکون للمسلمین
میران فانہ مہمایکن ذلکم
یختلف امرہم واحکامہم و
تتفرق جماعتہم ویتنارعون فیما
بینہم ہنالک تتقر السنتہ و
تظہر البدعۃ و تعظم الفتنة و لیس
لاحد علی ذالک صلاح وان هذا الامر
فی قریش ما اطاعوا اللہ واستقاموا
علی امرہ قد بلغ کمال ذالک و سمعوا
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تحقیق یہ امر بالکل ردائیں کہ مسلمانوں کے دو امیر ہوں
اس سے مسلمانوں کے امور اور احکام میں اختلاف پیدا
ہوگا اور جماعت میں تفرقہ پڑ جائے گا اور آپس میں جھگڑے
کھڑے ہو جائیں گے اور اس وقت سنت تو متروک
ہو جائے گی اور بدعت ظاہر ہو جائے گی اور ایک عظیم
فتنہ برپا ہوگا۔ اس میں مسلمانوں کی خیر نہیں اور یہ امر خلافت
قریش میں رہے گا جب تک قریش اللہ کی اطاعت
کریں اور اس کے حکم پر قائم رہیں اور یہ حدیث تم کو پہنچ
چکی ہے یا تم خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سن
چکے ہو آپس میں نزاع نہ کرو ورنہ بدل ہو جائے گا اور تمہاری

ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب
رجلكم واصبروا ان الله مع الصبرين
فمنحنا الامراء وانتم الوزراء احواننا
في الدين وانصارنا عليه۔۔۔
ہوا خیر ہوگی صبر کرو اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں
کے ساتھ ہے پس ہم امیر ہیں اور تم ہمارے ذریعہ ہو
دینی بھائی ہو اور دین میں ہمارے معین اور
مددگار ہو۔

فاروق اعظم بڑے افسوس۔۔۔ دولواریں ایک نیام میں نہیں سماتیں اور ایک عورت کے دو شوہر
نہیں ہوتے یعنی ایک سلطنت کے دو امیر کیسے ہو سکتے ہیں۔ فاروق اعظم کا جواب عقلی تھا اور متدین
اکبر کا جواب نقلی تھا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صریح ارشاد نقل کر دیا اور بشیر بن سعد انصاری نے کہا
کہ میں نے بھی یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور دیگر انصار اور مہاجرین نے بھی اس حدیث کی
تصدیق کی۔ جناب بن منذر وغیرہ جو انصار کی خلافت پر مصر تھے۔ اس حدیث کے سنتے ہی ان کا بھی
خیال بدل گیا اور مجمع میں جوارت کی بابت شوہر غل برپا تھا وہ کھجنت دفع ہو گیا سب کے سب
ایک خاموشی کے حالت میں ہو گئے۔

زید بن ثابت کاتب الوحی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اس لئے
آپ کا خلیفہ مہاجرین میں سے ہو گا جس طرح ہم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انھوں انصار رہے اسی طرح ہم
خلیفہ رسول کے انصار اور مددگار بن کر رہیں گے اور پھر ابو بکر کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ تھا کہ خلیفہ ہیں ان سے بیعت کرو۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا اعتراف

قال الامام احمد حدثنا عفان ثنا
ابو عوانة عن داود بن عبد الله
امام احمد بن حنبل ابی مسند میں راوی ہیں کہ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوا ہو گیا تو ابو بکر صدیق اس وقت

۱۔ بکریہ المال ج ۳، ص ۱۳۱ - ۱۳۲۔ ۲۔ فاروق اعظم کا یہ کلام سیرت حلبیہ میں مذکور ہے، اہل عبارت یہ ہے وہی
روایت (امی عن عمر) قلت سيفان في عهد واحد لا يكونان هيهات لا يجتمع فحلان
في مغرس كذا في السيرة الحلبیة ج ۳، ۳۵۔ ۳۶۔ وقع في حديث سالم بن عبد الله عند البزار
وغیره فی قصۃ الوفات فقالت الانصار منا امیر ومنکم امیر فقال عمر و اخذ
بید الی بکر۔ اسيفان في عهد واحد لا يصطحان الخ كذا في نسخة الباری ج ۲،
عناقب الی بکر

عن حمید بن عبد الرحمن قال توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر فی صائفة من المدینة قال فجاء فکشف عن وجهه فقبله وقال فذاک ابی وای ما اطیل حیا و میتا مات محمد و رب الکعبۃ ند کر الحدیث قال فانطلق ابو بکر و عمر یعاد ان حتی اتوهم فتکلم ابو بکر فلم یترک شیئا نزل فی الانصار الا ذکرہ قال ولقد علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لو سلك الناس وادی و سلكت الانصار وادی لسلکت وادی الانصار لقد علمت یا سعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال - وانت قاعد قریش ولاة هذا الامر خیر الناس تبع لبرہم و فاجرہم تبع لفاجرہم فقال لہ سعد صدقت یحیی الوزاعہ انتم الامراء۔

اپنے گھر تھے فوراً آئے اور آپ کے چہرہ نور سے چادر مبارک اٹھائی اور بوسہ دیا اور صحابہ کرام کو تسلی دی، بعد میں جب یہ خبر ملی کہ انصار سقیفہ میں جمع ہیں تو ابو بکر و عمر نیزی کے ساتھ انصار کے مجمع میں پہنچے اور ابو بکر نے کلام کیا۔ انصار کے فضائل و مناقب میں جو کچھ بھی نازل ہوا تھا ابو بکر نے ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں چھوڑی کہ جس کا اس مجلس میں ذکر اور بیان نہ کیا ہو اور یہ کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر لوگ ایک وادی سے چلیں اور انصار دوسری وادی سے چلیں تو میں انصار کی وادی سے چلوں گا اور خدا کی قسم اے سعد تم کو خوب معلوم ہے کہ ایک مرتبہ جبکہ تم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے یہ فرمایا کہ قریش ہی اس امر خلافت کے والی اور متوتی ہوں گے، ان میں سے اچھے اچھوں کے تابع ہیں اور برے برے کے تابع ہیں سعد بن عبادہ نے ابو بکر سے کہا کہ تم نے سچ کہا۔ ہم ذرہ ہاں ہیں اقلیم ہی امراء ہو۔ روایت ختم ہوئی۔

اس روایت میں صراحتہ موجود ہے کہ ابو بکر صدیق نے، سعد بن عبادہ کو قسم دے کر کہا کہ تمہاری موجودگی میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے کہا کہ امر خلافت کے والی قریش ہوں گے۔ سعد قے نقد صدقت کہہ کر صدیق اکبر کی تصدیق کی اسی وجہ سے حافظ ابن کثیر نے اس روایت کے لئے ایک خاص عنوان قائم فرمایا وہو هذا۔ ذکر اعتراف سعد بن عبادۃ بصحة ما قالہ لصدیق یوم السقیۃ ملہ

عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ جب انصار نے یہ کہا کہ منا امیر و منکم امیر ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے تو حضرت عمر نے یہ کہا اے معشر انصار تم کو معلوم ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم حکم دیا کہ ابو بکر لوگوں کی امامت کریں پس تم میں سے کون شخص ہے کہ جو ابو بکر پر پیش قدمی کرنا پسند کرے، انصار نے کہا اللہ کی پناہ کہ ہم ابو بکر پر پیش قدمی کریں رواہ النسائی والبیہی والحاکم وصحیحہ عن ابن مسعود۔

دکنانی شرح الشامل للعلامة القاری ص ۱۹ ج ۱۲

مطلب یہ تھا کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص طور پر تاکید اور اعلیٰ کے ساتھ ابو بکر کو امام بنانا اور اپنا قائم مقام مقرر کرنا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کی نظر میں سب سے افضل اور مقدم ابو بکر ہیں۔

اور شامی ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب انصار نے یہ کہا مٹا امیر و منکم امیر تو فاروق اعظم نے حضرت ابو بکر کی قین خصوصیتیں بیان کی اور علی الاعلان فرمایا کہ تبلاؤ کہ یہ قین خصوصیتیں سوائے ابو بکر کے کسی اور شخص میں بھی پائی جاتی ہیں۔

اول: یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کو قرآن میں ثانی اثنین اذہما فی الغار فرمایا۔ ابو بکر کو نبی کریم

١- البداية والنهاية - ج : ٥ - ص : ٢٤٤

في رواية النسائي وابي يعلى والحاكم وصححه عن ابن مسعود انه قال لما قال
الانصار منا امير ومنكم امير فأتاهم عمر بن الخطاب فقال يا معشر الانصار انتم
تعلمون ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد امر ابا بكر ان يومئذ اناس فانيكم
يطيب نساء ان يتقدم على ابي بكر فقالت الانصار نعوذ بالله ان نتقدم على ابي ربابي في يوم

کاشانی بتلایا اور آپ کا یار غارتبایا۔ (حوم) یہ کہ ابو بکر کو آپ کا صاحب خاص اور محب با اختصاص فرمایا اذ یقول لصاحبہ لاتحزن۔ تفسیر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اپنی معیت نماہ کو ذکر فرمایا۔ اِنَّ اللہَ مَعَنَا فرمایا۔ ورنہ علم اور احاطہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی معیت عام ہے اور سب کو شامل اور متناول ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَکُنْتُمْ۔ یہ تین فضیلتیں ابو بکر کے لئے نص قرآن سے ثابت ہیں جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ ابو بکر ہی سب سے افضل ہیں اور وہی سب سے زیادہ مستحق خلافت ہیں رکذافی شرح الشائل للعلامة القاری والشیخ المناذری ص ۲۲ ج ۲) فاروق اعظم نے صدیق اکبر کی فضیلت کے دلائل میں فقط تین فضائل کے ذکر پر اکتفا فرمایا کہ جو روز روشن کی طرح بالکل واضح تھے ورنہ آیت کے سیاق و سباق میں صدیق اکبر کی افضلیت کے اور بھی دلائل موجود ہیں۔ فاروق اعظم نے صرف تین پر اکتفا فرمایا اور سنئے (۱۱)۔ ان کا تنصیر کا فقد نصیرہ اللہ۔ اذ اخذ حجة الذین کفروا اس آیت میں ابو بکر صدیق کے سوا

(بقیہ صفحہ ۲۱۰ پر) بکر۔ کذافی شرح الشائل۔

فقالت الانصار منا امیر ومنکم امیر فقال عمر من له مثل هذه الثلاث (۱) ای الفضائل الثلاث التي لا بی بکر (۱۱) ثانی اشین اذ هما فی الغار (۲) اذ یقول لصاحبہ لاتحزن (۳) ان الله معنا۔ الحديث فثبت الله تعالى في هذه الآية ثلاثة فضائل لابی بکر الاولی ثانی اشین۔ والثانیة اثبات الصحبة له في قوله تعالى اذ یقول لصاحبہ لاتحزن۔ الثالثة اثبات المعية في قوله تعالى ان الله معنا فثبت الله تعالى تلك الفضائل الثلاث تبين القرآن يؤذن باحقية للخلافة كذافی شرح الشائل للشيخ عبدالرؤف المناذري والعلامة القاري فيج ۲ وقال المحافظ العسقلاني في الفتح ۲۵ ووقع في حديث سالم بن عبيد عند الزار وغيره في قصة الوفاة فقالت الانصار منا امیر ومنکم امیر فقال عمر اخذ بيد ابی بکر اسيفان في غمذوا احد لا يصطليحان واخذ بيد ابی بکر فقال من له هذه الثلاثة اذ هما في الغار من هما۔ اذ یقول لصاحبہ من صاحبہ فتحزن ان الله معنا۔ مع من۔ ثم لبسط يده فبايعه ثم قال بايعوه فبايعه الناس فبع ابی بکر

سب کو ترک نصرت پر عتاب اور تہدید ہے اس لئے کہ ابو بکر صدیق تو آپ کے ساتھ تھے مگر آپ کے نام و مددگار تھے ابو بکر عتاب سے مستثنیٰ ہیں۔

دوم یہ کہ من جانب اللہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصرت ابو بکر صدیق کی نصرت کو متضمن ہے کیونکہ ابو بکر صدیق آپ کے ساتھ تھے پس حضور پر نور کی طرح ابو بکر منصور اور مؤید من اللہ تھے وہی احق بالخلافۃ ہوں گے۔

سوم یہ کہ فَاَنْذَرْنَا لِلَّذِي سَكِنَتْ عَلَيْهِ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي مَقَامِ ابِي بَكْرٍ صَدِيقِ كِي طَرَفِ رَاجِعِ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت و طمانیت ابو بکر پر نازل کی اس لئے کہ ابو بکر صدیق ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں غایت درجہ حزن و مضطرب تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی غائے سکینت و طمانیت سے سرفراز فرمایا۔

چہارم یہ کہ اس آیت میں ابو بکر کو ثانی الثنین بتلایا گیا ہے جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ ابو بکر صدیق کمالات علمیہ اور کمالات عملیہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی اور قائم مقام ہیں اور مقام و قرب اور غار انوار و تجلیات میں آپ کے رفیق اور یار غار ہیں۔

پنجم یہ کہ اذ یقول لصاحبہ میں صاحب سے ہا جماع مفسرین ابو بکر صدیق مراد ہیں۔ حق جل شانہ نے قرآن کریم میں خاص طور پر ابو بکر صدیق کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب یعنی رفیق خاص اور مصاحب با اختصاص اور محب صادق و سراپا خلاص بتلایا اشارہ اس طرف ہے کہ ابو بکر صدیق کی صحبت اور معیت اور رفاقت دائم اور مستمر ہے حیات و نبویہ میں آپ کے ساتھی اور رفیق ہیں اور عالم برزخ اور عالم آخرت اور میدان حشر و جوش کوثر پر بھی آپ کے ساتھ ہوں گے اور جنت میں بھی آپ کے رفیق ہوں گے اسی وجہ سے بعض علمائے کھلم کھلا کہ جو شخص ابو بکر کے صحابی ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے کیونکہ وہ حق تعالیٰ کے اس قولہ لصاحبہ کا منکر ہے۔

ششم یہ کہ ابو بکر کے متعلق یہ فرمایا لا تحزن اے ابو بکر تم غمگین اللہ بخیرہ بنو، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ابو بکر صدیق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق جاں نثار اور غمگین و غمگسار تھے۔

ہم تم پر کہ لا تحزن کے بعد ان اللہ معنا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی خاص انعام معیت کی بشارت دی جس کی تفصیل ہجرت کے بیان میں گزر چکی مذاکرہ توضیح ما افادہ العلامة القاری فی شرح الشامل ۵۔

بعد ان اہل صدیق اکبر نے کہا کہ یہ عمر اور ابو عبیدہ دونوں یہاں موجود ہیں تم لوگ ان دونوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو عمر اور ابو عبیدہ نے کہا۔ خدا کی قسم یہ ناممکن ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے ہم امر خلافت کے والی بنیں آپ تمام ہاجرین میں افضل ہیں اور نماز جو دین کا ستون ہے اور دین اسلام کا سب سے اعلیٰ اور افضل رکن ہے اس میں آپ رسول اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور قائم مقام ہوئے اسے ابو کبر آپ اپنا دست مبارک بڑھائیے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ابو بکر نے عمر سے کہا کہ ہاتھ بڑھاؤ تاکہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں عمر نے ابو بکر سے کہا کہ تم افضل ہو۔ ابو بکر نے جواب دیا انت اقوی منی تم مجھ سے زیادہ قوی ہو اسی پر تکرار ہوتا رہا۔ آخر میں عمر نے کہا ان توتی ملک مع فضلک یعنی میری قوت آپ کی فضیلت کے ساتھ مل کر کام کرنے کی یعنی افضل تو امیر ہوگا اور اقوی اس کا ذریعہ باتدبیر ہوگا کذا فی شرح الشامل للعلامة القاری ص ۲۳ ج ۲ اس کے بعد پھر حضرت عمر نے صدیق اکبر سے کہا کہ لاؤ ہاتھ اور بیعت کے لئے بڑھاؤ پس جب ان دونوں حضرات عمر اور ابو عبیدہ نے چاہا کہ آگے بڑھ کر ابو بکر سے بیعت کریں تو بشیر بن سعد انصاری نے بیعت کی اور اٹھ کر سب سے پہلے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی پھر حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ نے بیعت کی۔

جب جناب بن منذر نے دیکھا کہ بشیر بن سعد نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو چلا کر یہ کہا کہ تو نے قرابت کا لحاظ نہ رکھا اور اپنے ابن عم (سعد بن عبادہ) کی امارت کو پسند نہ کیا اور اس پر رشک اٹھ کر بشیر بن سعد نے جواب دیا کہ خدا کی قسم یہ بات نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ میں ہاجرین سے ان کا چھیننا پسند نہیں کرتا۔ پھر قبیلہ اوس کے لوگ قبیلہ خزرج کی امارت کو پسند نہیں کرتے تھے ان کو بشیر یہ تھا کہ اگر ایک مرتبہ سعد بن عبادہ کو امیر بنالیا اور امارت خزرج میں چلی گئی تو پھر قبیلہ اوس

کو اس نفیلت میں سے کبھی حصہ نہیں ملے گا۔ اسید بن حنفیہ قبیلہ لوس کے نقیب اور سوار وہاں موجود تھے انہوں نے قبیلہ اوس کے لوگوں کو مشورہ دیا کہ انھوں اور ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرو، یہ لوگ اٹھے اور ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی ان کا بیعت کرنا تھا کہ حضرت سعد بن خنزعہ کا ارادہ درہم ویرہم ہو گیا۔ بعد ازاں چاروں طرف سے لوگ ابوبکر کی بیعت کے لئے امنڈ پڑے اور کہیں تل رکھنے کو جگہ نہ رہی سعد بن عبادہ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے کسی نے کہا کہ دیکھو کہیں سعد و کبریت مہر جلتے۔ حضرت عمر نے کہا اللہ اس کو مارے سعد اٹھ کر گھر چلے گئے اور لوگ بیعت کر کے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔

بیعت خاصہ کے بعد بیعت عامہ

غرض یہ کہ ابوبکر صدیق باجماع مہاجرین و انصار خلیفہ منتخب ہو گئے اور بیعت کے بعد جلسہ ختم ہو گیا یہ بیعت دو شنبہ کی شام کو ہوئی جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دس سال ہوا یعنی ۱۲ ربیع الاول ۳ھ۔ بوقت شام دو شنبہ کے دن یہ بیعت خاصہ تھی اور بیعت عامہ وفات کے دوسرے دن بروز سنبہ مسجد نبوی میں منبر پر ہوئی۔

بیعت سقیفہ کے دوسرے دن یعنی بروز منگل عامۃ الناس مسجد نبوی میں جمع ہوئے، تمام اصحاب کبار اور مہاجرین و انصار موجود تھے پہلے حضرت عمر نے منبر پر بیٹھ کر ایک مختصر اور جامع تقریر کی اور حضرت ابوبکر خاتوش بیٹھے رہے۔

بیعت عامہ سے پہلے مسجد نبوی میں حضرت عمر کا خطبہ

حضرت عمرؓ نے کہا مجھے امید تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہم سب کے بزرگی پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے (تو انشاء اللہ دین میں کوئی خلل نہیں آئے گا) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان ایک نور ہدایت (قرآن) باقی رکھا ہے جو تمہاری ہدایت کا ذریعہ ہے اور حضور

۱۔ قال الحافظ ابن کثیر قلت کان هذا (ای ا م ا ل بیعت فی السقیفۃ) فی بقیۃ یوم الاثنين فلما کان الغد صبحہ یوم الثلاثاء اجتمع الناس فی المسجد فتمت البیعة من المهاجرین والانصار قاطبہ دکان ذلک قبل تجہیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً (ماخوذ عن ابن کثیر)

پرنور کے بعد ہر صدیق تم میں موجود ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار ثانی اثنین دومیر کے دوسرے ہیں اور آپ کے صاحب خاص اور رفیق بااختصاص ہیں تمام مسلمانوں میں زیادہ وہی تمام مملکت کے ولی اور حقدار ہیں پس اے مسلمانوں! اٹھو اٹھ ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔

ایک روایت میں ہے کہ فداوق اعظم نے فرمایا اے مسلمانو! تبتلو سوائے ابوبکر کے کون ہے کہ جس نے ثانی اثنین اذہانی الغار فرمایا ہو۔ اور کون ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا صاحب خاص فرمایا ہو۔ اذلیقول معاجبہ اور کون ہے کہ اللہ تعالیٰ خاص طور پر اس کے ساتھ ہو۔ ان اللہ معنا۔ مطلب یہ تھا کہ یہ وہ صفات فاضلہ ہیں کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی فرد بشر ایسا نہیں کہ جو ان صفات فاضلہ میں ابوبکر کا شریک اور ہم پیر ہو پھر استحقاق خلافت میں کیسے کوئی ان کا شریک اور ہم پیر ہو سکتا ہے خوب سمجھ لو کہ جس کو حق جل شانہ ثانی اثنین فرمائیں وہ بلاشبہ ثانی ہے لہذا اے مسلمانو۔ تم اس ثانی کی طرف بڑھو اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرو رسول اللہ کے ہاتھ کے بعد یہ دوسرا ہاتھ ہے۔

شیخ فرید الدین عطار منطق الطیر میں فرماتے ہیں:

خواجه اول کہ اول یار دوست	ثانی اثنین اذہانی الغار دست
صدر دین صدیق اکبر قطب حق	در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق
ہر چہ حق از ہارگاہ کبریا	ریخت در صدر شریف مصطفیٰ

رقیۃ شکیبہ (مجموعہ کذا فی البدایہ والنہایۃ ج ۵)۔

۱۵۔ قال البخاری انبأنا ابراهیم بن موسیٰ ثنا هشام بن عمار عن الزہری عن احبہ بن اسد بن مالک انه سمع خطبۃ عمر الاخیرۃ - حین جلس علی المنبر ذالک الغد من یوم نونی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر صامت لا یتکلم قال کنت ارجو ان یمشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق ید بئنا یرید بذالک ان یمکن اخرہ

۱۵۔ البدایۃ والنہایۃ - ج ۵ : ص ۲۳۸

فان یت محمد قدمات فان اللہ عز وجل قد جعل بین اظہر کم نور تہتدین بہ ہدی اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وان ابابکر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وثانی اثنین وانہ

او ہمہ در سینہ صدیق رنجیت لاجرم تا بود از تحقیق رنجیت

چوں تو کردی ثانی تینش قبول ثانی آئین او بود بعد از رسول

صدیق اکبر سے بیعت لینے کی درخواست

حضرت عمر جب اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو بکر سے عرض کیا اِضْعِدِ الْمَنْبِرَ منبر پر چڑھیے صدیق اکبر نے تامل کیا مگر حضرت عمر برابر اصرار کرتے رہے تب صدیق اکبر منبر پر باکر بیٹھے اور عامۃ الناس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی یہ

بیعت عامۃ کے بعد صدیق اکبر کا پہلا خطبہ

صدیق اکبر حضرت عمر کے اصرار سے منبر پر بیٹھے مگر جس درجہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھا کرتے تھے اُس کو چھوڑ کر ایک درجہ نیچے بیٹھے اور عامۃ مسلمین سے بیعت عامۃ لی۔ بیعت سے فراغت کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا:

اما بعد۔ ایہا الناس فانی قد ولیت	اے لوگو۔ میں تمھارا والی اور امیر بنا دیا گیا ہوں
علیکم ولست بغیرکم فان احسن	اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں
فاعینونی وان اسأت فقومونی	تو تم میری مدد کرنا اور اگر کوئی بُرا کام کروں تو
الصدق امانة والكذب خیانة	مجھ کو ٹھیک کر دینا صداقت۔ امانت ہے اور
والضعیف فیکم قوی عندی حتی	کذب خیانت ہے اور جو شخص تم میں ضعیف ہے
ازیح علته ان شاء اللہ تعالیٰ	وہ میرے نزدیک قوی ہے تا آنکہ اس کی
والقوی فیکم ضعیف حتی آخذ	مخلیف کو دور نہ کروں۔ معنی اس کا حق نہ
منہ الحق ان شاء اللہ تعالیٰ لا	دلاؤں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور جو تم میں قوی ہے
یدع قوم الجہاد فی سبیل اللہ	وہ میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک میں اُس سے

۱۵۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔ قال الزہری عن النس بن مالک سمعت عمر یقول یومئذ لالی

بکر اِضْعِدِ الْمَنْبِرَ فلم یزل بہ حتی صعد المنبر فبايعه الناس علة كذا فی البدایة والنهاية ص ۲۳۸

الاضر بھما اللہ بالذل ولا تشیع
فی قوم قط الفاحشۃ لا عثمہم
اللہ بالبلاء اطیعونی ما اطعت
اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ و
رسولہ فلا طاعة علیکم قوما
اے صلاتکم یرحمکم اللہ
وہذا اسناد صحیح کذا
لہ

حق وصول نہ کر لوں جو قوم جہاد کی سبیل اللہ تک
کہوتی ہے اللہ اس قوم کو ذلیل کرتا ہے، اور
جس قوم میں بے حیائی اور بدکاری شائع ہو جاتی
تو ساری قوم پرکئی بلا اور مصیبت آتی ہے تم میری
اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
کروں اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں
تو تم پر میری اطاعت نہیں باقی رہے اللہ تم پر رحم
فرمائے آمین۔

موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں اور حاکم نے مستدرک میں عبد الرحمن بن عوف سے روایت کیا
ہے اور حاکم نے اس کو صحیح بتایا ہے۔

خطب ابو بکر فقال واللہ ما کنت
حریصا علی الامارۃ یوما ولیلۃ
قط ولا کنت راغباً ولا سألتها
اللہ فی سر وعلانیۃ ولکننی اشفقت
من الفتنۃ ومالی من الامارۃ
من راحۃ لقد قلت امرأ عظیما
مالی بہ من طاقتہ ولا ید الا
بمقویۃ اللہ کذا فی شرح الشائل
فالعلاصۃ القاری

صدیق اکبر نے خطبہ کیا اور یہ کہا خدا کی قسم میں امارت
اور خلافت کا کبھی خواہشمند نہیں ہوا نہ دن میں نہ رات
میں اور نہ کبھی اس کی طرفائل ہوا اور نہ حق تعالیٰ
سے علانیہ یا پوشیدہ طور پر میں نے کبھی امارت کی دعا
مانگی البتہ مجھے یہ ڈر ہوا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے
اس لئے بادل ناخواستہ میں نے امارت کو قبول کر لیا
اور مجھے امارت میں کوئی راحت نہیں میری گردن پر ایک
عظیم بوجھ ڈالا گیا جس کے اٹھانے کی اپنے اندر طاقت
نہیں پاتا مگر یہ کہ اللہ میری مدد فرمائے۔

لہ۔ البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۵، ص ۲۴۸۔ شرح الشائل۔ ج ۲، ص ۲۱۵۔ کنز العمال۔ ج ۳، ص ۱۲۹۔

لہ۔ شرح الشائل۔ ج ۲، ص ۲۲۲۔

اور کنز العمال کی کتاب الخلافت پر صدیق اکبر کا خطبہ بایں الفاظ منقول ہے۔

عن ابی بکر انہ قال یا ایہا الناس
ان کنتم ظننتم انی اخذت خلافتکم
رغبۃ فیہا اوارادۃ استیثار علیکم
وعلی المسلمین فلا والذی نفسی
بیدہ ما اخذتھا رغبۃ فیہا ولا
استیثار علیکم ولا علی احد من
المسلمین ولا حرصت علیہا لیلۃ
ولا علانیۃ ولقد امر اعظیما لا
طاقۃ لی بہ الا ان یعین اللہ تعالیٰ
ووردت انہا الی ای اصحاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان یعدل
فیہا فہی الیکورد ولا بیعة لکم
عنہی فادفعوا لمن احببتہ فانا
انا رجل منکم۔ رواہ ابو نعیم
فی فضائل الصحابة

صدیق اکبر نے خطبہ دیا اور یہ کہا اے لوگو اگر تمھارا
یہ گمان ہے کہ میں نے یہ خلافت اس لئے قبول کی
ہے کہ میں خلافت اور امامت میں رافضی تھا یا
میں مسلمانوں پر اپنی برتری اور فوقیت چاہتا
تو قسم ہے اُس خداوندِ بجلال کی جس سے قبضہ
میں میری جان ہے میں نے اس راہ سے خلافت کو
قبول نہیں کیا۔ خدا کی قسم میں نے امامت اور خلافت
کے دن اور رات کی کسی ساعت میں کبھی حرج نہیں
کی اور نہ ظاہر و باطن میں خدا ہی سے اس کی وعاد
مانگی میری تمت تو یہ تھی کہ میرے سوا کسی اور
صحابی کو یہ منصب سونپ دیا جاتا جو مسلمانوں میں
عدل کرتا۔ اور اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ یہ
تمھاری خلافت اور امامت تم کو دالیں ہے اور جو
بیعت تم میرے ہاتھ پر کر چکے ہو وہ سب فہم
ہے، اب جس کو چاہو یہ امامت اور خلافت شہرہ
کو تم میں کا ایک فرد میں بھی ہووے والسلام۔

۸) حضرت علیؑ کی بیعت

جب سب لوگ بیعت کر چکے تو صدیق اکبر نے مجمع پر ایک نظر ڈالی تو ہوگوں میں حضرت
علی اور حضرت زبیر کو نہ پایا فرمایا کہ میں نے اس مجمع میں علی اور زبیر کو نہیں دیکھتا ان کو بھی بلا لویا نصار

میں سے کچھ لوگ اٹھے اور حضرت علی اور حضرت زبیر کو بلا کر لائے۔ (کنز العمال ج ۳۱ کتاب الخلافۃ)
 صدیق اکبر نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور آپ کے داماد کیا تم
 مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہو اور یہی حضرت علی اور حضرت زبیر نے کہا کہ
 اے خلیفہ رسول اللہ آپ ہمیں ملامت نہ کریں ہم مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا نہیں چاہتے اور عرض کیا۔

قال علی والزبیر ما غضبنا الا لانا
 اخرنا عن المشورة وانا نرى ابا
 بكر احق الناس بهما انه لصاحب الغد
 وانا لنعرف شرفه وخيره ولقد
 امره رسول الله صلى الله عليه وسلم
 ان يصلي بالناس وهو حي - اسناد مجيد
 والله الحمد والمنة له

حضرت علی اور حضرت زبیر نے کہا کہ ہمیں کس چیز کا
 رنج نہیں خیال صرف اس بات کا ہے کہ خلافت
 کے مشورہ میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا باقی ہم یقین کے
 ساتھ جانتے ہیں کہ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار
 ابو بکر ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غاڑ ہیں اور
 ہمیں ان کا نفل اور شرف اور ان کی بھلائی بخوبی معلوم
 ہے اور تحقیق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اپنی

زندگی میں امام مقرر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں یہ بھی ان کے افضل ہونے کی دلیل ہے اس

روایت کی سند نہایت کھری ہے۔ البدایۃ والنہایۃ وازالۃ الخلفاء۔

وفي رواية انه رضي لدیننا
 افلا نرضاه لدیننا

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی نے یہ فرمایا کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو ہمارے دین کے لئے پسند

فرمایا پس کیا ہم ابو بکر کو اپنی دنیا کے دلوں کے لئے پسند نہ کریں۔

اور یہ کہہ کر ان دونوں حضرات نے ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر سعیت کی اور جبہ الحاکم انامہ الخلفاء
 صدیق اکبر نے حضرت علی اور حضرت زبیر سے معذرت کی اور یہ کہا کہ خدا کی قسم مجھے امارت کی
 ذرہ برابر حرص نہ تھی نہ کبھی دل میں اس کی رغبت ہوئی اور نہ کبھی حق تعالیٰ سے ظاہراً اور پوشیدہ امارت

کی دعائنگی مگر مجھ کو فتنہ کا اندیشہ ہوا یعنی یہ اندیشہ ہوا کہ اگر معاملہ کو تمھاری آمد تک مؤخر رکھوں تو مبادا کوئی فتنہ کھڑا ہو جائے یہ

حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کو نہ کسی نے پوچھا اور نہ بلایا تو حضرات شیعہ بتلائیں کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر کو کس نے پوچھا اور کس نے بلایا تھا خود ہی فتنہ کے خوف سے چلے گئے تھے، نیز خلافت کا کام ان کی نظریں کوئی بڑا کام نہ تھا کہ جس کے واسطے یہ انتظار کرتے کہ فلاں کو آجائے دو اور فلاں کو تشریف لائے دو۔

بہر حال حضرت علی اور حضرت زبیر نے ابتداء ہی میں صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کی۔

وقد صحیح ابن حبان وغیرہ من حدیث ابن حبان وغیرہ نے ابو سعید خدری کی اس روایت کو
ابی سعید الخدری وغیرہ ان علیا صحیح بتایا ہے جس میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے
بایع ابابکر فی اول الامر شروع ہی میں ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ صحیح اور حق یہی ہے کہ حضرت علی نے شروع ہی میں ابو بکر کے ہاتھ

عند قال الامام احمد حدثنا علی بن عباس ثنا الولید بن مسلم اخبرني يزيد بن
سعيد عن عبد الملك بن عمير عن رافع الطائي رفيق ابي بكر الصديق في غزوة ذات
السلاسل قالت وسأله عما قيل في بيعتهم فقال وهو يحدته عما تقاولت به الانصار
وما كلمهم به وما كلمهم به عمر بن الخطاب وما ذكرهم به من امامتي اياهم يا رسول
الله صلى الله عليه وسلم في مرضه فبايعوني لذلك وقبلته ما منهم وتخوفت ان تكون فتنه بعد
عارضة وهذا اسناد جيد قوي ومعنى هذا انه رضى الله عنه انما قبل الامامة تخوفات
نعم فتنه اربى من تركه قبولها رضى الله عنه ما وارضاه كذا في البدايه والنهايه ج ۲ ص ۲۴
اور ليك روایت میں ہے۔ فقال راى ابوبكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قبض والناس
حديث عهد بكفر فخنفت عليهم ان يرتدوا وان يفتلوا فدخلت فيها وانا كاره ولم يزل
في اصحابي فلم يزل يعتذر حتى عذرتهم رواه ابن راهويه والعدني والمقبوي وابن خزيمة كذا في كنز العمال

۳۶ - ازالة الخفاء ج ۲، ص ۲۴، سیرت طیبہ ج ۳، ص ۳۶۰

۳۷ - فتح الباری ج ۱، ص ۳۶۹

پر بیعت کر لی تھی، حضرت علی کسی وقت بھی صدیق اکبر سے جدا نہیں ہوئے تمام نمازیں ابو بکر ہی کے پیچھے پڑھتے تھے یہ

نیز ابو سعید خدریؓ کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی منقول ہے کہ حضرت علی نے شروع ہی میں ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی جس کو حاکم کے علاوہ ابو داؤد و طیالسی اور ابن سعد اور ابن ابی شیبہ اور ابن جریر اور بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے یہ

اور صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ حضرت علی نے چھ ماہ بعد جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تب ابو بکر صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کی بعض علماء نے بخاری کی روایت کو ترجیح دی ہے اور امام بیہقی نے ابن حبان کی روایت کو ترجیح دی ہے اور بعض علماء نے دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ حضرت علی نے ایک بیعت تو شروع ہی میں کر لی تھی لیکن جب بعد میں فدک کا واقعہ پیش آیا اور بخیر اور طلال کی فوت آئی اور پھر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی علالت کی وجہ سے حضرت علی کا حضرت ابو بکر کے پاس آنا جانا بھی کم ہو گیا تو لوگوں کو یہ دہم ہو گیا کہ حضرت علی صدیق اکبر کی خلافت سے راضی نہیں تو اس دہم کے دور کرنے کے لئے حضرت علی نے مجمع عام میں دوبارہ بیعت کی تو یہ دوسری بیعت درحقیقت پہلی بیعت کی تجدید تھی یہ

صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء کی وفات کے بعد حضرت علی نے حضرت ابو بکر کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے گھر تشریف لائیں لیکن کوئی دوسرا شخص آپ کے ہمراہ نہ ہو اشارہ حضرت عمر کی طرف تھا کہ وہ سخت ہیں اور ابو بکر نرم ہیں، حضرت عمر نے سنا تو کہا کہ خدا کی قسم آپ تنہا نہ جائیں۔ ابو بکر صدیق نے کہا خدا کی قسم میں ضرور جاؤں گا، مجھے یہ توقع نہیں کہ وہ میرے ساتھ کچھ کریں گے، چنانچہ حضرت ابو بکر تشریف لے گئے تو حضرت علی نے حمد و ثناء کے بعد کہا:

انا قد عرنا فضلك وما اعطا الله رنم تنفس اے ابو بکر تم آپ کے فضل اور شرف کو خوب جانتے اور پہچانتے

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج: ۵، ص: ۲۴۹ - ۲۔ کنز العمال، ج: ۳، ص: ۱۳۱

۳۔ فتح الباری، ج: ۴، ص: ۳۷۹ -

عليك خير اساقا لله اليك ولكنك استبددت
 علونا بالامرو كننا نرى لقرابتنا من
 رسول الله صلى الله عليه وسلم نصيبا
 حتى فاضت علينا ابي بكر فلما تكلم ابو بكر
 قال والذي نفسي بيده لقرابة رسول
 الله صلى الله عليه وسلم احب الي ان اصل
 قرابتي واما الذي شجرت بيني وبينكم من
 هذه الاموال فلما آل فيها من الخير
 ولما ترك امر اس ايت رسول الله صلى الله
 عليه وسلم يصنع فيها الاصنع ف قال
 علي ابى بكر موعذك العشي للبيعة فلما
 صلى ابو بكر الظهر رفى المنبر فتشهد و
 ذكر شأن علي وتخلف عن البيعة وعذره
 بالذى اعتذر اليه ثم استغفر وتشهد
 على فغظم حق ابى بكر وحدث انه لم
 يحمد علي انذى ضع ففاسد علي ابى بكر ولا

میں اور جو خیر اور عزت یعنی خلافت اللہ تعالیٰ آپ کی
 طرف کشاں کشاں لایا ہے ہیں اس پر ذرہ برابر شک
 اور حسد نہیں لیکن میں شکوہ اس کا ہے کہ خلافت کا
 معاملہ ہم سے بغیر مشورہ کئے اکیلے ہی طے کر لیا اور
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کی وجہ سے
 مشورہ میں ہمارا بھی حق ہے حضرت علی اکی تم کے
 گئے اور شکوے کی باتیں کرتے رہے بیان تک ابو بکر
 صدیق کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ابو بکر صدیق
 برے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری
 جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربتوں کی
 پاس داری مجھے اپنی قربتوں کی پاس داری سے کہیں
 زیادہ محبوب ہے اور ان اموال مذکورہ فیغیر کے
 بارہ میں باہم جماعت خلافت پیش آیا سوان میں نے
 غیر اور بہتری میں کوئی کمی نہیں کی اور رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی طریقہ کو ترک نہیں کیا جس طرح آپ ان اموال
 کا انتظام کرتے تھے اسی طرح میں نے بھی کیا حضرت علی

عنه قوله ولكنك استبددت بالامر قال المازري ولعل عليا اشار الى ان ابا بكر استبدد عليه بالموور
 عظاما كان مثله عليه ان يحضر فيها ويشاوره او انه اشار الى انه لم يستشر في عقد الخلافة
 له اولاً والعذر لابي بكر انه خشي من التأخر عن البيعة الاختلاف لما كان وقع من الا
 نصار كما تقدم في حديث السقيفة فلم نستظره - فتح البارى ۳۹ ج ۲

۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۵ : ص ۲۴۹ ۲۔ کنز العمال ج ۳ : ص ۱۳۱

۳۔ فتح البارى ج ۲ : ص ۳۶۹

اشکار للذی فضلہ اللہ بہ ولکننا کناسری
 لنا فی هذا الامر نصیباً فاستبد علینا
 فوجدنا فی الفسنا فسر بذلک المسلمون
 وقالوا اصیت۔
 نے صدیق اکبر سے کہا کہ میرا آپ سے یہ وعدہ ہے کہ
 نوال کے بعد بیعت کے لئے حاضر ہوں گا، ابو بکر صدیق
 ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر منبر پر چڑھے اور خدا کی حمد
 شمار کی اور اس کے بعد حضرت علی کی شان کو اور ان کی

بیعت نہ کرنے کے اراد ان کی تاخیر کے حذر کو بیان فرمایا اور استغفار کے بعد منبر سے اتر آئے
 ان کے بعد حضرت علی نے ہشک حمد و ثناء کی اور پھر حضرت ابو بکر کے فضائل اور حقوق بیان کئے
 اور ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ کہا کہ مجھ سے جو کچھ تاخیر ہوئی اس کی وجہ معاذ اللہ
 یہ نہ تھی کہ مجھے صدیق اکبر کی خلافت پر کچھ ٹراک تھا اور نہ یہ وجہ تھی کہ مجھے ان کی فضیلت اور
 برتری سے کوئی انکار تھا بلکہ صرف اتنی بات تھی کہ اس معاملہ میں ہمارا بھی کچھ حق تھا کہ ہم سے
 کچھ ملے لیکن ابو بکر نے مستقبل سے کلام لیا اور ہمارے بلا مشورہ یہ معاملہ طے کر لیا۔
 اس لئے ہم اپنے دل میں رنجیدہ ہوئے مسلمان حضرت علی کی یہ گفتگو سن کر خوش ہو گئے اور
 سب نے اصیت اور احسنیت کہا۔

ان تمام روایات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت علی کو صدیق اکبر کی فضیلت
 اور اہمیت خلافت میں ذرہ برابر شک نہ تھا اور نہ ذرہ برابر خلافت صدیقی پر کوئی حسد یا رشک تھا اور
 بعد رضا و رغبت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور جو شکوہ و شکایت تھی وہ بنا بر محبت تھی غیروں سے
 شکایت نہیں ہوتی، بلکہ اس روایت سے قریب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کا دل حضرت ابو بکر کی جماعت
 سے لبریز تھا اور ان کی فضیلت میں کوئی شک و شبہ نہ تھا، بیعت سے محمدی کا سبب معاذ اللہ کوئی
 رشک و حسد نہ تھا بلکہ ایک عجبانہ و منکھانہ شکوہ تھا اور بطور ناز تھا حقیقت اس کی کچھ نہ تھی۔ ابو بکر
 صدیق سقیفہ میں اپنی بیعت لینے نہیں گئے تھے بلکہ مہاجرین و انصار کے باہمی نزاع کو رفع کرنے گئے
 اور ہاں جانے کے بعد خود اپنی بیعت کی درخواست نہیں کی، بلکہ حاضرین نے بالاتفاق خود ان کے

اتحاد پر بیعت کی ایسی حالت میں اگر بیعت نہ لیتے تو فتنہ اور فساد کا اندیشہ تھا اور خطرہ تھا کہ ہاتھ اختیار سے باہر نہ ہو جائے، ایسے نازک اور ناگہانی حالت میں یہ کہنا کہ فلاں کو نہیں بلایا اور فلاں سے مشورہ نہیں کیا مناسب نہیں صدیق اکبر نے حضرت علی کو جب یہ باتیں بتلائیں سارا جگہ اور شکوہ دم کے دم میں دور ہو گیا اور دل و جان سے بلوکر سے بیعت کی۔

علامہ حلبی سیرت حلبیہ میں فرماتے ہیں کہ جب مہاجرین اور انصار جمع ہو گئے تو صدیق اکبر نے حضرت علی کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا جب حضرت علی آگئے تو یہ فرمایا:

ما خلفك يا علي من امر الناس قال
خلفني عظيم المنة ورايتكم استقلتم
برأيكم فاعتذرا اليه ابو بكر رضي الله عنه
بغوف الفتنة لواخرتم اشرف على
الناس وقال ايها الناس هذا علي بن
ابي طالب لا ببيعة لي في عنقه وهو بالخيار
عن امر لا وانتوا بالخيار جميعا في
بيعتكم فان رأيتم لها غيري فانا اول
من يابعه فلما سمع ذلك علي كرم الله
وجهه زال ما كان قد داخله فقال اجل
لا نرى لها غيرك امدديدك فبايعه
هو والنفر الذين كانوا معه الخ

۱۔

۱۔ علی تم کو اس بیعت کے معاملہ سے کسی چیز نے مؤخر رکھا حضرت علی نے کہا ایک بڑے شکرہ اور رکھانے ہم کو مؤخر رکھا کہ تم نے ہم سے بغیر مشورہ کئے یہ معاملہ طے کر لیا ابو بکر صدیق نے مہذرت کی کہ وہ وقت نہایت پریشانی اور اضطراب کا تھا اگر اس امر کو ملتوی رکھا جاتا تو اندیشہ فتنہ کا تھلا وہ پھر صدیق اکبر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے لوگو یہ علی بن ابی طالب تھا اے سامنے میں ابھی تک میری بیعت کا قلم وہ ان کی گردن میں نہیں اُن کو پورا اختیار ہے کہ چاہے میرے اتحاد پر بیعت کریں یا نہ کریں اور اے مسلمانو تم اگرچہ میرے اتحاد پر بیعت کو چکے ہو لیکن تم کو بھی پورا اختیار ہے کہ اپنی بیعت کو واپس لے لو اور اگر میرے سوا کسی اور کے اتحاد پر بیعت کرنا چاہتے

۱۔ ابو توم کو اختیار ہے جس کو چاہو دوبارہ اپنا امیر بناؤ۔ اس دوسرے امیر کے ہاتھ پر ہے

پہر بیعت کرنے والا میں ہوں گا۔ صدیق اکبر کا یہ کلام سنتے ہی حضرت علیؑ کے تمام شکوے اور شکایات بیکھوت دل سے دھو ہو گئے اور یہ کہا کہ ابو بکر ہم تم سے زیادہ کسی خلافت کا اہل نہیں سمجھتے۔ اپنا ہاتھ بڑھا دسفرت علیؑ نے اور ان کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب نے صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کی۔

سعد بن عبادہ کی بیعت

سقیفہ بنی ساعدہ میں سب لوگوں نے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی مگر سعد بن عبادہ نے بیعت سے انکار کر دیا اور گھر چلے گئے کچھ روز تک صدیق اکبر نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا حضرت عمرؓ نے کہا کہ سعد سے ضرور بیعت لینی چاہیے۔ بشیر بن سعد نے کہا تاں تنہا آدمی ہے اس سے درگزر کرو اور ان کی حالت پر رہنے دو ایک دفعہ انکار کر چکے ہیں دوبارہ چھیڑنے سے اندیشہ ہے کہ ان کا کنبہ اور قبیلہ ان کی حمایت کے لئے کھڑا ہو جائے اور کشت و خون کی نوبت آجائے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ مگر سعد اس واقعہ کے بعد نہ تو ابوبکر کے ساتھ نمازوں میں شریک ہوتے تھے کسی اور مسجد میں نماز پڑھتے تھے ان سے بات کرتے تھے یہاں تک ابوبکر کا انتقال ہو گیا۔ ابوبکر کے انتقال کے بعد سعد شام چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ امام طبری فرماتے ہیں کہ سعد نے بھی تھوڑی دیر کے بعد اسی دن ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی واللہ اعلم۔

صدیق اکبر کا خلافت سے دستبردارمی کا ارادہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فتنہ اور اختلاف کے اندیشہ سے اور پھر لوگوں کے اصرار سے خلافت کو قبول تو فرمایا مگر دل پر صدمہ گزرا کہ تو نے اس بار امامت یعنی خلافت کو کیوں اپنے سر رکھا اور مجھ پر عہدہ غلامین اپنے گھر میں بیٹھ گئے فاروق اعظم۔ جب صدیق اکبر کے پاس گئے تو صدیق اکبر

علہ روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں عن موسیٰ بن ابراہیم عن رجل من آل ربیعۃ انہ بلغہ ان ابابکر حین استخلف قعد فی بیۃ حنین فدخل علیہ عمر فاقبل علیہ یلومہ و قال انت الذی کلشتی هذا الامر و شکا الیہ الحکم بین الناس فقال لہ عمر او ما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الوالی اذا اجتہد راقا لخصمہ

نے فاروق اعظم کو بہت ملامت کی اور شکوہ و شکایت کی کہ تیرے مجھ کو اس بلا میں پھنسا یا۔ لوگو! یہ فیصلہ کرنا بہت دشوار ہے، فاروق اعظم نے تسلی دی اور کہا کہ کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد معلوم نہیں کہ مالی اور حاکم اگر اجتہاد کرے اور صواب کو پہنچے تو اس کے لئے اس فیصلہ میں دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو اس لئے ایک اجر ہے یہ سن کر صدیق اکبر کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا، ابن راہویہ وغیرہ فی فضائل الصحابة ص ۷۷

ایک روایت میں ہے کہ بیعت کے بعد صدیق اکبر تین دن تک دروازہ بند کیے گھر میں بیٹھے رہے، جب مجدد میں تشریف لاتے تو منبر نبوی پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں۔

ایہا الناس قد اقمتم بیعتکم فابعوا
من اجبتکم کل ذلک یقوم الیہ علی
بن ابی طالب فیقول لا والله لا انضیک
ولا تستقیلک من الذی یؤخرک
وقد قدمک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم

اے لوگو! میں تمہاری بیعت داپس کرتا ہوں جس سے
چاہے بیعت کرو۔ بار بار کہتے رہا یہ حضرت علی کھڑے
ہوتے اور یہ جواب دیتے خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہو سکتا
ہم ذہ آپ کو واپس کر لیا گئے اور نہ آپ سے واپس
لیں گے، اکن ہے جو آپ کو کچھ پہلے جبکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آگے کیا۔

حکایت

عن یحییٰ بن سعید عن القاسم بن
محمد قال قال فی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ما تسلیکم کذات ہرئی تو محمد بن اسماعیل

ربیعہ کچھ سنئے کہ، فاصاب الحق فله اجران وان اجتہد فاختأ الحق فله اجر واحد
فکانہ سہل علی ابی بکر۔ ابن راہویہ وغیرہ فی فضائل الصحابة ص ۷۷

کنز العمال ص ۱۳۵ ج ۳ کتاب الخلافۃ

علیہ وسلم وعمر بن العاص یعان او
 بالبحرین فبلغتھم وفاتہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم واجتماع الناس
 عن ابی بکر فقال لہ اهل الارض من
 هذا الذی اجتمع الناس علیہ ابن
 صاحبکم قال قالوا فافخوه قال
 قالوا فاقرب الناس الیہ قال
 قالوا فامشائنا قال اختاروا خیرھم
 فامشروہ فقالوا لن یزالوا بخیر
 ما فعلوا هذا (ابن جریر) ۱۵

اس وقت عثمان یا بحرین میں تھے، جب وہاں یہ خبر
 پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور
 لوگوں کے اتفاق سے ابو بکر خلیفہ ہو گئے تو وہاں کے
 باشندوں نے عمر بن العاص سے پوچھا کہ جس شخص کی
 خلافت پر لوگ متفق ہوئے یہ کون شخص ہے کیا یہ
 شخص تمھارے نبی کا بیٹا ہے عمر بن العاص نے کہا
 نہیں لوگوں نے کہا کہ کیا پھر ابن کا بھائی ہے عمر بن
 العاص نے کہا کہ یہ آپ کو بھائی بھی نہیں لوگوں نے
 کہا کہ کیا پھر شخص تمھارے نبی کا سب سے زیادہ قریبی
 رشتہ دار ہے عمر بن العاص نے کہا نہیں لوگوں نے کہا
 کہ پھر یہ کون شخص ہے کہ جس کو لوگوں نے متفقہ طور پر

اپنا امیر بنایا عمر بن العاص نے کہا کہ جو شخص سب میں افضل اور بہتر تھا لوگوں نے اس کو منتخب
 کیا اور اس کو اپنا امیر بنالیا تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ ہمیشہ غریب رہیں جب تک
 ایسا کرتے رہیں گے۔

غلفار راشدین کے بارہ میں جو لوگ تعصب رکھتے ہیں ان کے بارے میں شیخ فرید الدین عطار
 قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اے گرفتار تعصب ماندہ	دامک و بغض و در حب ماندہ
در خلافت نیست میل اے پیغمبر	میل کے آید ز بوجہ و عسمر
میل گز بودے دران دو مقتدا	ہر دو کو دندے پس را پیشوا
کے بعدا داری کہ صحابہ سؤل	مردنا حق را کفند از جان قبول

یا نشاندش بہلے مصطفیٰ
بر صحابہ نیست این باطل روا
احمد جہل شان گرفت راست
انتمیاد جمع قرآن بس خطا است
بلکہ ہر چہ اصحاب پیغمبر کنند
حق کنند و لائق حق در کنند
مگر خلافت از ہوائی راند می
خوش را بر سلطنت نبشاند می

حکایت

چوں عمر پیش او پس آمد بچرخ
گفت انگنہم خلافت از دوش
ایں خلافت گزیدارے بود
می فروشم گردینارے بود
چوں او پس ایں حرف شنود از عمر
گفت تو نگذروں فارغ در گند
تو بیگن ہر کہ می خواہد ز راہ
باز برگرد و دو تا پیش گاہ
چوں خلافت خواست فلک را میر
آں زماں برخواست از باران بغیر
جملہ گفتندش مکن اے پیشوا
خلق را سرکشند از بہر خدا
عہدہ در گذشت صدیق کرد
آں نہ بر عیب کہ بر تحقیق کرد
مگر تو می بینی سزا ز فرمان او
ایں زماں از تو بر خجہ جان او
چوں شنود ایں حجت محکم عمر
کار از یں حجت برداشت محنت تر
از زمان تو مصابہ خستہ اند
در زبان بت پرستان رستاند
و دغشولی می کنی دیوان سیاه
گوئے بروی گوزنان داری نگاہ لہ

(۹) مسئلہ وصایت

تمام ہمارے اور انصار کے اتفاق سے صدیق اکبر کا خلیفہ بنایا اس امر کی دلیل ہے

کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے لئے خلافت کی وصیت نہیں فرمائی تھی کہ فلاں شخص میرے بعد خلیفہ ہوگا اور نہ صراحتہ کسی شخص کو خلافت کے لئے ماحذ فرمایا تھا نہ ابو بکر کو اور نہ علی کو البتہ صدیق اکبر کی خلافت کے متعلق اشارات فرمائے اور تمام زندگی ابو بکر کے ساتھ وہ معاملہ رکھا جو بادشاہ کا ولیعہد کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت شنیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ تھے صحیحین میں ہے کہ حضرت عائشہ سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا وصی بنایا تھا، حضرت عائشہ نے کہا کہ کن کہتا ہے۔ آخر وقت میں میں آپ کو اپنے سینہ سے لگائے بیٹھی تھی، اسی حالت میں آپ کا وصال ہو گیا مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے حضرت علی کے متعلق کن وصیت کی۔ (۱)۔ مجین میں ہے کہ جب فاروق اعظم کے خبر ملا گیا اور لوگ آپ کی زندگی سے ناامید ہوئے تو عرض کیا گیا۔

۱) لا تستخلف یا امیر المؤمنین فقال
ان استخلف فقد استخلف من هو
خیر منی یعنی ابابکر وان اترك
فقد ترك من هو خیر منی یعنی
رسول الله صلى الله عليه و
سلم۔

اسے امیر المؤمنین آپ کسی شخص کو اپنا خلیفہ کیون نہیں
بنادیتے فرمایا کہ اگر میں کسی کو خلیفہ بنا دوں تو اس میں
کوئی حرج نہیں صدیق اکبر جو مجھ سے بہتر تھے انھوں
نے وفات کے وقت اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا اور
اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کر دیتا تھا اور اگر میں کسی کو خلیفہ
نہ بناؤں تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا۔

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض الوفا میں عرض کیا گیا۔

۱) لا تستخلف علينا فقال ما استخلف
رسول الله صلى الله عليه وسلم
فاستخلف ولكن ان يرد الله باناس

اسے امیر المؤمنین آپ ہم پر کسی کو خلیفہ کیوں نہیں
بنادیتے حضرت علی نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ما تسلیم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا پس میں کیوں خلیفہ

خیر انبیاء بعدی علی خیرہم بناؤں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ لوگوں کے ساتھ
 کما جملہ بعد نبیہم علی خیرہم خیر کا ہوگا تو میرے بعد لوگوں کو کسی بہتر آدمی پر
 انصوبہ البہق واسنادہ جید متفق اور مجتمع کروے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی
 کریم کی وفات کے بعد لوگوں کو ایک بہترین خلق میں ابو بکر پر متفق اور مجتمع کروایا۔ اس حدیث
 کا امام بیہقی نے روایت کیا اور اسناد اس کی ہناہیت جید ہے۔

(۳) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علی سے کہل حضرت علی اللہ علیہ وسلم کے
 مرض الوفا میں کہا کہ تم خدا کی قسم تمہارے بعد عبدالعصا (لاٹھی کے غلام) ہو گئے معنی آپ کی وفات
 قریب ہے لہذا تم آؤ حضرت علی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا حضرت علی
 نے کہا:

انی لا اسئلہ ذلک تحقیق میں اس بارے میں آپ کچھ دریافت نہیں کروں گا
 (۴) سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ راوی ہیں کہ حضرت علی نے ایک مرتبہ خطبہ دیا۔

یا ایہا الناس ان رسول اللہ صلا اللہ علیہ وسلم لم یوجد الینا فی ہذا صارت فیما حتی رأینا من الرأی ان نستخلف
 ایاہا الناس ان رسول اللہ صلا اللہ علیہ وسلم نے کہا لوگو! رسول اللہ علیہ السلام نے ہمیں انار
 اور خلافت کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی آپ کی وفات کے بعد سب کی متفقہ رائے سے ابو بکر
 خلیفہ مقرر ہوئے اور خلافت کا کام نہایت عمدگی سے انجام دیا یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوئے پھر ابو بکر
 نے اپنی رائے سے عمر کو خلیفہ مقرر کیا اور نہایت خوبی سے خلافت کا کام انجام دیا یہاں تک دنیا سے رخصت ہوئے
 ہذا کلہ من البدایۃ والنہایۃ

(۵) صحیحین میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خطبہ دیا اور یہ فرمایا کہ جو شخص یہ گمان
 کرے کہ ہمارے پاس سوائے کتاب اللہ کے اور اس صحیفہ کے جس میں دیات وغیرہ کے احکام ہیں۔
 کوئی اور کتاب اور کوئی وصیت نامہ ہے تو وہ بالکل جھوٹ بولتا ہے۔

حضرت شیعہ کہتے ہیں کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی خلافت کی وصیت کی تھی۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اگر اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی خلافت کے لئے نامزد کیا ہوتا تو نا ممکن اور محال تھا کہ اصحاب کلام اس پر عمل نہ کرتے صحابہ کلام جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے جان مال خیرش و اقارب سب قربان کر دئے ان کی نسبت یہ بدگمانی کہ انہوں نے ویدہ و دانستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو رد کر دیا۔ یہ قرآن کریم کی صریح تکذیب ہے جو صحابہ کلام کی توصیف سے بھرا پڑا ہے۔ نیز اگر حضرت علی یا حضرت عباس وغیرہ کسی کی خلافت کے تعلق کوئی نص یا وصیت ہوتی تو وہ قطعاً متواتر ہوتی اس کا چھپا رہنا عاودہ محال تھا ضرور وہ نص مجلس بیعت ہوتی، جیسے ابو بکر صدیق نے انصار کے سامنے جب حدیث بیعت کی الامتھ من قریش تو انصار نے فوراً اس کی اطاعت کی اور اپنی امارت کے خیال کو چھوڑ دیا۔ نیز اگر خلافت کے بارے میں کوئی نص ہوتی تو کوئی نہ کوئی تو اس مجلس میں یہ کتنا کرم لوگ کیوں اس قدر لڑ رہے ہوں جنہوں نے پرنسز نے تو ظالم شخص کو امامت اور خلافت کے لئے معین اور نامزد کر دیا ہے بنی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم اگر سوائے ابو بکر کے کسی اور کو مثلاً حضرت علی یا حضرت عباس کو مقرر کر جاتے تو یہ نا ممکن تھا کہ صحابہ میں سے کوئی بھی اس کو ظاہر نہ کرتا مسقیفہ بنی ساعدہ کا اجتماع خلیفہ ہی کی تعیین کے لئے تو تھا وہاں اس لئے جمع ہوئے تھے۔ اگر خلافت کے بارے میں کوئی نص ہوتی تو انصار و انامیر و محکم امیر نہ کہتے اور نہ مسقیفہ میں کسی زبان سے یہ نکالا کہ حضور پر نور غدیر خم کے خطبہ میں من کنت مولاء علی مولاء سے حضرت علی کی خلافت کی طرف اشارہ فرما چکے ہیں اب اس بحث کی ضرورت نہیں۔ نیز اگر حضرت علی کے پاس اپنی خلافت کی کوئی نص یا وصیت موجود ہوتی تو صحابہ کلام کے سامنے اس کو ضرور پیش کرتے اور اگر نہ مانتے تو ابو بکر و عمر سے جہاد و قتال کرتے جیسے حضرت معاویہ سے قتال کیا، خصوصاً جبکہ ابرسفیان نے حضرت علی سے یہ کہا کہ تم بیعت کے لئے ماتھ بڑھاؤ میں تمہارے ماتھ پر بیعت کرتا ہوں اور اگر تم پاؤ تو ابو بکر کے مقابل میں تمام میدان سواروں اور پیادوں سے لاکر بھر دوں۔

حضرت علی نے نہایت سختی سے جواب دیا کہ باوجود مجھے تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں تم مسلمانوں

میں فتنہ اور فساد کرنا چاہتے ہو

معلوم ہوا کہ حضرت علی کے پاس کوئی نص یا وصیت موجود نہ تھی اور وہ دل و جان سے صدیق اکبر کی خلافت کو خلافت حقہ اور راشدہ سمجھتے تھے اور ان کی خلافت کے خلاف اب کشتائی کو فتنہ اور فساد سمجھتے تھے۔

حضرت علی کے نزدیک اگر صدیق اکبر کی خلافت حق نہ ہوتی تو ضرور ابو بکر سے مقابلہ اور مقابلہ کر جیسے حضرت معاویہ سے کیا اس لئے کہ اسد اللہ غالب ہونے کے بعد اعداء اللہ سے مقابلہ نہ کرنا غایت درجہ بزدلی اور ایمان کی کمزوری ہے، یہی حضرت علی کا یہ سکوت اگر بوجہ لاچارگی اور مجبوری تھا تو لاچار اور مجبور آدمی لائق امامت و خلافت نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علی نے باوجود قدرت کے اپنی خلافت کی نص یا وصیت کو برابر تقیہ ظاہر نہیں کیا تو یہ بزدلی بھی ہے اور نفاق بھی ہے اور بزدلی اور منافق طیفہ نہیں ہو سکتا لے

حضرت شیعہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کا خلفا ثلاثہ کے ساتھ رہنا اہل مسجد میں ان کے پیچھے نمازیں پڑھنا اور انہی کے مطابق قرآن پڑھنا اور کسی بات میں سر مو ان کے خلاف نہ کرنا یہ سب بنا بر تقیہ تھا لیکن اشکال اور سوال یہ ہے کہ حضرت علی جب اپنے زمانہ خلافت میں ٹھٹھتے تھے تو خلفاء ثلاثہ کے فضائل اور مناقب بیان کیا کرتے تھے سو اگر یہ بھی تقیہ سے تھا تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اہل بیت علیہ السلام کیسے شیر خدا تھے کہ خلفا ثلاثہ کے انتقال کے بعد بھی ان سے ڈرتے تھے اور ذکر کران کی تعریف کرتے تھے انہوں نے شیر خدا پر کمر و دم سے ڈرے اور طیفہ اور بادشاہ ہونے کے بعد بھی انہی کے موافق احکام جاری کرے معاذ اللہ حضرت علی ایسے بزدل اور نامزد نہ تھے جیسے حضرت شیعہ کہتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی حقیقہ شیر خدا تھے اور ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا حضرت شیعہ کہتے ہیں کہ ان کا ظاہر و باطن مختلف تھا، بندہ تو ظاہر کو دیکھتا ہے دل کی خبر اللہ ہے، حضرت علی جب ظاہر میں بر سر سبز خلفاء ثلاثہ کی تعریف فرماتے تو مسلمانوں کے ذمہ یہ فریضہ

ہے کہ حضرت علی کو صادق اور راستہ باز سمجھیں، جمیعوں کے نزدیک حضرت علی معصم تھے اور معصوم کی اطاعت فرض ہے اور اس کی نافرمانی منق ہے نیز اس امر کلمات فریقین سے ہے کہ حضرت علی رضہ صدیق اکبر کے ابتداء خلافت سے لے کر تہا تک اور اسی طرح عہدِ فاطمی اور عہدِ عثمانی میں از اول تا آخر تمام امور ہمہ میں خلفاء ثلاثہ کے مشیر خاص اور شریک حال رہے اور جس قدر لڑائیاں ہوئیں ان میں ان کا مشورہ شامل رہا اور اب غنیمت میں سے اپنا حصہ لیتے رہے اور نمازوں میں ان کی اقتدار کرتے رہے اور مسائل دینیہ میں ان کے ہم نوا اور ہم صفیر رہے یہ سب اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو دل سے حق سمجھتے تھے اور عیدِ رکار صاحبِ فدا الفقار کلاس پچیس سالہ عمل کو تفتیح پر محمول کرنا، مشیعہ اس کی جرأت کر سکتے ہیں، ہم اہل سنت والجماعت کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے غلامانِ غلامان کی شان بھی اس سے علی اور ارفع ہے کہ ہم دل سے بن کو کافر و منافق و غاصب و خائن سمجھتے ہوں ظاہراً ان سے یہ مجاہدہ اور دوستانہ معاملہ کریں اور ان کے پیچھے نمازیں ادا کریں اسیٰ انہی کا بگڑا ہوا قرآن پڑھتے رہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ

رہا یہ امر کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو امارت اور خلافت کے لئے کیوں نہ مقرر فرمادیا سو اس کا۔

جواب

یہ ہے کہ حضور پر نور کے وقت امیر اور خلیفہ کی تعیین اور نامزدگی واجب نہ تھی یہ مسئلہ آپ نے مسلمانوں کے اجتہاد اور مشورہ پر چھوڑ دیا کہ اپنی صواب وید سے کسی کو اپنا امیر منتخب کر لیں اور اشارۃً اپنا مشاور مبارک اس طرح ظاہر فرمادیا کہ ابوبکر کو اپنی جگہ نماز کا امام مقرر کیا، یہ خلافت کی جانب اشارہ تھا اور جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ میرا یہ اشارہ صحابہ کے لئے کافی ہو گا۔ اس نے ابوبکر کے لئے جرمِ وصیت نامہ تحریر کرنا چاہتے تھے اس کا ارادہ بھی ترک کر دیا کہ اب اس کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ قضا و تدبیر میں یہ طے پا چکا ہے کہ مسلمان سوئے ابوبکر کی متفق نہیں ہو گئے۔

علامہ سیوطی تاریخ المفاری میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے جو کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا اس کی وجہ وہ ہے کہ جو سند بزار کی ایک حدیث میں مذکور ہے۔

عن خدیفة قال قالوا یا رسول اللہ
الاستخلف علینا قال ان استخلف
علیکم فتعصوا خلیفتی منزل
علیکم العذاب واخرجہ الحاکم
فی المستدرک

خدیفہ راوی ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہم پر کوئی امیر اور خلیفہ کیوں نہ مقرر کر جائیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کروں اور پھر تم اس کی نافرمانی کرو تو تم پر اللہ عذاب نازل ہو گا اور اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں ثابت کیا ہے۔

(۱) مسئلہ خلافت میں اہل سنت اور اہل تشیع کے منشا اختلاف کی مختصر تشریح

اہل سنت اور اہل تشیع میں سب سے بڑا اختلافی مسئلہ مسئلہ خلافت ہے اس لئے ہم نہایت اختصار کے ساتھ یہ بتلانا چاہتے کہ منشا خلافت کیا ہے۔ وہ یہ کہ شیعوں کے نزدیک خلافت کا دار مدار قرابت اور علاقہ مصاہرت و مامادی اپہ ہے اس لئے شیعوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت جناب امیر کو ملنی چاہیے تھی کہ وہ آپ کے قریبی رشتہ دار تھے اور مامادی بھی تھے اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ خلافت نبوی کا دار مدار تقرب پر ہے نہ کہ قرابت رشتہ داری اپہ جو شخص سب سے زیادہ خدا اور اس کے رسول کا مقرب ہو گا۔ وہ شخص خلیفہ رسول اور جانشین نبی ہو گا۔ خلافت نبوت کو قرابت اور مصاہرت یعنی رشتہ داری سے کیا علاقہ غلط لاوار مدار اگر قرابت نبوی پر ہوتا تو آپ کے بعد خلیفہ یا تو آپ کے چچا حضرت عباس ہو سکتے یا آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہرا ہوتیں بلکہ حضرت فاطمہ ہوتیں اور کوئی مردان کی طرف سے لا خلافت کو انجام دیتا جیسا کہ دنیا کا دستور ہے اور حضرت فاطمہ کے بعد امام حسن خلیفہ دوم ہوتے اور امام حسن کے بعد امام حسین ہوتے اور امام حسین کے بعد اگر حضرت علی زندہ

رہتے تو پھر حضرت علی علیہ السلام جہاد ہوتے، غرض یہ کہ اگر خلافت کا مدار قربت پر ہو تو شیعوں کے اس قاعدہ کی بنا پر بھی حضرت علی علیہ السلام جہاد ہی ہوتے ہیں پھر اگر اہل سنت نے حضرت علی کو خلیفہ جہاد بنایا تو کیا تصور کیا کہ حضرت علی کو جو خلافت ملی وہ جہادین اور انصار کی بیعت سے ملی۔ حضرت شیعہ نے تو حضرت علی کو کچھ بھی نہیں دیا اور اگر علاقہ مصاہرت (وامادی) پر نظر کیا جائے تو اس لحاظ سے حضرت عثمان غنی سب سے زیادہ خلافت بلا فصل کے مستحق تھے اس لئے کہ حضرت عثمان آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد تھے کہ جن کے عقد میں پیغمبر کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئیں اور اسی وجہ سے وہ اہل اسلام میں ذی النورین کے لقب خاص سے مشہور ہوئے رہا یہ امر کہ حضرت عثمان ذی النورین کے عقد میں جو یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں آئیں وہ حضور پر نور کے سامنے ہی انتقال کر گئیں سو یہ امر متحقق خلافت کو نازل نہیں کرتا، اس لئے اس سبب سے ان کو جو شرف خاص حاصل ہوا اتنا وہ صرف نکاح سے حاصل ہو چکا تھا۔ بی بی کے زندہ رہنے اور نہ رہنے کو اس میں کوئی دخل نہیں جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد بھی حضرت علی کو شرف دامادی حاصل رہا۔ حضرت علی کا یہ شرف حضرت سیدہ کے وصال سے نازل نہیں ہو گیا۔

رہا یہ امر کہ شیعہ یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں صاحبزادیاں زقیہ، ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تھیں بلکہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے پہلے شوہر سے پیدا ہوئی تھیں تو یہ صریح و صوحہ کا قریب ہے۔ ان کی کلینی شریف مطبوعہ کفر میں صاف لکھا ہوا موجود ہے۔

و تزوج خدیجۃ و هو البس بضم	آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سال سے زیادہ
دعشرین سنۃ فولد لہ منها قبل	عمر میں خدیجہ سے نکاح کیا اور قبل بعثت ان کے
مبعۃ القاسم ورقیۃ و خنیب	بطن سے قائم اور زقیہ اور زینب اور ام کلثوم
وام کلثوم و ولد لہ بعد المبعث	پیدا ہوئے اور بعد بعثت کے لیلیب اور طہر
الطیب والطاهر والفاطمۃ۔ اصول	اور فاطمہ پیدا ہوئے۔

کافی کلینی ص ۲۷۲ باب - مولد النبی (اصول کافی کلینی) باب مولد النبی صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ۱۷ علیہ وسلم

غرض یہ کہ حضرت فاطمہ کی طرح رقیہ اور ام کلثوم بھی آپ کی صاحبزادیاں تھیں جن میں سے حضرت
فاطمہ کی پیدائش بعد بعثت ہوئی اور رقیہ اور ام کلثوم کی پیدائش قبل از بعثت ہوئی اور ولادت کے
تقدم و تاخر کو خلافت میں کوئی دخل نہیں حضرت علیؑ کو جو دامادی کا شرف حاصل تھا وہ حضرت
سیدہ کے وصال کے بعد بھی باقی رہا حضرت سیدہ کے وصال سے دامادی کا شرف ختم نہیں ہو گیا
اسی طرح حضرت عثمان کے دو ہرے شرف دامادی کو گھرو۔

مسئلہ خلافت میں حضرات شیعہ کی عجیب و غریب خرافات اور مضحکات اور مسکیات بہنانے
والی اور رولانے والی باتیں ہیں ان کو نقل کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؑ کو م اللہ وحید و دروز تک اپنے اہل و عیال کو ساتھ
لے ہوئے ایک ایک ہاجرا اور انصار کے گھروں و طلب کرتے ہوئے پھرے کہ دیکھو مجھے پیغمبر خدا نے
اپنا خلیفہ بنا دیا تھا، ان لوگوں نے میری خلافت چھین لی تم میرا حق دلا دو مگر چار شخصوں کے سوا کسی نے
مدد کا اقرار نہ کیا آپ نے ناچار ہو کر یہ کہا کہ تم چار شخصوں سے کیا ہو گا۔ اس فقرہ کو اہل آب و تاب
کے ساتھ اگر دیکھنا ہو تو حق الیقین و مذکرۃ الامیر میں دیکھیے۔

ہم اہل سنت و الجماعت علما و اہل علما ان سیدنا علیؑ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ سارا قصہ فرضی اور
بے اصل ہے اور سراسر خلافت عقل ہے۔ اور حضرت علیؑ جیسے سرخیل اولیاء عالم کی شان و ولایت اور شان
زہد کے سراسر منافی ہے۔

متروکات نبوی

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی دُشیا نہ اور فقیرانہ تھی دو دو حدینہ تک گھر میں تو

نہیں چڑھتا تھا پانی اور کھجور پر گزرتھا کپتے مجھوں میں زندگی بسر فرماتے تھے کبل پوش تھے اور
بورے اور ٹاٹ پر بیٹھے تھے آپ کے پاس کیا رکھا تھا کج روئی کے بعد وارثوں کے لئے چھوڑ جاتے۔
حضرت عمرو بن حارث جو ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے فرماتے ہیں۔

ما تترك رسول الله صلى الله عليه وسلم عند موته درهما ولا ديناراً
ولا عند ولا امه ولا شيئا الا بقلته
البيضاء وسلاحه وارضا جعلها
صدقة - صحيح بخاری کتاب
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے
وقت نہ کوئی درہم چھوڑا اور نہ دینار اور نہ غلام
اور نہ باندی نہ اور کوئی شئی مگر ایک سفید خجور
بتھیا اور کچھ زمین جس کو اپنی زندگی ہی میں مسلمانوں
کے لئے وقفہ وقفہ کر گئے تھے۔
(بخاری شریف)

الوصایا .

عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جس زمین کا ذکر ہے اس سے تین جاۓ ادیں مراد ہیں۔
۱- جاۓ آمد مدینہ۔ مدینہ کی جاۓ آمد سے بنو نضیر کی زمین مراد ہے، جو حق جل شانہ نے آپ کو بطور فی
عطا فرمائی تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور یہ زمین برابر آپ کے قبضہ میں رہی اس زمین کی آمدنی
سے اپنے اہل و عیال کا سالانہ خرچہ دیدیتے اور جو بچتا اُس سے بھتیا اور گھوڑے اور اسانہ جہاد
خریدتے، صحیح بخاری ۲۵، کتاب التفسیر سورہ حشر

(۱۲) - خیبر کی زمین۔ جو آپ کو سهم میں ملی تھی۔

(۱۳) - ذک کی نصف زمین جو فتح خیبر کے بعد آپ کو اہل خیبر سے صلحا حاصل ہوئی تھی خیبر اور ذک
کی زمینوں سے جو آمدنی ہوتی اس کو وقف اور ناگہانی ضروریات میں صرف فرماتے۔

یہ زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کبھی جاتی تھیں اور تاحین حیات آپ کے قبضہ میں
رہیں حق جل شانہ کی طرف سے آپ کو اختیار تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ مگر حضور پر نور ان زمینوں
کی آمدنی سے صرف بقدر نفقہ اہل و عیال لیتے تھے اور باقی کل آمدنی اسلام اور مسلمانوں کی ضرورتوں
اور مصلحتوں میں خرچ فرماتے تھے۔ اپنی عیش و عشرت کے لئے معاذ اللہ ایک پیسہ بھی خرچ نہ فرماتے

تھے غلامانِ جاہلادوں میں آپ کا تصرف مالکانہ تھا مگر وحقیقت متولیانہ تھا۔ یہ زمینیں اللہ کی تھیں، یعنی وقف تھیں اور آپ حکم خداوندی اس کے متوقّف تھے، اس کے حکم کے مطابق خرچ کرتے تھے چونکہ خداوند خدا بجلال کی طرف سے یہ حکم تھا کہ ان زمینوں کی آمدنی سے اپنے اہل و عیال کا سالانہ نفقہ بھی دے دیا کرو اس لئے آپ بنی نضیر کی جائداد سے ازدواجِ مطہرات کا سالانہ نفقہ دیدیا کرتے تھے۔ حضرت اہل بیت کو آپ کی وفات کے بعد یہ خیال ہوا کہ یہ زمینیں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ملکیت اور ذاتی جائداد تھیں اس لئے بطور وراثت اہل بیت پر تقسیم ہونی چاہئیں چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خیر اور فک اور بنی نضیر کی جائدادوں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اپنا حصہ طلب کیا۔ صدیق اکبر نے عرض کیا کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء و کسی کے مال کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث جتا ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب فی سبیل اللہ صدقہ اور خیرات ہے، البتہ جو نفقہ اور خرچ ان میں مقرر ہے وہ بدستور اسی طرح ہے گا۔ اور جس جس کام میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم خرچ کرتے تھے ابوبکر بھی اس میں اسی طرح خرچ کرے گا۔ اور آل رسول اس مال میں سے اسی طرح کھائے گی جس طرح نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے زمانے میں کھاتی تھی۔ اور خدا کی قسم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کے ساتھ سلوک اور احسان مجھے اپنی قربت کے سلوک اور احسان سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔

صدیق اکبر کا یہ جواب حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو ناگوار خاطر گزارا اور رنجیدہ ہوئیں یہ معلوم کیوں رنجیدہ ہوئیں صدیق اکبر نے تو حضرت سیدہ کے والد محرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح ارشاد سراپا شاد پیش کر دیا۔ ان کا عذر تو ظاہر ہے مگر حضرت سیدہ کے رنج و ملال کی کوئی یقینی وجہ سمجھ میں نہیں آئی صدیق اکبر کہہ تو گزرے مگر حضرت سیدہ کے رنج و ملال کی وجہ سے بے چین اور بے تاب رہے۔

مذکورہ بالا وعذابِ امت جانِ محبوبانِ را بلائے صحبتِ یللی بلائے فرقتِ یللی
صدیق اکبر نے مل فواسی پر کیا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ کسی کو اس جائداد

میں سے بطور وراثت کچھ نہیں دیا حتیٰ کہ اپنی بیٹی عائشہ کو بھی اس میں سے کچھ نہیں دیا اور نہ حفصہ بنت عمر کو کچھ دیا اور نہ اندام مطہرات کو کچھ بطور وراثت دیا۔ البتہ حضرت سیدہ کوراضی کر لیا اور ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے معذرت کی تاکہ حضرت سیدہ و صدیق اکبر سے راضی ہو کر مافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر نے اولاً تقسیم میراث سے انکار فرمایا۔ اور بعد ازاں غالباً حضرت سیدہ نے صدیق اکبر سے یہ درخواست کی جوگی کہ خیر اور نذرک کی زمینوں کا انتظام حضرت علی کے سپرد کر دیا جائے اور حضرت علی ہی اس کے ناظر اور نگران رہیں صدیق اکبر نے اس سے بھی انکار کر دیا کہ ان زمینوں کا میں خود ہی انتظام کروں گا جس طرح نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کرتے تھے حضرت سیدہ کو بہت مضائقہ ہو گیا اور طلال ہوا ۱۷ھ

صدیق اکبر کی وفات کے بعد حضرت عمر نے دو سال تک ان زمینوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا دو سال کے بعد جب حضرت علی اور حضرت عباس نے اس بارے میں گفتگو کی تو حضرت عمر نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کے طرز عمل کا حوالہ دیتے ہوئے تقسیم میراث سے

۱۷۔ اہل بھارت اس طرح ہے۔ لما اخبرها الصدیق ؑ انه قال لا نورث ما ترکنا فهو صدقة فیجہا وغیرہا من ازواجہ و علم عن المیراث بهذا النص الصویح فسألتہ ان یمنظر علی فی صدقة الارض التي یغیر وفدک فلم یجہا الی ذلک لانه رأى ان حقاً علیہ ان یقوم فی جمیع ما کان یتولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو الصادق البار المرشد التابع للحق رضی اللہ عنہ فحصل لہا (روھی امراء من المیشریت بواجبة العصمة) عتب و تعصب ولم یحکم الصدیق حتی ماتت اھ البدایہ و النہایہ ص ۲۹۶ پھر مافظ ابن کثیر کتاب مذکور کے ص ۲۸۹ پر لکھتے ہیں۔ وکانہا سألته بعد هذا ان یجعل زواجہا ناظر اعلیٰ هذه الصدقة فلم یجہا الی ذلک لما قد متاہ فتعصب علیہ بسبب ذلک وھی امرأة من بنات آدم تأسست کمایا سفوت و لیست بواجبة العصمة مع وجود نص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد ردینا عن الی اکبر رضی اللہ عنہ انه توفی نعلیہ وتلجینہا قبل موتہا امر فنیبت رضی اللہ عنہا۔ انتہی ثم ذکر حدث الاسترضاء فرأجعه۔

توصات عذر کر دیا البتہ تالیف تہذیب کے لئے یہ صورت نکالی کہ مدینہ کی جائداد یعنی بنو نضیر کی زمین کا انتظام تو حضرت عباس اور حضرت علی کے ہاتھ میں دے دیا کہ مشترکہ طور پر چم دو ذوں مل کر اس جائداد کا انتظام کرو اور ان دونوں سے یہ عہدے لیا کہ تم اس کی آمدنی کو ان ہی مصارف میں خرچ کرنا کہ جہاں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کیا کرتے تھے اور دونوں سے اس کا اقرار لے لیا اور اس اقرار سے یہ بات ان پر واضح کر دی کہ یہ میراث نہیں بلکہ وقف ہے ان دونوں حضرات نے اس صورت کو منظور کر لیا۔ اور مشترکہ طور پر بغیر تملک کے دونوں مدینہ کی جائداد کے متولی اور ناظم ہو گئے۔

اور خیر اہل مذک کی جو زمینیں تھیں ان کا انتظام حضرت عمر نے اپنے پاس رکھا، اس طرح حضرت عمر نے آں حضرت کی متروکہ زمینوں کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا ایک اموال بنی نضیر یعنی جائداد مدینہ جس میں سے اہل بیت ازواج مطہرات کے سالانہ مصارف دئے جاتے تھے اس کا انتظام تو حضرت علی اور حضرت عباس کے سپرد کر دیا اس لئے کہ دونوں حضرات اہل بیت کی ضروریات اور مصارف سے بخوبی واقف تھے اور اسی لئے یہ دونوں حضرات خواستگار تولیت ہوئے کہ وقف نبوی میں ذوی القربی یعنی اقرباء نبوی کا بھی حق ہے بلکہ ان کا حق سب سے مقدم ہے اور یہ دونوں حضرات - ذوی القربی کے احوال اور ان کی ضروریات سے بخوبی واقف تھے اس لئے حضرت عمر نے سمجھا کہ یہ جائداد ان کی تولیت میں دے دینا مناسب ہے اور لا نورث مائر کنا صدقہ کا گھر گھر چم چا ہو چکا ہے۔ اس لئے اب یہ اہل بیت نہیں کہ لوگ اس دینے کو میراث سمجھ جائیں گے اس لئے اموال بنی نضیر کو ان دونوں کی تولیت میں دے دیا اور دوسری جائداد یعنی مذک اور خیر کی جائداد جس کی آمدنی مصارف عامہ میں صرف ہوتی تھی اس کا انتظام بحیثیت خلیفہ ہونے کے حضرت عمر نے اپنے ہاتھ میں رکھا، چند روز تک دونوں حضرات حضرت علی اور حضرت عباس متفق رہے اور مل کر جائداد مدینہ کا انتظام کرتے رہے مگر کچھ عرصہ بعد دونوں میں اختلاف پیش آیا، جیسا کہ جب ایک جائداد کے دو منظم ہوں تو اختلاف رائے کی وجہ سے نزاع کا پیش آنا مستقبل میں اسی طرح حضرت علی

اور حضرت عباسؓ میں مبارک انتظام کا مداوا خلوت اور نزاع پیدا ہوا فیصلہ کے لئے دونوں حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور یہ درخواست کی کہ تولیت کو تقسیم کر دیں کہ جاہداد مدینہ کے ایک نصف کا منتظم اور متولی حضرت علیؓ کو بنادیں اور جاہداد کے دوسرے نصف کا متولی اور منتظم حضرت عباسؓ کو بنادیں تاکہ اختلاف اور باہمی مخالفت سے محفوظ ہو جائیں مگر حضرت عمرؓ نے اس سے صاف انکار کر دیا اور یہ خیال فرمایا کہ اگر ہر ایک کی تولیت کا حقہ الگ الگ کر دیا گیا تو یہ صورت تقسیم میراث کی صورت کے مشابہ ہوگی اس لئے حضرت عمرؓ نے تقسیم تولیت سے صاف انکار فرمادیا اور یہ کہہ دیا کہ یہ تولیت مستحکم بھی نہیں ہو سکے گا۔ راجع اشعۃ اللمعات ص ۴۴ ج ۳ باب الثانی۔

اور یہ فرمایا کہ اگر تم سے تولیت کا کام سرانجام نہ پاسکے تو یہ زمین مجھے واپس کر دو میں حسب سابق خود اس کا انتظام کروں گا۔

حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کا مشترک تھا کہ ہر ایک کو بقدر اپنے اپنے حقہ کے جدا جدا متولی کر دیا جائے تاکہ نزاع اور اختلاف کی قربت نہ آئے۔ تولیت کی تقسیم چاہتے تھے میراث اور ملک کی تقسیم نہیں چاہتے تھے مگر حضرت عمرؓ نے اس کو منظور نہ فرمایا کہ مبادا آئندہ مل کر اس تقسیم تولیت سے لوگ تقسیم میراث نہ سمجھ جائیں۔

چند روز تک یہ مشترک تولیت اسی طرح چلتی رہا بعد میں علیؓ نے حضرت عباسؓ کا قبضہ اٹھا دیا اور تمام جاہداد پر حضرت علیؓ قابض ہو گئے اور اپنی صواب دید سے اس کا انتظام فرمایا حضرت کا تنہا اس جاہداد پر قابض ہو جانا یہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ یہ مال حضرت علیؓ کے نزدیک بھی وقف تھا اور کسی کے ملک اور میراث نہ تھا اس لئے کہ ایک متولی کا دوسرے متولی کے قبضہ کو اتحاد دنیا ظلم نہیں بلکہ بااوقات ایسا ہی قرین سلطنت ہوتا ہے البتہ کسی کی ملک اور میراث پر قبضہ کرنا دنیا ظلم ہے اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ شہیدوں کے نزدیک معصوم اور اہل سنت کے نزدیک محفوظ ہیں ان سے کسی کی ملک اور میراث کا غصب اور تغلب ناممکن ہے نیز اگر یہ میراث ہوتی تو اس میں حضرت عباسؓ کے علاوہ ازواج مطہرات کا بھی حقہ تھا اس کا دینا بھی لازم اور ضروری تھا۔

حضرت علی اور حضرت عباس کا حضرت عمر سے اس بات کا خواستگار ہونا کہ آدھوں آدھ ہائٹ کرو لوں کہ جدی جدی زمین کا متوئی کر دیں یہ اس بات پر شاہد ہے کہ یہ جھگڑا فقط تولیت کا تھا میراث کا نہ تھا۔ میراث کے تقسیم کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ایک خفی مشترک کو دو مالکوں میں تقسیم کر دینا عقلاً و نقلاً مستحسن ہے نیز حضرت عمر کا یہ عہد لینا کہ تم اس زمین میں وہی کرنا جو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کیا کرتے تھے خود اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عمر نے ان کو متوئی کر کے دیا تھا ورنہ اس شرط کے کیا معنی۔ اگر میراث میں دیا ہوتا تو میراث تو دلائل کی ملک ہوتی ہے اور مالک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہے کہ اپنے حصہ میں جو چاہے تصرف کرے اس سے اس قسم کے عہد لینے کے کیا معنی ورنہ ہر شخص سے بہ نسبت اراغی ملو کہ یہی عہد لیا جایا کرتا۔ پھر حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ قیامت تک اس کے خلاف حکم نہ دوں گا خود اس کی دلیل ہے کہ یہ ترکہ نبوی حضرت علی اور حضرت عباس کو بطور تولیت دیا تھا نہ بطور میراث اس لئے کہ تقسیم میراث میں کوئی حرج نہیں ہر وارث کو اس کا حصہ عطا کر کے دے دینے میں کوئی قباحت نہیں۔

بلکہ

اول بار بھی حضرت علی اور حضرت عباس کا حضرت عمر کے پاس آنا محض طلب تولیت کے لئے تھا جیسا کہ لفظ او فہما لینا سے یہ بات خود ظاہر ہے اس لئے کہ دفع کے معنی کسی چیز کے حوالہ اور پھر وکر دینے کے ہیں بطور میراث اور بطور تملیک کسی چیز دینے پر دفع کا لفظ نہیں بولا جاتا مگر صدیق اکبر نے بطور تولیت بھی دنیا کسی کو گوارا نہ کیا کیونکہ حضرت فاطمہ کی طلب میراث کا قصہ تازہ تھا اور اس قصہ سے سب کے کان پڑتے تھے اس وقت اگر بطور تولیت ہی دے دیتے تو ہر کوئی اس دینے کو میراث ہی کا دنیا سمجھتا اور یہی وجہ فی الجملہ موجب گرائی خاطر حضرت علی اور حضرت عباس معلوم ہوتی ہے اس لئے ان دونوں کو حضرت صدیق سے ایک درجہ میں کشیدگی تھی کہ وہ ان کی تولیت تک کے بھی روادار نہ ہوئے اور عجب نہیں کہ مقتضائے بشریت ان دونوں کے دل میں یہ خیال آیا ہو کہ اگرچہ یہ حدیث لا نورث ماتہا کما صدقہ بلاشبہ صحیح ہے لیکن ہمارے استحقاق تولیت اور اہمیت

و صلاحیت میں بھی کوئی تردد نہیں مگر با اینہم اس زمین کو صدیق اکبر نے اپنے ہی قبضہ میں رکھا ہے
کوئی بات ضرور ہے۔

ان دونوں حضرات کا یہ خیال ہر ایہ حال سے یا کسی قال سے حضرت عمر کو مترشح ہوا اس لئے
انہوں نے بطور تنبیہ و شکایت یہ فرمایا کہ کیا تم ابو بکر کو کاذب اور ستم اور غائن سمجھتے ہو جیسے قاریب
اور اجاب سے جب کوئی بے اعتنائی ظہور میں آتی ہے تو مبالغہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ کیا تم مجھ کو
اپنا بھائی یا دوست نہیں سمجھتے حالانکہ سویداء رطلب میں ان کی محبت مرکز ہوتی ہے مگر محض ظاہری
طور پر اگر کوئی بات پیش آتی ہے تو ایسا کہہ دیا کر کے میں موقع تعریض و عتاب میں اس قسم کا محاورہ
کلام اللہ میں استعمال ہوا ہے۔ کما قال تعالیٰ حتی اذا استیأس الرسل وظنوا انہم
قد کذبوا جاءہم نصرنا یعنی یہاں تک جب رسولوں کو ناامیدی ہونے لگی اور وہ یوں
خیال کرنے لگے کہ نصرت و امداد کے جو وعدے ان سے کیے تھے وہ غلط تھے حضرات انبیاء کو
تبدول سے یقین تھا کہ وعدہ ہائے الہی قطعاً و یقیناً صادق ہیں ایک روز بلاشبہ امداد الہی ضرور باغزو
آنے والی ہے لیکن بمقتضائے بشریت جب انبیاء کرام کے دلوں میں بے اختیار بے چینی اور پریشانی
پیدا ہوتی تو حق تعالیٰ نے اپنے محبت و مخلصین کو بطور شکایت و عتاب مبالغہ یہ فرمایا کہ کیا امداد
خداوندی میں ذرا تاخیر کی بنا پر یہ گمان کرنے لگے کہ معاذ اللہ۔ خدا نے اپنے پیغمبروں سے غلط وعدے
کئے تھے موقع تعریض و عتاب میں مبالغہ ایسا کہہ دیا کرتے ہیں اسی طرح حضرت عمر نے جب یہ دیکھا کہ
حضرت علی اور حضرت عباس کے کلام سے صدیق اکبر سے رنج اور آزر دہی کی بر آتی ہے تو حضرت عمر نے
بطور شکوہ و تہمتانہ و مخلصانہ عتاب آمیز لہجہ میں مبالغہ یہ فرمایا کہ کیا تم دونوں۔ ابو بکر کو کاذب و غائن و غیرہ
سمجھتے ہو واللہ ابو بکر تو بار آور راشد اور تابع الحق تھے حالانکہ حضرت عمر کو یقین تھا کہ حضرت علی اور
حضرت عباس کے دل میں صدیق اکبر کی محبت ایسی پختہ اور راسخ ہے کہ کسی طرح بھی نکالے نہیں نکل
سکتا اس لئے زبان سے ایسے کلمات کا نکالنا جن سے رنج اور آزر دہی مترشح ہوتی ہے۔
محبت صادق کی شان کے مناسب نہیں۔

باغ فدک کی حقیقت

باغ فدک ایک نہایت مختصر کھجوروں کا باغ تھا جس میں سے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل و عیال کو بقدر قوت لایموت سال بھر کا نفقہ دے دیا کرتے تھے اور باقی جو کچھ بچا تھا وہ فقرا و مساکین تقسیم کر دیتے تھے آپ کی وفات کے بعد جب حضرت صدیق اکبر آپ کے خلیفہ اور جانشین اول مقرر ہوئے تو اس وقت حضرت فاطمہ نے اس امر کی درخواست کی کہ یہ باغ مجھ کو وراثت میں دیدیا جائے، صدیق اکبر نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہم انبیاء کا نہ کوئی وارث ہوتا ہے اور نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ اور وقف ہوتا ہے حضرت سیدہ یحییٰ بن کرنام یا ٹھکین ہوئیں اور پھر اس معاملہ میں کوئی کلام نہیں فرمایا۔

باغ فدک ایک معمولی سا باغ تھا کوئی لاکھوں یا کڑوڑوں کی جاگیر نہ تھی کہ جس کی نسبت یہ کہا جائے کہ خلیفہ وقت نے اس عظیم الشان باغ کو اس لئے غصب کیا ہے کہ خلیفہ اور اس کی اولاد اس باغ کی آمدنی سے شلمانہ اور امیرانہ شھاٹ جمائے اور اس کی بے شمار آمدنی سے عیش و عشرت کا سامان مہیا کرے کسی خلیفہ نے اس باغ کا اپنی اولاد کے نام میں نام نہ کیا اور نہ یہ لکھ دیا بلکہ مصارف شریعہ میں اس کی آمدنی کو خرچ کرتے رہے یہاں تک کہ جناب امیر خلیفہ ہوئے تو وہ باغ حسب دستور آپ کی عترت میں آگیا اور آپ نے بھی اس باغ کو حسب قاعدہ موقوفہ خلفاء سابقین پر دستور قدیم جاری رکھا ان کی قسم کے خاتی تقررت کو اس میں دخل نہیں دیا اور جناب امیر نے اپنی ذر خلافت میں اس باغ کا انتظام کیا کہ جو سابق خلفاء کے زمانہ میں دیا اگر حضرات خلیفہ کے قول کے مطابق کہ باغ فدک اہل بیت لاحق تھا اور خلفاء سابقین نے اُس کو غصب کر رکھا تھا تو حضرت علی نے اپنے ذر خلافت میں اس غصب شدہ چیز کو اہل حق اور اہل انتحاق کو کہیں نہ دیا کہی کر دی۔

حضرات خلیفہ اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ باغ فدک چونکہ غصب ہو چکا تھا اور ایہ معصومین کا طریقہ یہ ہے کہ غصب شدہ چیز کو واپس نہیں لیتے تو حضرات اہل سنت جواب میں یہ عرض کریں گے

کتاب کے نزدیک جیسے باغ فدک غضب ہو چکا تھا اسی طرح خلافت بھی تو غضب ہو چکی تھی تو کیا وہ ہے کہ جناب امیر نے ایک معمولی چیز کو تو چھوڑ دیا اور بڑھیا چیز یعنی خلافت کو واپس لے لیا اور اس کے غضب شدہ ہونے کا ان کو خیال نہ آیا اور پھر ان مدعیان غضب کو یہ خیال نہیں آتا کہ خلفاء کرام نے زمانہ خلافت میں فقیرانہ اور درویشانہ زندگی گزاری اور اہل بیت عظام کو یک وقت پیاس پیاس اور سٹھڑے ہزاروں کو پیاس دیا کرتے تھے۔ ہر مرتبہ کا عطیہ کیا باغ فدک کی قیمت سے کم ہوتا تھا کسی محاسبے حساب تو کراہیں۔ خیر اور عطایا کو مانے دو صرف ایک مرتبہ کے عطیہ کی شمار کو کہ جس وقت شہر بانو خنزدادی ایران خلیفہ برحق کے زمانہ خلافت سراپا شوکت و عظمت میں مقید ہو کر آئیں تو خلیفہ وقت نے حضرت علی اور حسین کو حصہ غنیمت دینے کے بعد تینوں کو تیس ہزار درہم دے اور اس کے علاوہ خاص امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہر بانو مع زبیر جواہرات کے ان کو عطایا کی جس کا ہر جوہر اور موتی اتنا قیمتی تھا کہ ایک موتی کی قیمت سے کم از کم سو باغ فدک خریدے جا سکیں، ایسا اگر بالفرض باغ فدک بھیج ہی لیا تھا مگر جب اس کے بعد اس قدر پیش بہا عطایا اور ہدایا دیدئے کہ جن سے ہزاروں باغ فدک خریدے جا سکیں تو حضرات شیعہ ہی انصاف کریں کیا یہ شکوہ بجا نہیں اگر کوئی شخص کسی کا ایک پیچہ چین کر اس کا ایک ہزار دیدے تو کیا وہ مستحق شکوہ گزاری نہیں۔

حضرات شیعہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایران جس سے کروڑوں شیعہ مہم سال سے پرورش پا رہے ہیں وہ فاروق اعظم ہی کا توفیق کیا ہوا ہے کیا اب تک غضب شدہ باغ فدک کا ضمان اور تادان پورا نہیں ہوا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء نے جب صدیق اکبر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متروکہ اراضی کا ہنا حصہ میراث طلب کیا تو صدیق اکبر نے فرمایا کہ انبیاء کرام کے متروکہ میراثی اراضی نہیں ہوتی وہ جو کچھ چھوڑیں وہ سب فی سبیل اللہ صدقہ ہے۔

فخضت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فهاجرت ابا بکر فلم تنزل
اسی حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا مراض
ہر گنیں اور ابو بکر کو چھوڑ دیا اور اسی ترک
تعلق پر قائم رہیں یہاں تک کہ حضرت سیدہ کی
مہاجرتہ حتی توفیت۔

(نہاری شریف باب فرض النفس) وفات ہو گئی

اب اشکال یہ ہے کہ حضرت سیدہ اس ارشاد فیض بنیاد لافورث مارتکنا صدقہ سننے کے
بعد کیوں ماری اور غصہ ہوئیں بجائے رضائے تسلیم کے یہ برعکس معاملہ کیا گیا۔ صدیق اکبر تو ارشاد
نبوی کی بنا پر مجبور اور معذور تھے۔

اور حضرات شیعہ کے نزدیک چونکہ حضرت سیدہ معصوم تھیں اس لئے اشکال ان کے مسلک
پر شدید ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ رسول اکرم دوسرے عالم جیسے پدر بزرگوار کا جانکاہ پیش آیا ہو دنیا
کی ایک حقیر چیز کا قعرہ چھڑا اور اس کو اس قدر طول دینا کہ اپنے باپ کے خسر اور ان کے جانشین
سے سلام و کلام ترک کر دینا کس قدر شان عصمت کے خلاف ہے۔

اس شبہ کا جواب جس طرح اہل سنت کے ذمہ ہے اسی طرح حضرات اہل تشیع کے ذمہ
بھی ہے کہ وہ بتلائیں کہ حضرت سیدہ کیوں ناحق غصہ ہوئیں۔ اہل سنت کو تو درد افش کی طرح
مانعت غماری کی بھی فکر ہے کہ مبادا کوئی خارجی حضرت سیدہ کی شان مطہرہ میں یہ لب کشائی کرے
کہ وفات نبوی عام کے لئے ایک حادثہ جانکاہ تھا۔ ایسے مصیبت کے وقت میں اول تو میراث کا مطالبہ
ہی زیادہ تھا اور حضرت سیدہ کی شان زہد سے بعید تھا اور اہل تشیع کے نزدیک تو حضرت سیدہ
معصوم تھیں اور پھر جب ابو بکر صدیق نے حضور پر نور کا ارشاد سراپا ارشاد و سنادیا تو اس کو دل و جان
سے تسلیم کرنا تھا غم و غصہ کے کیا معنی۔ اس واقعہ میں صدیق اکبر کوئی اعتراض نہیں اشکال اور شبہ
جو کچھ بھی ہے وہ حضرت سیدہ کے متعلق ہے جس کا جواب فریقین (اہل سنت اور اہل تشیع دونوں)
کے ذمہ ہے اہل تشیع اپنی فکر کریں ہم اہل سنت و جماعت غلامان غلامان اہل نبوت و سگان
کو چاہے اہل بیت حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی برائت و نراہت کے لئے جو کچھ عرض کرتے ہیں وہ سنیں۔

اہل سنت کا جواب

حضرت سیدہ کی ناراضی کے متعلق روایات میں جو الفاظ آئے ہیں وہ مختلف ہیں بعض میں تو لفظ غضبیت فاطمہ آیا ہے جیسا کہ گزرا اور بعض روایات بخاری و مسلم میں لفظ فوجہت فاطمہ آتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری ج ۲ - بات غزوہ خیبر میں لفظ فاطمہ علی ابی بکر آتا ہے۔ اور لفظ دہدت جس طرح بمعنی غضبت آتا ہے جو غصہ پڑا کرتا ہے، اسی طرح بمعنی حزن بھی آتا ہے جو حزن اور رنج و ملال پر دلا کرتا ہے۔

حضرت سیدہ نے جب صدیق اکبر سے اپنا حق میراث طلب کیا اور صدیق اکبر نے ان کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی تو عجب نہیں کہ ان کو اس طلب گاری پر ایک گونہ مذمت اور رنج ہوا ہو۔ اس لئے کہ دنیا دوار مسلمین اور اولیاء کا طریقہ یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی ذرہ بلا برے اعتدالی یا کوئی سہو و غفلت۔ ظہور میں آجائے تو نادم اور شرمندہ ہوتے ہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا جھول کر گیسوں کھانے پر نادم ہونا اور حضرت نوح علیہ السلام کا بے خبری میں اپنے فرزند کے لئے دھار و بجات پر نادم ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قتل پر شرمندہ ہونا خود قرآن کریم میں موجود ہے۔

پس عجب نہیں کہ حضرت سیدہ کو اس پر مذمت ہوئی ہو کہ میں نے لاعلمی میں کیوں میراث کا سوال کیا۔ اگر مجھ کو پہلے سے لائونٹ مار کا صدقہ کی خبر ہوتی تو ہرگز ہرگز میراث کا سوال نہ کرتی۔ اور پھر اسی مجال میں حضرت سیدہ کی علالت کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کے باعث صدیق اکبر کے رابطہ فیض میں فرق آگیا ہو اور ملنا جلنا بدستور سابق نہ رہا ہو اور حضور پر نور کی وفات کا صدمہ وہ کسی وقت دل سے جدا نہ ہوتا تھا معاذ اللہ یہ نہ تھا کہ سلام و کلام کی بھی ازیت نہ آتی ہو۔ ایسی متارکت تو تین دن سے زیادہ حرام ہے چہ جائیکہ تمام عمر کے لئے ہو نیز سب کو معلوم ہے کہ صدیق اکبر حضرت سیدہ کے محرم نہ تھے جن کے ساتھ ہمیشہ آپ کو کلام اور سلام کا اتفاق ہوتا

ہو اور پھر اس معاملہ کی وجہ سے اس کو ترک کر دیا گیا ہو کیونکہ غیر محرم سے بلا ضرورت سلام و کلام درست نہیں۔

پس حضرت سیدہ کی یکسوئی اور محمدؐ کی علت و اصل یہ غلامت اور اپنی غلامت اور صدقہ غلامت پدری و نبوی تھی ظاہر مبینوں نے یہ سمجھا کہ شاید یہ محمدؐ کی اور یہ یکسوئی بوجہ غصہ اور ناراضگی ہے، اس لئے ان روایت کرنے والوں نے اپنی سمجھ کے موافق لفظ غضبت سے روایت کیا یا بچنے کے دلیلوں نے وحدت کی اصل روایت کو بمعنی غضبت سمجھ کر لفظ غضبت کے ساتھ روایت بالعمی کیا اصل اور صحیح روایت وحدت فاطمہ بمعنی حزن ت ہے اور غضبت فاطمہ روایت بالعمی ہے جس کو راوی نے غصہ اور ناراضگی سمجھ کر اپنی سمجھ کے موافق روایت کیا ہے دراصل غصہ اور ناراضگی نہ تھا بلکہ بمقتضائے بشری ایک طبی اور جتنی رنج اور آندہ دلی تھی جو ان کے کمال بزرگی کی دلیل ہے اور وقتی اور عارضی طور پر کچھ شکرت بھی ہو جانا یہ شان نبوت کے بھی خلاف نہیں جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے درمیان پیش آئی اس کو جھگڑا نہیں کہہ سکتے ایسے امور پیش آ رہے جاتے ہیں اور پھر بہت ہی جلد نازل ہو جاتے ہیں بلکہ بسا اوقات انذیا و محبت کا سبب بن جاتے ہیں اور پہلے سے زیادہ شیر و شکر ہو جاتے ہیں۔

(۱۲)۔ اور اگر ہم مان بھی لیں کہ حضرت فاطمہ زہراؑ اس بارے میں صدیق اکبر سے رنجیدہ اور نادہ خاطر یا غصہ اور ناراض بھی ہوئیں تب بھی اس سے حضرت صدیق اکبر کا تصور دار ہونا ثابت نہیں ہوتا مگر ہے کہ حضرت سیدہ کسی غلط فہمی کی بنا پر ابو جبر کو تصور دار سمجھ کر ناراض اور غصہ ہو گئی ہوں کسی خیال کی بنا پر انبیاء و مرسلین کو یا ہم غصہ پیش آ جاتا ہے حالانکہ وہ بالیقین معصوم ہوتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ کا حضرت ہارون پر غصہ ہونا قرآن کریم میں مذکور ہے پس جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دونوں کے دونوں ماجور اور معذور اور بے تصور تھے اس طرح اس میراث کے مقدمہ میں حضرت فاطمہ اور حضرت صدیق و دونوں کو بے تصور اور دونوں کو ماجور جاتو۔

۱۳۰۔ اور اگر اس پر بھی حضراتِ شیعہ صدیق اکبر کو قصور وار ٹھہرائیں تو یہ خیال کریں کہ جب حضرت صدیق تائب ہو گئے اور حضرت سیدہ کے گھر جا کر ان کو راضی کر لیا تو حضراتِ شیعہ کو بھی چاہیے کہ وہ بھی راضی ہو جائیں، حضرت سیدہ ان کے زعم میں معصوم ہیں اور معصوم کی اقتدار ضرور کا ہے اور معصوم کی مخالفت ناجائز ہے، پس جب کہ حضرت سیدہ صدیق اکبر سے راضی ہو گئیں تو اب صدیق اکبر سے ناراضی اہل تشیع مذہب پر ناجائز ہوگی، حضرت سیدہ کے راضی ہو جانے کے بعد اگر کوئی ناراض ہوتا ہے تو ہمارے ہیں اس کی فکر ہے اور نہ پرہ۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت سیدہ نے ایسے مدعے اور رنج کے وقت میراث کیوں طلب کی سو جواب یہ ہے کہ معاذ اللہ مقصود مال و منال نہ تھا بلکہ تبرک نبوی اور یادگار پدری پیش نظر تھا، نیز رزقِ حلال کی طلب اولیاء اور اتقیا کا شعار ہے اور ظاہر ہے کہ متروکہ نبوی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مال حلال نہیں ہو سکتا کہ جس میں کسی قسم کی بھی حرمت یا کلاہت کا بھی احتمال نہیں ہے۔ حضرت سیدہ کو یہ خیال ہوا کہ اگر آپ کا متروکہ مجھ کو مل جائے تو بلاشبہ رزقِ حلال سے بے فکری ہو جائے اور آپ کا تبرک اور آپ کی نشانی دل کی تسلی کا سامان ہو۔

ایک ضروری تعلیم

حضرت شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدہ صدیق اکبر پر غصہ ہوئی اور حدیث میں ہے کہ فاطمہ بضعۃ منی من اعضاءہ یعنی فاطمہ میراثت جگر ہے جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا۔

سو جاننا چاہیے کہ صدیق اکبر اس میں داخل نہیں اس لئے کہ غضب اور اغصاب میں فرق ہے۔ غضب کے معنی غصہ ہونے کے ہیں اور اغصاب کے معنی دوسرے کو جان بوجھ کر ناراض کرنے اور غصہ دلانے کے ہیں سو صدیق اکبر نے معاذ اللہ حضرت سیدہ کو ناراض نہیں کیا بلکہ ارشاد نبوی کی تعمیل کی حضرت سیدہ نہ معلوم کس درجہ سے ابوبکر سے ناراض ہوئیں، حضراتِ شیعہ ہی بتلائیں کہ بے درجہ کیوں غصہ ہوئی اہل سنت تو ان کے غصہ ہونے کے قائل ہی نہیں ہمارے

نزدیک تو حضرت سیدہ نے لاعلمی کی بنا پر میراث کا سوال کیا صدیق اکبر نے جب ارشاد نبوی سنایا تو اپنی اس غیر مناسب استدعا اور ناحق طلب پر شرمندہ اور نادام ہوئیں اور بوجہ غمالت و مذمت صدیق اکبر سے غلط و ملط اور آندوشد بھی سابق کے لحاظ سے کم ہو گئی لوگوں نے اس کو غصہ اور ناراضگی خیال کر لیا ورنہ صدیق اکبر حضرت سیدہ کے کوئی محرم نہ تھے جن سے سلام و کلام کی رسم جاری ہوتی اور پھر منقطع ہو جاتی تو ناراضگی کا شبہ ہوتا، حضرت سیدہ کا کلام محض ایک ضرورت کی بنا پر تھا، جب ضرورت نہ رہی تو کلام کی بھی ضرورت نہ رہی باقی حضرت علیؑ پر بار صدیق اکبر کے شریک حال رہے اور برابر ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے اور ادھر صدیق اکبر بوجہ کمال نیاز مندی و رد دولت پر حاضر ہوئے اور اس احتمال پر کہ شاید حضرت سیدہ ناراض ہو گئیں غصہ و عناد کی بیان تک حضرت سیدہ کو راضی کر کے اپنے گھر واپس آگئے معاذ اللہ ابو بکر خلافت اور امارت کے نشہ میں نہیں پڑے رہے کہ حضرت سیدہ کی خبر ہی نہ ملے جگہ گوشتہ رسول کے رنج اور آنہ رودگی سے بچیں اور بے تاب ہو گئے اور رد دولت پر حاضر ہو کر ان کو راضی کیا اور اگر حضرت خیمہ اس گزارش پر بھی اکتفا نہ کریں اور پھر بھی ابو بکر کو تصور دار ٹھہرائیں تو پھر عرض یہ ہے کہ صدیق اکبر نے تو حضرت سیدہ کو کیا ناراض کیا بلکہ حضرت علیؑ نے جب ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا اس وقت حضرت سیدہ کو ناراض کیا جس پر حضورؐ پر نور نے خطبہ دیا اور یہ ارشاد فرمایا فاطمہ بضعتہ منی من غضبہا فقد غضبنی اب آپ فرمائیے کہ حضرت علیؑ نے کس بند پر ایذا فرمایا تھا صدیق اکبر کے پاس تو ارشاد نبوی لا نورث ما ترکنا صدقہ کا سہارا تھا حضرت علیؑ کے پاس کیا سہارا تھا علاوہ بریں بارہا خانگی امور میں حضرت سیدہ اور حضرت علیؑ میں باہم بخش و بخش آتی تھی، چنانچہ ایک روز اسی باہمی بخش کے باعث حضرت امیر خفا ہو کر مسجد میں آ بیٹھے تھے جس پر ان حضرت علیؑ نے علیہ وسلم نے ابو تراب کے لقب سے شرف فرمایا۔

میراث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور عثمان غنی اور علی مرتضیٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ وغیرہم

سے مروی ہے کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم یعنی گروہ انبیاء کے مال میں میراث نہیں، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ سب خدا کی راہ میں صدقہ اور نذرانے ہے۔

(۱)۔ حکمت اس میں یہ ہے کہ خلق خدا کو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت انبیاء نے دعوت حق اور تبلیغ دین میں جو کچھ بھی محنت اور مشقت اٹھائی وہ محض خدا تعالیٰ کے لئے تھی اس سے دنیا مطلب نہ تھی یہاں تک اولاد کو بھی اس میں کوئی حصہ نہیں ملتا۔

(۲)۔ نیز انبیاء کرام امت کے حق میں روحانی باپ ہیں لہذا ان کا مال امت کے تمام افراد کے لئے وقف ہو گا کسی خاص فرد کے لئے مخصوص نہ ہو گا۔

(۳)۔ نیز حضرات انبیاء کرام ہر وقت بارگاہ خداوندی میں حاضر اور مقیم رہتے رہتے ہیں اور مالک حقیقی کی مالکیت ہر وقت اُن کی نظروں کے سامنے رہتی ہے اس لئے حضرات انبیاء کرام اپنے آپ کو کسی چیز کا بھی مالک نہیں سمجھتے جیسا کہ بزرگوں کا قول ہے۔

الانبياء كلهم شهدون ملا مع الله یعنی انبیاء خدا کے سامنے کسی کی ملکیت کو نہیں دیکھتے۔
عوام کی نظروں سے مالک حقیقی کی ملکیت چونکہ پوشیدہ ہے اس لئے وہ اپنے آپ کو مالک مجازی سمجھتے ہیں مگر انبیاء کرام اپنے کو مالک مجازی بھی نہیں سمجھتے جو چیز ان کی ہاتھ میں ہوتی ہے اس کو خدا ہی کی تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خداوند فردا بجلال کے دسترخوان پر بیٹھے ہوئے ہیں ہم کو اس سے منتفع اور مستفید ہونے کی اجازت ہے، اسی وجہ سے ان اموال میں انبیاء کرام پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور نہ وفات کے بعد ان میں میراث اور وصیت جاری ہوتی ہے۔

حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

تمام اہل سنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ

روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مومنین بلکہ ارجح کفار کو بھی حاصل ہے۔

احادیث صحیحہ اور صحیحہ سے ثابت ہے کہ مرنے سے پہلے ہی مگر جواب نہیں دے سکتے مقتولین بدر سے آپ کا خطاب فرمانا صحیحین اور تمام کتب حدیث میں مذکور اور مشہور ہے نیز حدیث میں ہے۔

ما من احد یعمر لبقبر اخریہ المؤمن کان

یعمد فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ

ورد علیہ السلام رفاہ ابن عبد

البر وصحہ ابو محمد عبد

الحق وقال صلے اللہ علیہ وسلم

ان المیت یعرف من یفد ویحملہ

وید لیہ فی قبرہ رواہ احمد

وغیرہ۔

کرام احمد وغیرہ نے روایت کیا۔

مسند ابی یعلیٰ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔

الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون۔ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و نیاز میں مشغول ہیں۔

شیخ الاسلام دہلوی در شرح بخاری بعد نقل احادیث حیات انبیاء فرماید۔ انہی انبیا علیہم السلام

شود کہ انبیاء زندہ اند و قبر بعد از وفات بحیات حسی و اجساد ایشان نیز ثابت باشند و بوسیدہ نگردند و انجبات

بہو حیات دنیا باشند و جو دستخوار اند غذا و با حصول قوت نفوذ عالم چ غذا از اسباب مادی است کہ در

دنیا حیات بدان مشروط است و خدا تعالیٰ قادر است کہ بے آں نیز زندہ دارد و احداث و ایجاد بعضی احوال

و اعراض در بدن کند کہ انتفاع و احتیاج بقذا ترفع گردد و شرح شیخ الاسلام $\frac{۱}{۴}$ و کذا فی مدارج النبوة $\frac{۱}{۲}$ ۵۰۵

کنب الانبیاء و راجع بقدر فصل الکلام۔

۱۔ زرقانی۔ ج: ۵، ص: ۳۳۲

شیخ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو حسن فرمایا اور علامہ منادی فیض القدر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں ہذا حدیث صحیح اور علامہ سیوطی مرقاۃ الصعود و ما شیعہ سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں کہ حیاۃ انبیاء کے بارے میں احادیث درجہ تو اتر کر پہنچی ہیں اور انباہ الاذکیار بحیاۃ الانبیاء میں فرماتے ہیں۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ
ہو و سائر الانبیاء معلومۃ عندنا علما
میں اور تمام انبیاء کرام کی حیات اپنی قبر
میں علم قطعی اور یقینی سے معلوم ہے اس لئے
کے حیات انبیاء دلائل سے ثابت ہے اور احادیث
عملی ذلک۔

لہذا اس حدیث سے فقط انبیاء کرام کی حیات بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ بتلانا ہے کہ جس طرح انبیاء کرام اس حیات دنیویہ میں مشغول عبادت تھے اسی طرح اس حیات برزخیہ میں بھی مشغول عبادت میں بلاغت کا قاعدہ ہے کہ کلام میں آخری قید محط کلام ہوتی ہے لہذا الانبیاء احوار فی قبور ہم یصلون میں مقصود کلام - صلاۃ اور عبادت فی القبر کا بیان کرنا ہے اہل حیات امر مفروض ہے یصلون سے پہلے حیات کا ذکر محض تمہید کے لئے ہے اور مقصود یہ ہے کہ انبیاء کرام کے اجسام مطہرہ اگرچہ اس عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو گئے لیکن وہی اجسام حسب سابق مشغول عبادت میں اور اعمال حیات اور اشغال زندگی بدستور جاری ہیں اور اعمال و اشغال میں نماز کی تفصیل اس لئے فرمائی کہ ایمان کے بعد درجہ نماز کا ہے اور نماز انبیاء کرام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے غرض یہ کہ حضرات

۱۸۴: ۵، ۳: ۵

۵۔ پوشیدہ نماز کہ دیدل آں حضرت انبیاء راصلوات اللہ وسلام علیہم وعلیٰ آلہم اجمعین حدیث مذکور ہونے پر
چوتھے ناظر دس ست کہ انہا بشناس ما جسا و دیدہ و قریل حق روتقر مجبور ہم نیست کہ انبیاء بعد از وقت
موت زندہ اند حیات دنیوی - تفسیر القاری ج ۲۶ باب ذکر ادریس علیہ السلام یعنی اند حیات دنیوی بلکہ حیات
برزخی اور شان اعلیٰ و اتوی است از حیات دنیویہ بملاوت کہ عقل از تصور آں قاصر است ۱۲

انبیاء کرام کی حیات جسمانی ہے محض روحانی نہیں اس لئے مرنے کے بعد روحانی حیات اور سمیع اور ادراک حضرت انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ احادیث صحیحہ سے تمام انفرادہ افراد بشر کے لئے ثابت ہے اور حدیث سے مقصود انبیاء کرام کی خصوصیت اور ان کا امتیاز بیان کرنا ہے حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جمیع کے دن تم مجھ پر کثرت سے دود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا دود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔

کیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمیت
یقولون بلیت فقال ان الله حرم
علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء
اخرجه البوداؤد وقال الیہمقی لہ شواہد
وقال العلامة القاری رواہ ابن حبان
فی صحیحہ والحاکم وصحیحہ وقال
النووی اسنادہ صحیح ۱۵

ہمارا صلوٰۃ و سلام آپ پر کیسے پیش ہو گا مالا کوکبات
کے بعد آپ کا جسم برسیدہ اور زیرہ زیرہ ہو چکا
ہو گا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے زہی چہ جسم کر دیا
کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے اس حدیث
کو ابو داؤد نے روایت کیا امام بیہقی فرماتے
ہیں کہ اس حدیث کے ادنیٰ شواہد میں اسی حدیث صحیح ہے۔

صحابہ کا یہ سوال اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب اس امر کی سرک دہیل ہے کہ حیات سے جسمانی حیات مراد ہے محض روحانی حیات مراد نہیں ورنہ اگر فقط روح مبارک پر دود کا معرض ہونا مراد ہوتا تو صحابہ کرام کا یہ سوال و قد ارمیت کہ آپ کا جسم تو وفات کے بعد برسیدہ ہو جاتے گا اور پھر حضور پر پڑے گا یہ جواب کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اجساد انبیاء کو حرام کر دیا ہے سب بے معنی ہو جائے محض روح پر اعمال پیش ہونے کے لئے جسم کا محفوظ رہنا ضروری نہیں آپ جواب میں یہ فرمادیتے کہ تمہیں جسم سے کیا بحث، تمہارا صلوٰۃ و سلام تو میری روح پر پیش ہو گا محض روح پر اعمال کا پیش ہونا انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت ہے کہ مرد و عورت کو سنتے ہیں اور بعض ایام میں ان پر ان کے آفتاب کے اعمال پیش ہوتے ہیں بعد ازاں شرح الصدور

فی احوال المرقی والقبور للعلامة السيوطي میں اس پر مفصل کلام کیا ہے اور حق تعالیٰ بالجسد پر قبر میں امت کے اعمال کا پیش ہر نایہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ ہذا توضیح آمارا العلامة انتقاری فی شرح مشکوٰۃ ص ۱۷۷

اور ابن ماجہ میں ابوالدرداء سے روایت ہے کہ جمعہ کے بعد خاص طور پر کچھ کثرت سے دودھ پڑھا کرو، جمعہ کا دن یوم مشہور ہے جس میں ملائکہ اللہ بکثرت حاضر ہوتے ہیں جو شخص بھی مجھ پر دودھ پڑھے گا ابوالدرداء کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔

وبعد الموت قال ان الله حرم على
الارض ان تأكل اجساد الانبياء فنبی
الله صلی یحذق۔ رواه ابن ماجه
قال السیري رجاله ثقات كذا في
فیض القدير
کیا بعد موت کے بھی آپ پر ہارا دودھ پیش ہوگا
آپ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام
کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے یہی اللہ
قال السیري رجاله ثقات كذا في
فیض القدير
مذق دیا جاتا ہے۔

وقال النعماني رواه ابن ماجه برجال ثقات ثقات عن ابی الدرداء مدفوعا الخ زرقانی ۲۳۵
شیخ تقی الدین بک فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے کے کو
نا پس فرماتے تھے اور جو شخص مسجد نبوی میں آواز بلند کرتا تو اس کو یہ فرماتے۔

لقد اذیت رسول الله صلى الله عليه
وسلم في قبره۔
تحقیق کرنے آواز بلند کر کے رسول اللہ صلی اللہ
کو قبر میں ایذا پہنچائی۔

معلوم ہوا کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے نزدیک اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں اسی
جسم الطہر کے ساتھ زندہ ہیں اور جس طرح حکم خداوندی کا نہ نعوذوا انکف فوٹ صلوٰۃ اللہ
وَمَا تَجْهَرُ ذَاكَ بِالنُّقُولِ الْاٰیة۔ اس حیات و نباویہ میں آپ کے سامنے بلند آواز سے بولنا
ممنوع تھا اسی طرح اب اس حیات برزخیہ میں آپ کے سامنے بلند آواز سے بولنا ممنوع ہے۔

اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کا یہ حال تھا کہ اگر مسجد نبوی کے متصل مکانات میں دیوار کی کسی کیل اور میخ ٹھوکنے کی آواز حجرہ نبوی تک پہنچتی تو عائشہ صدیقہ فوراً اس کے پاس یہ کہلا کر بھینٹیں۔
 لَا تَذُوذُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیل اور میخ ٹھوکنے کی آواز سے تکلیف مت پہنچاؤ۔

شیخ بک فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام اور سلف صالحین کا یہی عمل تھا کہ آپ کے ادب اور تعظیم میں مسجد نبوی میں آواز بلند نہیں کرتے تھے (مما قال تعالى إِنَّ الَّذِينَ يَعْصُونَ أَوْصِيَانَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى)

سید الملائکہ المقرئین سیدنا جبریل امین ایک مرتبہ حضور پر نور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اور بعد ادب آپ کے سامنے دو زانو بیٹھ کر عرض کیا۔ اَذْنُفُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَارِتْ ہُوَ تُوَ اَبْ سے قریب ہو جاؤں آپ نے اجازت دی جبریل امین نے حضور پر نور کے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ لکھ کر اہستہ آواز سے عرض معروض کی۔

اور علی ہذا مرض الوفا میں جب ملک الموت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بعد ادب و نیاز۔ پست آواز سے قبض روح کی اجازت چاہی یُفَارِسِقَامُ ۱۵۰ یُوَدِّعُ ذَاکَ۔

مما قال تعالى إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَ مِنْ أَوَّالِ الْعُجْرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتَنِي جو شخص میری قبر کے قریب سے مجھ پر دُعا پڑھتا ہے وہ من صلی علیّ نابی بلغتنہ ۔ اُسے میں خود سنتا ہوں اور جو دُعا دراز سے مجھ پر دُعا

پڑھتا ہے وہ مجھ کو دُعا فرشتوں کے پہنچا دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ قرب اور بعد کا یہ فرق حیاتِ جسمانی کے اعتبار سے ہے نہ کہ حیاتِ روحانی کے اعتبار سے ۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وَذَلِكَ لِأَنَّ لَهُ وَجْهًا تَلَقَّا بِمَحْسَبَةٍ اور وہ اس کی یہ ہے کہ آپ کی روح مبارک کو آپ کے

جسد اطہر کے مستقر یعنی قبر شریف کے ساتھ تعلق ہے
 اور زمین پر انبیاء کرام کے اجہام کو کھانا قدرت
 ممنوع ہے پس قبر شریف میں آپ کا مال ایسا ہے
 جیسے سونے والے کا مال ہوتا ہے کہ اس کی روح کو
 عروج ہوتا ہے جس قدر جس درجہ البند کے یہاں
 اس کا مرتبہ ہوتا ہے اسی قدر اس کو عالم ملکوت میں
 عروج ہوتا ہے اور باوجود اس کے اس کی روح کو
 اس کے بدن سے تعلق رہتا ہے اسی وجہ سے مغفرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے غبروی ہے کہ جو میری قبر کے
 قریب سے مجھ پر صلاۃ و سلام پڑھے گا اس کو میں
 خود سنوں گا اور یہ حدیث مذکور اس حدیث کے
 منافی نہیں کہ جس میں یہ آیا ہے کہ تم جہاں بھی ہو مجھ پر
 درود بھیجو کہ وہ اس لئے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں
 کہ بار بار میری قبر پر حاضری کی مشقت اور کلفت مت
 اٹھاؤ تمھارا درود و سلام مجھ کو ہر جگہ سے پہنچے گا۔

الشرف وحرام علی الارض ان تاكل
 اجساد الانبياء فحالہ كحال الناس
 الذي ترفى روحہ بحسب قواہا
 منشاء اولہ نہ بحسب قدرہ عند
 الله في السموات الاعلى واما بالبدن تعلق
 وهذا الخبر يسامعہ صلاة المصلی علیہ
 عند قبرہ وذا لا ینافیہ ما مر فی خبرہ
 حیثما كنتم فصلوا علی من ان معناه
 لا تتكفلوا المعاودة الی قبری فان
 صلاتکم تبلیغنی حیث كنتم ما
 ذالك ۷۷۷ ان الصلاة فی الحضور
 مشافهة افضل من الغیبة لكن المنہی
 عنه هو الاعتیاد الی الرفع للحشمة
 المخالفة لکمال الصیبة والاحلال

اھ

۵

جس سے معلوم ہوا کہ حاضری ہو کر بالمشافہ صلاۃ و سلام۔ غائبانہ صلاۃ و سلام سے افضل ہے
 البتہ ایسے بار بار حاضری جس سے بارگاہ نبوت کی عظمت و ہیبت میں کمی آجائے اس کو منع فرمایا۔
 اور مسند بزار میں بسند جید عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ امت کے اعمال آپ پر
 پیش ہوتے ہیں اور آپ کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں ۵

ان تمام روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام

قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام مبارک بوسیدہ اور بالیدہ ہونے سے محفوظ ہیں اور وفات کے بعد عبادات سے معطل نہیں بلکہ نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ان کو رزق ملتا ہے اور مزار مبارک پر ہر شخص حاضر ہو کر سلاۃ و سلام پڑھتا ہے اس کو خود سنتے ہیں اور امت کے اعمال آپ پر قری میں پیش کئے جاتے ہیں یہ تمام امور اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ حضرات انبیاء کی حیات جسمانی ہے اور ادراج طبعیہ کا اجسام مبارک سے تعلق قائم ہے غرض یہ کہ انبیاء کرام کی حیات و لائن طبعیہ سے ثابت ہے اور یہ امر بدیہی ہے کہ امت نے جسدا طہر کو وفات کے بعد قبر شریف میں ودیعت رکھا ہے اور شریعت نے مزار مبارک کی زیارت کی تاکید اکیہ کی ہے و قبر مبارک ہی میں امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور قبر مبارک ہی میں آپ نماز ادا فرماتے ہیں اور قبر مبارک ہی میں آپ کا اللہ کی طرف سے رزق پہنچتا ہے اور اجسام مبارک کہ قبروں میں دفن کیا جانا مشاہدہ اور معائنہ سے ثابت ہے جس میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں اور جساو مطہرہ کا قبور سے دوسری جگہ منتقل ہونا کہیں ثابت نہیں اور احادیث متواترہ سے انبیاء کرام کی جرمیات ثابت ہے وہ حیات فی القبور ہے نہ کہ حیات فی السموات۔ ۱۵

اور قبور میں اجسام ودیعت کئے گئے ہیں تو ثابت ہو گیا کہ انبیاء کرام کی حیات جسمانی ہے۔ اور روح کا اصل تعلق اجسام سے قبروں میں ہے۔ غرض یہ کہ ان روایات سے یہ امر غیب واضح ہو گیا کہ وفات کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مستقر قبر مبارک ہے کہ جہاں آپ کا جسدا طہر محفوظ ہے نہ کہ آسمان اور اسی مقام پر آپ کی روح مبارک کا جسدا طہر سے تعلق ہے اور اسی جگہ آپ پرت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور بایں ہمہ آپ کی روح مبارک کو عالم علوی سے بھی تعلق ہے لہذا اگر آپ کی روح مبارک میسر و تفریح کے لئے اعلیٰ علیین اور ملکوت السموات والارض میں باذن خداوندی جہاں چاہے جائے تو وہ اس کے منافی نہیں حق تعالیٰ شانہ کو اختیار ہے کہ اپنے برگزیدہ بندہ کو جہاں

۱۵۔ جذب القلوب۔ ص: ۲۰۴

۱۵۔ تا الحافظ فی النسخ ۳۹۹ و اما اجسادہم فی فی القبور نسخ الباری باب التلبیہ اذا اخرجوا فی الوادی

چاہے سیر کرے اور امور آخرت اور احوال ہر مذہب کو احوال دنیا پر تیس کرنا نادانی ہے
علامہ فارسی شرح شفا میں لکھتے ہیں کہ

المعتقد المعتقد انہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبورہم
وہم اخیلو عند ربہم وان لا روادحہم
تعلت بالعالیہ العلویہ والسفلی کما کانوا
فی الحال الدنیوی فہم بحسب لقلب
عراشیون وباعتبار القالب فرشیون
واللہ سبحانہ اعلم باحوال ارباب
الکمال ہذا شرح مشغلو

وہ عقیدہ جس پر ملت و ملت کا عقائد ہے وہ یہ کہ نبی
کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسے دوسرے
انبیاء کرام خدا تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کی
اور ان طیبہ کریمہ وقت عالم علوی اور عالم سفلی
دونوں سے تعلق ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں دونوں
عالم سے تعلق تھا یعنی وفات کے بعد بھی اسی طرح
دونوں عالم سے تعلق قائم ہے طلب کے اعتبار سے فرشی
ہیں واللہ تعالیٰ ہی ارباب کمال کے احوال کو خوب
جانتے ہیں۔

دنیہ بد حال پختہ ہیچ خام
پہن سخن کوتاہ باید واسلام

حضرات انبیاء کرام بلاشبہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و نیاز میں مشغول ہیں لیکن شب
معراج میں۔ انبیاء کرام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے مسجد اقصیٰ میں جمع کر دیا گیا اور
پھر جس کو چاہا آسمانوں پر بھی بلایا اور ظاہر ہی ہے کہ انبیاء کرام کی یہ ملاقات روح اور جسم دونوں کے
ساتھ تھی جیسا کہ شیخ نور الحق دہلوی نے تفسیر القاری شرح بخاری میں لکھا ہے اور یہ بھی ممکن ہے۔

۱۔ ۲۱۵۰، ص: ۱۲۲۔ ۲۔ پرشیدہ مذکر ویدک حضرت علی علیہ السلام انبیا و صلوات اللہ وسلامہ علیہم وعلیٰ آلہم
چنانکہ مصدق مذکر برہنہ پرستہ و فخر واد است کہ انبیا و صلوات اللہ وسلامہ علیہم وعلیٰ آلہم وعلیٰ
بعد ازات موت زندہ اندکیات و ہر یک کثاتی تفسیر انکار کا صبر ۳۱۳ باب و اگر ادریں علیہ السلام جنی حیات انبیا و بد زرعہ اند
حیات نبوی است بلکہ حیات رزق آنی از رنگان علی و اقوی است از حیات دنیویہ ہر باب کہ عقل از تصور ناقص است ۱۲
مفاد مذکور ۲: ۱۲، ص: ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴

کہ شب معراج میں انبیاء کرام کے اصل اجسام مبارکہ تو قبر میں مقیم ہوں اور مجداً قسطنطینیہ میں آپ کی ملاقات کے لئے ان کی ارواح مبارکہ کو ان کے اجسام منصریہ کہ ہم شکل بنا کر جمع کیا گیا ہو مگر ظاہر اور مبہم یہی ہے کہ حضرات انبیاء - ان ہی ابدان دنیویہ کے ساتھ جہان کی قبروں میں محفوظ اور صحیح سالم ہیں آپ کی ملاقات کے لئے جمع ہوئے ہوں اللہ قدرت قدیر کے لہاذ سے لقار روحانی و جسمانی اور زمینی اور آسمانی اللہ ہر قسم کا نقل مکانی سب برابر ہیں محض استبعاد طبعی سے احادیث نبویہ کو رد کرنا بے عقلی اور بے دینی کی دلیل ہے باقی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ کس کیفیت اور کس شان سے ملاقات ہوئی کس نکشاد نکشاید بکشت اس معاملہ -

حدیث میں ہے کہ مومن کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے اور جنت کا باغ بنادی جاتی ہے پس اگر مدفنہ اقدس کو منورہ فرود کس برس اور رشک علیین بنادیا جائے تو کیا استبعاد ہے حضرت عثمانؓ سے آیام محاصرہ میں عرض کیا گیا کہ شام چلے جائیں تاکہ وہاں اس مدفنہ اور بلار سے محفوظ ہو جائیں تو یہ فرمایا کہ میں دار بھرت (مدینہ منورہ) اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اور مجاورت کو نہیں چھوڑ سکتا -

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے مکان کے کواڑ بنوائے تو یہ حکم دیا کہ یہ کواڑ مدینہ سے باہر جا کر بنائے جائیں تاکہ ان کے ہلنے کی آواز مسجد نبوی میں نہ آئے اور اس آواز کی وجہ سے حضور پر نور کو تکلیف نہ ہو زرقانی شرح مواہب لجنۃ وشفاء السقام ص ۱۷۱
ابونعیم وغیرہ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ جن آیام میں واقعہ حرہ پیش آیا مسجد نبوی میں میسکے سوا کوئی متنفس نہ تھا ان آیام میں جب نماز کا وقت آجاتا تو میں قبر مبارک سے اذان کو سنتا اس کے مطابق نماز ادا کرتا - تین دن تک مسجد نبوی میں نماز نہیں ہوئی - میں قبر مبارک

و بقیۃ ما خفیہ کچھ سنو، ارواحہم تشکلت بصور اجسادہم و احضرت اجسادہم للملاقاة البنی
صلی اللہ علیہ وسلم تلك الیلة تشریفنا و شکریمنا و لوبید لا حدیث عبد الرحمن بن ہاشم
عن ابن نفیعہ و بعث لہ ادم و من دونہ من الکا انبیاء ۱۵

سے اذان کی آواز سن کر نماز پڑھتا تھا، زرقانی خسرگ مواعید ۲۳۲

یہ واقعہ بھی اس کی دلیل ہے کہ روح مبارک کا اسی جسد اطہر سے تعلق قائم ہے کہ جو در فضیلت قدس میں ولایت رکھا گیا ہے سید مہرودی وفار الوفا باب ثامن کی فصل ثانی ۱۱۳ میں لکھتے ہیں۔

واما دلۃ حیاۃ الانبیاء فہم مقتضاہا حیاۃ انبیاء کے تمام دلائل کا مقتضی یہ ہے کہ حضرت

حیاۃ الابدان کحیاۃ الدینا مع الابدان اپنے ابدان اور اجساد مطہرہ کے ساتھ

مستغناء عن الغذاء ومع قوۃ زندہ ہیں جس طرح دنیا میں ابدان کے ساتھ زندہ

النغوذ فی العالم وقد اوضحنا تھے یعنی یہ آپ کی حیات برزخ حیات جسمانی

المسئلۃ فی کتابنا المسمی بالوفاء ہونے میں حیات دنیویہ کے مثل اور شاہد ہے فرق

لحضرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ کہ عالم برزخ میں باوجود حیات جسمانی ہونے کے غدار

وسلم - اھ سے مستغنی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے لغز و کثرت عطا فرمائی

ہے اور ہم نے اس مسئلہ کی پوری توضیح اپنی کتاب الوفا میں کی ہے۔ اھ

اور عہد صحابہ و تابعین سے لے کر اس وقت تک امت کے تمام علماء و صلحاء کا یہ عمل رہا ہے

کہ جو شخص زیارت نبوی کے لئے جاتا ہے اس کے واسطے سے حضور پُر نور کی خدمت میں ہدیہ سلام

بھیجے ہیں اور بہت سے اولیاء امت نے جب حضور پُر نور پر سلام پڑھا ہے تو حجرہ مبارک میں سے

وعلیک السلام کی آواز اپنے کانوں سے سنی ہے فیض القدیر ص ۱۹ ج ۲

جان می وہم در آرزوئے قاصد آخر بازگو

در مجلس آن نازنین حرفے کہ از نامی رود

یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ روح مبارک کو جسم اطہر کے ساتھ ہی قبر منور میں تعلق ہے اسی

جگہ سلام پڑھا جاتا ہے اور اسی جگہ سے جواب سُنا جاتا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

شبہ یہ ہے کہ قرآن کریم صراحتہً آپ کی موت کے متعلق ناطق ہے إِنَّکَ مَیِّتٌ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کثرت نفس خالفۃ الموت تھوڑی دیر کے لئے موت کا مزہ چکھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کر دیا اور زمین پر آپ کے جسم کو کھانا حرام کیا پس آپ اب حیات جہانی کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ کی یہ حیات حیات شہداء سے کہیں اکل اور افضل ہے۔ رکۃ فی شرح المواہب و مدارج النبوة ص ۱۰۰ (بایعینم) (ذکر فضائل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قال الامام البیہقی فی کتاب الاعتقاد الامم یہی کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں کہ حضرات الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام انبیاء کی ایک مرتبہ قبض روح کے بعد پھر ان کی اور حاج ان کے اہل ان میں رہا پس کر دی گئیں پس انبیاء کرام حق تعالیٰ کے اس شہداء کی طرح دیکر ان سے بڑھ کر زندہ ہیں۔

اور حیات شہدار کے متعلق علامہ آلوسی رُوح المعانی ص ۱۱۲ میں فرماتے ہیں۔

واختلف في هذه الحياة فذهب كثير
 من السلف الى انها حقيقة بالروح
 والجسد ولكن لا ندر كهنا في هذه
 النشأة ۱ دلو البسباق قوله
 تعالى عند هم يبرز قوت و
 بآت الحياة وحاشا التي ليست

حیات شہد کا حقیقت میں ہمارا کا خطبات ہے مجہد
 سلف کا مسلک یہ ہے کہ یہ حیات جسم اور روح
 کے ساتھ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد
 ہے کہ شہد اگر کوئی خدا کے پاس رزق دیا جائے گا ہے اور
 ظاہر ہے کہ رزق جسم کے لئے ہوتا ہے نیز حیات دانیہ
 شہد ار کے ساتھ مخصوص نہیں مدغانی حیات کو تمام

بالجسد لیست من حواصلهم فلذیکون
مردوں کو حاصل ہے خواہ مومن ہوں یا کافر نہیں
لهم امتیاز بذلک علی من عداهم
آیت بل احياء سے جمائی حیات مراد ہوگا کہ زمانی
وذهب البعض الى انها روحانية
حیات مراد ہو تو پھر شہدار کا امتیاز اور خصوصیت کیا
ہوئی حالانکہ مقصود آیت سے شہدار کا امتیاز اور

ان کی خصوصیت کا بیان کرنا ہے کہ جو ان کے ساتھ مخصوص ہو اور دوسروں میں وہ خصوصیت
مرد پائی جائے اور ظاہر ہے کہ وہ خصوصیت اور امتیاز حیات جمائی ہے اور بعض علماء ادھر
گئے ہیں کہ شہدار کی حیات روحانی ہے۔

پس جبکہ شہدار کی حیات جمائی ہے تو حضرات انبیاء کرام جو شہدار سے کہیں اعلیٰ اور افضل ہیں
ان کی حیات بدرجہ اعلیٰ جمائی ہوگی۔

علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ شہید کو نبی سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ اور ارفع مرتبہ حاصل
ہو سکے نیز شہدار کو یہ مرتبہ عالیہ یعنی حیات جمائی یا کما مرتبہ نبی کی شریعت اور ملت کی حفاظت
میں جان بازی اور سرفروشی کے صلہ میں ملا ہے پس قیامت تک جو خدا کی راہ میں: یاد کرے گا اور
شہید ہوگا تو ان تمام شہدار کا اجر نبی کریم کے نامہ اعمال میں ثبت ہوگا اور آپ کا مقام ان تمام شہدار
سے باعتبار حیات کے سب سے اعلیٰ اور ارفع ہوگا۔ اس لئے کہ دین کا سنگ بنیاد رکھنے والے حضور
پہنچے ہیں لہذا آپ کی تنہا حیات تمام شہدار عالم کی حیات سے زیادہ قوی اور بلند ہوگی۔ وکیفیر شفاء السقام
منہ نیز یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید بھی ہیں چنانچہ۔

شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ شاذ و نادر ہی کوئی نبی ایسا ہوگا کہ جہاں نبوت کے ساتھ
شہادت جمع نہ کی گئی ہو پس انبیاء کرام نبی ہونے کے اعتبار سے بھی زندہ ہیں اور شہید ہونے کے اعتبار
سے بھی زندہ ہیں کیونکہ وَلَکُمْ تَحْسِبَاتُ الَّذِینَ قَبِلُواْ الْاِسْلَامَ اَنْھُمْ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ

۱۔ روح المعانی ج ۲: ص ۱۰ - ۱۱ ۲۔ تال السیوطی وقل الاولاد جمع مع الذبوت ومعنا الشہادۃ
فیدخلون فی عموم قوله تعالیٰ وَلَکُمْ تَحْسِبَاتُ الَّذِینَ قَبِلُواْ الْاِسْلَامَ اَنْھُمْ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ ج ۲

کے عموں میں داخل ہیں۔

اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بجاۃ شہادت و وفات پائی اس لئے کہ آپ کی وفات اس زم کے اثر سے ہوئی ہے کہ جو یہود نے خیبر میں آپ کو دیا تھا۔ (رداء البخاری)

اخرج احمد وابو یعلیٰ والطبرانی
والحاکم والبیہقی عن ابن مسعود
قال لان احلفت تسعاً ان رسول الله
صلی الله علیه وسلم قتل قتلاً احب
الی من ان احلفت واحدة انه لم
یقتل وذلك ان الله اتخذہ نبیاً و
اتخذہ شهیداً۔
امام احمد ابو یعلیٰ اور طبرانی اور ناظم اور بیہقی روایت
کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود یہ کہتے تھے کہ میں نے تم پر یہ
قسم کھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتول
ہوئے یہ بہتر ہے اس سے کہ میں ایک مرتبہ تم کو کھاؤں
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقتول نہیں ہوئے اور
وہ جس اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی
بنایا اور شہید بھی بنایا۔

بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو سید الشہداء میں تمام شہداء میں تمام شہداء کے اعمال
آپ کے ائمہ اعمال اور میزان میں ہیں آپ کی حیات تمام شہداء کی حیات سے اکمل اور اتنی کی
علامہ شہاب خفاجی فرماتے ہیں۔

الانبياء والشهداء احويا وحيات
الانبياء اقوى اذ لم يسلط عليهم
الارض فلهما النامین والناسم
لا يسمع ولا ينطق حتى يتبينه
حاشية حياة الانبياء للبيهقي۔
انبیاء اور شہداء یہ دونوں گروہ اپنی قبروں میں زندہ
ہیں لیکن انبیا کی حیات شہداء کی حیات سے
بہت زیادہ قوی ہے اور جب زمین کو انبیا کرام
کے اجسام مبارکہ پر مسلط نہیں کیا اور انبیا کے
جسا وطرہ بمعینہ محفوظ ہیں تو سمجھ لو کہ انبیا کرام ہنزل

۱۔ زرقانی - ۵: ۵، ص ۳۲۷

۲۔ سید کہوڑی زرارہ الوفا ص ۳۳ میں لکھتے ہیں۔ لا شک فی حیات صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاته وکذا سائر
الانبياء علیہم الصلاۃ والسلام احويا وحيات اقوى من حیات الشهداء التي اخبر الله تعالی
بہا فی کتابہ العزیز ونبیاً صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء وائمہ اعمال الشہداء وافی میزانہ۔ ۱۔ ۱۰

سرنے والوں کے میں اور سونے والی حالتوں میں سننے اور جواب دینے سے معطل رہتا ہے جب تک وہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔

حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ

کلام معرفت الیام

اہل سنت والجماعت کے تمام سلف اور خلف کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام مطہرہ تغیرات ارضی سے محفوظ ہیں اور مشغول عبادت ہیں۔ عرب المعجم کے حضرات متکلمین اور محدثین اور مفسرین اور اولیاء و عارفین اس موضوع پر مستقل رسالے اور مقالے لکھتے چلے آئے۔

تیرہویں صدی کے اخیر میں سرخیل اولیاء و عارفین و سراج حضرات متکلمین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ نے اس موضوع پر آپ حیات کے نام سے ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی جو خفاقی و معارف لدنیہ کا ایک عجیب و غریب خزینہ اور گنجینہ ہے۔

حسب ارشاد باری تعالیٰ كُلُّ نَفْسٍ ذَاتُ نَفْسٍ اَلْمَوْتُ اَمْرٌ لَّكَ وَ اَلْحَيٰةُ مَبْتَلٰنٌ
تمام سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ سوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تمام حضرات انبیاء کرام پر موت طاری ہوئی اور ان کی تجسیم و تکفین کی گئی اور مقابر میں دفن کئے گئے اس کے بعد حضرات متکلمین و محدثین یہ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام ایک مرتبہ موت طاری ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کئے گئے اور قیامت تک زندہ رہیں گے انبیاء کرام پر اگرچہ تھوڑی دیر کے لئے موت طاری ہوئی مگر وہ موت دائم اور مستمر نہیں بلکہ عارض اور غیر مستمر تھی۔

اور مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام کی وفات اور ممات تو کتاب اور سنت اور اجماع امت اور شہادۂ عالم سے ثابت ہے جس کا اعتقاد ضروری ہے۔

اور انکار ناجائز ہے لیکن انبیاء کرام کی موت اور وفات کی حقیقت اور نوعیت اور کیفیت عامہ مومنین کی موت کی نوعیت اور کیفیت سے مختلف ہے عامہ مومنین کی موت۔ مزیل حیات ہے اور انبیاء کرام کی وفات سائر حیات ہے انبیاء کرام کی وفات اور حیات ظاہری ہے جس کے باطن میں اُن کی حیات مستور ہے جس طرح زیر پردہ سحاب نور آفتاب مستور ہو جاتا ہے، اسی طرح زیر پردہ حیات انبیاء کرام کی حیات مستور ہو جاتی ہے معاذ اللہ۔ مولانا کا یہ مطلب ہرگز نہ کہ انبیاء کرام پر موت طاری ہی نہیں ہوتی بلکہ مولانا موت اور وفات کے اعتقاد کو لازم اور ضروری سمجھتے ہیں۔ مولانا کا تمام کلام۔ حضرات انبیاء کرام وفات اور موت کی نوعیت اور کیفیت کے تعین میں ہے انبیاء کرام کی وفات سے ذرہ برابر انکار نہیں جیسے حضرت مشکین کا یہ اختلاف کہ صفات باری تعالیٰ عین ذات ہیں یا لا عین اور لا غیر۔ یہ انصاف کی نوعیت کی تعین میں کلام ہے نفس اوصاف میں کلام نہیں اسی طرح حضرت نانو توی کا تمام کلام انبیاء کرام کی وفات اور حیات کی تعین میں ہے اور نفس موت کے اعتقاد کو لازم اور ضروری سمجھتے ہیں چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم نانو توی قدس اللہ سرود فرماتے ہیں کہ میں انبیاء کرام کو انھیں اجسام و نیادی کے خلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں پر حسب ہدایت کل نفس ذائقۃ الموت اور اِنَّكَ صَیِّتٌ وَ اِنَّهُمْ صَیِّتُونَ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت موت کا اعتقاد بھی ضرور ہے ۱۵

لیکن انبیاء کرام کی زندگی زیر پردہ موت۔ ظاہر مبینوں کی نظر سے مستور ہے مثل امت کے ان کی موت میں زوال حیات نہیں۔ حضرات انبیاء زندہ ہیں اُن کی موت اُن کی حیات کے لئے ساتھ ہے۔ مانع حیات اور مانع حیات نہیں ۱۶

بلکہ موت کے وقت انبیاء کرام کی حیات اور بھی شدید ہو جاتی ہے، موت انبیاء کرام اور موت عوام میں ایسا فرق ہے جیسا کہ شمع یا چراغ کو کسی ہنڈیا میں رکھ کر اوپر پوش رکھ دینے میں اور

۱۵۔ لکھنؤ تاکی، ص ۳۱، ۳۰۔

۱۶۔ آب حیات از مولانا محمد قاسم، ص ۲۲، ۲۳۔

شمع اور چراغ کے گل ہو جانے میں فرق ہے۔ گل ہو جانے میں نور زائل ہو جاتا ہے اور ہنڈیا میں لکڑی سرپوش رکھ دینے سے نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا بلکہ سرپوش رکھ دینے سے تمام شمعیں باہر سے بجھ کر اس ظرف میں آجاتی ہیں بلکہ خود شعلہ چراغ میں سما جاتی ہیں جس سے وہ نور اور شدید ہو جاتا ہے۔ پس عام مومنین کی موت سے ان کی حیات کا نور بالکل زائل ہو جاتا ہے اور انبیاء کرام کی موت سے ان کی حیات کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا اگرچہ ظاہر نظر میں فرق نہ معلوم ہو شمع اور چراغ گل ہو جائے یا کسی ظرف میں رکھ دینے کی وجہ سے اس کا نور مستور ہو جائے باعتبار مکان کے اندھیرا دونوں صورتوں میں برابر ہے ۱۷

اور اس ظاہری موت کی وجہ سے حضرات انبیاء کرام کا قبروں میں مستور ہو جانا بمنزلہ عیالہ کشی یا پردہ نشینی یا گوشہ نشینی سمجھا جائے گا۔ ۱۸

(۱۱)۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ کا حسب سابق صحیح و سالم رہنا اور تغیر ارغی سے بالکل محفوظ رہنا۔

(۱۲) اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کی ازدواجی مطہرات کے نکاح کا حرام ہونا۔

(۱۳)۔ اور ان کے احوال میں میراث کا جاری نہ ہونا اور ثلثہ میں سے ہر امر حیات انبیاء پر شاہ عدل ہے اور اس امر کی صریح دلیل ہے کہ ارحام طیبہ کا اجسام مبارکہ سے تعلق منقطع نہیں ہوا بلکہ موت کے بعد بھی انبیاء کرام کو اپنے ابدان سے اسی قسم کا تعلق ہے جس قسم کا پہلے تھا بخلاف شہداء کے کہ موت سے انکی ارحام کا ان دنیاوی ابدان سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور ان ابدان کو چھوڑ کر ابدان جنت سے تعلق ہو جاتا ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ شہداء کے مال میں میراث ہوتی اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مال میں میراث جاری نہ ہوتی حالانکہ ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِي عَلَيْهِ حَقُّ الْوَارِثَاتِ سَبْعُ مِائَاتٍ﴾ عام ہے، عوام ہوں یا رسول اللہ علیہ وسلم نیز شہداء کی ازدواج کو بعد عتقت معروض نکاح کی اجازت ہوتی جو انقطاع حیات پر وال ہے اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی ازدواج کی شان میں یہ حکم آیا کہ ان تنکھوا ازواجہ من بعدکم ابداً جو ابدی طور پر حرمت نکاح ازدواج مطہرات پر دال ہے معلوم ہوا کہ نکاح منقطع نہیں ہوا جیسا کہ ازدواجاً ائمتہا تھمہ بھی اسی پر دال ہے کہ علاقہ زوجیت حسب سابق قائم ہے کیونکہ ازدواج جمع زدہ کی ہے جو محفّت شہبہ ہے دوام اور ثبوت پر دال ہے اور والدہ جسمانی کی منکوحہ سے نکاح کی حرمت کو اسی طرح بیان فرمایا کہ لا تنکحوا ما نکح آباؤکم نکح فعل ماضی جو حدوث اور تجدید پر دلالت کرتا ہے جس سے منکوحیت کا زوال ہو گیا ہے اور جب ازدواج مطہرات کا نکاح ہی منقطع نہیں ہوا تو ازدواج مطہرات مغلہ والمختصنت من النساء ہو جائیں گی لے

اور بقا نکاح بے علاقہ زوج و جسد متصور نہیں شہداء میں باوجود حیات کے بوقت موت جسم خاکی سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا شہدار اور عامہ مؤمنین کی موت میں فرق اتنا ہے کہ ازدواج شہداً کو جسد اول سے تعلق منقطع ہو جانے کے بعد اور ابدان سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور اس حساب سے ان کو حیات روحانی و جسمانی دونوں حامل ہو جاتی ہیں اور باقی مؤمنین امت کے لئے اس نقصان کی کچھ مکافات نہیں کی جاتی میر حال ابدان دنیا سے دونوں کو کچھ تعلق نہیں رہتا۔ تو پھر اشیاء متعلقہ ابدان دنیوی سے کہاں تعلق رہ سکے کہ ان کے اموال و ازدواج جوں کے توں انھیں کے ازدواج و اموال سمجھے جائیں اور کسی اور کو نکاح کی اجازت نہ ہو اور وارثوں کو تقسیم و تصرف کرنے کی اجازت نہ دی کیونکہ مال اور ازدواج ازدواج کو بقا ضائع تعلق جسمانی مطلوب ہوتے ہیں بذات خود مطلوب روحانی نہیں اس لئے بعد انقطاع علاقہ جسمانی ازدواج و اموال کے ساتھ جو علاقہ تھا وہ بدرجہ اولیٰ منقطع ہو جائے گا اور باوجود حیات شہداء ان کی ازدواج کو شل ازدواج دیکھ مؤمنین امت بعد ان نقصان عدلت اختیار نکاح ہو گا اور ان کے اموال متروکہ میں میراث بدستور معلوم جاری رہے گی موت شہدار کے حق میں موجب زوال حیات اول ہے اور وہ حیات جس کے تحقق پر کلام اللہ اور احادیث صحیحہ ناطق ہیں وہ حیات ثانی ہے اور لفظ عند ربہم اسی طرف

مشیر معلوم ہوتا ہے ہاں علاقہ حیات انبیاء علیہم السلام منقطع نہیں ہوتا اس لئے ازواج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز اموال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بدستور آپ کے نکاح اور آپ ہی کی ملک باقی رہیں گے اور انبیاء کو اختیار نکاح ازواج اور ورثہ کو اختیار تقسیم اموال نہ ہوگا۔ بالجمہ موت انبیاء کلام اور موت عوام میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہاں امتیاز زیر پرہ موت ہے اور یہاں انقطاع حیات بوجہ عرض موت ہے اور شاید یہی وجہ ہو کہ جناب باری نے حضرت سرور عالم کو ایک میت سے جدا خطاب فرمایا اور آپ کے سوا دوسروں کو دواہم میتوں سے جدا خطاب فرمایا اور مثل جملہ لاحقہ شتہ انکھ یزوم انفیامہ عند ربکھ تختہ ممتون سب کر شامل کر کے انکھ ممتون نہ فرمایا اور موت اسی فرق مراتب کی طرف اشارہ ہے۔

پس جس طرح حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور حیات مومنین اُمت میں فرق ہے اور جس طرح نوم نبوی اور نوم مومنین میں فرق ہے جیسا کہ حدیث میں ہے تمام عینای وکلیام قلبی وکذلک الانبیاء تنام اعلیہم ولا تنام قلوبہم (بخاری شریف)

اسی طرح موت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور موت مومنین میں بھی فرق ہے۔ حدیث میں ہے کہ النوم اخلا الموت۔ اور قرآن کریم میں ہے اَللّٰهُ يَتَوَفٰى الْاَنْفُسَ حَيْنَ مَوْتِہَا وَ الْبَاقِ لَخَدٍ يَمْنَنَ۔ فی مناسبتہا۔ حق جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں موت اور نوم دونوں کو ایک ملک میں کھینچا ہے اور دونوں کی حقیقت توفی اور اسماک بیان فرمائی ہے۔

عامہ مومنین کو بجات خواب توفی و اسماک روح کی وجہ سے اور ایک دشواری میں جو تعطل ہوتا ہے وہ حضرات انبیاء کو بوقت خواب نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کے خواب میں اور وحی بیداری میں کچھ فرق نہیں ہوتا، انبیاء آنکھیں سوتی ہیں اور دل اُن کے بیدار رہتے ہیں اور ان کا خواب بمنزلہ وحی بیداری کے ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کا واقعہ اِنِّیْ اَسْمٰی فِی الْمَنَامِ اِنِّیْ اَذْبَحُہُ فَاَنْظَرْنَا مَا اَدْرٰی اِسْ بِرِشَابٍ عَلٰی اِسْمٰی فَاَوْفٰی بِرِشَابٍ عَلٰی اِسْمٰی فَاَوْفٰی بِرِشَابٍ عَلٰی اِسْمٰی اور ایک بوقت خواب معطل ہو جاتی ہے مگر حضرات انبیاء کرام کی قوت علمیہ بوقت خواب بدستور باقی رہتی ہے۔

ربان تک حضرت مولانا نانوتویؒ کے کلام کا خلاصہ ختم ہوا حضرات اہل علم! اصل آپ حیات کی مراجعت فرمائیں۔

اب یہ مؤلف حقیر سراپا تقصیر اہل اسلام کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ آیات قرآن اور احادیث نبویہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام روحانی اور جسمانی حیثیت سے عامۃ البشر سے جدا و ممتاز ہیں اور قرب خداوندی میں جبریل و میکائیل اور ملائکہ مقربین سے افضل اور بزرگ ہیں حضرت آدم کو حق جل شانہ نے خاص اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور تاج خلافت کا ان کے سر پر رکھا اور اس جسم خاکی کو اجسام نورانیہ (ملائکہ) کا موجود بنایا اور حضرات انبیاء کریمانی حیثیت سے عامۃ البشر پر امتیاز عطا کیا کہ ان کے اجسام مبارک کو ایسا لطیف اور لطیف اور مہلک اور معطر پیدا کیا کہ ان حضرات کے اجسام سے جو پسینہ نکلتا تھا وہ اس درجہ خوشبودار ہوتا تھا کہ مشک اور عنبر بھی اس سے کمتر اور فروتر تھا۔

اخرج البيهقي وغيره عن عائشة	امام بیہقی وغیرہ نے عائشہ صدیقہ سے روایت کیا
قالت قلت يا رسول الله انك تدخل	ہے کہ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
الخلع فاذا خرجت دخلت في اشرك	آپ بیت الخلا جاتے ہیں اور آپ کے بعد میں
فما اصرى شيئا الا اني احذر رائحة	بیت الخلا جاتی ہوں تو وہاں کوئی چیز مجھ کو نثر نہیں
المسك قال انا معشر الانبياء متبنت	آئی اللہ یہ کہ مشک کی خوشبو ہوتی ہوں آپ نے
اجساد نلعل ارواح اهل الجنة	فرمایا۔ ہم گروہ انبیاء کی خاص شان ہے ہمارے
فما خرج منها من شئ ايتلعه	اجسام کی پیدائش اور نشوونما اہل جنت کی اراغ
(الارض) . (خصوصاً نص کبریٰ نہ ۱۶)	کے طور و طریق پر ہوتی ہے جو چیز بھی انبیاء کے بدن

۱۔ امام رازی نے تفسیر کبریٰ ص ۲۴۵ میں اِنَّ اللّٰهَ اصْلَفُ اَدَمَ وَتَوَحَّاهُ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَالٍ عِرَانٌ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ کی تفسیر میں علیہم السلام کا کلام نقل کیا ہے کہ انبیاء کرام تو اسے جہانہ و درجانیہ میں تمام عالم سے ممتاز و جدا ہوتے ہیں حضرات اہل علم تفسیر کبریٰ کی مراجعت کریں۔ ۲۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ ص ۱۶ میں اس حدیث (بعجۃ اللہ منسوباً)

سے مخلوق ہے زمین اس کو فضا شکل دیتی ہے۔

یعنی انبیاء کرام کے اجسام اہل جنت کی ارواح کی طرح لطیف اور لطیف اور پاکیزہ ہوتے ہیں جس طرح اہل جنت کے جسم سے جو چیز نکلتی ہے وہ مشک وغیرہ سے زیادہ پاکیزہ اور معطر ہوتی ہے اسی طرح انبیاء کرام کے اجسام سے جو چیز نکلتی ہے وہ بھی مشک وغیرہ کی طرح معطر ہوتی ہے یعنی انبیاء کرام کے اجسام کی فطرت اور حقیقت اور مزاجی کیفیت اور ساخت و پرداخت اہل جنت کے طور و طریق پر ہوتی ہے اور اسی وجہ سے انبیاء کے اجسام مبارک وفات کے بعد اہل جنت کے ارواح اور اجسام کی طرح بوسیدہ اور ہالیدہ ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور اسی وجہ سے عمار کی ایک عجائبات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور بول و برازی کی جہارت کی قائل ہے، دیکھو بشرح شفاء قاضی عیاض للعلامة القاری ۷۵

حدیث میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے تو عبداللہ بن زبیر کو حکم دیا کہ یہ خون کسی رسی جگہ ڈال آؤ کہ جہاں کسی کی نظر نہ پڑے عبداللہ بن زبیر اس خون کو پل گئے، جب واپس آئے تو آنحضرت نے دریافت فرمایا کہ اسے عبداللہ کیا کیا عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کو نہایت پوشیدہ جگہ میں رکھ آیا ہوں کہ جہاں کسی کی نظر نہیں پہنچ سکتی آپ نے فرمایا شاید تو نے اس کو پی لیا ہے افسوس! آخر جہاں بزرگ ابوعلی والطبرانی والحاکم وایہی ۷۵

اور امام ابن۔ اور ام یوسف کا بول نبوی پی جانا اور پھر ان کا کبھی بیمار نہ ہونا یہ بھی احادیث

میں آیا ہے۔ ۷۵

درتبیہ ماضیہ پچھنے لگوا، کہ طرق اور سانیہ پر کلام کیا ہے کہ یہ حدیث مستند اور معتبر ہے اور اسے سندوں سے مروی ہے۔ لہذا جن لوگوں نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے وہ قطعاً صحیح نہیں، خصوصاً کبریٰ صبیحہ اور علامہ قاری نے شرح شفاء قاضی عیاض ص ۳۱۱ میں اس حدیث کو مستند اور ثابت قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ قال ابن دحیۃ بعد ان اور دلاہذا السند ثابت قیل وهو اقویٰ مافی الباب آھر

۷۵۔ ۱۰: ۱۵ ص ۱۶۰

۷۵۔ انحصار النکبریٰ - ۱۰: ۱۵ ص ۶۸۱ ۷۵۔ ایضاً - ۱۰: ۱۵

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انبیاء کرام کے اجسام اپنے باپ آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کا نمونہ ہیں کہ جو جنت میں حق تعالیٰ کے دست قدرت سے پیدا ہوا اس لئے وفات کے بعد صحیح و سالم رہتے ہیں اور تغیرات انہی سے محفوظ ہوتے ہیں جس طرح اہل جنت کے اجسام تغیر و تبدل سے محفوظ ہوں گے اسی طرح انبیاء کرام کے اجسام بھی وفات کے بعد تغیر و تبدل سے محفوظ ہونگے ہیں۔ حضرت آدم کی پہلی اور محبوب ترین اولاد انبیاء کرام ہیں اور حدیث میں ہے کہ الولد من لایبہ پس عجب نہیں کہ ما خلقت بیدی کے انوار و برکات اور بلا واسطہ دست قدرت سے تخلیق و تکوین کے آثار انبیاء کرام کو اپنے والد محترم حضرت آدم سے وراثت میں ملے ہوں اور جو چیز اصطفاء اور اجتناب کے لوازم ہیں سے ہر اس کی توریث فقط مصطفین الانبیاء کی حد تک محدود رہے اور سلامت اجساد انبیاء بعد الوفات، اسی اصطفاء آدم کے لوازم میں سے جو جس کی توریث خاص برگزیدہ بندوں کے لئے مخصوص کر دی گئی ہو ان حضرت علی اللہ علیہ وسلم کے جہانی خصائص کی تفصیل اگر درکار ہو تو شرح شفا قاضی عیاض اور خصائص کبریٰ کو ملاحظہ فرمائیں۔

جو شخص حضرت انبیاء کرام کی جہانی و روحانی خصوصیتوں کو پوشین نظر رکھے گا، اس کو اس امر میں ذرہ برابر شک نہ رہے گا کہ حضرات انبیاء اگرچہ ظاہرًا جس حیات میں عامۃ البشر کے ساتھ شریک ہیں لیکن درحقیقت اور درپردہ حیات انبیاء کی حقیقت اور نوعیت اور کیفیت عامۃ الناس کی حیات سے بالکل مختلف اور جدا ہے اور تمام عالم کی بیداری کو ان حضرات کی بیداری کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو دریا کے ساتھ ہوتی ہے، یہ تو انبیاء کرام کی حیات اور بیداری کا کچھ حال عرض کیا۔ اور انبیاء کرام کے خواب کا یہ حال ہے کہ بحالت خواب انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل ان کے بیدار ہوتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں متعدد جگہ مذکور ہے اور بخاری شریف کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نوم انبیاء کا ناس و نہونہیں ۵

نوم النبی عند الاعمام الاعظم لا ینقص الوضوء و حتما فاعلم

اور حدیث میں ہے کہ :

ماشاء اللہ بنی قبط وما احقلم قبط کسی نہ کسی گمراہی جانی نہیں آئی اور نہ کسی نبی کو کبھی احقلم ہوا
کیونکہ شادوب اور احقلم شیطان کے تلامب سے ہوتا ہے اور انبیاء کرام اس سے پاک
اور منزہ ہوتے ہیں۔

اور انبیاء کرام کا خواب وحی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ہے اِنِّیْ اَرٰی
فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُذْکَبَعْتُ فَاَنْظَرْتُ مَا ذَا تُرٰی اِس کی صریح دلیل ہے یہ ناممکن ہے کہ انبیاء کرام کا خواب
اضغاثِ احلام کے قبیل سے ہو اور اس ناچیز کا ایک شعر بھی ہے۔

خواب پذیر جو صبح صادق صادق است وحی بیداری چور و زور کوشن است
حدیث میں ہے۔

وکان البنی صلی اللہ علیہ وسلم اذا نام لم یوقظ حتی یتکون هو
یستقظ لانا لا ندری ما یحدث
لہ فی نومہ - بخاری مشریت باب
الصعید الطیب وضوء المسلم من
(کتاب التیسمم) ۱۳۶ وقسطانی ۱۳۶
وفتح الباری ۱۳۶ ج ۱)

صحابہ کرام کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب
سویا کرتے تھے تو ہم آپ کو جگاتے نہیں تھے یہاں تک
کہ آپ خود ہی بیدار ہوں، اس لئے کہ ہم کو معلوم نہیں
کہ خواب کی حالت میں آپ کو من جانب اللہ
کیا چیز پیش آ رہی ہے اور اس حالت میں آپ پر
کیا وحی نازل ہو رہی ہے تو آپ کو جگا کر اس وحی
کے انقطاع کا سبب کیوں بنیں۔

موسیٰ علیہ السلام جب گئے تو حضرت یوشع نے فرمایا لا اوقظ من منیٰ علیہ السلام کو جگاؤں گے نہیں۔ (بخاری مشریت)
پس جس طرح حضرات انبیاء کی حیات اور ان کی بیداری اور ان کا خواب عامہ مؤمنین
کے حیات اور بیداری اور خواب سب سے جدا اور ممتاز ہے اسی طرح کچھ کا انبیاء کرام کی وفات
وفات بھی عامہ مؤمنین کی وفات اور وفات سے جدا اور ممتاز ہے۔

۱۴۔ نزہتانی شرح مواہب ج: ۵۔ ص: ۲۴۸

۱۵۔ کافی بدیع الموعود من صحیح البخاری وکان لا یرى رؤیا الا جاءه مثل فلق الصبح ۱۲ من غنائہ عنہ

حق جل شانہ نے اَللّٰهُ يَتَوَكَّلْ اِلَّا نَفْسٌ جُنِيَتْ مَوْتَهَا وَالَّتِي لَمْ تَكُنْ فِي مَوْتِهَا میں۔ عامۃ الناس کی توفی کو دو قسموں پر منقسم فرمایا ہے ایک توفی نوم۔ اور ایک توفی موت۔ اور ظاہر ہے کہ انبیاء کرام کی توفی منام عامۃ الناس کی توفی منام سے بالکل جدا و ممتاز ہے۔ بلوقت خواب عامۃ الناس کے تو اے حسیر اور قوائے علمیہ معطل ہو جاتے ہیں مگر حضرات انبیاء کرام کے قوائے اور اکیہر بوقت خواب معطل نہیں ہوتے۔ ان حضرات کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار ہوتے ہیں۔ یعنی ان حضرات کی غفلت بجات خواب محض ظاہری ہوتی ہے اور باطنی طور پر اس میں بیداری اور ہوشیاری مستور ہوتی ہے۔

اسی طرح حضرات انبیاء کی توفی موت۔ عامۃ الناس کی توفی موت سے جدا اور ممتاز ہوتی ہے اور منام کی طرح ان کی وفات اور مات ظاہری ہوتی ہے جس کے پردہ میں حیات مستور ہوتی ہے۔ حضرات انبیاء کرام کے متعلق یہ اعتقاد ضروری ہے اور لازمی ہے کہ وہ بمقتضائے بشریت سوتے ہیں لیکن یہ اعتقاد ضروری نہیں کہ ان کا سونا ہمارے سونے کی طرح ہے بلکہ ان کے خواب میں بیداری مستور ہوتی ہے اسی طرح حضرات انبیاء کرام کے متعلق یہ اعتقاد ضروری اور لازمی ہے کہ حسب ارشاد باری سَلِّ نَفْسٍ ذَاتِ ثِقَةٍ اَلْمَوْتِ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُونَ۔ حضرات انبیاء کو بھی موت عارض ہوتی ہے لیکن یہ اعتقاد ضروری نہیں کہ ان حضرات کی موت ہماری موت کی طرح ہے اور جس طرح ہم موت کا مزہ چکھتے ہیں اسی طرح انبیاء نے موت کا مزہ چکھا ہے بلکہ ایسا اعتقاد سراسر خلاف ادب ہے جو بلاشبہ اپنے اندر گستاخی کو چھپاتے ہوئے ہے، ہر شخص اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق موت کا مزہ چکھتا ہے۔

مرگ ہر ایک کے لیے سمرنگ دوست پیش دشمن دشمن دبر دوست دوست
خلق در بازار یکساں مے روند آں یکے در ذوق و دیگر در دمنند
ہم چنین در مرگ یکساں مے رویم نیم در خسران و نیم خسر ویم
اور اس بارہا حرار کی موت کا یہ حال ہوتا ہے جس کو عاف آدمی نے بیان کیا ہے

ظاہر شمرگ و باطن زندگی ظاہر شمس اتر نہاں پائیدگی
حضرات عارفین کے اس قسم کے کلمات نقل کرنے سے صرف اتنا مقصود ہے کہ مولانا
نانوتوی کی یہ تعبیر کہ انبیاء کرام کی وفات ساتھ حیات تھی بالکل موزوں حیات نہ تھی۔ یہ ایسی تعبیر نہیں کہ
جو محل انکار بن سکے۔

مولانا نانوتوی۔ آب حیات اور اپنے مکتوبات میں اس امر کا صراحت کے ساتھ ذکر فرماتے
کہ حسب ہدایت کُلِّ نَفْسٍ ذَا نَفْسَةٍ اَلْمَوْتِ اور اِنَّكَ مَيِّتٌ وَ اَلْهُوَ مَيِّتُونَ انبیاء کرام
کے حق میں نسبت موت کا اعتقاد ضروری اور لازم ہے کلام صرف اس کی نوعیت کی تعیین میں فرماتے
ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جنس عام میں اشتراک کی وجہ سے یہ لازم نہیں کہ درجات اور مراتب اور صفات
ان کیفیات میں بھی اتحاد ہو جائے فرق مراتب یہ حال لازم ہے۔

مگر فرق مراتب نکتہ زندگی

پس جس طرح انبیاء کرام کی نوم اور خواب میں اُن کی بیداری اور ہوشیاری مستور ہوتی
ہے، اسی طرح اگر انبیاء کرام کی وفات میں اُن کی حیات مستور ہو تو کیا استبعاد ہے۔

حضرات اولیاء عارفین فرماتے ہیں کہ ممکنات موجود ہیں مگر ان کے وجود عارضی میں ان کا
عدم ذاتی مستور ہے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں ۔

بشناس کہ کائنات رود عدم اند مل و عدم الیستادہ ثابت قدم اند
ممکنات کا وجود کوئی حقیقی وجود نہیں محض ایک نمود ہے بود ہے۔

کل مافی الکوون و ہما و خیال او عکس فی المرایا و ظللال

اور برائے نام ہماری یہی ہماری نیتی کا آئینہ ہے جس میں سے قدم قدم پر عدم چمکتا ہوا اور
چمکتا ہوا نظر آتا ہے بخوان باب اعلیٰ۔ انسان جب بیمار ہوتا ہے تو اس وقت اس کو اپنی حیات
میں موت نظر آنے لگتی ہے اور یہ بیماری بمنزلہ آئینہ کے ہے جس میں سے انسان کو اپنی موت نظر
آتی ہے جہاں کوئی مجبوری اور لاچارگی پیش آئی تو اسی وقت اپنی قدرتِ عاقلہ کے پردہ میں سے

اپنا ذاتی عجز نظر آنے لگتا ہے اور جب کوئی دقیق اور غامض مسئلہ سامنے آتا ہے اور عقل اُس کے حل سے جواب دے نہیں پاتی ہے تو اس وقت اپنے علم حصولی حادثہ کے پردہ میں سے اپنا جہل ذاتی نظر آنے لگتا ہے۔

پس اگر اسی طرح کسی عالم ربانی اور عارف یزدانی اور چودھویں صدی کے ایک مودی سنوئی یعنی مولانا نوتوی کو اپنے نوری بصیرت سے حضرات انبیاء کی وفات اور مہات کے پردہ میں سے اُن کی حیات ذاتی نظر آتی ہو تو کیا استبعاد ہے۔

اذا لم تر الھلال نسلم لانا س راو کا با کا بصار
 موت اور حیات بیشک ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن ایک ضد کا دوسری ضد کے تحت
 میں مستور اور مغھوب ہونا بارگاہ انبیاء اور اولیاء میں مسلم ہے، عارف مدعی فرماتے ہیں۔
 و عدم ہستی بر اور چوں بود ضد اندر ضد کے کمتون شود
 اور مولانا نے روم نے فتویٰ میں شرح و بسط سے اس مسئلہ پر کلام فرمایا ہے یخروج الحق
 من المیت بدان الی آخرہ

ات لمبی ہو گئی۔ اس ناجار و ناہنجار کا تو یہ حال ہے کہ جب سلف صالحین اور علماء ربانین کی حیات طیبہ اور ان کی پاکیزہ زندگی کا خیال آتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری زندگی گافی بمنزہ موت کے ہے اور ہماری بیداری بمنزلہ خواب کے ہے یعنی ہماری یہ ناقص اور کمند حیات ہماری موت کی ساتر ہے اور ہماری اس برائے نام بیداری میں ہمارا خواب غفلت مستور ہے ہمارا حال تو یہ ہے

وَحَدَّثَنِي التَّبَوَاتُ أَنَّكَ مَا لَمْ فَقُلْتُ إِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْإِضَافَةَ
 اور عارف مدعی کا یہ شعر زبان پر آتا ہے۔

آزمودم مرگ من در زندگی است چوں رمزم زین زندگی پابندگی است
 اقتلونی اقتلونی یا ثقات ان فی قتلہ حیاتا فی حیات
 یا منیر الخدیار روح البقا اجتذب روحی وجذب بالبقا

امام قریلی حیات انبیاء کرام کے دلائل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

یحصل من جملته القطع بان موت
الانبياء انما هو راجع الى ان غيبوا
عنابحيث لا ندر كهم و ان كانوا موجودو
دين احياء ولا يراه احد من نوعنا الا
من خصه الله تعالى بكرامة من اوليائه
انتهى۔ كذا في شرح الموهب للزرقاني
۳۳؎ وكذا في ابناء الازميا بجياۃ
الانبياء للسيوطي ۱۹۹ ج ۲۔ از
مجموعۃ رسائل سيوطي۔
ان تمام دلائل سے امر کا علم یقینی اور قطعی حاصل ہو جاتا
ہے کہ انبیاء کرام کی موت کی حقیقت صرف
اس قدر ہے کہ وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ
کر دیے گئے کہ ہم ان کا ادراک اور احساس نہیں
کر سکتے اگرچہ وہ موجود اور زندہ ہیں اور ہماری
نوع کا کوئی فرد ان کو دیکھ نہیں سکتا الا یہ کہ اللہ
تعالیٰ اپنے کسی ولی کو بطور کرامت اور فرق
عادت بجاالت بیداری اپنے کسی نبی کی زیارت
سے مشرف فرمائے۔

اور علامہ سبیل اور علامہ سیوطی اور علامہ زرقانی اور حافظ ابن قیم کے نزدیک بھی یہی مختار
ہے کہ انبیاء کرام کی موت کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ کر دیے
گئے وہ بلاشبہ زندہ ہیں اگرچہ ہم اپنی آنکھوں سے ان کی حیات کا مشاہدہ نہیں کر سکتے جیسے
سونے والا زندہ ہوتا ہے مگر ہم کو اس کی حیات کا ادراک اور شعور نہیں ہوتا تمام حضرات
محدثین کا یہی مسلک ہے۔

اور امام بیہقی نے جزر حیات الانبیاء کے اخیر میں لکھا ہے کہ انبیاء کرام کی موت من
كل الوجوه موت نہیں بلکہ ان کی موت کی حقیقت صرف بیہوشی اور عدم احساس کا درجہ ہے۔
علامہ مناوی فیض القدیر ۹۱ ج ۵ میں فرماتے ہیں کہ موت کا اطلاق کبھی تعطل عن العمل
والادراک پر آتا ہے جیسا کہ حدیث میں بیدار ہونے کے بعد اُتُحَمَّدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اُحْیَا نَا بَعْدَ

۱۱۱؎ ہم بہت ہی دیکھ کر اس عبارت پر یہ ہے۔ فہم احياء عند ربنا كالشهداء فاذا نفخ في النفخة الاولى صعدوا
ثُمَّ لَا يَكُونُ ذَلَاکَ مَوْتًا فِی جَمِیعِ مَعَانِیْہِ الْکَلَامِ ذِہَابِ الْاِسْتِشَارَةِ مَرۡہُ

ماہنامہ قائد الفکر کا پڑھنا آیا ہے اس حدیث میں ایسا نام سے جگانا مراد ہے اور امانت سے
 سلام مراد ہے، موت کا اطلاق قوم پر کیا گیا ہے اور اس کی طرح شیخ ابن علان مکی نے شرح
 کتاب الاذکار میں لکھا ہے مگر یہ شرح کتاب الاذکار ہے
 اور علامہ زبیدی نے شرح تاج کو مستثنیٰ مراد موت ایمں موت کے معانی اور اطلاعات
 پر مفصل کلام کیا ہے حضرات اہل علم شرح تاج کو جس کی مراجعت فرمائیں یہ
 ایں سخن را نیست ہرگز اختتام ختم کن واللہ اعلم بالصواب

وَاذْكُرْنَ مَا يُكُنَّ فِيهِ رَفِ
 بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ
 وَالْحِكْمَةُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ
 لَوَظِيفًا خَبِيرًا ۝ ۴۹
 اے پیغمبر کہ گھر والو! اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا
 ہے کہ تم سے گنگل کو دور کرے اور تم کو خوب
 اچھی طرح سے پکھا دے اور جو اللہ کی آیتیں
 اور حکمت کا باتیں تمہارے گھروں میں تلاوت کی
 جاتی ہیں ان کو خوب یاد رکھو بیشک اللہ تعالیٰ سمجھنے والا اور خبردار ہے۔

قَوَائِدُ لَطَائِفِ

(۱) امہات المؤمنین کا عظیم الشان لقب انہیں ازواج کے ساتھ مخصوص ہے کہ جو آپ
 کی زوجیت میں رہیں باقی جن عورتوں سے آپ نے نکاح تو فرمایا لیکن عروسی اور مقاربت
 سے پیشتر ہی ان کو طلاق دیدی ان کے لئے یہ لقب استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) اور اسی وجہ سے کہ ازواجِ مطہرات - مؤمنین کی محترم مائیں قرار دی گئی ہیں آپ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی شخص کا ان سے نکاح کرنا ناجائز اور حرام
 قرار دیا گیا کما قال اللہ تعالیٰ

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ
 اللَّهِ وَلَا يَتَخَبَّوْا أَوْلَادَهُ مِنْ
 بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ
 عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا إِنَّ تَجَبُّدًا
 شَيْئًا أَنْ تَحْفَمُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ
 بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ ۵۰
 تمہارے لئے یہ ہرگز روا نہیں کہ تم رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی ایذا اور
 تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ کبھی بھی آپ کے
 بعد آپ کی بیبیوں سے نکاح کرو البتہ تحقیق اللہ کے
 نزدیک یہ بات بہت ہی بڑا گناہ ہے اگر تم اس
 قسم کی کوئی شے ظاہر یا دِل میں پوشیدہ رکھو تو
 جان کو تحقیق اللہ تعالیٰ ہر شے کو خوب جانتے والا ہے۔

مجھ کو اس لئے بھیجا ہے کہ اس کی گردن اُڑادوں اور اس کا تمام مال ضبط کر لوں
(زواہ عبد الرزاق وابن ابی شیبہ واحمد والحاکم البیہقی)
پس جبکہ جسمانی باپ کی منکوحہ کو نکاح میں لانا عقلاً شرعاً اور عرفاً بطریق تسبیح
اور مذموم ہے تو روحانی باپ یعنی پیغمبرِ روحی فدائے کی منکوحہ کو نکاح میں لانے کا تصور
کس درجہ قبیح اور مذموم ہوگا۔

چہاں یہ کہ اگر عورت دوسرے شوہر کے سامنے پہلے شوہر کے کچھ محاسن
اور مناقب ذکر کرے تو دوسرے شوہر کو طعناً گوار ہوتا ہے۔ اس لئے شریعت
اسلامیہ نے جسمانی اور روحانی باپ کی منکوحہ کو نکاح میں لانے کو سخت ممنوع
قرار دیا تاکہ اپنے جسمانی اور روحانی باپ سے قلب میں کوئی گدورت نہ آنے پائے
خصوصاً روحانی باپ یعنی پیغمبر سے گدورت تو کفر اور شقاوت کے مترادف ہے۔
پہنچ یہ کہ ازواجِ مطہرات نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہ کر
خصوصاً عورتوں کے متعلق خصوصی احکام اور مسائل معلوم کئے ہیں وہ لوگوں تک
بلاشبہ اور تردد کے پہنچ جائیں بالفرض اگر آپ کی وفات کے بعد دوسرے کی زوجیت
میں جائیں تو ازواجِ مطہرات کی روایت کے استناد اور وثاقت میں عامین کو
لب کشائی کا موقع مل جائے گا۔

(۳) آیت تطہیر صل ازواجِ مطہرات کے حق میں نازل ہوئی جیسا کہ آیت
کا سیاق و سباق اس کے لئے شاہِ عدل ہے جس کے لئے نہ کسی تاویل کی حاجت اور
نہ کسی توجیہ کی ضرورت اول سے آخر تک خطاب ازواجِ مطہرات کو ہے۔ لیکن آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور امام حسن اور حسین اور حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء
کو بھی اس حکم میں داخل فرمایا اور ان کو جمع کر کے یہ دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ هُوَ لَا يَهْدِ
بِئْتِي اَذْهَبَ عَنْهُمْ الزَّجْسَ وَطَهَّرْهُمْ تَطْهِيراً۔ اے اللہ یہ بھی میرے

اہل بیت ہیں ان سے بھی تو گندگی کو دور فرمایا اور ان کو پاک کر جس طرح آیہٴ مُسَجِّدٌ
 اُتِيسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ در اصل مسجد قبا کے بارے میں نازل
 ہوئی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی کو بھی اس حکم میں داخل فرمایا
 کیونکہ وہ بدرجہٴ اولیٰ اس کی مستحق ہے۔ اسی طرح آیہٴ تطہیر در اصل ازواج مطہرات کے
 بارے میں نازل ہوئی مگر چونکہ آپ کی آل و اولاد بدرجہٴ آخرم اس کی مستحق تھی۔ پس
 لئے آپ نے ان کو بھی اس میں شامل فرمایا باقی ازواج تو پہلے ہی سے اہل بیت میں
 داخل ہیں۔ ان کو عبا میں داخل کرنے کی ضرورت نہیں ان آیات کا نزول ہی ازواج
 مطہرات کے بارے میں ہوا آیات میں اول سے آخر تک تمام خطابات ازواج مطہرات
 ہی کو ہیں۔ بلکہ اصل مقصدناے لغت یہ ہے کہ ازواج اصالتاً داخل ہوں اور نہ
 تبعاً کیونکہ اہل بیت کے معنی لغت میں گھر والوں کے ہیں۔ اور گھر والوں کے مفہوم
 میں بیوی سب سے پہلے داخل ہے اور لفظ آل اصل میں اہل تھا اس لئے
 اس کا اصل مصداق بھی بیوی ہے۔

ازواج مطہرات کی تعداد اور ترتیب نکاح

آپ کی ازواج مطہرات گیارہ تھیں جن میں سے دو نے آپ کی حیات ہی
 میں انتقال کیا۔ ایک حضرت خدیجہؓ دوسری حضرت زینب بنت خزيمة
 اور نو بیبیاں حضور کی وفات کے وقت تھیں۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَزَوَّجْتُ شَيْئًا مِنْ نَسَائِي وَلَا تَزَوَّجْتُ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِي
 ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے نہ
 اپنا نہ اپنی کسی بیٹی کا اس وقت تک نکاح کیا
 کیا جب تک جبریل امین اللہ عزوجل کے پاس

الابو حنیفہ جاء فی بہ جبرئیل عن
سہابی عن رجل اخرجه عبد الملك
بن محمد التوسا بوری بسند ۵
سے وحی کے میرے پاس نہیں آگئے۔
اس روایت کو نبشاپوری نے اپنی مسند
سے ذکر کیا ہے۔

اُم المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المؤمنین خدیجہؓ بالاجماع آپ کی پہلی بیوی ہیں اور بالاجماع پہلی مسلمان ہیں
کوئی مرد اور کوئی عورت اسلام لانے میں آپ سے مقدم نہیں حضرت خدیجہ قبیلہ قریش
سے تھیں والد کا نام خویلد اور ماں کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ سلسلہ نسب قریش
تک اس طرح پہنچتا ہے۔ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی۔ قصی پر
پہنچکر آن حضرت صلتے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلسلہ نسب مل جاتا ہے۔ ۵
چونکہ حضرت خدیجہ جاہلیت کے رسم و رواج سے پاک تھیں اس لئے بعثت
نبوی سے پیشتر وہ طاہرہ کے نام سے مشہور تھیں۔

آپ کا پہلا نکاح ابو ہالہ بن زرارہ ثمیمی سے ہوا جن سے ہند اور ہالہ دو بیٹے
پیدا ہوئے۔ ہند اور ہالہ دونوں مشرت باسلام ہوئے دونوں صحابی ہیں۔
ہند بن ابی ہالہ نہایت فصیح و بلیغ تھے حلیہ نبوی کے متعلق مفصل روایت انہی
سے مروی ہے۔

ابو ہالہ کے انتقال کے بعد عقیق بن عائد مخزومی کے نکاح میں آئیں جن
سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا۔ ہند بھی اسلام لائیں اور صحابیت
کے مشرت سے مشرت ہوئیں۔ مگر ان سے کوئی روایت منقول نہیں۔ کچھ عرصہ

کے بعد فقیہ کا بھی انتقال ہو گیا اور حضرت خدیجہ مہربانہ کی بیوہ رہ گئیں۔ ۱۷

نقیضہ بنت نفیصہ سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ بڑی شریف اور مالدار عورت تھیں جب بیوہ ہو گئیں تو قریش کا ہر شریف آدمی ان سے نکاح کا متمنی تھا لیکن جب اس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ کا مال تجارت لے کر سفر میں گئے اور عظیم نفع کے ساتھ واپس ہوئے تو حضرت خدیجہ آپ کی طرف راغب ہوئیں اور مجھے آپ کا عندیہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ میں آپ سے آکر ملی اور کہا کہ آپ کو نکاح سے کیا چیز مانع ہے آپ نے فرمایا میرے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ میں نے کہا کہ اگر آپ اس منکر سے کفایت کئے جائیں اور مال اور جمال اور کفارت کی طرف آپ کو دعوت دی جائے یعنی پھر تو کوئی عذر نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا وہ کون ہے۔ میں نے کہا۔ خدیجہ آپ نے قبول کیا۔ ۱۸

اصل وجہ یہ ہے کہ جوں جوں زمانہ نبوت اور بعثت کا قریب ہوتا جاتا تھا اسی قدر آپ کی کرامتیں اور آپ کے ظہور کی بشارتیں ظاہر ہوتی جاتی تھیں کبھی علماء توریت اور انجیل کی زبان سے اور کبھی کاہنوں سے اور کبھی ہوائت اور نبی آوازوں سے توریت اور انجیل کا جو عالم آپ کو دیکھتا تھا یہی کہتا کہ یہی نو نہال اور نہی نوجوان وہ پیغمبر آخر الزماں ہونے والا ہے جس کی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے پیشین گوئی کی ہے۔

حضرت خدیجہ کو ان واقعات کا خوب علم تھا۔ ابھی اپنے غلام میرہ سے سفر شام کے واقعات اور رامب کا قصہ سن چکی تھیں پھر رامب کا قصہ اس سے پیشتر پیش آچکا تھا۔ ادھر ان کے چچا زاد بھائی ورتہ بن نوفل توریت و

انجیل کے زبردست عالم تھے۔ نبی آخر الزماں کے ظہور کے منتظر تھے۔ جن کا مفصل واقعہ بعثت نبوی کے بیان میں گزر چکا ہے۔ ان واقعات کی وجہ سے حضرت خدیجہ کے دل میں آپ سے نکاح کا شوق پیدا ہوا اور اسی اشار میں یہ واقعہ پیش آیا کہ جاہلیت کی ایک عید میں مکہ کی عورتیں جمع ہوئیں ان میں حضرت خدیجہ بھی تھیں دیکھتی کیا ہیں کہ یکا یک ایک شخص نمودار ہوا اور بار بار بلند یہ ندادی۔

انہ سیکون فی بلد کن نبی اے عورت تو تمہارے شہر میں مقرب
یقال لہ احمد فمن استطاع ایک نبی ظاہر ہو گا جس کا نام احمد ہو گا۔
منکن ان تكون زوجة له فلفعل جو عورت تم میں سے اس کی بیوی بن سکے
فحمبندہ الاخذیجة فاغضت تو وہ اس کو ضرور کر گزرے۔ سب عورتوں
علی قوله رواہ المداثنی عن نے اس ندادینے والے کے منکریزے ہائے
ابن عباس لہ مگر حضرت خدیجہ نے کوئی منکریزہ نہیں مارا بلکہ
سُنکر خاموش ہو گئیں۔

حضرت خدیجہ کا قلب پہلے ہی سے اس سعادت کے حصول میں متمناؤں اور آرزوں کا جولا نگاہ بنا ہوا تھا۔ مگر اس ہانت غیبی کی آواز نے اور آتش شوق کو بھڑکا دیا۔

ابن اسحق کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ کے غلام میرہ حبیب سفرِ شام سے واپس آئے اور تمام حالات اور واقعات اور نسطور راہب کی گفتگو بیان کی تو حضرت خدیجہ نے سُنکر یہ فرمایا: ان کان ما قال اللہ حقاً ما ذلک الا هذا۔ اگر اس یہودی کا بن کی بات سچی ہے تو پھر اس کا مصداق

آپ ہی ہیں لے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عید میں عورتوں کے جمع ہونے کا واقعہ میرہ کی واپسی سے پیشتر کا ہے۔ حضرت خدیجہ کا نام طاہرہ رکھا نہیں گیا بلکہ من جانب اللہ لوگوں سے ان کو طاہرہ کہلوا یا گیا تھا تاکہ ان کی طہارت و زاہت مشہور ہو جائے جس طرح کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امین کہلوا یا گیا۔ تاکہ آپ کی امانت اور دیانت مسلم ہو جائے اور کسی کو اس میں کلام کی گنجائش نہ رہے۔ ایسے ہی فقہ کے لئے کہا گیا ہے کہ زبان خلق کو تقارہ خدا سمجھو۔ چونکہ حضرت خدیجہ اپنے زمانہ کی مریم تھیں اس لئے حضرت مریم کی طرح ان کو بھی وَطْهَرَلِہٖ وَاَصْطَفَاہِ عَلٰی عَمَلِ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ سے خاص حصہ ملا اور طاہرہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ اب ظاہر ہے کہ ایسی طاہرہ اور مطہرہ خاتون کا میلان کسی طاہر اور مطہر ہی کی طرف ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بچ فرمایا اور اس سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے۔ الطَّیِّبَاتُ لِلطَّيْبِينَ وَالطَّيْبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ

سب کو معلوم ہے کہ نبوت و رسالت کوئی بادشاہت نہیں۔ دنیا کی عیش و عشرت سے اسے ذرہ برابر تعلق نہیں۔ درہم و دینار کی یہ مجال نہیں کہ پیغمبر کے گھر میں کوئی شب گزار سکے۔ اِلا یہ کہ کسی قرض خواہ کے انتظار میں ایک آدمی شب ٹھہر جائے اگر ماند شے ماند شے دیگر نمی ماند ہفتے اور مہینے گزر جائیں کہ دنیا میں چو لھانہ لگے۔ اور راتیں گزر جائیں کہ گھر میں چراغ روشن نہ ہو اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ مال و دولت عیش و عشرت زر اور زیور کی محبت عورتوں کی فطرت میں داخل ہے۔

مگر بایں ہمہ حضرت خدیجہ کا تمام اخراجات اور رساں کہ کو باوجود ان کی تمنا

اور آرزو کے چھوڑ کر آنحضرتؐ کی طرٹ مائل ہونا آپؐ کی لہارت اور نزاہت کی ردشن دلیل ہے اور اسی سے حضرت خدیجہؓ کے فہم اور فراست کا اندازہ ہو سکتا ہے پیغمبرؐ کی زوجت کی خواہش اور تمنا کرنا معمولی عقل کا کام نہیں۔ انتہائی دور بین اور دراندیش عقل اس تمنا پر آمادہ کر سکتی ہے۔ کیونکہ عقل بتلاتی ہے کہ پیغمبرؐ کی زوجیت میں جانے کے لئے یرشہ طہ ہے کہ دنیا سے ہاتھ دھوئے اور فقر و فاقہ کے لحاف اور بچھونے کو کھواب اور زربفت کے لحاف بچھونے سے زیادہ بہتر سمجھے۔ پیغمبرؐ کی زوجیت کی تمنا۔ فقر و فاقہ کی تمنا ہے اور مصائب و آلام کو دعوت دینا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ مرنے کے بعد میرا مال بقل الناس (سب سے زیادہ عاقل اور سمجھدار کو دیا جائے) تو مرنے کے بعد اس شخص کو دیا جائے کہ جو دنیا میں سب سے زائد زاہد ہو کذا فی تنبیہ المفسرین للشرانی ص ۵۵
اس لئے کہ سب سے زیادہ عاقل وہی ہے کہ جو فانی کو چھوڑ کر مانی کو اختیار کرے اس سے زیادہ کون احق ہوگا کہ جس نے آخرت کی لازوال نعمتوں کو دیکر ایک جیفہ اور مردار کو خرید لیا ہو
فَمَا رُبَّ بَحْتٍ تَجَارَتْهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ۔

حضرت خدیجہؓ نے یہ سب جان بوجہ کر اور خوب سوچ سمجھ کر اپنی طرٹ سے پیامؐ کی ابتداء کی۔ اور رؤسار مکہ کی آرزوں کو خاک میں ملا دیا۔ مہلا جس مبارک خاتون نے دنیا ہی کے ٹھکرانے کا غم باجرم کر لیا ہو تو وہ اپنا دنیا کو کہاں نظر میں لاسکتی ہے جب مال ہی سے کوئی علاقہ نہیں رہا تو پھر اس کے فرزندوں سے کیا علاقہ کسی شریف اور رئیس کی ثروت اس خاتون کو اپنی طرٹ کب مائل کر سکتی ہے کہ جو اپنی ہیئت کو خدا کی راہ میں ٹٹانے کے لئے تیار بیٹھی ہو۔

آپؐ نے اپنے شفیق چچا ابوطالب کے مشورہ سے اس پیامؐ کو قبول کیا حضرت خدیجہؓ کے والد غولید کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا لیکن ان کے چچا عمر بن اسد کھاج کے وقت زندہ

تھے وہ اس تقرب میں شریک ہوئے ۔

تاریخ معین پر ابوطالب موعیان خاندان کے جن میں حمزہ بھی تھے حضرت خدیجہ کے مکان پر آئے اور شادی کی رسم ادا ہوئی ابوطالب خطبہ نکاح پڑھا (جو ابتداء کتاب میں گزرنے کا ہے) اور پانسو درہم مہر مقرر ہوا ۔ ۱۵

نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال کی اور آں حضرت کی عمر ۲۵ سال تھی ۔

مجلس عقیدیں ورقہ بن نوفل بھی تھے ۔ ابوطالب جب خطبہ نکاح سے فارغ ہوئے نو ورقہ بن نوفل نے مختصر سی تقریر کی جو زرقانی میں مذکور ہے ۔ ۱۵ ولیمہ

بعض روایات میں مذکور ہے کہ ایجاب و قبول کے بعد حضرت خدیجہ نے ایک گائے ذبح کرائی اور کھانا پکوا کر مہمانوں کو کھلایا ۔ ۱۵

الحاصل

حضرت خدیجہ کی تنہا اور آرزو کا ابتدائی مرحلہ طے ہوا لیکن منزل مقصود (یعنی نبویؐ) ابھی دور ہے اور امید و بیم کی کشمکش اور انتظار کی بے چینی ہنوز بدستور ہے چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ حضرت خدیجہ کے پاس گئے ۔ حضرت خدیجہ دیکھتے ہی آپ کو لپٹ گئیں اور سینہ سے لگایا ۔ اور کہا

بابی راحی واللہ ما افعل ہذا نبیؐ میرے اہل باپ آپ پر فدا ہوں ۔ اس ولکھ ارجوان تکون انت النبیؐ فعل سے میری کوئی غرض نہیں ۔ مگر یہ

الذی ستبعث فان تکن ہوا فاعثر
حقی ومنزلتی وادع الالہ الذی
یبعثک لی قالت فقال لها واللہ
لئن کنت انا ہو قد اصططعت
عندی ما لا اضیعہ ابدا وان
یکن غیری فان الالہ الذی
تضعین ہذا الاجل لا یضیعک
ابدًا لہ
(باب ترویج النبی صلی اللہ علیہ
وسلم خدیجۃ وفضلہا)

مجھ کو یہ امید ہے کہ شاید آپ ہی وہ نبی ہو
جو مختصر یہ مبعوث ہونے والے میں ہیں۔ پس
اگر آپ ہی وہ نبی ہوتے تو نبوت کے بعد
میرے حق کو یاد رکھیں اور جو خدا آپ کو
نبوت سے سرفراز فرمائے اس سے میرے
لئے دعا فرمائیں آپ نے جواب دیا اگر وہ
نبی میں ہی ہوا تو جان لے کہ تو نے میرے
ساتھ وہ احسان کیا ہے کہ جس کو میں کبھی
نہیں بھول سکتا۔ اور اگر میرے سوا کوئی اور
ہوا تو سمجھ لے کہ جس خدا کے لئے تو یہ عمل کر
رہی ہے وہ کبھی تیرے عمل کو ضائع نہ کرے گا۔

ذہیر بن بکار راوی ہیں کہ حضرت خدیجہ بار بار ورقہ بن نوفل کے پاس جاتیں اور آپ
کے متعلق دریافت کرتیں ورقہ یہ جواب دیتے۔

ما اراہ الا نبی ہذہ الامۃ
الذی بشر بہ موسیٰ وعیسیٰ
میرا گمان یہ ہے کہ یہ وہی نبی ہیں کہ جس کی
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے نبوت کی
ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خدیجہ نے ورقہ سے جا کر آپ کا
حال بیان کیا تو ورقہ نے ایک قصیدہ کہا جس کے بعض اشعار یہ ہیں۔

ہذہ لہی خدیجۃ تاتیننی لا خبرھا
بأن احمد یا نبیہ فی خبرہ
وَمَا لَنَا بِخَفَى الْغَيْبِ مِنْ حَنْدِ
جبریل انک مبعوث الی البشر

لہ فتح الباری - ج ۱ : ص ۲۰۱

سہ ذی کا اشارہ دراصل خدیجہ کی طرف نہیں بلکہ اس شوق اور اشتیاق کی طرف ہے کہ جس نے
ان کو بچہ چھین کر رکھا ہے گویا کہ ان کا شوق اور اضطراب ایک محسوس شے ہے جس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے

یہ خدیجہ بار بار میرے پاس آتی ہے کہ میں اس کو خبر دوں اور مجھ کو غیب کی خبر نہیں کہ
جبریل آپ کے پاس اللہ کا پیام لیکر آئے گی کہ آپ لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں
فقلت علی الذی ترجین ینجزہ لکَ الْاَلْهَ فوجی الخیر انتظری
ورقہ کہتے ہیں میں نے خدیجہ کو جواب دیا کہ عجب نہیں کہ جس کی تو امید کرتی ہے اللہ اس
کو پورا کرے تو اللہ سے خیر کی امید لگائے رکھا اور اس کی خطرہ اصابت ترجمہ ورقہ بن نوفل
ورقہ کے یا شعلہ متدرک میں بھی مذکور ہیں حافظ ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے
ورقہ کے اور بھی قصائد ہیں جن سے ورقہ کے اشتیاق اور انتظار کا پتہ چلتا ہے

اولاد

انہیں کے بطن سے آپ کے چار صاحبزادیاں زینب - ورقہ - و ام کلثوم
و فاطمہ اور دو لڑکے پیدا ہوئے (جن کا مفصل بیان اولاد کے بیان میں آئے گا)

اولاد ذکر صغریٰ ہی میں انتقال کر گئی الیہ صاحبزادیاں بڑی ہوئیں اور
بیابا ہی گئیں۔

وفات

جب تک حضرت خدیجہ زندہ رہیں اس وقت تک آپ نے دوسرا عقد نہیں کیا
سلسلہ نبوی میں ہجرت سے تین سال پیشتر مکہ میں انتقال کیا۔ اور مجبوں میں من
ہوئیں آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود قبر میں اتارا نماز جنازہ اس وقت
تک مشروع نہیں ہوئی تھی پچیس سال آپ کی زوجیت میں رہیں پینیسٹھ سال کی
عمر میں انتقال کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِہٖ رَاجِعُونَ۔

۱۲۰ - ۱۲۵ : ج ۱ : ص ۲۲۶

۱۲۱ - ۱۲۶ : ج ۱ : ص ۲۲۶

فضائل و مناقب

۱۔ بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبریل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ خدیجہ آپ کے لئے کھانا لئے آ رہی ہیں جب آپ کے پاس آئیں تو ان کے پروردگار کی طرف سے اور پھر میری طرف سے ان کو سلام کہہ دیجئے اور ان کو جنت کے ایک محل کی بشارت دیدیجئے جو ایک ہی موتی کا بنا ہوا ہوگا۔ اور اس محل میں نہ کوئی شور و غل ہوگا اور نہ کسی قسم کی مشقت اور تکلیف ہوگی۔ یہ بخاری اور مسلم کی روایت تھی۔ سنائی کی روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ نے سن کر یہ جواب دیا۔

ان الله هو السلام على جبريل
السلام عليك يا رسول الله
السلام ورحمة الله وبركاته
وخدا ابن السني من وجه
آخر وعلى من سمع السلام
والا الشيطان .

تحقیق اللہ تعالیٰ تو خود ہی قدوس اور سلام
ہیں یعنی اللہ پر کیا سلام بھیجا جائے البتہ
اے جبریل آپ پر سلام ہوا اور یا رسول اللہ
آپ پر بھی اللہ کا سلام ہوا اور اس کی رحمتیں
اور برکتیں آپ پر نازل ہوں (کہ جن کے
فضیل میں مجھ پر یہ رحمتیں اور برکتیں نازل
ہو رہی ہیں۔ ابن سنی کی روایت میں اس قدر اور
اضافہ ہے کہ اس پر بھی سلام ہو جو اس کو سن رہا
ہو سوائے شیطان کے۔

۲۔ طلبہ حدیث اگر اس حدیث کے لطائف و معارف معلوم کرنا چاہیں تو فتح الباری
(باب تزج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجہ وفضلہا) اور زرقانی تشریح لکھنے کی

مراجعت کریں۔ چونکہ ان لطافت و معارف کا تعلق عربیت اور بلاغت سے ہے اس لئے ان کو چھوڑ دیا گیا۔

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہؑ کا کسی کو سلام پہلا کر بھیجنا یہ وہ فضیلت اور منقبت ہے کہ جس میں حضرت خدیجہ کا کوئی شریک اور ہم نہیں ۲۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عورتوں میں سب افضل یہ تین عورتیں ہیں حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ۔ لیکن اس میں اختلافات ہے کہ ان تین میں کون افضل ہے۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی ایک مرفوع روایت سے یہ اشکال حل ہو جاتا ہے۔

وہ روایت یہ ہے :

سیدۃ النساء العلمین مریم
ثم فاطمة ثم خدیجة
ثم آسیة قال وهذا حدیث
حسن یرفع الاشکال
تمام عالم کی عورتوں کی سردار مریم ہیں
پھر فاطمہ اور پھر خدیجہ اور پھر آسیہ۔
امراۃ فرعون ابن عبد البر کہتے ہیں۔ یہ حدیث
حسن ہے جس سے اشکال اٹھ جاتا ہے۔
تفصیل اگر درکار ہو تو زرقانی بشرح مراد ہے اور فتح الباری اور تفسیر
روح المعانی کی مراجعت کریں۔

ام المؤمنین سودة بنت زمعة رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ کے انتقال کے کچھ ہی روز بعد حضرت سودةؓ آپ کے نکاح میں آئیں

۱۔ زرقانی - ج : ۲ - ص : ۲۷۳

۲۔ سورۃ آل عمران کی اس آیت یا مزیّنم ان الله اصطفاك و طهرك و اصطفاك
على النساء العالمین کے تحت میں تفسیر روح المعانی کی مراجعت کریں۔

یہ بھی مشران قریش میں سے تھیں انکا سلسلہ نسب یہ ہے۔ سلسلہ نسب سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن جحل بن عامر بن لوی۔ سیرۃ بن ہشام وعیون الاثر)

لوی بن غالب پر پہنچکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلسلہ نسب ملجاتا ہے والدہ کا نام شمس بنت قیس بن عمرو بن زید انصاریہ ہے انصار میں سے قبیلہ بنی النخاع کی تھیں۔ ابتداء نبوت میں مشرف باسلام ہوئیں پہلا نکاح ان کے چچا زاد بھائی سرکان بن عمر سے ہوا صحابہ نے جب دوسری بار صغہ کی طرف ہجرت کی تو سودہ اور سرکان بھی ان مہاجرین میں تھے جب مکہ واپس ہوئے تو راستہ میں سرکان کا انتقال ہو گیا۔ ایک بیٹا عبد الرحمن نامی یادگار چھوٹا عبد الرحمن مشرف باسلام ہوئے اور جنگ جلولہ میں شہید ہوئے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ کے انتقال سے نہایت غمگین اور پریشان تھے۔ ایک دن خولہ بنت حکیم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو خدیجہ کے نہ ہونے سے پریشان دکھیتی ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں بال بچوں کی پرورش اور گھر کا انتظام سب اسی سے تھا۔ خولہ نے کہا کیا میں آپ کے لئے کہیں پیام نہ دوں آپ نے فرمایا مناسب ہے اور عورتیں ہی اس کام کے لئے زیادہ موزوں ہیں آپ نے فرمایا کس جگہ پیام دینے کا خیال ہے خولہ نے کہا اگر کنواری سے نکاح کرنا چاہیں تو آپ کے نزدیک تمام مخلوق میں جو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کی بیٹی عائشہ سے نکاح فرمائیں اور اگر بیوہ سے چاہیں تو سودہ بنت زمعہ موجود ہے جو آپ پر ایمان لائی اور آپ کا اتباع کیا۔ آپ نے فرمایا دونوں جگہ پیام دیدو۔ خولہ اول سودہ کے پاس گئیں۔ اور کہا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارا پیام دیکر بھیجا ہے۔ سودہ نے کہا مجھ کو کوئی مند

نہیں مگر میرے باپ سے اس کا ذکر کر لو۔ اور جاہلیت کے طریقہ پر ان کو سلام کرنا غلط کہتی ہیں کہ میں ان کے باپ کے پاس پہنچی اور جاہلیت کے طریقہ پر اَنَصَّ صَبَاحًا کہا پوچھا کون ہے۔ میں نے کہا غلط ہوں۔ آپ نے مرجا کہہ کر دریافت کیا کہ کیسے آنا ہوا میں نے کہا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کا آپ کی بیٹی سے پیام لے سکا آئی ہوں۔ آپ نے منکر کہا ہاں بیشک وہ شریف کفو ہیں۔ لیکن معلوم نہیں کہ سودہ کی کیا رائے ہے میں نے کہا وہ بھی آمادہ ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ان حضرت شریف لے گئے اور نکاح پڑھا گیا۔

حضرت سودہ کے بھائی عبداللہ بن زمرہ کو جو اس وقت تک مشرک باسلام نہ ہوئے تھے جب ان کو اس کا علم ہوا تو سر پر خاک ڈال لی جب شریف باسلام ہوئے تو اپنی اس حرکت پر بہت نادام ہوئے اور جب کبھی اس کا خیال آجاتا تو یہ کہتے کہ میں اس روز بڑا ہی نادان تھا کہ جس روز میں اپنے سر پر اس دہ سے خاک ڈالی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری بہن سے نکاح فرمایا۔ اس حدیث کو امام احمد نے سند حید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ سند اس کی حسن ہے۔ ۱۵

چونکہ حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کا نکاح قریب قریب ہی ہوا ہے اس لئے علماء میں اختلاف ہے کہ کون سا نکاح پہلے ہوا صحیح اور راجح قول یہی ہے کہ حضرت سودہ کا نکاح پہلے ہوا اور چار سو درہم مہر قرار پایا ۱۶

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سودہ کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت سودہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو اپنی زوجیت میں رہنے دیجئے میری تمنا یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ کو آپ کی ازواج میں اُٹھائے اور چونکہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں اس لئے اپنی باری حضرت عائشہ کو مہر کئے دیتی ہوں آپ

نے اس کو منظور فرمایا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے طلاق دیدی تھی۔ بعد میں رجوع فرمایا۔ واللہ اعلم ۱۵

شکل و صورت

حضرت سودہ کا قد لائے اور بدن بھاری تھا۔ مزاج میں ظرافت تھی کبھی کبھی آنحضرت کو ہنساتی۔ ماہ ذی الحجۃ ۲۳ھ میں مدینہ منورہ میں حضرت عمر کے اخیر زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ رواہ البیہقی فی تاریخہ بند صحیح۔
بعض کہتے ہیں کہ ۵۴ھ میں وفات پائی۔ واقدی نے اسی کو راجع قرار دیا ہے
واللہ اعلم ۱۶

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا و بیہ

حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق کی صاحبہ دی ہیں والدہ ماجدہ کا نام زینب اور ام رومان کنیت تھی۔ حضرت عائشہ کے خود کوئی اولاد نہیں ہوئی لیکن اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے نام سے ام عبداللہ اپنی کنیت رکھی حضرت سودہ کے بعد یا متصل ماہ شوال ۳۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نسح فرمایا خولہ بنت حکیم نے آپ کی طرف سے جا کر پیام دیا کہ جیسا کہ پہلے گذرا ابوبکر صدیق نے کہا کہ طعم بن عدی نے اپنے بیٹے جبر سے عائشہ کا پیام دیا تھا جسکو میں نے منع کر دیا تھا اور خدا کی قسم ابوبکر نے کبھی کوئی وعدہ خلافی نہیں کی۔
وعدا قط

۱۵ الاصابہ ج ۴ ص ۲۸۱ ۱۶ الاصابہ ج ۲ ص ۳۲۹ ۱۷ الاصابہ ج ۲ ص ۳۲۹ ۱۸ الاصابہ ج ۲ ص ۳۲۹
اسلام لائیں اور آنحضرت کے دست مبارک پر بیعت کی اور جب صدیق اکبر ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو تمام رومان عبداللہ بن ابی بکر کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ مکین مشہور قول یہ ہے کہ ۳۱ھ میں وفات پائی اور آنحضرت انکی نعش کو اتارنے کے بعد قبریں آریہ اور ام رومان کینے دعا حضرت کا تفضیل کیلئے الاصابہ ج ۲ ص ۳۲۹

ابوبکر صدیقؓ یہ کہہ کر سیدھے مطعم کے گھر پہنچے اور مطعم سے مخاطب ہو کر کہا کہ نکاح کے متعلق کیا خیال ہے مطعم کی بیوی بھی سامنے تھی مطعم نے بیوی سے مخاطب ہو کر کہا تمہاری کیا رائے ہے مطعم کی بیوی نے ابوبکر سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے یہاں نکاح کرنے سے مجھ کو قوی اندیشہ ہے کہ کہیں میرا بچہ صبا بی بی دین نہ ہو جائے اور اپنا آبائی دین چھوڑ کر تمہارے دین میں نہ داخل ہو جائے۔ ابوبکر صدیقؓ مطعم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے مطعم تم کیا کہتے ہو مطعم نے کہا میری بیوی نے مجھ کو کہا وہ آپ نے سُن لیا۔ جس عنوان سے مطعم اور اس کی بیوی نے متفقہ طور پر انکار کیا ابوبکر اس کو سمجھ گئے اور یحسوس کر لیا کہ وعدہ کی ذمہ داری اب مجھ پر باقی نہیں رہی۔ ابوبکر وہاں سے اٹھ کر گھر آئے اور غولہ سے کہہ دیا کہ مجھ کو منظور ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت چاہیں تشریف لے آئیں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے اور مکمل چٹھا گیا۔ چار سو درہم مہر مقرر ہوا۔

ہجرت سے تین سال قبل ماہ شوال سنہ نبوی میں نکاح ہوا آپ کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی ہجرت کے سات اٹھ مہینہ بعد شوال ہی کے مہینہ میں رخصتی اور عروسی کی رسم ادا ہوئی اس وقت آپ کی عمر نو سال اور کچھ ماہ کی تھی۔ ۹ سال آں حضرت کی زوجیت میں رہیں جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۸ سال کی تھی اڑتالیس سال آپ کے بعد زندہ رہیں۔ اور ستر سال میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور وصیت کے مطابق دیگر ازواج مطہرات کے پہلو میں رات کے وقت بتحی میں دفن ہوئیں۔

وفات کے وقت ۶۶ سال کی عمر تھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ قاسم بن محمد۔ اور عبداللہ بن عبدالرحمن اور عبداللہ بن ابی عقیق اور حضرت زبیر کے دونوں صاحبزادے عروہ اور عبداللہ ان لوگوں نے آپ کو

قریں آثار۔ ۵

ابوسعید خدریؓ کی روایت قریب میں گور چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے کسی عورت سے اس وقت تک نکاح نہیں کیا جب تک جبریل امین اللہ فروجل کی طرف سے وحی لیکر نہ آگئے ہوں چنانچہ عائشہ صدیقہؓ کے نکاح میں بھی یہی صورت ہوئی۔ جامع ترمذی میں بعد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل میرے پاس آئے اور یہ کہا کہ اللہ فروجل نے آپؐ کا نکاح ابوبکرؓ کی بیٹی سے کر دیا اور جبریل کے ساتھ عائشہ کی ایک تصویر بھی تھی جو مجھ کو دکھائی اور کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں یہ مضمون صحیحین کی روایتوں میں بھی آیا ہے۔ ۵

حضرت عائشہ اپنے باپ ابوبکرؓ کی بیٹی تھیں۔ باپ کے منہم و فراست اور مقام صدیقیت سے خاص حصہ پایا تھا۔ ام رومان آپ کی والدہ تھیں جن کی نسبت اس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص حرمین کو دیکھنا چاہے وہ ام رومان کو دیکھ لے کما رواہ البخاری فی تاریخہ ۵

۵ زرقانی - ج ۳، ص ۲۲۹ - ۲۳۶

۵ زرقانی - ج ۳، ص ۲۳۲

یہ عالم انبیا کا واقعہ ہے اس سے عالم شہادت میں جواز تصویر پر استدلال کرنا سخت غلطی ہے۔ احادیث متواتر سے تصویر کی ممانعت اور اس کے بنانے والے پر لعنت روز روشن کی طرح ثابت ہے جو شخص حرام سمجھ کر اس معصیت کا ارتکاب کرے وہ گنہگار ہے اور جو شخص تصویر کو حلال جانے اس پر کفر کا اندیشہ ہے وقال اللہ تبارک و تعالیٰ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ - الایۃ ۵ زرقانی - ج ۳، ص ۲۲۹ -

اس لئے خداوند ذوالجلال کی مشیت اور عنایت اس کی داعی ہوئی کہ اپنے پیغمبر کے بارگاہ اور محب جاں نثار کی دختر نیک اختر کو رادکین ہی سے پیغمبر کی زوجیت اور تربیت میں دیدیا جائے کیونکہ لوح قلب ہنوز مابطل پاک اور صاف ہے کوئی باطل نقش ابھی تک اس پر نہیں کھینچا گیا خود کا زمانہ تو معصومیت کا زمانہ ہے ماں باپ کی طرف سے بھی کسی نقل باطل کا امکان نظر نہیں آتا۔ باپ تو صدیق ہے۔ شک ملائک ہے۔ اللہ جل جلالہ کی دائمی معیت اس کو حاصل ہے۔ مان ہے کہ وہ حور عین کا نمونہ ہے ایسی ایسی صاف و شفاف لوح پر۔ علم نبوت کا جو بھی نقش ہوگا وہ ایسا محکم اور پایدار ہوگا کہ کبھی نہ مٹ سکے گا۔ چنانچہ ۹ سال کی مدت میں ایسا وسیع اور عمیق علم حاصل ہوا کہ آپ کی وفات کے بعد اکابر صحابہ کو جب کوئی اشکال پیش آتا تو حضرت عائشہ کی طرف رجوع کرتے۔ عہد صحابہ میں حضرت عائشہ کا علم اور تفقہ اور تاریخ دانی مسلم تھی۔ یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ احکام شریعیہ کا چوتھا حصہ حضرت عائشہ سے منقول ہے۔

ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کو جب کسی مسئلہ میں کوئی اشکال پیش آتا تو حضرت عائشہ سے دریافت کرتے آپ کے یہاں ضرور اس کے متعلق کوئی علم دستیاب ہوتا۔ (رواہ الترمذی و صحیحہ)

علم

زہریؒ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عائشہ کے علم کا تمام اہیات المؤمنین اور تمام عورتوں کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم سب سے بڑھا رہے گا۔ اصحابہ ترجمہ عائشہ صدیقہؓ

فضاحت و بلاغت کا یہ عالم تھا کہ حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی خلیفہ کو حضرت عائشہ سے زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھا (رواہ الطبرانی)

عرب کی تاریخ اور واقعات ازبر تھے۔ اشعار بجزت زبانی یاد تھے۔ جب کوئی بات پیش آتی تو کوئی شعر ضرور سنادیتیں۔
کنارواہ ابو الزناد وغیرہ ۱۵

زہد

یہ تو علم کا نمونہ تھا اب ایک واقعہ زہد کا بھی سن لیجئے کیونکہ تمام فضائل و کمالات کا سرچشمہ وہی چیزیں ہیں ایک علم اور دوسرا زہد یعنی دنیا سے بے تعلقی جس طرح دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اسی طرح زہد تمام نیکیوں اور بھلائیوں کی جڑ ہے اَللّٰهُمَّ هِدْنَا فِي الدُّنْيَا وَرَ عِبْنًا فِي الْآخِرَةِ
اٰمَنِينَ يَا اَرْبَ الْعٰلَمِيْنَ وہ واقعہ یہ ہے۔

ام درہ حضرت عائشہ کے پاس آتی جاتی تھیں۔ ام درہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیر نے دو بورلیوں میں روپے بھر کر حضرت عائشہ کے پاس بھیجا جو تقریباً ایک لاکھ اسی ہزار درہم تھے حضرت عائشہ اسی وقت ان کو تقسیم کرنے کے لئے بیٹھ گئیں۔ جب شام ہوئی تو ایک درہم بھی باقی نہ تھا روزے سے تھیں جب شام ہوئی تو خادمہ سے انطاری منگائی خادمہ نے ٹٹی اور زیتون کا تیل لاکر رکھ دیا ام درہ نے کہا اگر آپ ایک درہم کا گوشت منگالیتیں تو اچھا ہوتا۔ عائشہ صدیقہ نے فرمایا اگر یاد دلائی تو منگالیتی۔

عردہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ عائشہ صدیقہ ستر ستر ہزار درہم تقسیم کر دیتی تھیں اور گرتی میں پیوند لگا ہوا تھا۔ ۱۵

انہی فضائل و کمالات کی بنا پر ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حضرت عائشہ سے محبت رکھتے تھے۔ اگر محض بارہ ہونے کی وجہ سے محبت

ہوتی تو حضرت خدیجہؓ کو کبھل جاتے۔ مگر آپؐ کا حال یہ تھا کہ ہمیشہ حضرت خدیجہؓ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اور جب کبھی کوئی جائز فرما دیتے تو حضرت خدیجہؓ کی منشیہ عورتوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کے پاس ہدیہ گوشت بھیجتے۔ جب تک وہ زندہ رہیں کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا۔ اور حضرت کے ہوتے ہوئے آپؐ نے اٹھ نکاح فرمائے۔ اور سب بیواؤں سے معاذ اللہ اگر کوئی نسانی خواہش ہوتی تو ایک بیوہ سے بھی نکاح نہ فرماتے۔ نیز حضرت ام سلمہؓ اور حضرت صفیہؓ جن وصال میں حضرت عائشہؓ سے کہیں بڑھ کر تھیں متعدد نکاح کرنے سے آپؐ کا مقصد صرف دین کی تسلیم تھا۔ کہ جو مسائل اور احکام عورتوں سے متعلق ہیں وہ ازواجِ مطہرات کے توسط سے امت کی عورتوں تک پہنچ جائیں۔ ازواجِ مطہرات کیا تھیں حقیقت میں مدرسۃ النساء کی طالبات تھیں مسجد نبویؐ میں مردوں کو تسلیم دی جاتی تھی۔ اور گھر میں ازواجِ مطہرات کو کیونکہ یہی ازواجِ مطہرات آئندہ چل کر امت کی عورتوں کی عملات بننے والی ہیں، ہر بیوی نے اپنی اپنی استعداد کے موافق علم حاصل کیا مگر عائشہ صدیقہ علم و فضل میں سب عورتوں سے سبقت لے گئیں۔ وَذَٰلِكَ فَضَّلُ اللَّهُ يُوسُفَ مِنْ تِلْكَ۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراءؓ اور ام المومنین خدیجہؓ کے بعد نما عورتوں میں عائشہ صدیقہ سب سے افضل اور برتر مانی گئیں۔

خلاصہ کلام

یہ کہ حق جل و علی نے اول یہ محاسن اور کمالات عائشہ صدیقہ کی فطرت و تربیت رکھے اور پھر اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ اس کو اپنی زوجیت میں لیں تاکہ آپؐ کی صحبت اور تربیت سے وہ فطری کمالات ظہور میں آئیں اور ان کے علم و فضل سے دنیا استفادہ کرے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اکابر صحابہ آپؐ سے مستفید ہوئے۔

فاروق اعظم اور عبداللہ بن عمر اور ابو ہریرہ اور ابو موسیٰ اشعری اور عبداللہ بن

جاس وغیرہم نے آپ سے روایت کی ہے اکابر تابعین سعید بن مسیب - عمرو بن مہیون
علقمہ بن قیس مسروق - عبداللہ بن عکیم اسود بن یزید ابوسلمہ بن عبدالرحمن وغیرہم نے
آپ کی شاکردی کی۔

کیا ان حالات اور واقعات کے بعد بھی کسی طاعن اور معترض کے لئے یہ کہنے کی
گنجائش ہے کہ معاذ اللہ یہ نکاح کسی نسانی خواہش سے کیا گیا۔ خواہش نسانی
نہیں بلکہ حکم ربانی اور وحی آسمانی سے کیا گیا۔

فضائل و مناقب

۱۔ حضرت عائشہ راوی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا اے عائشہ یہ جبریل ہیں تم کو سلام کہتے ہیں میں نے کہا وعلیہ السلام
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ دیکھتے ہیں اور میں نہیں دیکھتی۔

۲۔ ابو موسیٰ اشعری راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا مردوں میں سے بہت لوگ کمال کو پہنچے مگر عورتوں میں سے سوائے
مریم بنت عمران۔ اور آسیہ زوجہ فرعون کے کوئی عورت کمال کو نہیں پہنچی اور
عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے۔ جیسا کہ تریقہ کی فضیلت تمام کہانوں
پر ان دونوں حدیثوں کو امام بخاری نے کتاب المناقب باب فضل عائشہ میں ذکر
کیا ہے۔

۳۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ چند خصلتیں مجھ کو من جانب اللہ عطا کی
گئیں۔ سوائے حضرت مریم کے اور کسی عورت کو نہیں عطا کی گئیں اور خدا کی قسم
میں بطور فخر نہیں کہتی یعنی اللہ کی نعمت کو بیان اور ظاہر کرنا مقصود ہے
وہ خصلتیں یہ ہیں۔

(۱) میرے سوا کسی باکرہ سے نکاح نہیں فرمانا۔

(۲) نکاح سے پیشتر فوشہ میری تصویر لیکر نازل ہوا اور آپ کو دکھا کر کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں اللہ کا حکم ہے کہ آپ ان سے نکاح کریں۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ مجھ سے محبت فرماتے تھے۔

(۴) اور جو شخص آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھا میں اس کی بیٹی ہوں۔

(۵) آسمان سے میری برأت میں متعدد آیتیں نازل ہوئیں اور میں طیبہ اور پاکیزہ پیدا کی گئی اور طیب اور پاکیزہ کے پاس ہوں اور اللہ نے مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا۔

(۶) میں نے جبریل کو دیکھا میرے سوا آپ کی ازواج میں سے کسی نے جبریل کو نہیں دیکھا۔

(۷) جبریل آپ پر وحی لے کر آتے تھے اور میں آپ کے پاس رک لگان میں ہوتی تھی۔ میرے سوا اور کہیں اس طرح وحی نازل نہیں ہوئی۔

(۸) میری باری کے دو دن اور دو رات تھے اور باقی ازواج کی باری ایک دن اور ایک رات تھی۔ ایک دن اور ایک رات تو خود حضرت عائشہ کی باری کا تھا ہی اور دوسرا دن حضرت سودہ کی باری کا تھا جراحوں نے سن رسیدہ ہو جانے کی وجہ سے حضرت عائشہ کو مہبہ کر دیا تھا۔

(۹) انتقال کے وقت آپ کا سر مبارک میری گردن میں تھا۔

(۱۰) وفات کے بعد میرے حجرے میں مدفون ہوئے۔

رواہ ابو یعلیٰ والبرزاز باختصار و فیہ بحالہ و ہو حسن الحدیث و بقیۃ رجالہ رجال الصیح - ۱۵

اُمّ المؤمنین حفصہ بنت رقیؓ عظمیٰ رضی اللہ عنہا و عنہا

حضرت حفصہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ والدہ کا نام زینب بنت مطلقہ رضی اللہ عنہا ہے۔ حضرت حفصہ بنت عمرؓ سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ جس وقت قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سہمیؓ کے ساتھ ہوا اپنے شوہر خنیس کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آئیں۔ غزوہ بدر کے بعد خنیسؓ کا انتقال ہو گیا۔ ۱۷

جب حضرت حفصہ بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان غنیؓ سے ملکر کہا کہ اگر آپ چاہیں تو حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں۔ حضرت عثمان نے کہا سوچ کر جواب دوں گا۔ اس کے بعد پھر ملاقات ہوئی حضرت عثمان نے عذر کر دیا۔ کہ میرا ارادہ نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابوبکرؓ سے ملا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں۔ ابوبکر صدیقؓ سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ جس سے مجھ کو ملاں ہوا۔ تین چار ہی دن گزرے ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے پیام دیا۔ میں نے حفصہ کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اس کے بعد ابوبکر صدیقؓ سے ملنا ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے عمرؓ شاید تم مجھ سے رنجیدہ ہو میں نے اس لئے جواب نہیں دیا تھا کہ مجھ کو یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ علیہ وآلہ وسلم کا خود پیام دینے کا خیال ہے اس لئے سکوت کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز کو ظاہر کرنا مناسب نہ ہوگا۔ اگر آپ حضرت حفصہ

سے نکاح نہ کرتے تو میں ضرور قبول کر لیتا مشہور اور راجح قول یہ ہے کہ ۳۳ھ میں آپؐ نے حفصہؓ سے نکاح فرمایا۔ ۱۷

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دیدی جبڑل علیہ السلام وحی لیکر نازل ہوئے۔

ارجع حفصہ فانھا صوامۃ ۱۸ حفصہ سے رجوع کر لیجئے وہ بڑی قوامۃ و انھا زوجتک فی الجنۃ ۱۹ روزہ رکھنے والی اور عبادت گزار عورت ہے اور جنت میں آپ کی بیوی ہے۔

آپؐ نے رجوع فرمایا۔ (اخر جابر بن سعد و الطبرانی برجال الصبح من مرسل قیس بن سعد) ۱۷

شعبان ۵۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی حضرت معاویہ کا زمانہ خلافت تھا مردان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی وفات کے وقت ساٹھ سال کی عمر تھی۔ تاریخ وفات میں اختلاف ہے مشہور قول کو لے لیا ہے تفصیل کیلئے ترجمہ حفصہؓ کی مراجعت کریں ۱۷

ام المؤمنین زینب بنت خنیسہ ملقبہ بام الماسکین رضی اللہ عنہا

زینب آپؐ کا نام تھا چونکہ آپؐ بہت سخی اور نیا ض تھیں اس لئے ایام جاہلیت ہی سے ام الماسکین کہہ کر پکاری جاتی تھیں باپ کا نام خرمیہ بن اسحارث ہلالی تھا۔ پہلا نکاح عبداللہ بن جحشؓ سے ہوا ۳۳ھ میں عبداللہ بن

حق غزوہٴ احد میں غہر ہوئے۔ عدت گزارنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح فرمایا پانسو درہم مہر مقرر ہوا نکاح کے دو تین ہی مہینے گزرے تھے کہ انتقال ہو گیا۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں انتقال کے وقت ۳۰ سال کی عمر تھی۔ ۱۷

ام المؤمنین ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا

ام سلمہ آپ کی کنیت تھی۔ ہند آپ کا نام تھا ابوامیہ قرشی مخزومی کی بیٹی تھیں ماں کا نام مانکہ بنت عامر بن ربیعہ تھا۔ پہلا نکاح اپنے چچا زاد بھائی ابوسلمہ بن عبد اللہ مخزومی سے ہوا انہی کے ساتھ مشرن باسلام ہوئیں اور انہی کے ساتھ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر وہاں سے مکہ واپس آکر مدینہ کی طرف ہجرت کی (جس کا مفصل قصہ ہجرت کے بیان میں گزر چکا)

ابوسلمہ غزوہٴ بدر اور غزوہٴ احد میں شریک ہوئے غزوہٴ احد میں بازو پر ایک زخم آیا ایک مہینہ تک اس کا علاج کرتے رہے زخم اچھا ہو گیا۔ غزوہٴ محرم الاحرام ۳ھ ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسلمہ کو ایک مہربہ کا امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ ۲۹ روز کے بعد واپس ہوئے واپسی کے بعد وہ زخم بھر صباری ہو گیا۔ اسی زخم سے ۸ جمادی الآخری ۳۳ھ میں انتقال کیا۔ ۱۸

ام سلمہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے شوہر ابوسلمہ گھر میں آئے اور کہا کہ آج میں رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث سنا آیا ہوں جو میرے نزدیک دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہے وہ یہ کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے اور

۱۷ زرقاتی - ج : ۳ - ص ۲۴۹ عیون الاثر ج : ۲، ص ۳۰۳

۱۸ عیون الاثر - ج : ۲ - ص ۳۰۴

وہ انا شہ پڑھے اور اس کے بعد یہ دُعا مانگے ۔

اللّٰهُمَّ عِنْدَكَ احْتَسِبُ اے اللہ میں تجھ سے اپنی اس مصیبت
مصیبتی ہنؤۃ اللّٰهُمَّ میں اُجڑی امید رکھتا ہوں اے اللہ تو مجھ
اخلفنی فیہا بخیر عنہا کو اس کا نعم البدل عطا فرما ۔
تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو اس سے بہتر عطا فرمائے گا (رواہ سلم والترمذی وابوداؤد
والنسائی)

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ابوسلمہ کے انتقال کے بعد یہ حدیث مجھ کو یاد آئی جب
دعا پڑھنے کا ارادہ کیا تو یہ خیال آیا کہ مجھ کو ابوسلمہ سے بہتر کون ملے گا۔ مگر چونکہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد تھا اس لئے پڑھ لیا چنانچہ اس کا
یہ ثمرہ ظاہر کہ عدت گزرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے نکاح کا
پیام دیا جن سے دنیا میں کوئی بھی بہتر نہیں ملے
اُس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نکاح کا پیام دیا تو ام سلمہ نے
چند عذر پیش کئے :

(۱) میرا سن زیادہ ہے

(۲) میں عیالدار ہوں قیمتی بچے میرے ساتھ ہیں ۔

(۳) میں بہت غیور ہوں (مبادا آپ کو میری وجہ سے کوئی ناگواری پیش

آئے) آپ نے یہ جواب دیا ۔ میرا سن تم سے زیادہ ہے اور تمہاری عیال اللہ
اور اس کے رسول کی عیال ہیں ۔ اور میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ غیرت (یعنی

۱۵ الاصابہ - ج : ۲ ، ص : ۳۳۵ ۱۶ عیون الاثر - ج : ۲ ، ص : ۳۰۴

۱۷ یہ عین التوسین عبارت زرقانی کی ایک روایت سے اضافہ کی گئی ہے زرقانی ص ۲۳ ج ۳

وہ نازک نراجمی اور نیک کامادہ جس کا تم کو اندیشہ ہے تم سے جاتی رہی چنانچہ آپؐ نے دُعا فرمائی اور ویسا ہی ہوا۔ عیون الاثر ص ۲۵۳ ترجمہ ہند بنت ابی امیہ
 ماہ شوال ۱۰۰ھ میں آپؐ سے نکاح ہوا تو شوال کا آخر تھا کچھ راتیں باقی
 تھیں مسند بنی از میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے مہر میں کچھ سامان بھی دیا جو کفایت دس درہم تھی۔
 ابن اسحق راوی ہیں کہ ایک بستر بھی راجس میں بجائے روئی کے کھجور کی چال
 بھری ہوئی تھی اور ایک رکابی اور ایک پیالہ اور ایک چکی دی ۵۱

وفات

بن وراثت میں بہت اختلاف ہے امام بخاری تاج کبیر میں فرماتے ہیں
 کہ ۵۱ھ میں انتقال کیا۔ واقعہ یہ کہ ۵۹ھ میں انتقال کیا۔ ۵۲
 ابن حبان کہتے ہیں کہ ۵۱ھ میں انتقال کیا جب امام حسنؑ کی شہادت
 کی خبر پہنچی۔ ابو نعیم کہتے ہیں ۵۲ھ میں انتقال کیا۔ حافظ عقلانی نے
 اصحابہ اور تقریب اسی قول کو رائج قرار دیا ہے۔ ازواج مطہرات میں سب سے
 بعد میں حضرت ام سلمہؓ نے انتقال فرمایا۔ اصحابہ ترجمہ ام سلمہؓ ۵۳
 ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی انتقال کے وقت ۸۴ سال کی عمر تھی۔ اصحابہ
 ترجمہ ہند بنت ابی امیہ ۵۵

پہلے شہر کے دونوں بیٹوں عمرادہ سلمہؓ نے اور عبد اللہ بن عبد اللہ ابن ابی امیہ
 اور عبد اللہ بن حبیب بن زعمہ نے قبر میں اتارا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں،
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما ورحمۃ اللہ علیہما (استیعاب ترجمہ ہند بجاشیہ اصحابہ)

۵۱ زرقانی ج ۳، ص ۳۴۱ ۵۲ زرقانی ج ۳، ص ۳۴۱ ۵۳ اصحابہ ج ۳، ص ۳۵۹ ۵۴ زرقانی ج ۳، ص ۳۵۹ ۵۵ زرقانی ج ۳، ص ۳۵۹

فضل و کمال

ام المؤمنین ام سلمہؓ کا فضل اور کمال حسن اور جمال نہسم اور ذاست عقل اور دانائی مسلم تھی۔ جد سیدہ میں اس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو ہدیٰ ذبح کرنے اور حلق کرانیکہ تین بار حکم دیا۔ مگر کسی نے نہ ہدیٰ ذبح کی اور نہ سرمشہ ایا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو جب خبر ہوئی تو فرمایا رسول اللہ صحابہ اس صلح سے بہت افسردہ دل ہیں آپ کسی سے کچھ فرمائیں۔ آپ اپنی ہدیٰ ذبح کر لیں۔ اور حلق کر لیں چنانچہ آپ کا ہدیٰ ذبح کرنا تھا۔ کہ صحابہ نے فوراً اپنے اپنے جانوروں کو ذبح کر لیا اور حلق بھی کر لیا۔ یہ عقدہ ام المؤمنین ام سلمہؓ کے رائے اور مشورہ سے حل ہوا فجزاہم اللہ خیرا۔

حسن و جمال کا یہ حال تھا۔ کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آن حضرت نے ام سلمہؓ نے نکاح کیا تو مجھے کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے بہت رشک ہوا۔ ۵

ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت جحش۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھوپھی اُمّیہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ یعنی آپ کی بھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ کی زوجیت میں آنے سے پہلے آپ کے تہنی اور کزاد کہ وہ غلام زید بن حارثہ کے عقد میں تھیں باہمی مورا نہ ہونے کی وجہ سے زید نے ان کو طلاق دے دی حضرت چونکہ موالیٰ میں سے تھے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایک نہایت شریف اور معزز خاندان سے تھیں اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوپھی زاد بہن تھیں۔ اور عرب کا یہ دستور

۱۔ اُمّیہ بنت عبدالمطلب کے اسلام میں اختلاف ہے سوائے ابن سعد کے انہی نے ان کے لئے اسلام ثابت نہیں کیا۔ محمد بن اسحق اُمّیہ کے اسلام کے منکر ہیں۔ دیکھو ص ۴۱ ج ۲ ص ۲۴۲ ترجمہ اُمّیہ و زینبؓ ۳۵۶ ج ۱ ص ۱۴۱ ج ۱ ص ۳۵۹

تھا کہ موالی (آزاد کردہ غلام) سے مناکحت کو اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتے تھے۔ اس لئے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت زینبؓ سے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کا پیغام دیا تو حضرت زینبؓ امدان کے بھائی نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر آیہ نازل ہوئی :

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مَوْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ صِلًا سَلِيلًا مُبِينًا۔

اس آیت میں مومن سے عبد اللہ بن حارث یعنی حضرت زینبؓ کے حقیقی بھائی مراد ہیں اور مومنہ سے خود حضرت زینبؓ مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ کسی مومن اور مومنہ کے لئے یہ زیبا نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دے تو اس پر راضی نہ ہوں۔ اس آیت کے نزول کے بعد یہ دونوں راضی ہو گئے اور خدا کے حکم کے موافق زینبؓ کا نکاح زیدؓ کے ساتھ ہو گیا۔ نکاح تو ہو گیا مگر زیدؓ حضرت زینبؓ کی نظر میں ذلیل اور حقیر رہے۔ اس لئے گھر میں باہم لڑائی ہوتی اور موافقت فراجمی نہ ہوئی اور زیدؓ ہمیشہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زینبؓ کی بے اعتنائی کا شکوہ کیا کرتے اور عرض کرتے کہ میں زینبؓ کو چھوڑ دیتا ہوں مگر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیدؓ کو طلاق دینے سے منع فرماتے اور کہتے کہ تم نے میری خاطر سے اس فعلی کو قبول کیا ہے۔ اس لئے اب چھوڑنے سے اور ذلت ہوگی اور مجھے اپنے خاندان میں مذمت اور شہرہ مندرگی ہوگی جب بار بار یہ جھگڑا اور فحشے پیش آتے رہے تو آپ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اگر زیدؓ نے زینبؓ کو طلاق دیدی تو زینبؓ کی دلجوئی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح کروں۔ لیکن جاہلوں اور منافقوں کی بدگوئی سے اندیشہ کیا کہ یہ لوگ یہ طعنہ دینگے

کہ اپنے بیٹے کی جو روگو گھر میں رکھ لیا۔ یعنی اس سے نکاح کر لیا۔ حالانکہ بے پانک
یعنی متبئی کسی طرح بیٹے کے حکم میں نہیں اور عرب میں مدت سے یہ ایک بُرا دستور
چلا آ رہا تھا کہ جس کو متبئی منہ بولا بیٹا بنالیں اس کی مطلقہ جو رو سے نکاح کرنے
کو غایت درجہ معیوب سمجھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس رسم پر کوئی حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل اور عمل سے توڑ دیں اور آپ کو بذریعہ وحی آسمانی مطلع
کر دیا گیا کہ زید کے طلاق دینے کے بعد زینب آپ کی زوجیت میں آئے گی تاکہ
لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی کا وہ حکم نہیں کہ جو صلی بیٹے
کی بیوی کا حکم ہے غرض یہ کہ آپ کو بذریعہ وحی کے مطلع کر دیا گیا کہ زینب آپ سے
نکاح میں آئے گی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بد باطنوں کے طعن و تشنیع
کے خیال سے یہ طعنہ دیں گے کہ اپنے متبئی کی جو رو سے نکاح کر لیا بشرم کے بارے
اس پیش گوئی کو کسی پر ظاہر نہیں فرمایا بلکہ اس کو دل ہی میں پوشیدہ رکھا اور خیال
کیا کہ خدا کی خبر باطل حق اور صدق ہے۔ اپنے وقت آنے پر خود ظاہر ہو جائیگی۔ نیز
خدا تعالیٰ کی طرف سے فی الحال اس پیشین گوئی کے اظہار اور اعلان کا بھی کوئی حکم
اور اشارہ نہ تھا۔ اس لئے آپ نے اس امر تکوینی کو تو دل میں مخفی رکھا اور شریعی
طور پر زید کو یہ مشورہ دیتے رہے کہ زینب کو طلاق نہ دینا اس لئے کہ شریعت کا حکم
یہی ہے کہ شوہر کو یہی مشورہ دیا جائے کہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دے اور بیوی کی بے عقلی
اور چہرہ دستی پر صبر کرے اگر کسی کو بندیے وحی اور الہام یہ معلوم ہو جائے کہ تکوینی
اور پرآیندہ حکم یہ مابراپیش آنے والا ہے اور قضا و قدر میں یہ مقدر ہو چکا ہے
فی الحال تشریعی حکم کا اتباع کرنا ہوگا۔ قضا و قدر اپنے وقت پر خود ظاہر ہو جائے
لی۔

آخر کار ایک دن زید نے انکو عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تنگ آکر زینب کو طلاق

دیدی ہے آں حضرت خاموش ہو گئے ۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ جب زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید ہی کو حکم دیا کہ تم خود جا کر زینب سے میرے نکاح کا پیغام دو تا کہ یہ امر خوب واضح ہو جائے کہ یہ جو کچھ ہوا وہ زید کی رضا مندی سے ہوا ہے (حضرت زید آپ کے نکاح کا پیغام لے کر زینب کے گھر گئے ۔ اور دروازہ کی طرف پشت کر کے کھڑے ہوئے) حالانکہ حجاب اور پردہ کا حکم ابھی نازل نہ ہوا تھا ۔ مگر یہ ان کا کامل ورع اور کمال تقویٰ تھا) اور کہا اے زینب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے اپنے نکاح کا پیغام دیکر بھیجا ہے حضرت زینب نے فی البدیہہ جواب دیا کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتی جب تک میں اپنے پردہ کا راز و جل سے مشورہ یعنی استخارہ نہ کروں ۔ اسی وقت اٹھیں اور گھر میں جو ایک جگہ مسجد کے نام سے عبادت کے لئے مخصوص کر رکھی تھی وہاں جا کر مشغول استخارہ ہو گئیں ۔ چونکہ حضرت نے اس بارہ میں کسی مخلوق سے مشورہ نہیں کیا بلکہ خدائے غر و جل سے مشورہ چاہا اور اسی سے خیر طلب کی کیونکہ وہی اہل ایمان کا ولی ہے اس لئے خدائے غر و جل نے اپنی خاص ولایت سے آسمان پر فرشتوں کی موجودگی میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا ۔ آسمانوں میں تو اعلان ہو ہی گیا ۔ اب ضرورت ہوئی کہ زمین پر بھی اس کا اعلان ہو

علیہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے زید سے فرمایا کہ میں اپنے دل میں تم سے زیادہ کسی کو قابل و فرق نہیں پاتا لہذا تم ہی زینب سے میرا پیغام لیکر جاؤ ۔ زرقانی ص ۲۴۵ ج ۳

چنانچہ جبریل امین یہ آیت لیکر نازل ہوئے ۔

فَلَمَّا قَضَىٰ خَرَجْتُ مِنْهَا
وَنَظَرًا نَزَجْنَا كَهَا لَه
پس جب زید زینب سے اپنی حاجت پوری
کر چکے اور ان کو طلاق دیدی تو بے نی کریم
نے زینب کا نکاح تم سے کر دیا ۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب کے گھر تشریف
لے گئے اور بلا اذن داخل ہوئے (رواہ مسلم واحد والنسائی) فتح الباری ج ۸
ج ۸ کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ وَنُخِفْتُ فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِي
الامیۃ - ۱۵

ایک روایت میں ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ
کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ یہ آیتیں نازل ہوئیں جب وحی کا نزول ہو چکا
تو آپؐ سکرانے ہوئے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ ہے کہ جو جا کر زینب
کو نبات کُسنائے اور اِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ إِلَيَّ آخِرَهُ
اخیر تک یہ آیتیں آپؐ نے ہم پر تلاوت فرمائیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب
یہ آیتیں تلاوت فرما چکے تو مجھ کو یہ خیال آیا کہ حضرت زینب میں جہاں تو تنہا ہی اب
وہ اس بات پر بھی فخر کریں گی کہ ان کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا ۔ ۱۵

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
زینب کے یہاں جانے سے پیشتر قاصد کے ذریعے سے حضرت زینب کو اطلاع
کرا دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نکاح کے بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں
چنانچہ جس وقت حضرت زینب کو یہ خبر پہنچی تو سجدہ شکر کیا ۔ کہارواہ ابن سعد ابن عباس
بسنہ ضعیف ۱۵

چونکہ حضرت زینب کو اس حکم ربانی اور وحی آسمانی کی خبر پہنچ چکی تھی اس لئے اس اطلاع کے بعد اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے مکان میں بغیر اذن کے داخل ہوئے کیونکہ زواج کیا۔ نکاح آسمانی کا یہ اعلان اور حضرت کا اطلاع کے بعد قویٰ اور مسلّم اس کو مستبول کر لینا اور سجدہ شکر بجالانا اور پیغام نکاح حضرت زید کے ذریعہ پہلے ہی جا چکا تھا یہ رسمی نکاح سے بڑھ کر نکاح ہے گھڑیس داخل ہونے کے بعد آپ نے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے چونکہ حضرت زینب کا اصل نام 'برہ' تھا تو یہی کہا کہ میرا نام 'برہ' ہے آپ نے بجائے 'برہ' کے زینب نام تجویز کیا۔ استیعاب لابن عبد البر ترجمہ زینب بنت جحشؑ

اس واقعہ کے بعد منافقین نے زبان طعن و دِرازی اور کہنے لگے کہ پیغمبر ایک طعن قویہ کہتے ہیں کہ بیٹوں کی عورتوں سے نکاح حرام ہے اور دوسری طعن خود ہی اپنے بیٹے کی عورت سے نکاح کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان بد باطنوں کے جواب میں ارشاد فرمایا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَئِنْ رَأَيْتُمْ اللَّهَ وَحَنَاتِهِ النَّبِيِّتَيْنِ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں کسی کو ان کا بیٹا نہ جانو ہاں وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس لحاظ سے وہ سب کے روحانی باپ ہیں اور سب ان کے روحانی بیٹے ہیں۔ اور وہ آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کا قصہ محققین کے نزدیک اسی طرح ہے جس طرح ہم نے نقل کیا اور بنی نفین اسلام اور بے دینوں نے جو ہمیشہ رو کیا ہے کہ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر زینب پر پڑ گئی اور آپ کا دل ان کی طرف مائل ہو گیا اور یہ فرمایا سبحان اللہ مقلب القلوب اور شخصی فی نفسک سے دل میں زینب کی محبت کا چھپا نامراد ہے۔ سو یہ قصہ منافقین کا کذب اور افتراء ہے۔ اہل ایمان کو ہرگز ہرگز

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے آخر بڑے اصرار و الحاح کے بعد ان کی بیعت قبول کر لی پھر مجمع کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ میں اس لئے خاموش رہا کہ تم میں سے کوئی شخص اُنکھ کر عبد اللہ کی گردن مارے کسی انصاری نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے اُنکھ سے اشارہ کیوں نہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا مَا كَانَ لِسَنِيٍّ أَنْ يَكُونُ لَهُ خَائِنَةٌ إِلَّا عَيْنٌ۔ یعنی کسی پیغمبر کے لئے یہ زیبا نہیں کہ اس کی آنکھ سے کوئی خیانت سرزد ہو۔ کما قال تعالیٰ يَعْلَمُ خَائِنَتُهَا عَيْنٌ وَمَاتُ حَتَّى الصُّدُورِ معلوم ہوا کہ نبی کی آنکھ خیانت سے پاک اور منترہ ہوتی ہے۔ جس طرح اللہ کا نبی معصوم ہوتا ہے اسی طرح اس کی آنکھ بھی معصوم ہوتی ہے نیز قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ غضن بصر یعنی نامشروع چیز کے دیکھنے سے نگاہ کو نیچی رکھنا ایمان کے مقتضیات میں سے ہے اور نبی اکرم تو اَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ہیں جس طرح تمام عالم کا ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان کا ایک ادنیٰ سا عکس اور پرتو ہے اسی طرح تمام عالم کی نگاہوں کی عفت اور حیا اسی ذاتِ قدسی صفات کی عصمت مآب اور نزہت جناب کی نزاہتِ نظر اور طہارتِ بصر کا ایک ادنیٰ سا عکس اور پرتو ہے نیز آپ کا نفس قدسی صفات اور علی سمات تھا ہوائے نفسانی سے پاک اور منترہ تھا۔ اور آپ کا ہمزاد یعنی شیطان جو ہر شخص کے ہمراہ رہتا ہے۔ وہ آپ کا مستحضر اور منقاد اور جبراً و قہراً مسلمان یعنی آپ کا مطیع اور فرمانبردار بن چکا تھا۔ سوائے خیر کے کسی جانب اس کو میلان کی قدرت ہی نہ رہی تھی۔

آیت

تفسیر

وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ کی ہمارے اس بیان سے یہ امر عزوبی واضح ہو گیا کہ بد باطنوں کا یہ کہنا کہ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ

مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ سَ زَيْنَبُ كِي مَحَبَّتِ كَادِل مِيں چھپانا مراد ہے۔ بالکل غلط ہے اور سرتاپا دروغ بے فروغ ہے۔ بلکہ صحیح معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی کے یہ بتلایا تھا کہ زید کے طلاق دینے کے بعد زینب آپ کے نکاح میں آئے گی پس جو چیز آپ دل میں چھپائے ہوئے تھے وہ یہی نکاح کی پیشین گوئی تھی جس کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے ”زوجنا کہا“ سے ظاہر فرمادیا اور تحشی اس سانس کے معنی یہ ہیں کہ آپ اس کے اظہار سے شرماتے تھے۔ کہ کسی کو یہ حکم دیں کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ خشیت سے مراد شرمانا ہے یا ڈرنا ہے اور ڈر اس بات کا تھا کہ منافقین زبان طعن دراز کریں گے یا لوگ بدگمانی کر کے اپنی عاقبت خراب کرینگے، اور اس آیت کے یہ معنی امام زین العابدین اور سدی سے مروی ہیں اور حکیم ترمذی نے اس روایت کی تحسین میں اطناب (تطویل فرمایا ہے۔ اور اسی کو حافظ عسقلانی نے فتح الباری تفسیر سورة الاحزاب میں اختیار فرمایا۔

۱۔ اصل عبارت یہ ہے جو اہل علم کے لئے ہدیہ کرتے ہیں۔

وقد انخرج ابن ابی حاتم هذه القصة من طريق السدي فاقها سياقا واضحا ولفظه بَلَّغْنَاكَ هَذِهِ الْاَيَةَ نَزَلَتْ فِي زَيْنَبِ بِنْتِ جَحْشٍ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ارَادَ انْ يَزُوْجَهَا زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ مَوْلَاهُ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ ثُمَّ اَتَتْهَا رَضِيَّتُهَا بِمَا ضَعَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَزَوَّجَهَا اِيَّاهُ . ثُمَّ اَعْلَمَ اللَّهُ فَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اِنْهَا مِنْ اَزْوَاجِهِمْ فَلَمَّا لَيْسَتْ اَنْ يَّامُرَ بِطَلَاقِهَا وَكَانَ لَا يَزَالُ يَكُونُ بَيْنَ زَيْدٍ وَزَيْنَبَ مَا يَكُونُ مِنَ النَّاسِ فَاَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ

(باقی صفحہ ۳۱۶ پر)

امام ظہری اپنی تفسیر میں امام زین العابدینؑ کے قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں :-

بقیۃ ص ۳۹ - وَسَلَامَانِ يَمْسِكُ عَلِيَّهٖ زَوْجَهُ وَانْ يَتَّقِيَ اللّٰهَ وَكَانَ يَخْشَى
النَّاسَ اِنْ تَعَيَّبُوا عَلَيْهِ وَيَقُولُوا تَزُوْجُ امْرَاةَ ابْنِهِ وَكَانَ قَدْ تَبَيَّنَ
زَيْدًا وَعِنْدَهُ مِنْ طَرِيقِ عَلِيٍّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَ
اَعْلَمَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيَّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ زَيْنَبُ مَسْتُكُوْنَ
مِنْ اَزْوَاجِهِ قَبْلَ اَنْ تَزُوْجَهَا فَلَمَّا اَتَاهُ زَيْدٌ يَشْكُوْهَا اِلَيْهِ وَقَالَ لَهَا
اَتَقِ اللّٰهَ وَامْسِكْ عَلَيْهِ زَوْجَكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ اَخْبَرْتُكَ اَنْ
مِنْ زَوْجِكِهَا وَتَخْفَى فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مَبْدِيْهِ وَقَدْ اَطْنَبَ التِّرْمِذِيُّ
الْحَكِيْمُ فِي تَحْسِيْنِ هَذِهِ الرَّوَايَةِ وَقَالَ اَنْهَا مِنْ جَوَاهِرِ الْعِلْمِ الْمَكْنُوْنِ
وَكَانَ لَمْ يَقِفْ عَلَى تَفْسِيْرِ السَّيِّدِي الَّذِي اُوْرَدَتْهُ وَهُوَ اَوْضَحُّ سِيَاقًا
وَاَصَحُّ اِسْنَادًا اِلَيْهِ لَضَعْفِ عَلِيٍّ بْنِ زَيْدٍ بِنِ جَدْعَانَ (ثم قال الحافظ)
وَوَرَدَتْ اَنْثَارٌ اُخْرٰى وَنَقَلَهَا كَثِيْرٌ مِنَ الْمَفْسِّرِيْنَ لَا يَنْبَغِي
التَّشَاغُلُ بِهَا وَالَّذِي اُوْرَدَتْهُ مِنْهَا هُوَ الْمَعْتَمَدُ وَالْحَاصِلُ
اَنْ الَّذِي يَخْفِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ اَخْبَارُ
اللّٰهِ اَيَّاهُ اَنْتَهَا سَتْمِيرُ زَوْجَتِهِ وَالَّذِي كَانَ يَحْمِلُهُ
عَلَى اخْفَاءِ ذٰلِكَ خَشْيَةُ قَوْلِ النَّاسِ تَزُوْجُ امْرَاةَ ابْنِهِ
وَاَرَادَ اللّٰهُ اِبْطَالَ مَا كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ عَلَيْهِ مِنْ اَحْكَامِ
السَّبَنِىِّ بِاَمْرِ لَا يَبْلُغُ فِي الْاِبْطَالِ مِنْهُ وَهُوَ تَزُوْجُ امْرَاةَ الَّذِي
بَدَعِيْ اَبْنَاوُوقُوْعُ ذٰلِكَ مِنْ اِمَامِ الْمُسْلِمِيْنَ لِيَكُوْنَ اَدْعٰى لِقَبُوْلِهِمْ
وَاِنَّمَا وَقَعَ الْخَبْطُ فِي تَاْوِيْلِ مُتَعَلِّقِ الْخَشْيَةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ - فَتَحَ الْبَارِي
صَفْحَةَ ۴۰۳ ج ۱ تَفْسِيْرِ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ -

قال علماءنا رحمۃ اللہ علیہم
وهذا القول احسن ما قيل في
هذه الآية وهو الذي عليه
اهل التحقيق من المفسرين
والعلماء السرخيين كالزهری
والقاضي بكر بن العلاء القشیری
والقاضي ابی بكر بن العربي وغيرهم
الخ تفسير قرطبي تفسير سواخر

ہمارے علماء یہ کہتے ہیں کہ آیت
کی تفسیر میں سب سے بہتر قول یہی ہے جو کہا
گیا، اور محققین مفسرین اور علمائے
راستخین جیسے امام زہری اور قاضی
بکر بن عسلا، قشیری اور قاضی ابوبکر
بن عربی وغیرہم سب کا یہی قول ہے
جو ہم نے بیان کیا۔ ۱۵

تایخ نکاح

حافظ ابن سید الناس فرماتے ہیں کہ حضرت زینبؓ ۳۷ھ میں آپ کی
زوجیت میں آئیں اور بعض کہتے ہیں ۳۸ھ میں آپ سے نکاح ہوا: نکاح
کے وقت حضرت زینبؓ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ ۱۵

مہر

مہر چار سو درہم مقرر ہوا (سیرۃ ابن ہشام)

ابن اسحق لکھتے ہیں کہ یہ نکاح حضرت زینب کے بھائی ابواحمد بن جحش
نے کیا تھا۔ بظاہر یہ گزشتہ حدیث کے معارض معلوم ہوتا ہے اور ممکن ہے
کہ بعد میں نکاح بھی پڑھا گیا ہو واللہ اعلم

۱۵ تفسیر قرطبی - ج : ۱۴ ص ۱۹۰

۱۶ عیون الاثر - ج : ۲ ص ۳۰۴

ولیمہ

چونکہ یہ نکاح اللہ عزوجل نے اپنی خاص ولایت سے فرمایا اور پھر اس کے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل فرمائیں اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نکاح کے ولیمہ میں خاص اہتمام فرمایا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بیوی کے ولیمہ میں اس قدر اہتمام نہیں فرمایا۔ جس قدر کہ حضرت زینب بنت جحش کے ولیمہ میں فرمایا ایک بھری ذبح فرمائی اور لوگوں کو مدعو کیا اور پیٹ بھر کر لوگوں کو گوشت اور روٹی کھلائی۔ لوگ کھانا کھا کر چلے گئے مگر تین آدمی بیٹھے باقیں کر رہے تھے۔ آپ نے شدۃ حیا رک دجہ سے زبان سے تو کچھ نہیں فرمایا۔ لیکن مجلس اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ سمجھ جائیں اور حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ نے آپ کو مبارک باد دی کہے بعد دیگرے تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

بَايْتُهُمُ الَّذِينَ آمَنُوا لَا
تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا
أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ
غَيْرِ نَافِطِيرٍ إِنَاءُ وَلَكِنْ
إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا
طَعِمْتُمْ فَانْصَرُوا وَلَا
مُسْتَأْذِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ
ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ
فَيَسْتَعِجِلُ مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا

اے ایمان والو! نبی کے گھر میں مت
داخل ہو مگر جبکہ تم کو اذان دیا جائے کھانا
کھانے کے لئے درآئے ایک اس کے
پکے کا انتظار نہ کرو لیکن تم کو بلا یا جائے
کہ اب کھانا تیار ہو گیا تو آ جاؤ اور جب کھانے
سے فارغ ہو جاؤ تو اٹھ کر چلے جاؤ اور باتوں
میں مت لگ جاؤ اس خدا کے نبی کو تکلیف
پہنچتی ہے اور وہ کہنے سے شرمانے میں اور
اور اللہ کو حق بات کے کرنے سے کوئی حیل نہیں

سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ ۚ اور اگر تم بی بیوں سے کوئی ہرست کی چیز مانگو تو
مِنْ ذَرَاءِ جِبَابٍ ذَا يُكَۢمُ پر وہ کے پیچھے سے مانگو۔ اس میں تمہارے
أَلْهَمَهُمْ لِقَآؤُكُمْ وَذُلُّوا بِهِنَّ ۚ ۱۵ دلوں اور ان کے دلوں کی طہارت اور صفائی ہے
یہ بخاری اور مسلم کی متعدد روایتوں کا مضمون ہے جس کو ہم نے ایک جگہ جمع کر دیا

فضائل و مناقب

حضرت زینبؓ اوج سہرات سے بطور فخر کہا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے
اولیاء نے کیا۔ اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پہ کیا (رواہ الترمذی و
صحیحہ من حدیث انس)

یہ حقیقت میں فخر نہ تھا بلکہ تحدیث بالنعمة تھی۔ فرط مسرت اور غم کی محبت
اس عظیم الشان نعمت کے اظہار پر آمادہ کرتی تھی یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم بھی اس کو سنتے تھے۔ اور سکوت فرماتے تھے۔

شعبی کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے کہا کرتی تھیں کہ یا رسول اللہ میں تین وجہ سے آپ پر ناز کرتی ہوں۔
(۱) میرے اور آپ کے جدا جدا ایک ہی ہیں یعنی عبدالمطلب، ایک روایت
میں ہے کہ میں آپ کی مچھو بھی کی بیٹی ہوں۔ اس کا بھی مطلب وہی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح مجھ سے آسمان پر فرمایا۔

(۳) جبریل امین اس بارہ میں مساعی رہے۔ ۱۵

عن عائشۃ انتہا قالت
 کانت زینب بنت جحش
 نسامیۃ فی المنزلۃ عند
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ومارأیت امرأۃ قط خیراً
 فی الدین من زینب واتفق
 اللہ واصلح حدیثاً واصل
 للرحم واعظم صدقۃ -
 حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ زینب بنت
 جحش مرتبہ میں میرا مقابلہ کرتی ہیں رسول اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک وہ میری ہم پلہ نہیں
 میں نے ان سے زیادہ کسی عورت کو دیکھا اور
 خدا سے زیادہ ڈرنے والی اور سب سے زیادہ سچ
 بولنے والی اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی
 اور سب سے زیادہ صدقہ اور خیرات کرنے والی
 نہیں دیکھی۔

اور زہری کی روایت میں اس قدر اور زیادہ ہے۔

واسد تبدل لنفسها فی
 العمل الذی تصدق بہ و
 تتقرب بہ الی اللہ عزوجل
 استیعاب لابن عبد البر
 ترجمہ زینب بنت جحش ۴۰

ورع

منافقین نے جب عائشہ صدیقہ پر تہمت لگائی (جس کا مفصل واقعہ
 پہلے گزر چکا ہے) تو حضرت زینب کی بہن حمہ بنت جحش بھی اپنی سادہ
 لوحی سے اس میں شریک ہو گئیں لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے عائشہ صدیقہ کے متعلق حضرت زینب سے دریافت کیا تو حضرت زینب نے
 یہ جواب دیا۔

یا رسول اللہ! حمی سنعی وبعی یا رسول اللہ! میں اپنے کان اور آنکھ کو محفوظ

وَاللّٰهُ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا الْاٰخِرَا رکتی ہوں خدا کی قسم عائشہ کے متعلق
رواہ البخاری ج ۱۲ کتاب الشہادۃ سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں
باب تعدیل النساء بعضہن بعضا جانتی ۔

یعنی جو چیز میری آنکھ نے نہیں دیکھی اور کان نے نہیں سنی وہ میں اپنی زبان
سے کیسے کہہ سکتی ہوں ۔ اب تک میرا علم اہل حقین ان کی بابت سوائے خیر کے
کچھ نہیں ۔

یہ معلوم ہے کہ حضرت زینب ۔ عائشہ صدیقہ کی سو کن تھیں اور یہ بھی
جانتی تھیں کہ عائشہ صدیقہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں ۔ اگر آپ چاہتیں
تو اس وقت کوئی کلمہ ایسا کہہ کر رتیں جو عائشہ صدیقہ کو رسول اللہ صلی اللہ
کی نظروں سے گرانے کا سبب بن سکتا لیکن ان کے کمال و رع اور کمال تقویٰ
نے اس کی بھی اجازت نہ دی کہ سکوت ہی کر جائیں ۔ بلکہ قسم اور حصر کے ساتھ
فرمایا وَاللّٰهُ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا الْاٰخِرَا ۔ یعنی خدا کی قسم میں نے تو
عائشہ میں سوائے خیر اور نیکی کے کچھ جانا ہی نہیں ۔ چنانچہ صحیح بخاری
میں عائشہ صدیقہ سے ان کے ورع اور تقویٰ کا اعتراف ان الفاظ میں مذکور
ہے ۔ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ یعنی اللہ تعالیٰ نے ورع اور پرہیزگاری کی بدولت
زینب بنت جحش کو اس فتنہ سے محفوظ رکھا ۔

اور ایک روایت میں عائشہ صدیقہ کے یہ الفاظ منقول ہیں ۔

وَاللّٰهُ عَصَمَهَا بِالْوَرَعِ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ورع کی برکت سے ان کو
اس فتنہ سے محفوظ رکھا

عبادت

عبادت کا خاص ذوق تھا نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ جس وقت زیدؑ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیام لیکر گئے۔ فوراً نماز استحارہ میں مشغول ہو گئیں۔

حضرت سیمونہ رضی راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ مال فیٹی مہاجرین پر تقسیم فرما رہے تھے کہ درمیان میں حضرت زینبؓ بول پڑیں۔ حضرت عمرؓ نے جھڑک دیا۔ اُن حضرت نے فرمایا اے عمر تم ان کو رہنے دو۔ یعنی زینب سے کچھ تعرض مت کرو۔

انہا اَوَّاهَةٌ تحقیق یہ بڑی آواز ہے۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آواز کے کیا معنی آپ نے فرمایا کہ آواز کے خاشع اور متضرع کے ہیں اور یہ آیت تلاوت فرمائی

وَإِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ تحقیق ابراہیم بڑے بردبار اور نرم دل اور ضعیف۔ رواہ ابن عبد البر وغیرہ۔ خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف لیگے اور حضرت عمرؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت زینبؓ نماز اور دعا میں مشغول ہیں آپ نے فرمایا۔

إِنَّهَا لَا وَاهَةٌ البتہ تحقیق یہ بڑی آواز ہے یعنی بڑی نرم دل ہے

رواہ الطبرانی و اسنادہ منقطع و فیہ کمی بن عبد اللہ البالی و ہو ضعیف ۳

۱۔ زندانی ج ۳: ص ۲۴۷ البتہ اور تحقیق لام تاکید اور حزن تحقیق یعنی لفظ اِثاق کا ترجمہ

۲۔ لفظ بڑی آواز کی تفسیر کا ترجمہ ہے ۳۔ مجمع الزوائد ج ۹: ص ۳۳۰

ام المؤمنین ام سلمہؓ حضرت زینب کے متعلق فرماتی ہیں :-

كانت صالحة صواماً قواماً بڑی نیک اور بڑی روزہ رکھنے والی اور
صنائاً تصدق بذالك بڑی سہجہ گزار تھیں بڑی کمانے والی تھیں
كله على المساكين - اصابه جو کمائی تھیں کل کا کل مساکین پر صدقہ
جسمه زینب بنت جحش کر دیتی تھیں ۔

رہ

حضرت عمرؓ نے جب پہلی مرتبہ حضرت زینب کا سالانہ نفقہ بھیجا تو یہ سمجھیں کہ یہ
سب اوج سلطرت کا ہے اور یہ فرمایا اللہ عمر کی مغفرت فرمائے ۔ بہ نسبت میرے
وہ زیادہ تقسیم کرنے پر قادر تھا ۔

قالوا هذا كل ذلك قالت لوگوں نے کہا یہ سب آپ کا ہے حضرت زینب
سُبْحَانَ اللَّهِ وَاسْتَعْتَرَتْ نے فرمایا ۔ سبحان اللہ اور اپنے اور اس مال
دونہ بشوب کے درمیان میں کپڑے کا ایک پردہ ڈال دیا ہے

تاکہ وہ مال نظر نہ آئے کیونکہ وہ اجنبی اور نامحرم ہے)
اور برزہ بنت رافع کو حکم دیا کہ اس کو ایک طرف ڈال دو اور ایک کپڑا اسپر
ڈھانک دو اور فرمایا کہ اس کپڑے کے نیچے سے مٹھی بھر کر سلاں تقسیم کو دے آؤ ۔
اور پھر مٹھی بھر فلاں کو دے آؤ ۔ جب اس طرح وہ مال تقسیم ہوتا رہا ۔ اور برائے
نام کچھ باقی رہ گیا تو برزہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے ۔ آخر ہمارا بھی
اس مال میں کچھ حق ہے ۔ آپ نے فرمایا اچھا جو اس کپڑے کے نیچے ہو وہ تم لے لو
برزہ کہتی ہیں جب میں نے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو پچاسی درہم تھے جب مال سب
تقسیم ہو چکا تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی ۔

اَللّٰهُمَّ لَا يَدْرُكُنِيْ عِلَاقُ عَمْرِو ۱۰ اے اللہ اس سال کے بعد عمر کا وظیفہ
بعد عامیٰ ہذا مجھ کو نہ پائے۔

چنانچہ سال گزرنے نہ پائے انتقال ہو گیا۔ رواہ ابن سعد وابن ابی حزم عن برزہ
بنت رافعؓ، ۱۱

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زینب کا سالانہ وظیفہ بارہ ہزار درہم
تھے۔ جو صرف ایک سال کے لئے۔ جب وہ بارہ ہزار درہم بیت المال سے آپ
کے پاس آئے تو بار بار کہتی تھیں۔

اَللّٰهُمَّ لَا يَدْرُكُنِيْ هَذَا الْمَالُ ۱۲ اے اللہ یہ مال سال آئندہ میرے
من قابل فائدہ فتنہ ۱۳ پاس نہ آئے تحقیق یہ بڑا فتنہ ہے۔

اور یہ کہہ کر اسی وقت تمام مال اپنے اقارب اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دیا
حضرت عمر کو جب اطلاع ہوئی تو یہ فرمایا کہ کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ اللہ کی طرف سے
ان کے لئے خیر اور سبب لائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ فوراً ایک ہزار درہم اور روانہ کئے
اور سلام کہلا کر بھیجا کہ دو (بارہ ہزار تو) اپنے خیرات کر دے۔ یہ ایک ہزار آپ اپنی
ضرورتوں کیلئے رکھ لیں حضرت زینب نے وہ ایک ہزار بھی اسی وقت تقسیم
کر دے۔ اصابع ترجمہ ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی

علیہ حافظہ مستطانی نے برزہ بنت رافع کے ترجمہ میں اس روایت کو مفصل مسند کے ساتھ
ذکر کیا ہے۔ اصابع ص ۲۵۲ ج ۴ قسم ثالث ترجمہ بنت رافع۔

۱۴ زرقانی۔ ج ۳ : ص ۲۳۸

۱۵ دفع الباری ص ۲۲۵ ج ۳ کتابہ زکوٰۃ بافضل صدقۃ الشیخ الصبیح کے ایک باب
بعد اس کی تفصیل مطالعہ کریں۔

وفات

مسیحین میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنی ازواج مطہرات سے یہ فرمایا کہ تم میں سے جلد مجھے ملے گی جس کا ہاتھ تم میں سب سے زیادہ لانا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سخاوت اور فیاضی کی طرف تھا لیکن ازواج مطہرات نے اس کو ظاہر پر محمول کیا چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات جب جمع ہوئیں تو باہم اپنے ہاتھوں کو نا پاک کرتیں کہ کس کا ہاتھ لانا ہے۔ حضرت زینب جو قد میں مچھولی تھیں جب سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تب معلوم ہوا کہ حضرت زینب کا ہاتھ صدقہ اور خیرات میں سب سے لانا تھا کیونکہ وہ اپنے دست و بازو سے کمان تھیں دولت کا کام جانتی تھیں اس سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ سب خدا کی راہ میں خیرات کر دیتی تھیں۔ (۱) کفن بھی زندگی ہی میں تیار کر لیا تھا۔ قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ جب حضرت زینب کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا میں اپنا کفن تیار کر رکھا ہے۔ غالباً عمر بھی میرے لئے کفن بھیجیں گے۔ ایک کفن کام میں لے آنا اور دوسرا صدقہ کر دینا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے وفات کے بعد پانچ کپڑے خوشبو لگا کر کفن کے لئے بھیجے۔ حضرت عمرؓ ہی کے بھیجے ہوئے کفن میں ان کو کفنا یا گیا اور وہ کفن جو خود حضرت زینب نے تیار کر رکھا تھا ان کی بہن جمنہ نے صدقہ کر دیا۔

(اخر جہا بن سعد۔)

عمرہ کہتی ہیں کہ جب حضرت زینب کا انتقال ہو گیا تو میں نے عائشہ صدیقہ کو یہ کہتے سنا

لقد ذهبت حميدة متعبدة افسوس آج ایسی عورت گزر گئی جو بڑی
مفزع الیتامی والاسراصل پسندیدہ اوصاف والی اور عبادت گزار اور
یتیموں اور بیواؤں کا ٹھکانہ تھی۔

سن بیس ہجری میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی
انتقال کے وقت پچاس یا تریس سال کی عمر تھی اور جس وقت آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح ہوا تھا اس وقت آپ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔
اصابہ ج ۳۱۴ ج ۲ ترجمہ زینب بنت جحشؓ

مسئلہ حجاب پر ایک اجمالی نظر

تمام حضرات انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین اور
بھرتسام حکماء عالم اور دنیا کے تمام اہل عقل و اہل غیرت کا اس پر اتفاق ہے
کہ زنا ایک بدترین جرم ہے کہ جو غیرت اور ناموس کے لئے ایک عظیم عار ہے
اور اخلاقِ ذمیرہ اور افعالِ شنیعہ کا سبب بنتا ہے اور ایک طرف یہ مشاہدہ ہے
کہ عورتوں کے دیکھنے سے مردوں کے دلوں میں اُن کی شفتگی اور فریفتگی پیدا
ہوتی ہے اور اس طرح عورتوں کو مردوں کے دیکھنے سے عورتوں کے دل
میں مردوں کا عشق پیدا ہوتا ہے۔ جو بے اوقات بغیر جائز طریقہ (یعنی بغیر
نکاح کے) قصداً شہوت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور طرفین کی عزت و ناموس
اور حسب و نسب کی تباہی اور بربادی کا سبب ہوتا ہے۔ اور اس بارے میں
جو کچھ پیش آ رہا ہے وہ بیان سے مستغنی ہے۔ می باید دید و دم نمی باید
ہذا حکمت اور غیرت کا مقتضی یہ ہوا کہ یہ دروازہ بند کیا جائے اس لئے
شرعیہ مطہرہ نے زنا سے حفاظت کے لئے احکام صادر کئے۔

①

قَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ
تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى
اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور زمانہ جاہلیت
کی طرح زینت کر کے باہر نہ نکلو۔

② اور اگر گھر میں بیٹھے بیٹھے غیر مرد سے بات چیت کرنے کی ضرورت پیش آئے تو
اس کا حکم یہ ہے

لَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ
الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ
قَوْلًا مَعْرُوفًا
یعنی اگر تم کو نا محرم مرد سے بات کرنے کی ضرورت
ہو تو نزاکت اور نرمی کے ساتھ بات مت
کر و مبادا جس کے دل میں شہوت
کی بیماری ہو وہ تمہارے اندر طمع لگا بیٹھے
اور بات کرو سیدھی۔

③ یہ حکم تو عورتوں کو ہوا مردوں کو یہ حکم ہوا۔

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا
فَأَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ
ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَ
قُلُوبِهِنَّ
اور اے مرد جب تم عورتوں سے
کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے
مانگو یہ خصلت اور سوال کا یہ طریقہ تمہارے
اور ان کے دلوں کی دھارت کا بہترین ذریعہ ہے

④ اور مردوں کو یہ حکم دیا کہ کسی غیر عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو۔ قُلْ
لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ

⑤ شریعت نے عورت کی اذان اور اقامت اور اس کی امامت کو ممنوع
قرار دیا۔

⑥ عورت کا چہری نماز میں جہر پڑھنا ممنوع قرار دیا۔

⑦ عورت کا حج میں آواز کے ساتھ لبیک کہنا ممنوع قرار دیا۔

- ⑧ جوان عورت کا نامحرم مرد کو محض سلام کرنا ناجائز قرار دیا۔
- ⑨ اجنبیہ عورت سے بدن دلوانے کو ممنوع قرار دیا۔
- ⑩ آئینہ یا پانی میں جو اجنبیہ کا عکس پڑتا ہو اس کا دیکھنا ممنوع قرار دیا۔
- اسی بنا پر عورت کے فوٹو کا دیکھنا اور بھی ناجائز ہوگا۔ کیونکہ پانی کے عکس سے فوٹو کا دیکھنا زیادہ باعث فتنہ ہے۔
- ⑪ اجنبی عورت کے تذکرہ کو بطور لذت ممنوع قرار دیا
- ⑫ اجنبیہ عورت کے تصور سے لذت لینے کو حرام قرار دیا۔
- ⑬ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اپنی ہی بیوی سے متنع ہو۔ اور تصور کسی اجنبیہ کا کرے تو وہ بھی حرام ہے۔
- ⑭ اجنبی مرد کے سامنے کا بچا ہوا طعام عورت کے لئے استعمال کرنا اگر بطور لذت ہو تو مکروہ ہے۔ اور علیٰ ہذا اس کا عکس بمعنی عورت کے سامنے کا بچا ہوا کھانا مرد کے لئے مکروہ ہے۔
- ⑮ اجنبیہ سے مصافحہ کرنا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا ممنوع قرار دیا۔
- جیسا کہ بعض جاہل پیر عورتوں سے دست بدست بیعت لیتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ عورتوں کو بیعت کیا جائے تو ان کی بیعت جبراً و زوراً اَلْحِجَابُ (بس پردہ سے ہوگی اور زبانی ہوگی دست بدست نہ ہوگی اہل عقل اور اہل غیرت۔ غور فرمائیں کہ زنا سے تحفظ اور عزت و ناموس کی حفاظت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ذریعہ ہو سکتا ہے جو شریعت نے بتلایا۔ ہندوستان کی شرم و حیا، عفت و غیرت ضرب المثل تھی۔ ان دلدادگانِ تہذیبِ جدید نے اپنے لیکچروں سے اس پر پانی بھیر دیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حدیث نبوی

حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک طویل خطبہ مذکور ہے جس کا ایک جواہر پارہ یہ ہے النساء وحبالتا الشیطان۔ دیکھو فی التفسیر ج ۲
یعنی عورت شیطان کا ایک جال ہے جس کے ذریعے وہ لوگوں کا شکار کرتا ہے
جال میں پھنسا کر اس کی شہوت پرستی کا تماشا لوگوں کو دکھلاتا ہے۔
حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول ہے

امشراء الاسد ولا تمش شیر کے پیچھے چل لینا مگر کسی عورت
وراء المرأة کے پیچھے نہ چلنا۔

یعنی شیر کے پیچھے چلنے میں اتنا خطرہ نہیں جتنا کہ عورت کے پیچھے چلنے
میں خطرہ ہے اور بعض حکماء کا قول ہے۔

ایک ومخالطة النساء فان لمخطات عورتوں کے اختلاط سے اپنے آپ بچانا
المرأة سهو ولفظها سم عورت کی نظر ایک تیر ہے اور اس کی
فیض الفتیر ص ۲ ج ۲ بات ستم قاتل یعنی عکسیا ہے۔

حجاب کے فوائد اور بے حجابی کے مفسد

شرعیات اسلامیہ نے حجاب کا حکم دیا۔

(۱) تاکہ زنا سے حفاظت ہو جائے (۲) اور تاکہ عفت تاب خواتین

کا چہرہ او بائش کی ناپاک نظروں سے محفوظ ہو جائے (۳) اور تاکہ ان کے

حسب و نسب پر کسی قسم کا داغ نہ آنے پائے کہ کوئی بد باطن ان کی اولاد میں

نیک اوشہ نہ ڈال سکے کہ یہ ان کی اولاد نہیں اور باپ یقین کے ساتھ یہ کہہ سکے

کہ یہ میرا بیٹا ہے یا میری بیٹی ہے بے پردہ عورت کی اولاد کے متعلق یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ اولاد اسی کے شوہر کی ہے ۔

مغربی ممالک کو دیکھ لیجئے کہ وہاں بے پردگی اور اختلاط مرد و زن سے زنا اور اولاد زنا کی جو کثرت ہے وہ بیان سے باہر ہے عیاں راجحہ بیان اسی بے پردگی کی وجہ سے یورپ میں زنا کی اس قدر کثرت ہو گئی ہے کہ کسی کو صبح القرب کہنا بہت مشکل ہے (۴) اور تاکہ مرد و عورت کا دل ۔ شیطان کے وسوسوں سے پاک اور ستھرا رہے ۔ جب مرد و عورت ایک دوسرے کی طرف نظر کرتے ہیں ۔ تب شیطان کو دل میں بُرے خیالات ڈالنے کا موقع ملتا ہے (۵) اور تاکہ عورت کی عفت شوہر اور خاندانی نظروں میں شبہ اور تہمت کے واہمہ سے بھی پاک رہے مرد جب یہ دیکھے گا کہ اس کی بیوی یا بہن یا بیٹی ۔ کسی سے ہمکلام ہو رہی ہے تو اگر عقل اور غیرت والا ہو گا تو تلمیلا اٹھئے گا ۔ اور بے عقل اور بے غیرت سے ہمارا کوئی خطاب نہیں اللہ تعالیٰ ہم کو ایسے بے غیرتوں کا چہرہ نہ دکھلائے ۔ آمین ثم آمین

ایسے بے غیرت لوگوں سے پردہ تو عقلاً واجب سلوم ہوتا ہے اور ایسوں کی صحبت اور مجالست عقلاً و شرعاً دونوں ناجائز ہے ۔

حکایت

ابلیس لعین کا لوگوں کے پھنسانے کے لئے حق تعالیٰ سے دامِ محکم (مضبوط جال) دیئے جانے کی درخواست کرنا اور حق تعالیٰ کی طرف سے مختلف جالوں کا اس کے سامنے پیش ہونا ۔ اور خیر

میں عورتوں کے دام اور جال کے پیش ہونے سے ابلیس کا خوش ہو جانا
اور جوشِ مسرت میں اس کا اچھل جانا اور ناچنا اور رقص کرنا۔

عارفِ رومی قدس اللہ سرہ السامی مشنوی کے دفترِ پنجم میں فرماتے ہیں

گفت ابلیس لعسین وادار را

دام ز فتنے خواہم این اشکار را

ابلیس لعسین جب بارگاہِ خداوندی سے راندہ درگاہِ ہوا تو قسم کھائی فبعتک
لا غوینہما جمعین الا عبادک منہما المتخلصین یعنی قسم ہے تیری عزت
اور جلال کی میں البتہ ضرور گمراہ کروں گا اولادِ آدم کو اور ان کے بہکانے میں کوئی دقت
اٹھانہ رکھوں گا۔ مگر تیرے خالص اور حبیہ اور برگزیدہ بندوں کو میں گمراہ نہ کر سکوں
گا۔ بعد ازاں ابلیس لعسین نے خدائے عادل سے یہ درخواست کی کہ مجھے انسان کا
شکار کرنے کے لئے ایسا مضبوط جال درکار ہے کہ جس میں پھنسنے کے بعد وہ نکل نہ
سکے حق تعالیٰ شانہ شیطان کے سامنے مختلف جال پیش کئے

ذر و سیم و گلہ اس پیش نمود

کہ بدیں تانی حسدائق را ربود

حق تعالیٰ نے سب سے پہلے شیطان کے سامنے سونے اور چاندی اور گھوڑوں
کے گلہ کا جال پیش کیا اور یہ چیزیں دکھلا کر فرمایا کہ تو ان چیزوں کے ذریعے سے
لوگوں کو بھانس سکتا ہے۔

کیونکہ لوگ بالطبع ان چیزوں کی طرف مائل ہیں ان چیزوں کے ذریعہ انسان
کا شکار کرنا اور جال میں پھنسانا آسان ہے۔ کما قال تعالیٰ ذَیْنِ لِلنَّاسِ
حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ

الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْإِنْعَامِ وَالْمَحْرُوثِ
گفت شاہش و ترش آونخت لہج خدترنجیدہ و ترش بچوں ترنج
شیطان نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ ہاں یہ سیم وزر کا جال اچھا ہے مگر ترنج
کی طرح تلخ اور ترش ہو گیا اور ترشی سے ہونٹ شکایا۔

پس جواہر ہا ز معد نہائے خوش
کردان پس ماندہ را حق پیش کش
جب شیطان نے سیم وزر کے جال کو پسند نہ کیا تو حق تعالیٰ نے اس را ندہ
درگاہ کے سامنے کانوں کے بیش بہا جواہرات کا جال پیش کیا۔

گیر ایں دام دگر را اے لعین
گفت زیں افزوں وہ نعم المعین
اور جواہرات سامنے کر کے یہ فرمایا کہ اے لعین یہ دوسرا دام ہے جا اے لیجا شیطان
نے کہا اے نعم المعین بہترین مددگار اس سے بڑھ کر اور بہتر جال عطا فرمائے سیم
وزر کی طرح جواہرات کا جال بھی پورا مضبوط نہیں۔

چرب و شیریں و مثرات شمن دادش و بس جامہ ابریشمیں
بعد ازاں حق تعالیٰ نے اس کو چرب اور شیریں کھانے اور آتش شراب اور مٹی ریشمیں
کپڑے دکھلائے کہ اچھا اس جال کو لیے

گفت یارب بیش ازین خواہم مدد تا بہ بندم سان بکل من مسد
شیطان بولا۔ اے مولا اس سے بڑھ کر جال چاہتا ہوں تاکہ بنی آدم کو ایسی مضبوط ترشی
میں باندھوں کہ وہ اس کو توڑ نہ سکیں اور توڑ کر تیرے دروازہ کی طرف نہ رکھ دوڑ سکیں

تا کہ متانت کہ نرو پڑ دلسند مرد دارا ایں بند ہارا بگسند
تا بدیں دام ورسنہائے ہوا مرد تو گرد زنا مرداں جسد

البتہ جو لوگ تیری شرابِ محبت سے مست ہیں۔ اور وہ واقع میں مرد میدان ہیں انکے
دل تیری محبت سے لبریز ہیں وہ مردانہ وار میری ان رستیوں اور بندھنوں کو توڑ کر پھینک
دیں گے۔ اور سونے اور چاندی اور دنیا کی زیب و زینت کی طرہ اتفات نہ کریں۔
لکھا قال تعالیٰ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ اور اہل دنیا ان ہوا و
ہوس کے پھندوں میں پھنسیں گے۔ اور اس طرح تیری راہ کے جو نامزد نامردوں
سے جدا اور الگ ہو جائیں گے۔ اس لئے میں مضبوط جال چاہتا ہوں کہ مرد
نامردوں سے جدا اور ممتاز ہو جائیں گے۔

دام دیگر خواہم اے سلطان بخت

دام مردانہ از وحیلت ساز سخت

اے خداوند عالم۔ میں اس سے بڑھ کر جال چاہتا ہوں کہ جو مردوں کو بھی ایسا
عاجز کرنے والا ہو کہ انکا کوئی حیلہ اور تدبیر کارگر نہ ہو سکے۔

خمر و جنگ آورد پیش او نہاد نیم خندہ زو بدیاں شد نیم شاد
حق تعالیٰ نے اس کے بعد شیطان کے سامنے رکھ دو جال پیش کیا وہ یہ کہ شراب
اور جنگ و رباب کا سامان اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس سامان کو دیکھ شیطان آدھا
ہنسا اور آدھا خوش ہوا اور کچھ مسکرایا اور سمجھا کہ ہاں یہ حال پہلے جالوں سے
بہتر ہے۔ اس سے کچھ کام چلے گا۔ مگر اس جال سے شیطان آدھا خوش ہوا پورا
خوش نہیں ہوا۔ اس لئے آدھا مسکرایا اور سمجھا کہ یہ جال بھی اہلاک اور فنا دہا
کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے اس سے بڑھ کر جال کی درخواست کی۔

نسوئے اضلال ازل پیغام کرد کہ برآہ از قعر بکفر فتنہ کرد

نے یکے از بندگان مومنی است پردہ باد بجز ادا از گرد بست

آب از ہر سوغاں را واکشید از تنگ دریا غبارے شد بدید

اور حق تعالیٰ سے اضلال انہی کی استعداد کی اور کہہ کہ دریا، فتنہ کی گہرائی سے گرد و غبار اڑا دیجئے تاکہ اہل ہوا و سس دریائے فتنہ کو خشک سمجھ کر اس میں قدم رکھیں، اور قبطیوں کی طرح اس میں غرق ہوں جس طرح آپؐ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا کو خشک کر دیا اور سمندر میں گرد سے دیواریں قائم کر دیں۔ اور پانی ہر طرف سے سمٹ کر آگیا۔ اور دریائے کی گہرائی سے غبار بلند ہونے لگا۔ اسی طرح میرے لئے بھی دریائے فتنہ کو خشک کر دے۔ اور اس کو میرے زیر فرمان بناد دیجئے کہ جو فتنہ چاہوں اس کی گرد اڑا سکوں اور اولاد آدم کو ہلاک کر سکوں۔ موسیٰ علیہ السلام آپؐ کے اہم ہادی کے منظر تھے۔ اور میں سمٹ مفضل کا منظر ہوں جس طرح آپؐ نے ان کی تمام ہدایت کے لئے دریائے نیل کو خشک کر کے گمراہوں کو غرق کیا۔ اسی طرح میرے لئے اتنا اضلال کے لئے دریا، فتنہ کو خشک کر دیجئے۔ اور دریائے فتنہ کو میرے لئے مسخر کر دیجئے تاکہ کار اضلال مکمل ہو سکے۔ اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام سے ہدایت کا کام پورا ہوا۔ مجھ سے ضلالت (گمراہی) کا کام پورا ہو سکے۔

(ف) شاید ابلیس۔ کو موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کا قبل از وقوع جو علم ہوا وہ غالباً لوح محفوظ سے دیکھ کر ہوا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

دام محکم وہ کہ تا گرد تمام - و اسنگنہ در کام ایشاں چوں بجا
در کند آرم کشم شان کشان تاکہ نتواند سر بیچید ازاں
ابلیس نے کہ اے پروردگار کوئی ایسا محکم جاں دیکھئے کہ جس سے معاملہ ہی ختم ہو جائے اور کا۔ ہی تمام ہو جائے اور میں ان کے منہ میں اس کو لگام کی طرح لگا دوں۔ اور اپنے جال میں پھنسا کر ان کو جدھر چاہوں کھینچتا پھروں اور وہ اس سے سہرہ سمیر سکیں۔ اور بازاروں اور گلیوں میں انکو لئے پھروں تاکہ دنیا ان کی شہوت رانی کا خوب تماشا دیکھ سکے۔

چونکہ خوبی زمان با او نمود کہ زیر عقل و صبر مرداں می رہود
شیطان جب کسی جال سے بھی پورا خوش نہ ہوا تو حق جل شانہ نے اخیر میں عورتوں
کا حسن و جمال اس کو دکھلایا کہ جو مردوں کی عقل اور صبر کو لے بھاگنے والا تھا
اور فرمایا کہ اچھا یہ جال لیجا۔ اور اس کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کر اور دریائے
فتنہ کی گہرائی سے گردوغبار اڑا۔

پس زدنکشک برقص اندر فتاد

کہ بدہ زدو تر رسیدم بر مراد

پس جس وقت عورتوں کے حسن و جمال کا جال شیطان کو دکھلایا گیا تو نقص
کرنے لگا۔ اور ناچنے لگا اور چٹکیاں بجانے لگا اور عورتوں کے حسن و جمال کو دیکھ
کر سمجھ گیا کہ یہی وہ دریائے فتنہ ہے کہ جس سے کوئی صحیح سالم بچ کر نہیں گزر سکتا
اور بولا کہ اے پروردگار یہ جال مجھ کو جلد دے دیجئے پس میں اپنی مراد کو پہنچ گیا لوگوں
کے پھانسنے کیلئے یہ بہترین جال ہے اور آگے اسی جال کے حال کا بیان ہے۔
چوں بدید آں چشمہائے پُر خمار کہ کند عقل و خرد را در خمار
جب اس لعین نے دیکھا کہ عورتوں کے آنکھیں ایسی پر خمار ہیں کہ عقل و خرد پر خمار
(زپردہ) ڈال دیتی ہیں۔

واں صفائے عارض آن دلبران کہ بسوزد چوں سپند ایں دل براں
اور اس نے دیکھا کہ ان حسین و جمیل دلبروں کے رخساروں کی صفائی اور خوبی دل کو حری
کے مانند جلا کر رکھ دیتی ہے سپند حری کو کہتے ہیں جس کو بطور بخور آگ میں ڈال
کر جلاتے ہیں۔

روئے و خال و ابرو و لب چوں عشیق

گوئی خور تافت از پردہ ریشیق

اور دیکھا کہ ان کا چہرہ اور خال اور ابرو اور عقیق کے مانند سرخ لب ایسے چمک رہے ہیں جیسے آفتاب باریک پردہ سے چمک رہا ہو۔

قد چوں سرو خراماں در پسین

خدا بچوں یا سمین و نسترن

اور دیکھا کہ قد و قامت ایسا ہے جیسا کہ سرو چمن میں جھومتا ہو اور رخسار گل یا سمین اور نسترن کی طرح ہے۔

چوں کہ دید آن غنچ بر حبت اوسبک چوں تجسلی حق از پردہ تنک
جب ان سے یہ ناز و داد دیکھے تو اچھل پڑا اور سمجھا کہ گمراہ کرنے اور دوسوسہ کا بہترین
جال ہے اور دراصل یہ باریک پردہ میں سے جمال کبرمائی کا ایک پرتو تھا! اہل معرفت
اور ارباب حقیقت نے اس فانی اور مجازی حسن و جمال کبرمائی کی طرت کوئی التفات نہ
کیا۔ عالم میں جہاں کہیں بھی حسن و جمال ہے وہ اسی نور السموات والارض
کے حسن و جمال کا ایک ادنیٰ سا عکس اور پرتو ہے اور عالم کا ہر ہر ذرہ اسی کے حسن
و جمال کا آئینہ ہے۔ لیکن یہ امر کہ کسی آئینہ کی طرت نظر کرنا جائز ہے اور کس آئینہ
کی طرت دیکھنا ناجائز ہے یہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بتایا۔ شریعت
کہتی ہے کہ اپنی زوجہ کے حسن و جمال کی طرت تو نظر کرنا جائز ہے مگر دوسرے کی زوجہ
کے حسن و جمال کی طرت تو نظر اٹھا کر دیکھنا قطعاً حرام ہے حق تعالیٰ نے جو آئینہ تمکو
دیا ہے اسکو دیکھو۔ دوسرے آئینہ کی استعمال کی اجازت نہیں حق تعالیٰ نے
جو آئینہ تمکو دیا ہے صرف تم کو اس کے استعمال کی اجازت دی ہے اور اس کی اجازت
نہیں کہ تم اپنا آئینہ دوسرے کو دکھلا سکو۔ چہ جائیکہ دے سکو۔ شریعت کہتی ہے
کہ اپنی بیٹی اور بہن کی طرت چشم شفت سے دیکھنا ناجائز ہے۔ اور چشم شہوت سے
دیکھنا ناجائز ہے اور اپنے بیٹے کی حسن و جمال کو بنظر محبت دیکھنا ناجائز ہے اور

غیر کے لڑکے کے حسن و جمال کو دیکھنا زیر غور اور زیر نظر ہے جو شخص دوسروں کی بیوی بیٹی اور بہن کی طرف دیکھنے کو جائز قرار دیتا ہے وہ در پردہ دوسروں کو اپنی بیوی اور بہن کی طرف دیکھنے کی اجازت اور دعوت دیتا ہے جس پر کسی غیور کی غیرت ایک لمحہ کے لئے بھی راضی نہیں۔

عالیٰ شد والد و حیران و دنگ زان کر شتم و زان دلال نیک تنگ
عورتوں کے ان کرشموں اور ناز و ادا اور شوخیوں کو دیکھ کر ایک دنیا مست و حیران
اور دنگ رہ گئی۔ اس لئے شیطان کو سب سے زیادہ یہی جال پسند آیا۔ کہ گمراہ کرنے
اور بھانسنے کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ (حکایت ختم ہوئی)
(شعری دفتر پنجم صفحہ ۳۱۳ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ) (شعری دفتر پنجم صفحہ ۳۱۳ مطبوعہ کا پرا)

حکایت مذکورہ کی اردو منظر

منقول از پیرامن یوسفی اردو ترجمہ منظوم شعری مولانا روم مصنفہ مولانا محمد یوسف
علی شاہ صاحب گلشن آبادی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مطبع نول کشور

عرض کی ابلیس نے اللہ سے	دام دے اس سید کا بھاری بچھے
سیم و زر اور اسپ کھلا کے اسے	کہ تو اس سے خلق کو لیجا کے
منہ پھلایا اور کہا کہ واہ واہ	ترش و مثل ترنج از بس ہوا
پس جو اہر کان کے از سبکہ خود	کر دیئے ملعون پہ حق نے پیش کش
دوسرا یہ دام لے تو اسے لعین	بولا اس سے بڑھ کے تے تو لے سین
چرب و شیریں اور شراب آتش	پس اُسے دی اور جامہ ریشی
بولا یارب اس سے بڑھ کرے مدد	تا انھیں باندھوں بجلی من مَسَد
تا کہ تیرے مست زبردل جو ہیں	مرد کی مانند بندیں کاٹ دیں

تاکہ ساتھ اس جاں دوام حرص کے مرد تیرا ہو جدا نامرد سے
 دوسرا چاہتا ہوں اے شاہ نجف دایم مرد انداز و حیلہ ساز سخت
 چنگ و بادہ آگے لاسکے رکھا خوش ہوا آدھا وہ اور آدھا ہنسنا
 گم رہی ازلی کا وہ سائل ہوا گرد و قعر بحر فتنہ سے تو لا
 نے کہ اک موسیٰ تیرے بندوں سے ہے باندھے پردے بھر میں بس گردے
 آب وریا ہر طرف سے بہٹ گیا اور غبار اک تہہ سے دریا کے اُٹھا
 دام دی مضبوط تا ہوئے تمام منہ میں ان کے ڈالوں میں مثل نگام
 کھینچوں ان کو بھانکوں میں ام میں تا نہیں سر کو بھرا اس سے سکلیں
 جو بتائیں خواباں زن کی اُسے کہ قرار و صبر مرد ابر کرے
 بس لگا کھچکی بجانے نا چھنے کہ ملا مقصد مرا تو جلد دے
 جو کہ دیکھیں آنکھیں اس کی پر خمار کہ کرے عقل و خرد کو بے قرار
 اور صفائی چہرہ دلدار کو کہ عباسے چوں پسند عاشق کو دو
 خال و ابرو و لب گویا کہ ہے جلوت حق پرودہ باریک سے
 قد ہے جو سرد چمن اندر چمن اور رخ چوں یا سہین و نشتر
 آن جو دیکھی تو ترہ پا کو دے چوں تجلی پرودہ باریک سے
 عالم ایک حیران ہوا اور بکرونگ ان کرشموں سے کہ تھے وہ شوخ و شنگ

حکایت ختم ہوئی پیر بن یوسفی ترجمہ منظوم سنوی مولوی معنوی ص ۴۸ دفتر پنجم

ام المؤمنین جویریہ بنت حارث بن ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت جویریہ حارث بن ضرار سردار نبی المصطلق کی بیٹی تھیں۔ پہلا نکاح
 مسافع بن صفوان مصطلقی سے ہوا تھا۔ جو غزوہ مریضہ میں مارا گیا۔ اس غزوہ میں جہاں

٥ الامايز : ج : ٢ : ٥ : ٢٦٥

وہ کلمات یہ ہیں۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ۝ عَدَدُ خَلْقِهِ ۝ وَرِضَا نَفْسِهِ ۝

وَنُورَةُ عَرْشِهِ ۝ وَمِدادُ كَلِمَاتِهِ (نورقاف صفحہ ۲۵۵ ج ۳)

ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

زمنہ آپ کا نام اور ام حبیبہ آپ کی کنیت تھی ابوسفیان بن حرب اموی قریش کے مشہور سردار کی بیٹی تھیں والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص تھا جو حضرت عثمان کی بھوپھی تھیں۔ بعثت سے ۷ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا ام حبیبہؓ ابتداء ہی میں مسلمان ہوئیں اور ان کے شوہر بھی اسلام لے آئے اور دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں جا کر ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ رکھا اور اسی کے نام پر ام حبیبہ کنیت رکھی گئی۔ اور پھر اسی کنیت سے مشہور ہوئیں چند روز کے بعد عبید اللہ بن جحش تو اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی بن گیا۔ مگر ام حبیبہؓ ہر اہر اسلام پر قائم رہیں۔

ام حبیبہ کہتی ہیں کہ عبید اللہ کے نصرانی ہونے سے پہلے اس کو نہایت بُری اور سبیا تک شکل میں خواب میں دیکھا بہت گھبرائی جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ عیسیٰؑ ہو چکا ہے۔ میں نے یہ خواب بیان کیا (کہ شاید متنبہ ہو جائے) مگر کچھ تو توجہ نہیں کی اور شراب و کباب میں براہر نہک رہا۔ حتیٰ کہ اسی حالت میں انتقال ہو گیا۔

علیہ ان کا نام عبید اللہ تصغیر کے ساتھ ہے۔ اور عبید اللہ بن جحشؓ جو ان کے بھائی تھے وہ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔ ام حبیبہ کے پہلے شوہر کا نام عبید اللہ تصغیر کے ساتھ ہے۔ ان کا نام عبید اللہ نہیں جیسا کہ بعض کتاہوں میں غلطی سے لکھا گیا۔ ۱۲۔

چند روز کے بعد خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص یا ام المؤمنینؓ کہہ کر آواز دے رہا ہے جس سے میں گھبرائی عدت کا ختم ہونا تھا کہ یکا یک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچا۔ رواہ ابن سعد علیہ

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی شاہ حبشہ کے پاس یہ کہلا کر بھیجا کہ اگر ام حبیبہؓ مجھ سے نکاح کرنا چاہیں تو تم بطور وکیل نکاح پڑھو اگر میرے پاس بھیجو و نجاشی نے اپنی باندی ابرہہ کو ام حبیبہ کے پاس یہ کہلا کر بھیجا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک والا نامہ اس مضمون کا یعنی پیام کا آیا ہے اگر تم کو منظور ہو تو اپنی طرف سے کسی کو وکیل بناؤ ام حبیبہؓ نے اس پیام کو منظور کیا۔ اور خالد بن سعید بن العاص اموی کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ اور اس بشارت اور خوشخبری کے انعام میں ہاتھوں کے دونوں کنگن اور بیروں کی پازیب اور انگلیوں کے چھتے جو سب نقرئی تھے۔ ابرہہ کو دیدے جب شام ہوئی تو نجاشی نے حضرت جعفر اور تمام مسلمانوں کو جمع کر کے خود خطبہ

علیہ حبیبہ بھی صحابیہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبیبہ ہیں۔ اپنی والدہ ماجدہ حضرت ام حبیبہ کے ساتھ حبشہ سے مدینہ ہجرت کر کے آئیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ حبیبہ حبشہ میں پیدا ہوئیں یا کہ میں واللہ اعلم اصحابہ صفہ ۳۰۵، ج ۴، ترجمہ ام المؤمنین زلمہ بنت ابی سفیان۔

علیہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ خواب دیکھ کر میں گھبرائی لیکن معافی یہ تعبیر ذہن میں آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے نکاح فرمائیں گے۔

صفۃ الصفوة لابن الجوزی صفحہ ۳۲ ج ۲

لہ۔ الاصابہ۔ ج ۳۔ ص ۳۰۵۔

نکاح پڑھا۔ وہ خطبہ یہ ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ السَّلَامِ
الْمُؤْمِنِ الْمُتَعَالِي الْعَزِيزِ الْجَبَّارِ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
وَأَنَّكَ الَّذِي بَشَّرَ بِهِ عِيسَى
بَنَ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمَا
وَسَلَّمَ

حمد ہے خداوند قدوس اور خدا نے غالب اور
عزیز اور جبار کی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے
سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندہ
اور رسول برحق ہیں۔ اور آپ وہی نبی میں جن
کی عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہما وسلم نے بشارت
دی ہے۔

أَمَّا بَعْدُ . فَاِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى
أَنَّ رُوحَ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ
أَبِي سَفْيَانَ فَاجِبَتْ إِلَى مَا دَعَا
إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اصْدَقْتُهَا
أَرْبَعًا دِينَارًا

اما بعد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجھ کو یہ تحریر فرمایا ہے کہ میں آپ کا
نکاح ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے
کر دوں۔ میں نے آپ کے ارشاد کے
مطابق آپ کا نکاح ام حبیبہ سے
کر دیا اور چار سو دینار ہر مقرر کیا۔

اور اسی وقت وہ چار سو دینار خالد بن سعید اموی کے حوالے کر دیئے
اس کے بعد خالد بن سعید کھڑے ہوئے اور یہ تقریر فرمائی۔

الحمد لله حمده واستعينه
واستغفره واشهد أن لا اله
إلا الله وحده لا شريك له
وأشهد أن محمدا عبده ورسوله

الحمد اللہ۔ میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں
اور اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور گواہی دیتا
ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے
کوئی اس کا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں محمد

ارسلا بالهدی و دین الحق لیظهرہ
 علی الدین کلہ و لو کرة المشرکون
 صل اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندے
 ہیں اور رسول برحق ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے
 ہدایت اور دین برحق دے کر بھیجا ہے تاکہ اس
 دین کو تمام دنیوں پر غالب کرے اگرچہ دشمن
 کو ناگوار ہو۔

اما بعد فقد اجیت الی ما دعا
 الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم و زوجتہ ام حبیبہ بنت
 ابی سفیان فبارک اللہ لرسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم
 اما بعد میں نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کے پیام کو قبول کیا اور
 آپ سے ام حبیبہ کا نکاح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ
 مبارک فرمائے۔

لوگوں نے اسٹھنے کا ارادہ کیا نجاشی نے کہا کہ ابھی بیٹھے حضرات انبیاء
 کی سنت یہ ہے کہ نکاح کے بعد ولیمہ بھی ہونا چاہئے۔ چنانچہ کھانا آیا اور
 دعوت سے فارغ ہو کر سب شخصیت ہوئے مہر کی رقم جب حضرت ام حبیبہ کے
 پاس پہنچی تو ابرہہ کو بلا کر بجاس دینا اور دیئے ابرہہ نے یہ بجاس دینا ارادہ
 زبرد جو پہلے دیا گیا تھا یہ کہہ کر سب واپس کر دیا کہ بادشاہ نے مجھ کو تاکید کر دی
 ہے کہ آپ سے کچھ نہ لوں۔ اور آپ یقین کیجئے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے پیرو ہو چکی ہوں اور اللہ عز و جل کے لئے دین اسلام کو قبول کر
 چکی ہوں۔ اور آج بادشاہ نے اپنی تمام بیگیاں کو حکم دیا کہ ان کے پاس جو خوشبو
 اور مطر ہو اس میں سے ضرور آپ کے پاس پہنچیں۔ چنانچہ دوسرے روز
 ابرہہ بہت سا عود اور عنبر وغیرہ لیکر آپ کے پاس آئی ام حبیبہ فرمائی ہیں کہ میں
 نے وہ عود اور عنبر سب رکھ لیا اور اپنی ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت میں لائی۔ اس کے بعد ابرہہ نے کہا کہ میری ایک درخواست ہے وہ یہ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرا سلام کہہ دینا اور یہ عرض کر دینا کہ میں آپ کے دین کی پیروی ہو گئی ہوں۔ میری روانگی تک ابرہہ کا یہ حال رہا کہ جب آنی تو یہی کہتی کہ دیکھو میری درخواست کو بھول نہ جانا چنانچہ جب مدینہ پہنچی تو یہ تمام حالات اور واقعات آپ سے بیان کئے آپ مسکراتے رہے اخیر میں ابرہہ کا سلام پہنچایا آپ نے فرمایا وعلیہا السلام ورحمۃ اللہ ربکاتہا۔ ۱۵

۱۶؎ حج میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا اور بعض کہتے ہیں کہ دمشق میں انتقال ہوا مگر صحیح یہی ہے کہ مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ ۱۷؎

چونکہ بعثت سے سترو سال پہلے پیدا ہوئیں لہذا اس حساب سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح کے وقت آپ کی عمر ۳۴ سال تھی اور وفات کے وقت ۴۴ سال کی تھی۔

عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ام حبیبہ نے انتقال کے وقت مجھ کو بلایا اور کہا کہ باہم کنو میں جو کچھ پیش آتا ہے وہ تم کو معلوم ہے۔ جو کچھ ہوا ہودہ معاف کرنا۔ اللہ تعالیٰ میری اور تمہاری مغفرت فرمائے میں نے کہا سب معاف ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اور تمہاری مغفرت فرمائے ام حبیبہ نے فرمایا اے عائشہ تم نے مجھ کو خوش کیا اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے اور پھر ام سلمہ کو بلایا اور ان سے بھی یہی گفتگو ہوئی (احزاب ابن سعد) اصابع ۱۷؎ ترجمہ ام المومنین زکوة بنت ابی سفیان۔

۱۵ صفۃ الصفوة - ج ۱، ص ۲۲ - زرقانی ج ۳، ص ۲۴۳

۱۶ زرقانی ج ۳، ص ۲۴۵

۱۷ الاصابع - ج ۴، ص ۲۳۶ - صفۃ الصفوة ج ۲، ص ۲۴

ام المومنین صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت صفیہ - حی بن اخطب سردار بنی نضیر کی بیٹی تھیں حی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔ ماں کا نام ضرۃ بنتا پہلا نکاح سلام بن مشکم قرظی سے ہوا سلام کے طلاق دیدینے کے بعد کنانہ بن ابی اسحق سے نکاح ہوا۔ کنانہ غزوہ خیبر میں مقتول ہوا۔ اور یہ گرفتار ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا اور یہی ان کا ہر قرار پایا۔ خیبر سے چل کر آپ مقام صہبا میں اترے جو خیبر سے ایک منزل ہے وہاں پہنچ کر عروسی فرمائی اور یہیں ولیمہ فرمایا۔ ۱۵

ولیمہ محب شان سے ہوا چمڑے کا ایک دسترخوان بچھا دیا گیا۔ اور حضرت انس سے فرمایا کہ اعلان کر دو کہ جس کے پاس جو کچھ سامان جمع ہو وہ لے آئے۔ کوئی کھجور لایا اور کوئی پیسیر اور کوئی ستول لایا اور کوئی گھسی لایا۔ جب اس طرح کچھ سامان جمع ہو گیا تو سب نے ایک جگہ بیٹھ کر کھالیا اس ولیمہ میں گوشت اور ردی کچھ نہ تھا (بخاری مسلم) مقام صہبا میں تین روز آپ نے قیام کیا اور حضرت صفیہ پردہ میں رہیں جب آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو خود حضرت صفیہ کو ادنت پر سوار کرایا۔ اور اپنی عبا سے انپر پردہ کیا کہ کوئی دیکھ نہ سکے گویا کہ یہ اعلان تھا کہ حضرت صفیہ ام المومنین ہیں۔ ام ولد نہیں۔ (بخاری مسلم) ۱۶

۱۵ کسی شوہر سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ عیون الاثر ج ۲ ص ۲۰۷

۱۶ عیون الاثر ج ۲ ص ۲۰۷ : ۳۰۷ : ۳۰۷ زرقانی ج ۳ : صفحہ ۲۵۷

حضرت صفیہ حب آپ کی زوجیت میں آئیں تو آپ نے حضرت صفیہ کی آنکھ پر ایک سبز نشان دیکھا۔ فرمایا یہ کیسی سبزی ہے حضرت صفیہ نے کہا ایک روز میں اپنے شوہر کی گود میں سر رکھے ہوئے سو رہی تھی کہ یہ خواب دیکھا کہ چاند سیری گود میں آکر گرا ہے۔ یہ خواب میں نے اپنے شوہر سے بیان کیا۔ اس نے زور سے میرے ایک ہاتھ پر مارا اور کہا تو میرے بکے بادشاہ کی تمنا کرتی ہے۔ اشارہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف تھا۔ آخر جو ابو حاتم والطبرانی برجال الصبیح کلاہما من ابن عمرؓ لے حضرت صفیہ حب خیر سے مدینہ آئیں تو حارثہ بن النعمان کے مکان میں اتاری گئیں ان کے حسن و جمال کو سنکر انصار کی عورتیں دیکھنے آئیں اور حضرت عائشہ بھی نقاب اڑھ کر آئیں مگر آنحضرت نے پہچان لیا اور جب واپس ہوئیں تو پوچھا کہ اے عائشہ کیا دیکھا کہا ہاں ایک یہودیہ کو دیکھ آئی ہوں آپ نے فرمایا ایسا مت کہو وہ اسلام لے آئی ہے اور اس کا اسلام نہایت اچھا اسلام ہے۔ رواہ ابن سعد اصابع۔ ترجمہ صفیہ بنت حمیؓ لے

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت صفیہ رو رہی ہیں۔ فرمایا کیوں روتی ہو کہا کہ عائشہ اور حفصہ مجھ کو چھیڑتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں زیادہ مکرم اور محترم ہیں۔ ہم آپ کی زوجہ ہونے کے ساتھ آپ کے چچا کی بیٹیاں بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے کیسے بہتر ہو سکتی ہو باپ میرے ہار دن ہیں اور چچا میرے موسیٰ ہیں اور شوہر میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (آخر جہ الترنذی عن صفیہ) لے

لے زرقانی - ج : ۳ - ص : ۲۵۷ - لے الاصابہ - ج : ۴ - ص : ۳۴۷

لے ایضاً الاصابہ - ج : ۴ - ص : ۳۴۷

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ کو صفیہ سے اس قدر کافی ہے کہ وہ اتنی اور اتنی ہے یعنی اتنا چھوٹا قد ہے آپ نے فرمایا تو نے ایسا کلمہ کہا کہ اگر اس کو سمندر کے پانی میں ڈال دیا جائے تو سارے سمندر کو مکدر کر دے (رواہ ابوداؤد والترمذی)

ایک بار آپ سفر میں تھے کہ حضرت صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا حضرت زینب بنت جحش کے پاس اونٹ کچھ ضرورت سے زیادہ تھے آپ نے فرمایا اگر ایک اونٹ صفیہ کو دیدو تو بہتر ہے۔ انہوں نے کہا میں دوں گی اس یہودیہ کو۔ ! آپ کو ناگوار گزرا اور دو یا تین مہینہ تک آپ اُن کے پاس نہیں گئے (رواہ ابن سعد) ایک بار ازواج مطہرات مرض الوفات میں آپ کے پاس جمع ہوئیں حضرت صفیہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی میری یہ تمنا اور آرزو ہے کہ آپ کے بدلہ میں یہ تکلیف مجھ کو ہو جائے ازواج مطہرات نے آپس میں ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے دیکھ لیا اور فرمایا۔

خدا کی قسم البتہ تحقیق یہ سچی ہے۔

واللہ انھا لصادقۃ

اخرجہ ابن سعد بسند حسن

ابو عمر بن عبدالبر فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ بڑی عقلمند اور بردبار اور صاحب فضل و کمال عورت تھیں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت صفیہ کی ایک باندی نے حضرت عمر سے جا کر یہ کہہ دیا کہ حضرت صفیہ ہفتہ کے دن کو بہت محبوب رکھتی ہیں۔ اور یہود کے ساتھ بہت سلوک کرتی ہیں۔ آپ نے حضرت صفیہ سے دریافت کر کے بھیجا۔ حضرت صفیہ نے کہا جب سے اللہ نے مجھ کو ہفتہ کے بدلہ میں

جموعہ عطا فرمایا ہے۔ اس روز سے کبھی ہفتہ کو پسند نہیں کیا۔ رہے یہود سوان سے میری
قربتیں ہیں ان کی ساتھ صلہ رحمی کرتی ہوں حضرت عمر کو تو یہ جواب کہلا بھیجا اور اس
کے بعد اس باندی سے دریافت کیا کہ تجھے اس کہنے پر کس نے آمادہ کیا۔ باندی نے
اس وقت سچ سچ کہہ دیا کہ شیطان نے آمادہ کیا۔ حضرت صفیہ نے باندی سے فرمایا
اچھا جاؤ تم آزاد ہو۔ ۵

سعید بن مسیب سے مرسل مروی ہے کہ جب حضرت صفیہ مدینہ آئیں
تو آپ کے کانوں میں سونے کا کچھ زور تھا۔ اس میں سے کچھ تو حضرت فاطمہ
کو دیا۔ اور کچھ اور عورتوں کو۔ (آخر حصہ ابن سعد بہ سند صحیح) ۵
سُبحان اللہ پیغمبر کی زوجیت میں آئیں اور دنیا کا قصہ ختم کیا ماہ رمضان
المبارک شہر میں وفات پائی اور حنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ۵

ام المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

میمونہ آپ کا نام ہے باپ کا نام حارث اور ماں کا نام ہند تھا۔ ماہ ذی قعدہ
شہر میں جب آپ عمرہ حدیبیہ کی قضا کرنے کے لئے مکہ تشریف لائے اس وقت
آپ کی زوجیت میں آئیں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ آپ کی آخری بیوی تھیں جن کے
بعد آپ نے بھر کسی اور سے نکاح نہیں فرمایا آپ سے پہلے ابورہم بن عبد العزیٰ
کے نکاح میں تھیں۔ ابورہم کے انتقال کے بعد آپ کی زوجیت میں آئیں۔ پانسو
درہم ہر مقرر ہوا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت

۱۔ اصابہ صفحہ ۳۴ ج ۴ ۵۔ اصابہ صفحہ ۳۴ ج ۴ - ۵۔ زرقانی ج ۳ ص ۲۵۹

۶۔ حضرت میمونہ عبد اللہ بن عباس کی خالہ ہوتی تھیں حضرت میمونہ کی بہن ام فضل عبد اللہ بن عباس
اور فضل بن عباس کی والدہ اور حضرت عباس کی بیوی تھیں۔

میمونہ سے پیام دیا تو حضرت میمونہ نے حضرت عباس کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے حضرت میمونہ سے آپ کا نکاح کر دیا۔ (رواہ احمد والنسائی)

روایات اس بارہ میں بہت مختلف ہیں کہ نکاح کے وقت آپ محرم تھے یا حلال تھے امام بخاری کے نزدیک بھی راجح ہے کہ نکاح کے وقت آپ محرم تھے۔

مکہ سے چل کر آپ مقام مہرن میں ٹھہرے اور وہاں پہنچ کر عروسی فرمائی

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اور عروسی دونوں مقام مہرن ہی میں

ہوئے اور اسٹہ میں مقام مہرن میں اسی جگہ انتقال کیا جہاں عروسی ہوئی تھی۔

اور وہیں دفن ہوئے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی ۱۵

قبر میں عبداللہ بن عباس اور زید بن اصم اور عبداللہ بن شداد اور عبید اللہ خولانی

نے امارتین اول الذکر آپ کے بھانجے تھے اور چوتھے آپ کے پرورد و یتیم تھے ۱۶

یہ گیارہ ازواج مطہرات ہیں جو آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں

رہیں۔ اور انہیات المؤمنین کے لقب سے مشہور ہوئیں اور چند عورتیں ایسی بھی

ہیں کہ جن سے آپ نے نکاح تو فرمایا لیکن مقاربہ سے پہلے ہی ان کو اپنی زوجیت

سے جدا کر دیا۔ جیسے اسماء بنت نعمانؓ جو نبیہؓ اور عمرہ بنت زید کلابیہؓ ان کا

تذکرہ غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔

سراری یعنی کنیزیں

آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار کنیزیں تھیں جن میں سے دو مشہور

ہیں :-

۱۵ اصحابہ - ج : ۴ ، ص ۲۱۱

۱۶ الاستیعاب - ج : ۴ ، ص ۲۰۸

۱۷ ان کے نکاح اور طلاق کا مفصل واقعہ اگر دیکھنا چاہیں تو فتح الباری ج ۹ صفحہ ۳۱۰ تا ج ۹

۱۔ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

یہ آپ کی ام ولد ہیں آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم انہی کے بطن سے ہیں ماریہ قبطیہ کو مقوقش شاہ اسکندریہ نے بطور مہر اپنے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ماریہ قبطیہ نے حضرت عمر کے زمانہ خلافت مسلمہ میں انتقال کیا اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

۲۔ ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا

ریحانہ۔ خاندان بنو قریظہ یا بنی نضیر سے تھیں اسیر ہو کر آئیں اور بطور کنیز آپ کے حضور میں رہیں۔ حجۃ الوداع کے بعد مسلمہ میں انتقال کیا۔ اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ان کو آزاد کر کے نکاح فرمایا تھا۔ واللہ اعلم

۳۔ نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نفیسہ اصل میں ام المؤمنین زینب بنت جحش کی جار یہ تھیں حضرت صفیہ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت صفیہ کے آگے میں حضرت زینب سے ناراض ہو گئے تھے۔ دو تین ہفتہ تک آپ ناراض رہے۔ جب آپ راضی ہوئے تو حضرت زینب نے اس خوشی میں اپنی باندی نفیسہ آپ کو ہبہ کر دی تھی۔

ان کے علاوہ ایک اور کنیز تھیں جن کا نام معلوم نہیں ہو سکا (لزر قانیؓ)

ج ۳ تا صفحہ ۲۷۴ ج ۳

تعدد ازدواج علیہ

تاریخ عالم کے مسلمات میں سے ہے کہ اسلام سے پہلے تمام دنیا میں یہ رواج تھا

علیہ۔ ایک عورت کے لئے متعدد خاوند ہونے کی ممانعت کی وجہ (۱) اگر ایک عورت چند

کہ ایک شخص کئی کئی عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھتا تھا اور یہ دستور تمام دنیا میں رائج تھا حتیٰ کہ حضرات انبیاء کرام بھی اس دستور سے مستثنیٰ نہ تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام

(البعیثہ حاشیہ سابقہ صفحہ) مردوں میں مشترک ہونا بوجہ استحقاق نکاح ہر ایک کو قضاء و حاجت کا استحقاق ہوگا اور اس میں غالب اندیشہ فساد اور فساد کا ہے۔ شاید ایک ہی وقت میں سب کو ضرورت ہو اور عجب نہیں کہ قتل تک نوبت پہنچے۔

۲۔ نیز مرد فطرۃ حاکم ہوتا ہے اور عورت محکوم اس لئے کہ طلاق کا اختیار مرد کو ہے۔ جب تک وہ آزاد نہ کرے تو عورت دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی۔ جیسے باندی اور غلام خود آزاد نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ مالک کی طرف سے اعتناق (آزاد کرنا) نہ ہو۔ اسی طرح عورت بھی یہ بغیر مرد کے آزاد کے خود بجز نکاح سے آزاد نہیں ہو سکتی جب تک طلاق نہ ہو۔ غلاموں میں اگر اعتناق ہے تو یہاں طلاق ہے۔ پس اگر ایک عورت کے متعدد خاوند ہوں گے تو یوں کہو کہ ایک عورت کے حاکم متعدد ہوں گے اور جتنے حاکم زیادہ ہوں گے اتنی ہی محکوم میں ذلت بھی زیادہ ہوگی۔ اس لئے کہ ایک حاکم کے تحت متعدد محکوم ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ایک ایک حاکم کے تحت میں متساو اور ہزار ہزار محکوم ہوتے ہیں۔ ایک بادشاہ کے تحت ملک کی رعایا ہوتی ہے۔ اس میں نہ کوئی ذلت ہے نہ کوئی مشقت۔ لیکن اگر محکوم ایک ہو اور حاکم متعدد ہوں تو جتنے حاکم زیادہ ہوں گے اتنی ہی محکوم میں ذلت بھی زیادہ ہوگی معلوم ہوا کہ ایک عورت کا متعدد شوہروں کے تحت میں رہنا عورت کے لئے انتہائی تحقیر اور تذلیل کا سبب ہے۔ نیز متعدد شوہروں کی خدمت بجالانا اور سب کو خوش رکھنا ناقابل برداشت مشقت ہے۔ اس لئے شریعت اسلامیہ نے ایک عورت کو دو یا چار مردوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی تاکہ عورت تحقیر اور تذلیل اور ناقابل برداشت مشقت سے محفوظ رہے پھر یہ معلوم کہ ایک عورت کے یہ چار شوہر ایک ہی مکان میں سکونت پذیر ہوں گے یا ایک محلہ میں یا ایک (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے دو بیویاں تھیں حضرت اسحاق علیہ السلام کے بھی متعدد بیویاں تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھی کئی بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیویوں

بقیہ حاشیہ شہر میں یا دوسرے شہر میں اور یہ ایک عورت ان چاروں شوہروں کی کس طرح خدمت بجالائے گی۔ جو عورتیں تعدد شوہر کی جواز کی قائل ہیں وہ ان سوالات کا جواب دیں۔

۳۔ نیز اگر ایک عورت کے متعدد شوہروں تو متعدد شوہروں کے تعلق سے جو اولاد پیدا ہوگی تو وہ کس کی اولاد ہوگی مشترکہ ہوگی یا منقسمہ اور تقسیم کس طرح ہوگی۔ اگر ایک ہی فرزند ہوا تو چار باپوں میں کس طرح تقسیم ہوگا۔ اور اگر متعدد اولاد ہوئی اور نوبت تقسیم کی آئی تو بوجہ اختلاف ذکوریت و انوشت و بوجہ تفاوت شکل و صورت اور بوجہ تباہین خلق و سیرت اور بوجہ تفاوت قوت و ہمت اور بوجہ تفاوت فہم و فراست موازنہ ممکن نہیں۔ جو ایک ایک کو لے کر اپنے دل کو سمجھائے اس تفاوت کی وجہ سے تقسیم اولاد کا مسئلہ غایت درجہ پیچیدہ ہو جائیگا اور نہ معلوم کہ باہمی نزاع سے کیا کیا صورتیں بننا ہوں۔

پھر بوجہ تساوی محبت جملہ اولاد ایک دوسری دقت پیش آئے گی کہ ایک کے وصال سے اتنا سرور نہ ہوگا جتنا کہ اوروں کے فراق سے رنج اٹھانا پڑے گا۔ پھر اس وجہ سے کہ خدا جانے کیا کیا فتنے برپا ہوں بہر طور اس نظام میں خرابیوں اور بربادیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس لئے شریعت حقہ نے ایک عورت کے لئے متعدد شوہروں کو منع فرما دیا۔ ہندوؤں کی بعض قوموں میں ایک عورت کا پانچ پانڈؤں کے نکاح میں ہونا جائز اور روا ہے۔ ان بے غیرتوں کو اس کا احساس نہیں کہ ایک عورت کا کبھی کسی سے اور کبھی کسی سے ہم آغوش اور ہم کنار ہونا سراسر بے غیرتی اور بے حیائی ہے۔ اسلام عزت اور عفت اور عصمت (بالا اگلے صفحہ پر)

بیویاں تھیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے سو بیویاں تھیں اور توریت و انجیل اور دیگر صحیفہ انبیاء میں حضرات انبیاء کی متعدد ازواج کا ذکر ہے اور کہیں بھی تعدد ازواج کی ممانعت کا ادنیٰ اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام صرت یہ دونوں ایسے گزرے ہیں کہ جنہوں نے بالکل شادی نہیں فرمائی۔ سو اگر ان کے فعل کو استدلال میں پیش کیا جائے تو ایک شادی بھی منع ہو جائے گی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے رفع الی السماء سے پہلے اگر شادی نہیں کی مگر نزول کے بعد شادی فرمائیں گے۔ اور اولاد بھی ہوگی جیسا کہ احادیث میں آیا ہے، غرض یہ کہ علماء یہود اور علماء نصاریٰ کو مذہبی لحاظ سے تعدد ازواج پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ اسلام آیا اور اس نے تعدد ازواج کو جائز قرار دیا۔ مگر اس کی حد مقرر کر دی کہ چار سے تجاوز نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ نکاح سے مقصود عفت اور تحصین فرج ہے۔ یعنی پاک دامنی اور شہرہ نگاہ کی زنا سے حفاظت مقصود ہے، چار عورتوں میں جب ہر تین شب کے بعد عورت کی طرف رجوع کرے گا تو اُس کے حقوق زوجیت پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

شرعیات اسلامیہ نے غایت درجہ اعتدال اور توسط کو ملحوظ رکھا نہ تو جاہلیت

بقیہ پچھلے صفحے سے۔ کا مذہب ہے اس میں اس بے غیرتی کی کوئی گنجائش نہیں ہاں اگر کوئی عورت بے غیرت بن جائے تو اس کو اپنے نفس کا اختیار ہے۔ ہندوؤں کی طرح اگر اس کو پانچ پانڈے میسر آجائیں اور وہ اس کو تسلیم بھی کر لیں تو کرے۔ تمام انبیاء کرام کے مسلمہ حکمتوں میں ایک حکمت یہ ہے کہ اِذَا فَاَتَكَ الْحِیَاءُ فَاصْنَعِ مَا شِئْتَ جب تجھ سے حیا رہتی رہی تو پھر جو چاہے کر۔

والسلام خیر الختام

کہ طرح غیر محدود کثرت کی اجازت دی کہ جس سے شہوت رانی کا دروازہ کھل جائے اور نہ اتنی تنگی کی کہ ایک سے زائد کی اجازت ہی نہ دی جائے بلکہ بین بین حالت کو برقرار رکھا کہ چار تک اجازت دی تاکہ :

۱۔ نکاح کی غرض و غایت یعنی عفت اور حفاظت نظر اور کھسین فرج اور تناسل اور اولاد بسہولت حاصل ہو سکے۔ اور زنا سے بالکلیہ محفوظ ہو جائے اس لئے قدرت نے بعض لوگوں کو ایسا قوی اور تندرست اور فارغ البال اور خوشحال بنایا ہے۔ کہ ان کے لئے ایک عورت کافی نہیں ہو سکتی اور بوجہ قوت اور توانائی۔ اور پھر خوشحالی اور تونگرمی کی وجہ سے چار بیویوں کے بتکلف حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دوسرے نکاح سے روکنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان سے تقویٰ اور پرہیزگاری اور پاکدامنی تو رخصت ہو جائے گی اور بدگاری میں مبتلا ہو جائیں گے۔

بلکہ

اگر ایسے قوی اور توانا جن کے پاس لاکھوں اور کروڑوں کی دولت موجود ہے اگر وہ اپنے خاندان کے چار غریب عورتوں سے اس لئے نکاح کریں کہ ان کی تنگدستی صمدل بفرخی ہو جائے اور وہ غربت کے گھرانہ سے نکل کر ایک راحت اور دولت سے گھرانے میں داخل ہوں اور حق تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر کریں تو امید ہے کہ ایسا نکاح اسلامی نقطہ نظر سے بلاشبہ عبادت اور عین عبادت ہوگا اور قوی نقطہ نظر سے اعلیٰ ترین قومی ہمدردی کا ثبوت ہوگا۔ جس دولت مند اور زمیندار اور سرمایہ دار کے خزانے سے ہر مہینہ دس ہزار مزدور اور دس ہزار خاندان پرورش پاتے ہوں تو اگر دولتمند کے خاندان کی چار عورتیں بھی اس کی حرم مراۓ میں داخل ہو جائیں اور عیش و عشرت اور عزت و راحت کے ساتھ ان کی عزت اور ناموس

بھی محفوظ ہو جائے تو عقلاً و شرعاً اس میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی ۔ !

بلکہ

اگر کوئی بادشاہ یا صدر مملکت یا وزیر سلطنت یا کوئی صاحب ثروت و دولت بیمار پڑ جائے اور پھر بذریعہ اخبار کے یہ اعلان کرائے کہ میں چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور ہر عورت کو ایک لاکھ روپیہ مہروں گا اور ایک ایک بنگلہ کا ہر ایک کو مالک بنا دوں گا جو عورت مجھ سے نکاح کرنا چاہے وہ میرے پاس درخواست بھیج دے ۔

تو سب سے پہلے

انہی بیگمات کی درخواستیں پہنچیں گی جو تعدد ازدواج کے مسئلہ پر شور برپا کر رہی ہیں ۔ یہی مغرب زدہ بیگمات اور ہم رنگ میمات سب سے پہلے اپنے آپ کو اور اپنی بیٹیوں اور بھتیجیوں اور سہانجیوں کو لے کر امرار اور دوزخ کے بنگلوں پر خود حاضر ہو جائیں گی اور عجب نہیں کہ ان بیگمات کا اتنا ہجوم ہو جائے کہ امیر یا وزیر کو انتظام کے لئے پولیس بلانا پڑ جائے ۔ اور اگر کوئی امیر اور وزیر ان بیگمات کے تسبوں کرنے میں تامل کرے تو یہی بیگمات دلاویز طریقہ سے ان امیروں اور ذبیروں کو تعدد ازدواج کے فوائد اور منافع سمجھائیں گی ۔

۲ - نیز عورت ہر وقت اس قابل نہیں رہتی کہ خاندان سے ہم بستر ہو سکے کیونکہ اول تو لازمی طور پر ہر مہینہ میں عورت پر پانچ چھ دن ایسے آتے ہیں یعنی ایام ماہواری جس میں مرد کو پرہیز کرنا لازمی ہوتا ہے ۔ دوسرے یہ کہ ایام حمل میں عورت کو مرد کی صحبت سے اس لئے پرہیز ضروری ہوتا ہے کہ جنین کی صحت پر کوئی بُرا اثر نہ پڑے تیسرے یہ کہ بسا اوقات ایک عورت امراض کی وجہ سے یا حمل اور تولید اور تناسل کی تکلیف میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتی کہ مرد

اس سے منتفع ہو سکے۔ تو ایسی صورت میں مرد کے زنا سے محفوظ رہنے کی عقلاً اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ اس کو دوسرے نکاح کی اجازت دی جائے ورنہ مرد اپنی خواہش کے پورا کرنے کے لئے ناجائز ذرائع استعمال کرینگے۔

حکایت

ایک بزرگ کی بیوی نابینا ہو گئی تو انھوں نے دوسرا نکاح کیا تاکہ یہ دوسری بیوی پہلی نابینا بیوی کی خدمت کر سکے۔

ابنِ عقل مستویٰ دیں کہ اگر کسی کی پہلی بیوی حسدور ہو جائے اور وہ دوسرا نکاح اس لئے کرے تاکہ دوسری بیوی اگر پہلی بیوی کی خدمت کر سکے اور اس کے بچوں کی تربیت کر سکے تو کیا یہ دوسرا نکاح عین مروت اور عین انسانیت نہ ہوگا۔ ؟

۳۔ نیز ببارقاتِ عورت امراض کی وجہ سے یا عقیم (باجنم) ہونے کی وجہ سے تو آمد اور تناسل کے قابل نہیں رہتی اور مرد کو بقا و نسل کی طرہ فطری رغبت ہے۔ ایسی صورت میں عورت کو بے وجہ طلاق دے کہ علیحدہ کر دینا یا اس پر کوئی الزام لگا کر اس کو طلاق دیدینا (جیسا کہ دن رات یورپ میں ہوتا رہتا ہے) بہتر ہے یا یہ صورت بہتر ہے کہ اس کی زوجیت اور حقوق زوجیت کو باقی اور محفوظ رکھ کر شوہر کو دوسرے نکاح کی اجازت دیدی جائے۔ بتلاؤ کونسی صورت بہتر ہے۔ اگر کسی قوم کو اپنی تعداد بڑھانی منظور ہو تو اس کی سب سے بہتر تدبیر یہی ہو سکتی ہے کہ ایک ایک مرد کئی شادیاں کرے تاکہ بہت سی اولاد ہو سکے زمانہ جاہلیت میں فقر اور افلاس کے دور سے صرف لڑکیوں کو زندہ کر کے دیا کرتے تھے۔ اور موجودہ تہذیب و تمدن کے دور میں ضبط تولید کے دوائیں

ایجاد ہو گئیں جس سے موجودہ تہذیب قدیم جاہلیت پر سبقت لے گئی اپنی ذہانت سے نسل کشی اور زنا اور بدکاری کے پردہ پوشی کے عجیب و غریب طریقے جاری کر دے جو اب تک کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہ گزرے تھے۔

۴۔ نیز تجربہ اور مشاہدہ سے اور مردم شماری کے نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعداد قدرتا اور عادتاً ہمیشہ مردوں سے زیادہ رہتی ہے۔ جو کہ قدرتی طور پر تعدد ازدواج کی ایک بڑی دلیل ہے۔ مرد بہ نسبت عورتوں کے پیدا کم ہوتے ہیں۔ اور مرتے زیادہ ہیں۔ لاکھوں مرد لڑائیوں میں مارے جاتے ہیں۔ اور ہزاروں مرد جہازوں میں ڈوب کر مر جاتے ہیں۔ اور ہزاروں مرد کانوں میں دب کر اور تعمیرات میں بلند یوں سے گر کر مر جاتے ہیں۔ اور عورتیں پیدا زیادہ ہوتی ہیں اور مرتی کم ہیں پس اگر ایک مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ دی جائے تو یہ فاضل عورتیں بالکل معطل اور بے کار رہیں کون ان کی معاش کا کفیل اور ذمہ دلدہ بنے اور کس طرح یہ عورتیں اپنی فطری خواہش کو دبائیں اور اپنے کو زنا سے محفوظ رکھیں۔ بس تعدد ازدواج کا حکم بے کس عورتوں کا سہارا ہے اور ان کی عصمت اور ناموس کی حفاظت کا واحد ذریعہ ہے اور ان کی جان اور آبرو کا نگہبان اور پاسبان ہے۔ عورتوں پر اسلام کے اس احسان کا شکر واجب ہے کہ تم کو تکلیف سے بچایا اور راحت پہنچائی اور ٹھکانہ دیا۔ اور لوگوں کی تہمت اور بدگمانی سے تم کو محفوظ کر دیا دنیا میں جب کبھی عظیم الشان لڑائیاں پیش آتی ہیں تو مرد ہی زیادہ مارے جاتے ہیں اور قوم میں بے کس عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے تو اس وقت ہمدردان قوم کی نگاہیں اس اسلامی اصول کی طرف اٹھ جاتی ہیں ابھی پچیس سال قبل کی بات ہے کہ جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور دوسرے یورپی ممالک جن کے مذہب میں تعدد ازدواج جائز نہیں۔ عورتوں کی اس بیکسی کو

دیکھ کر اندر ہی اندر تعداد ازدواج کا مستوی تیار کر رہے تھے مگر زبان سے دم بخود
 تھے جو لوگ تعداد ازدواج کو برا سمجھتے ہیں ہم ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب
 ملک میں عورتیں لاکھوں کی تعداد میں مردوں سے زیادہ ہوں تو ان کی فطری اور طبعی
 جذبات اور ان کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے آپ کے پاس کیا حل ہے اور
 آپ نے ان بکیں اور بے سہارا عورتوں کی مصیبت دور کرنے کے لئے کیا تائون
 بنایا ہے۔ حضرت حکیم الامتہ مولانا اشرف علی صاحب قدس اللہ سرہ المصالح
 العقلیہ ص ۱۴۳ ج ۱ میں تحریر فرماتے ہیں :-

” گزشتہ مردم شماری میں بعض محاسبین نے صرف بنگال کے مردوں اور
 عورتوں کی تعداد پر نظر کی تھی تو معلوم ہوا تھا کہ عورتوں کی تعداد مردوں
 سے زیادہ ہے۔ جو کہ قدرتی طور پر تعداد ازدواج پر ایک عین دلیل ہے
 جس کو شک ہو وہ علیحدہ علیحدہ مردوں اور عورتوں کی تعداد کو سرکاری
 کاغذات مردم شماری ہند میں ملاحظہ کر لے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے
 زیادہ ثابت ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی ہم اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتے
 ہیں کہ یورپ جس کو سب ممالک سے بڑھ کر تعداد ازدواج کی ضرورت سے
 منزہ اور مبرا سمجھا جاتا ہے عورتوں کی تعداد مردوں سے کس قدر زیادہ
 ہے چنانچہ برطانیہ کلاں میں بوزروں کی جنگ سے پہلے بارہ لاکھ اہتر ہزار
 تین سو پچاس عورتیں سی تھیں کہ جن کے لئے ایک بیوی والے قاعدے سے
 کوئی مرد مہیا نہیں ہو سکتا۔ فرانس میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں عورتوں
 کی تعداد مردوں سے چار لاکھ بیس ہزار سات سو نو زیادہ تھی۔ جرمن میں
 ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں ہر ہزار مرد کے لئے ایک ہزار بیس عورتیں
 موجود تھیں گو یا کل آبادی میں آٹھ لاکھ ستاسی ہزار چھ سو اسی

عورتیں ایسی تھیں جنسے شادی کرنے والا کوئی مرد نہ تھا۔

سوڈن میں ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ایک لاکھ بائیس ہزار آٹھ سو
ستر عورتیں اور سپانیہ میں ۱۸۹۰ء کی مردم شماری چار لاکھ ستاون ہزار
دو سو باسٹھ عورتیں تھیں۔

اور اسٹریا میں ۱۸۹۰ء میں چھ لاکھ چوالیس ہزار سات سو چھیانوے
عورتیں مردوں سے زائد تھیں۔

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ اس بات پر فخر کر لینا تو آسان ہے کہ ہم
تعددِ ازدواج کو بُرا سمجھتے ہیں مگر یہ بتایا جائے کہ ان کم از کم چالیس
لاکھ عورتوں کے لئے کونسا قانون تجویز کیا جائے کیونکہ ایک بیوی کے
قاعدہ کی رُو سے یورپ میں تو ان کے لئے خاوند نہیں مل سکتے۔ ہمارا
سوال یہ ہے کہ جو قوانین انسانی ضروریات کے لئے بنائے جاتے ہیں
وہ انسانی ضروریات کے مطابق بھی ہونے چاہئیں یا نہیں وہ قانون
جو تعددِ ازدواج کی ممانعت کرتا ہے وہ ان چالیس لاکھ عورتوں کو
یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف چلیں اور ان کے دلوں میں مردوں
کی کبھی خواہش پیدا نہ ہو سکیں یہ امر تو ناممکن ہے جیسا کہ خود تجربہ اس کی
شہادت دے رہا ہے پس نتیجہ یہ ہوگا کہ جائز طریق سے روکے جانے کے
باعث وہ ناجائز طریق اختیار کریں گی۔ اور اس طرح انھیں زنا کی کثرت
ہوگی اور یہ تعددِ ازدواج کی مخالفت کا نتیجہ ہے اور یہ امر کہ اس سے
زنا زیادہ پھیلے گا خیال ہی نہیں بلکہ امر واقع ہے جیسا کہ ہزار ہا علماء
بچوں کی تعداد سے ثابت ہو رہا ہے جو ہر سال پیدا ہوتے ہیں “
حضرت تھانوی کا کلام ختم ہوا۔

افسوس! صد ہزار افسوس

کہ اہل مغرب اسلام کے اس جائز اور سدا پامصلحت آمیز تعدد ازدواج پر تو عیش پسندی کا الزام لگائیں اور غیر محدود ناجائز تعلقات اور بلا نکاح کی لا تعد و آشنائی کو تہذیب اور تمدن سمجھیں زنا جو کہ تمام انبیاء و مرسلین کی شریعتوں میں حرام اور تمام حکماء کی حکمتوں میں قبیح اور شرمناک فعل رہا مغرب کے مدعیان تہذیب کو اس کا قبیح نظر نہیں آتا۔ اور تعدد ازدواج کہ جو تمام انبیاء و مرسلین اور تمام حکماء اور عقلا کے نزدیک جائز اور مستحسن رہا وہ ان کو قبیح نظر آتا ہے۔ ان ہندو قوموں کے نزدیک تعدد ازدواج تو جرم ہے اور زنا اور بدکاری اور غیر عورتوں سے آشنائی جرم نہیں۔ ان ہندو قوموں میں تعدد ازدواج کی ممانعت کا تو قانون موجود ہے مگر زنا کی ممانعت کا کوئی قانون نہیں۔

۵۔ تعدد ازدواج کے جواز اور استحسان کا اصل سبب یہ ہے کہ تعدد ازدواج عفت اور پاکدامنی اور تقویٰ اور پرہیزگاری جیسی عظیم نعمت اور صفت کی حفاظت کا ذریعہ ہے جو لوگ تعدد ازدواج کے مخالف ہیں وہ اندرونی خواہشوں اور بیرونی افعال کا مطالعہ کریں۔ جو قومیں زبان سے پاک تعدد ازدواج کے منکر ہیں وہ وہ عملی طور پر ناپاک تعدد ازدواج یعنی زنا اور بدکاری میں مبتلا اور گرفتار ہیں ان کی خواہشوں کی وسعت اور دست و رازی نے یہ ثابت کر دیا کہ فطرت میں تعدد اور تنوع کی آرزو موجود ہے ورنہ ایک عورت پر قناعت کرتے۔ پس خداوند علیم و حکیم نے اپنے قانون میں انسانوں کی وسیع خواہشوں اور اندرونی سیلانوں کی رعایت فرما کر ایسا قانون تجویز فرمایا کہ جو مختلف جذبات الیٰ لبائع کو بھی عفت اور تقویٰ اور طہارت کے دائرہ میں محدود رکھے۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح کیوں فرمائے ؟

آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو درپٹہ ہلاکت اور گرداب مصیبت سے نکالیں۔ اس کے لئے حق جل شانہ نے ایک مکمل قانون اور دستور العمل یعنی قرآن نازل فرمایا کہ جس کے بعد قیامت تک کسی قانون کی ضرورت نہ رہے۔ اور دوسرے آپ کی زندگی کو لوگوں کے لئے اسوہ اور نمونہ بنایا کہ اس کو دیکھ کر عمل کریں۔ اس لئے کہ محض قانون لوگوں کی اصلاح کے لئے کافی نہیں جب تک کوئی عملی نمونہ سامنے نہ ہو کہ جو لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکے۔ اور دنیا یہ دیکھ لے کہ اللہ کا نبی جس چیز کی دعوت دے رہا ہے اس کے قول اور فعل میں ذرہ برابر اختلاف نہیں کما قال تعالیٰ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

انسانی زندگی کے دو پہلو

ہر انسانی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک بیرونی اور ایک اندرونی کسی کی عملی حالت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دونوں رخوں کے حالات بے نقاب کئے جائیں۔

بیرونی زندگی اس حالت کا نام ہے جو انسان عام لوگوں کے سامنے بسر کرتا ہے اس حصہ کے متعلق انسان کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے کثرت شواہد دستیاب ہو سکتے ہیں۔

اور اندرونی زندگی سے خانگی زندگی مراد ہے جس سے انسان کی اخلاقی حالت کا صحیح پتہ چل سکتا ہے ہر فرد اپنے گھر کے چہار دیواری میں آزاد ہوتا ہے اور اپنی بیوی اور اہل خانہ سے بے تکلف ہوتا ہے انسان کی اخلاقی اور عملی کمزوریاں اہل خانہ سے پوشیدہ نہیں ہوتیں ایسی صورت میں انسان کی صحیح زندگی کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے بہتر کسوٹی یہی ہے کہ اس کے خانگی حالات دنیا کے سامنے آجائیں۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے دو پہلو تھے ایک بیرونی زندگی اور ایک خانگی زندگی بیرونی زندگی کے حالات کو بتمام و کمال صحابہ کرام کی جماعت نے دنیا کو پہنچائے جس کی بغیر کسی قلت اور مذہب میں نہیں کسی امت نے اپنے نبی کی زندگی کے حالات اس تفصیل و تحقیق اور تدقیق کے ساتھ تو کیا اس کا عشرِ عشر بھی دنیا کے سامنے نہیں پیش کیا۔

اور خانگی اور اندرونی زندگی کے حالات کو ائمہات المؤمنین یعنی ازوجِ مطہرات کی جماعت نے دنیا کے سامنے پیش کیا جس سے اندرون خانہ آپ کی عبادت اور تہجد اور شب بیداری اور فقری اور درویشی اور اخلاقی اور عملی زندگی کے تمام اندرونی اور خانگی حالات دنیا کے سامنے آ گئے جس سے حضور پر نور کی خداتہ اور راست بازی اور پاکدامنی روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ رات کی تاریکیوں میں جبکہ سوائے عالم الغیب کے کوئی دیکھنے والا نہ تھا کس طرح آپ اللہ کی عبادت میں ذوق و شوق کے ساتھ مشغول رہتے تھے جس کے لئے سورۃ نمل شاہد عدل ہے۔

(اس لئے)

حضور پر نور نے سوائے خدیجۃ الکبریٰ کے دس عورتوں سے نکاح فرمایا تاکہ

عورتوں کی ایک کثیر جماعت آپ کی خانگی زندگی دنیا کے سامنے پیش کر کے۔ اس لئے کہ بیوی جس قدر شوہر کے رازوں سے واقف ہو سکتی ہے کوئی دوسرا شخص ہرگز ہرگز واقف نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حضور نے متعدد نکاح فرمائے۔ تاکہ آپ کی خانگی زندگی کے تمام حالات نہایت وثوق کے ساتھ دنیا کے سامنے آجائیں اور ایک کثیر جماعت کی روایت کے بعد کسی قسم کا شک اور شبہ باقی نہ رہے اور شریعت کے وہ احکام و مسائل جو خاص عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں سے بیان کرنے میں حیا اور حجاب مانع ہوتا ہے ایسے احکام شریعیہ کی تسلیغ ازواج مطہرات کے ذریعہ سے ہو جائے اور حضور پر نور کا متعدد عورتوں سے نکاح کرنا معاذ اللہ غلط فہمی کے لئے نہ تھا اس لئے کہ حضور نے سوائے ایک شادی کے تمام شادیاں بیواؤں سے کی ہیں۔ جو نہ اپنے حسن و جمال کی خاطر مشہور تھیں اور نہ مال و دولت کے اعتبار سے بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔ اور نہ آپ کے یہاں کوئی عیش و عشرت کا سامان تھا۔ بلکہ فقط مقصود یہ تھا کہ عورتوں کے متعلق جو شریعت کے احکام ہیں ان کی تسلیغ عورتوں ہی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ اور ازواج مطہرات کے حجرے درحقیقت امت کے اہیات اور معلمات کے حجرے تھے۔

جس ذات بابرکات کے گھر میں دو دو مہینہ تو نہ چڑھتا ہو اور پانی اور کھجور پر اس کا اور اس کی بیویوں کا گزارہ ہو اور جس کا دن مسجد میں اور رات مصلے پر کھڑے ہوئے اس طرح گزرتی ہو کہ اللہ کے سامنے کھڑے کھڑے پاؤں پر درم آجائے وہاں عیش و عشرت کا تصور ہی محال ہے

اولادِ کرام

آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے بارے میں اقوال مختلف

ہیں سب سے زیادہ معتبر اور مستند قول یہ ہے کہ تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔

قاسم . عبداللہ جن کو طیب اور طاہر کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔
 ابراہیم . زینب . رقیہ . ام کلثوم فاطمہ الزہرہ صاحبزادیوں کے بارے میں
 کوئی اختلاف نہیں بالاتفاق چار تھیں چاروں بڑی ہوئیں۔ بیابسی گئیں۔ اسلام
 لائیں۔ ہجرت کی۔ حضرت ابراہیم کے بارے میں بھی کوئی اختلاف نہیں یہ بالاتفاق
 آپکی ام ولد ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے اور بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔
 حضرت ابراہیم کے سوا تمام اولاد حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہے اور کسی
 بیوی سے آپ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی

حضرت خدیجہ کے بطن سے جس قدر لڑکے پیدا ہوئے وہ سب بچپن
 ہی میں داغ مفارقت دے گئے اس لئے ان کی تعداد میں اختلاف ہے
 جمہور علماء سیر کا قول یہ ہے کہ حضرت خدیجہ کے بطن سے دو صاحبزادے
 پیدا ہوئے ایک قاسم اور دوسرے عبداللہ اور حضرت عبداللہ ہی کا دوسرا
 نام طیب و طاہر بھی تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ طیب اور طاہر آپ کے دو صاحبزادے
 تھے۔ جو حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ کے علاوہ تھے۔ اس قول کی بنا پر
 حضرت خدیجہ کے بطن سے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد برابر ہو جاتی ہے۔
 بعض کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ کے بطن سے چھ صاحبزادے ہوئے
 پانچویں اور چھٹے صاحبزادے کا نام مطیب اور مطہر تھا۔ واللہ اعلم

حضرت قاسم

آپ کی اولاد میں سب سے پہلے حضرت قاسم پیدا ہوئے اور بعثت نبوی سے پیشتر ہی انتقال کر گئے۔ صرت دو سال زندہ رہے اور بعض کا قول ہے کہ سن تمیز کو پہنچ کر وفات پائی۔ اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابو القاسم انہی کے انتساب سے تھی۔ زرقانی صفحہ ۱۹۴ ج ۲

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت زینب آپ کی صاحب زادیوں میں بالاتفاق سب سے بڑی ہیں بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔ اور اسلام لائیں۔ اور بدر کے بعد ہجرت کی اپنے خالہ زاد بھائی۔ ابوالعاص بن ربیع سے بیاہی گئیں حضرت زینب کی ہجرت کا مفصل واقعہ اسیران بدر کے بیان میں گزر چکا ہے۔ شروع شہرہ میں انتقال کیا ایک لڑکا اور ایک لڑکی اپنی یادگار چھوڑی۔ لڑکے کا نام علی تھا۔ اور لڑکی کا نام امامہ تھا۔

علی کے متعلق روایتیں مختلف ہیں مشہور قول یہ ہے کہ سن تمیز کو پہنچ کر اپنے والد ابوالعاص کی حیات ہی میں انتقال کر گئے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ معرکہ یرموک میں شہید ہوئے۔

امامہ سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت محبت فرماتے تھے امامہ آپ سے بہت مانوس تھیں۔ بعض اوقات نماز میں آپ کے دوش مبارک پر چڑھ جاتی تھیں آپ آہستہ سے ان کو اتار دیتے تھے۔

(کما اخرجہ البخاری وسلم)

ایک بار آنحضرت ﷺ کے پاس ہدیہ میں ایک زترین ہار آیا۔ تمام ازواج مطہرات اس وقت جمع تھیں۔ اور امامہ گھر کے ایک گوشہ میں مٹی سے کھیل رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا یہ ہار میں اپنے محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ سب کا گمان یہ تھا کہ حضرت عائشہ کو عطا فرمائیں گے۔ لیکن آپ نے امامہ کو بلایا اور دل ان کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے پونچھا اور پھر وہ ہار ان کے گلے میں ڈالا (اخر جہ ابن سعد واحمد وابو عیسیٰ بسند حسن عن عائشہ رضی)

حضرت فاطمہ کے انتقال کے بعد حضرت علی نے امامہ سے نکاح کیا اور جب حضرت علی نے شہادت پائی تو مغیرہ بن زہل کو وصیت کی کہ تم امامہ سے نکاح کر لینا۔ بعض کہتے ہیں کہ مغیرہ کے حضرت امامہ سے ایک لڑکا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ امامہ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اور حضرت امامہ نے مغیرہ کے یہاں وفات پائی۔ ۵

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم۔ آپ کی یہ دونوں صاحبزادیاں ابولہب کے بیٹوں سے منسوب تھیں۔ رقیہ۔ عتبہ بن ابی لہب سے اور ام کلثوم عتبہ بن ابی لہب سے فقط نکاح ہوا تھا عروسی نہیں ہوئی تھی۔ جب بت یداً ابی لہب و نَبَّ نازل ہوئی ابی لہب نے بیٹوں کو بلا کر کہا کہ اگر تم محمد کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے تو سمجھ لو کہ تمہاری ساتھ میرا سونا اور بیٹھنا حرام ہے۔ دونوں

بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور عروسی سے پہلے ہی آپ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دیدی۔ آپ نے حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا۔ حضرت عثمان نے جب حبشہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت رقیہ بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ کچھ عرصہ تک آپ کو ان دونوں کی کچھ خبر معلوم نہ ہوئی ایک عورت آئی اور اس نے یہ خبر دی کہ میں نے دونوں کو دیکھا ہے آپ نے فرمایا۔

صحبہما اللہ ان عثمان اول اللہ ان دونوں کے ساتھ ہو تحقیق عثمان
من حاجر باہلہ بعد لوط لوط علیہ السلام کے بعد پہلا شخص ہے
رواد ابن المبارک وغیرہ جس نے مع اہل و عیال کے ہجرت کی ہے۔
وہاں جا کر ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ چھ سال زندہ رہ کر
انتقال کر گیا۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ بدر کے لئے روانہ ہوئے
تو حضرت رقیہ بیمار تھیں اسی وجہ سے حضرت عثمان غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے
ان کی تیمارداری میں رہے عین اسی روز کہ جس روز حضرت زید بن حارثہؓ (سلام
کی منسج اور مشرکین کی ہزیمت کی بشارت اور خوشخبری بیکر مدینہ آئے حضرت رقیہؓ نے
انتقال فرمایا حضرت رقیہ کی علالت کی وجہ سے اساتر بن یثرب بھی بدین شریک نہیں ہوئے
صاحبزادی کے دفن میں مشغول تھے کہ یکایک تکبیر کی آواز سنائی دی حضرت عثمان
نے پوچھا اے اسامہ یہ کیا ہے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ زید بن حارثہؓ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی ناکہ پر سوار ہیں اور مشرکین کے قتل کی بشارت لے کر آئے ہیں انتقال
کے وقت بیس سال کی عمر تھی۔ ۱۵

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام کلثومؓ اسی کنیت کے ساتھ مشہور تھیں بظاہر یہ کنیت ہی آپ کا نام تھا۔ اے

علاوہ آپ کا کوئی نام ثابت نہیں۔ حضرت رقیہ کی وفات کے بعد۔ ماہ ربیع الاول
۳۳ھ حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں چھ سال حضرت عثمان کے ساتھ رہیں اور
کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ماہ شعبان ۳۹ھ میں انتقال کیا۔ رسول اللہ ﷺ علیہ
والہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی حضرت علی اور فضل بن عباس اور اسامہ بن زید
نے قبر میں اتارا آن حضرت ﷺ علیہ والہ وسلم قبر کے کنارہ پر بیٹھے ہوئے تھے اور
آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ۵

حضرت ام کلثوم۔ پہلے ابوالہب کے بیٹے عتبہؓ سے منسوب تھیں باپ
کے کہنے پر سے طلاق دیدی۔ طلاق تو دوسرے بیٹے عتبہؓ نے بھی حضرت رقیہ
کو دیدی تھی۔ مگر عتبہؓ نے فقط طلاق پر اکتفا نہ کی بلکہ طلاق دیکر آپ کے پاس
آیا اور یہ کہا۔

کہ میں آپ کے دین کا منکر ہوں اور آپ کی بیٹی کو طلاق دیدی ہے وہ مجھ
کو پسند نہیں کرتی اور میں اس کو پسند نہیں کرتا اس کے بعد آپ پر حملہ کیا اور آپ
کا پیرا ہن چاک کر دیا۔ آپ نے بد دعا فرمائی کہ اے اللہ اس پر کوئی درندہ اپنے درندہ
میں سے مسلط فرما۔ چنانچہ ایک مرتبہ قریش کا تجارتی قافلہ شام کی طرف گیا جا کر
مقام زرقار میں اُترا ابوالہب اور عتبہؓ بھی اس قافلہ میں تھے۔ رات کے وقت
ایک شیر آگیا وہ شیر قافلہ والوں کے چہروں کو دیکھتا جاتا تھا۔ اور سونگھتا
جاتا تھا۔ جب عتبہؓ پر پہنچا تو فوراً اس کا سر چیا لیا۔ عتبہؓ کا اسی وقت دم
نکل گیا اور شیر ایسا غائب ہوا کہ کہیں اس کا پتہ نہ چلا۔ مفصل قصہ انشاء اللہ
تعالیٰ معجزات کے بیان میں آئے گا ۵

حضرت ام کلثوم کا انتقال ہو گیا۔ تو رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر میرے دس لڑکیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمان کی زوجیت میں دیتا رہتا۔
رواہ الطبرانی منقطع الاسناد ۱۵

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فاطمہ آپ کا نام اور زہراء اور بتول یہ دو آپ کے لقب تھے حضرت سیدہ کو بتول اس لئے کہا جاتا ہے کہ بتول بتل بمعنی قطع سے مشتق ہے کہ اپنے فضل و کمال کی وجہ سے دُنیویا کی عورتوں سے منقطع تھیں یا یہ کہ ۱؎ سوائے اللہ منقطع اور علیحدہ تھیں اور بوجہ باطنی نہ ہر ت و بہجت و صفاء و نورانیت زہراء کہلاتی تھیں۔

ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ بعثت کے پہلے سال میں پیدا ہوئیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ بعثت سے پانچ سال پیشتر پیدا ہوئیں جبکہ قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ ۱۵

آپ کی تمام صاحبزادیوں میں حضرت فاطمۃ الزہراء سب سے چھوٹی ہیں سب سے بڑی حضرت زینب ہیں۔ پھر حضرت رقیہ پھر حضرت ام کلثوم پھر حضرت فاطمہ اس ترتیب سے پیدا ہوئیں۔ (استیعاب لابن عبدالبر) ۱۶ ج ۴ ترجمہ فاطمۃ الزہراء حاشیہ اصحاب

۱۷ صحیح میں حضرت علی کے ساتھ نکاح ہوا پہلے قول کی بنا پر حضرت

۱۵ مجمع الزوائد ج ۹ : ص ۲۱۷

۱۶ زرقانی ج ۳ : ص ۲۰۲

فاطمہ اس وقت پندرہ سال اور ساڑھے پانچ مہینہ کی تھیں۔ اور دوسرے قول کی بنا پر اٹنیس سال اور ڈیڑھ مہینہ کی تھیں۔ حضرت علیؑ کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ کس سن میں اسلام لائے ایک قول یہ ہے کہ آٹھ سال کی عمر میں اور دوسرا قول یہ ہے کہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے پہلے قول کی بنا پر نکاح کے وقت حضرت علیؑ کی عمر اکیس سال اور پانچ مہینہ ہوگی اور دوسرے قول کے بنا پر چوبیس سال اور ڈیڑھ مہینہ ہوگی

زرقانی ص ۲۰۴ ج ۳

حضرت فاطمہؑ کے نکاح کی تفصیل سہ ماہی کے واقعات میں گزر چکی ہے۔
حضرت فاطمہؑ کے پانچ اولاد ہوئیں تین لڑکے اور دو لڑکیاں۔ حسنؑ حسینؑ محسنؑ۔ ام کلثومؑ۔ زینبؑ۔

سوائے حضرت فاطمہؑ کے اور کسی صاحب زادی سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل کا سلسلہ نہیں چلا۔

محسنؑ و بچپن ہی میں انتقال کر گئے حضرت ام کلثومؑ سے حضرت عمرؓ نے نکاح فرمایا۔ اور کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

۱۵
اور حضرت زینبؑ کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا اور اُن سے اولاد ہوئی۔
آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ مہینہ بعد ماہ رمضان
۱۶ میں حضرت فاطمہؑ الزہراءؑ نے انتقال فرمایا۔ حضرت عباسؑ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت علیؑ اور حضرت عباسؑ اور فضل بن عباسؑ نے قبر میں اتارا۔

۱۷ اصحابہ۔ ترجمہ حضرت فاطمہؑ الزہراءؑ

فضائل و مناقب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں بار بار آپؐ نے یہ فرمایا ہے کہ اے فاطمہؑ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ توحشت کی تمام عورتوں

کی سردار ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ تو مت م عالم کی عورتوں
سردار ہے سوائے مریم کے آپ کا معمول تھا کہ جب آپ سفر میں جاتے تو سب سے
اخیر میں حضرت فاطمہ سے ملتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے
حضرت فاطمہ کے پاس جاتے۔ ۱۷

حضرت سیدہ فاطمہ کے فضائل و مناقب کے لئے ایک مستقل تصنیف درکار ہے
اس لئے ہم نے بادلِ ناخواستہ اختصار سے کام لیا۔

حضرت ابراہیمؑ

حضرت ابراہیمؑ ان حضرت کی آخری اولاد ہیں جو مارِ یہ قبیلہ کے بطن سے
ماہ ذی الحجہ شہر میں پیدا ہوئے ساتویں روز آپ نے عقیقہ کیا۔ عقیقہ میں
دو مینڈھے ذبح کرائے سر منڈوایا گیا بالوں کی برابر چاندی تو لکڑی کی گئی۔
اور بال زمین میں دفن کئے گئے اور ابراہیمؑ نام رکھا۔ اور عوالی میں ایک دودھ
پلانے والی کے حوالے کیا۔ کبھی کبھی آپ تشریف لیجاتے اور گود میں لیکر پیار
کرتے تقریباً پندرہ سولہ مہینہ زندہ رکھ کر سلسلہ میں انتقال کیا۔ جس روز
انتقال ہوا اتفاق سے اس روز سورج گہن ہوا۔ عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ جب
کوئی بڑا شخص مرتا ہے تو سورج گہن ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے اس عقیدہ
فاسدہ کے رد کرنے کے لئے خطبہ دیا کہ چاند اور سورج اللہ کی نشانیاں ہیں کسی
کے مرنے یا جینے سے ان کو گہن نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا
ہے۔ جب ایسا دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو۔ اور صدقہ دو۔ ۱۸

۱۷۔ زرقانی۔ ج: ۳، ص: ۲۰۴

۱۸۔ ” ” ” ”

حلیہ مبارک ۳

آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ لپٹ قد۔ میانہ قد تھے۔ سر بڑا تھا۔ ریش مبارک گھنی تھی آپ کے سر مبارک اور ریش مبارک میں گنتی کے تقریباً بیس بچیس بال سفید تھے۔ چہرہ انور نہایت خوبصورت اور نورانی تھا۔ جس نے بھی آپ کا چہرہ انور دیکھا ہے اس نے حضور کے چہرہ انور کو چودھویں رات کے چاند کی طرح منور بیان کیا ہے۔

آپ کے پسینہ میں ایک خاص قسم کی خوشبو تھی چہرہ انور سے جب پسینہ ٹپکتا تو موتیوں کی طرح معلوم ہوتا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم نے کہ دیباچہ اور حریر کو آپ کے جلد سے زیادہ نرم نہیں دیکھا۔ اور مشک و عنبر میں آپ کے بدن مسطر سے زیادہ خوشبو نہ سونگھی۔

مہر نبوت

دونوں شانوں کے درمیان میں دائیں شانہ کے قریب مہر نبوت تھی صحیح مسلم میں ہے کہ حضور پر نور کی دو شانوں کے درمیان میں ایک سُرخ گوشت کا ٹکڑا کبوتر کے انڈے کے مانند تھا۔

یہ مہر نبوت آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی خاص نشانی تھی جس کا ذکر کتب سابقہ اور انبیاء سابقین کی بشارتوں میں تھا علماء نبی اسرائیل اسی علامت کو دیکھ کر پہچان لیتے تھے کہ حضور پر نور وہی نبی آخر الزماں ہیں کہ جن کی انبیاء سابقین نے بشارت دی ہے اور جو علامت (مہر نبوت) بتلائی تھی وہ آپ میں موجود ہے گویا یہ مہر نبوت آپ کی نبوت

کے لئے من جانب اللہ خدا تعالیٰ کی مہر اور سند تھی۔ دیکھو مدارج النبوة ص ۲۱
 علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ مہر نبوت حضور کے بائیں شانہ کی ہڈی کے قریب تھی
 وجہ اس کی یہ ہے کہ جسم انسانی میں شیطان کے داخل ہونے کی یہی جگہ ہے۔ یہی
 ہی سے اگر شیطان دل میں وسوسے ڈالتا ہے اس لئے آپ کے جسم مبارک میں
 اس جگہ مہر نبوت لگا دی گئی۔ تاکہ شیطان کی آمد کا دروازہ بند ہو جائے اور آپ
 کے قلب منور میں کسی راہ سے شیطان کا کوئی وسوسہ نہ داخل ہو سکے۔ خصائص
 کبریٰ صفحہ ۶۰ جلد ۱۔

اور بعض روایات میں ہے کہ حضور پر نور کی پشت پر جو مہر نبوت تھی اس
 میں قدرتی طور پر مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

اَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكَرٍ وَالْحَاكِمُ حافظ ابن عساکر اور حاکم نے تاریخ نیشاپور
 فی تاریخ نیشابور عن ابن عمر میں ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ مہر نبوت
 قَالَ كَانَ خَاتَمَ النُّبُوَّةِ عَلَى ظَهْرِ ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پشت پر گوشت کی گولی کی طرح تھی
 مِثْلَ الْبِنْدَقَةِ مِنْ لَحْمٍ مَكْتُوبٍ اور گوشت ہی سے (قدرتی طور پر)
 فِيهَا بِاللَّحْمِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ اس میں

خصائص کبریٰ للسيوطی ص ۱۵۶
 محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔
 و زرقانی شرح مواہب ج ۱

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے بعض طریق
 ان میں سے باطل ہیں اور بعض ضعیف اور شیخ عبدالرؤف مناویؒ نے شرح شمائل کے
 صفحہ ۶۰ جلد اول میں لکھتے ہیں کہ حافظ قطب الدین حلبی نے اور پھر ان کی تبعیت
 میں حافظ مغلطائی نے اس حدیث کے طرق اور اسانید کا استیعاب کیا ہے مگر

مگر کوئی روایت ان میں سے درجہ صحت اور ثبوت کو نہیں پہنچی انتہی کلامہ اور علامہ قاری نے بھی شرح شمائل ص ۵۹ جلد ۱ میں یہی لکھا ہے کہ یہ روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ اھ

سر کے بال اکثر مونڈے تک اور کبھی نرمہ گوش تک لٹکے رہتے تھے بالوں میں کنگھی بھی کرتے تھے اور آنکھوں میں سرمہ بھی ڈالتے تھے۔ باوجودیکہ آنکھیں قدرتی طور پر سرنگین تھیں۔

آپ کی آنکھیں نہایت خوشنما اور کشادہ تھیں۔ خوب سیاہ اور سرخی مائل تھیں سینہ سے لیکر ناف تک ایک نہایت خوب صورت باریک خط تھا۔ دونوں بازو اور قد میں پر گوشت تھی۔ حضور پر نور جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا کہ پاؤں جھا کر اٹھاتے ہیں اور اوپر سے نیچے کی طرف جارہے ہیں۔

الغرض

آپ کا جسم الہر اور چہرہ انور تمام ظاہری اور باطنی محاسن سے مزین تھا سوائے (سکرانے) کے کبھی آپ کبھی بھی کھل کھلا کر نہیں ہنستے۔ حدیث میں ہے کہ صوفی اور سیرت میں آپ سب سے زیادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ تھے۔

ریش مبارک

ریش مبارک۔ یعنی ڈارھی آپ کی گھنی تھی۔ آپ اسے بالکل کترواتے نہ تھے البتہ مونچھیں کترواتے تھے۔ مگر گاہ بگاہ جو بال زائد ہو جاتے تھے ان کو کتر دیتے تھے تاکہ صورت بد نہمانہ معلوم ہوں۔ چونکہ ڈارھی تمام انبیاء و مرسلین کی سنت تھی۔ معاذ اللہ معاذ اللہ علی اور قومی رواج کی بنا پر نہ تھی جیسا کہ بعض گمراہوں اور نادانوں کا خیال ہے۔

ڈاڑھی صرف سنت محمدیہ اور طریقہ اسلام ہی نہیں بلکہ تمام پیغمبروں (جن کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے) کی سنت ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے من سنن المرسلین یعنی ڈاڑھی تمام انبیاء و مرسلین کی سنت ہے۔

گرماءوں میں آج بھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر رکھی ہوئی ہے اس میں بھی ڈاڑھی موجود ہے اور علماء یہود اور نصاریٰ جن کو پادری کہتے ہیں وہ اکثر و بیشتر نیچی ڈاڑھی رکھتے ہیں۔ غرض یہ کہ مذہبی گروہ میں ڈاڑھی کا ہونا یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ ڈاڑھی انبیاء کرام کی سنت ہے اور سیدنا مارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈاڑھی کا ذکر قرآن کریم میں صراحتاً موجود ہے۔ یا ابن امیام لا تأخذ بلحیّتی ولا برأسی عرب میں جو لوگ ملت ابراہیمی کے قبیع تھے وہ ڈاڑھی رکھتے تھے ورنہ اکثر مشرکین ڈاڑھی منڈاتے تھے۔ اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا خالفوا المشرکین۔ احفوا الشوارب واعفوا اللحی۔ مشرکین کی نفی کرو۔ اور ان کی طرح ڈاڑھی مت منڈاؤ۔ انبیاء کرام کی سنت کے مطابق مونچھیں کتراؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ اور مشرکین کے تشبہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو۔ اور انبیاء و مرسلین کی ہیئت اور شکل اختیار کرو برگزیدہ بندوں کی ہیئت اور شکل بھی پسندیدہ ہوتی ہے اور مفضوب علیہم اور ضالین یعنی یہود و نصاریٰ کی مشابہت میں غضب اور ضلال کا اندیشہ ہے۔

غرض یہ کہ ڈاڑھی کل انبیاء و مرسلین اور تمام صحابہ و تابعین اور تمام علماء ربانیہ کی سنت مستمرہ ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ ڈاڑھی نہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے اور شعائر اسلام کی علی الاعلان بے حرمتی ہے اور ڈاڑھی کا مذاق اڑانا کفر ہے اس لئے کہ ڈاڑھی کی مذاق اڑانا تمام انبیاء و مرسلین کا استہزاء و تمسخر ہے اور تمام شریعتوں کے ایک مسلمہ حکم کی توہین ہے۔ اور تمام صحابہ و تابعین اور چودہ صدی کے تمام

علماء اور صلحاء اور اولیاء اور سلاطین اسلام کی تحقیق اور تجزیل ہے۔ ڈاڑھی کا مذاق اڑانے والے یہ نہیں سمجھتے کہ پچاس سال قبل اُن کے سلسلہ نسب کے تمام آباؤ اجداد ڈاڑھی رکھتے تھے کیا اس مسخرہ کے نزدیک اس کے تمام آباؤ اجداد صحت کا سائن بورڈ لگائے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ ان نادانوں کو عقل دے۔ آمین۔

مردوں کی ڈاڑھی اور عورتوں کی چوٹی

جس طرح سر کے بال اور چوٹی عورت کے لئے زینت ہیں۔ اسی طرح ڈاڑھی مرد

کے لئے زینت ہے۔

اس لئے عورت کو حکم دیا گیا ہے کہ بالوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دے اور منڈانے کی ممانعت کر دی گئی۔ نسائی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا
واسلم ان تحلق المرأة رأسها کہ عورت اپنے سر کے بال منڈائے۔

مردوں کو بال رکھنے اور منڈانے کا اختیار دیا گیا۔ مگر یہ ہدایت کر دی گئی کہ مرد اپنے بال اتنے لمبے نہ چھوڑیں جس سے عورتوں سے مشابہت پیدا ہو جائے۔ بلکہ اس کی ایک حد مقرر کر دی کہ اس سے متجاوز نہ ہوں یعنی کان کی نو تک یا کاندھے تک سنن ابو داؤد میں ابن حنظلیمہ سے روایت ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتم نعم الرجل خريم لولا طول جنته واسبال ازاره فبلغ ذلك خريبا فاحذ مشفرة فقطع بها جنته الى اذنيه ورفع ازاره الى انصاف ساقيه

آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
خريم اسدی اچھا شخص ہے۔ اگر اس کے سر کے بال کاندھوں سے متجاوز نہ ہوتے اور اس کی ازار ٹخنوں سے لمبی نہ ہوتی۔
جب یہ بات خريم کو پہنچی تو اس نے قنچی لیکر کانوں تک کر دیا اور ازار کو نصف ہڈی تک کر دیا۔

اور منڈانے والوں کو حکم دیا گیا سر کے بال منڈانے چاہو تو سب بالوں کو منڈا دو یہ جائز نہیں کہ کچھ رکھو اور کچھ منڈا دو۔ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ و
الہ وسلم رأی صبیٹا
قد حلق بعض راسہ و
تول بعضہ فنہاہم عن
ذالک و قال اخلقوا کلہ او
اترکوا کلہ۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ کو دیکھا کہ اس کا سر منڈا ہوا تھا اور کچھ بال چھوڑے گئے تھے۔ سو آپ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور یہ حکم دیا کہ یا تو سارے سر کو منڈا دیا یا سارے سر کو چھوڑ دو۔

اور صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وینہی عن القزع
قال عبید اللہ والقزع ان
یتزل بنا صیتہ شعر و
لیس فی راسہ غیرہ وکذا
شق راسہ و هذا و هذا

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قزع سے منع کرتے ہوئے سنا۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ قزع یہ ہے کہ صحن پیشانی کے بال چھوڑ دیئے جائیں ان کے سوا سر میں اور بال نہ ہوں یا سر کے دونوں بازوؤں میں بال رکھے جائیں اور باقی سر منڈا یا جائے۔

اس ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ اس میں یہود کی مشابہت پائی جاتی تھی چنانچہ سنن ابی داؤد کی حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ فان ذلک ذی الیہود یعنی یہ یہود کی ہیئت اور ان کا طرز ہے اور حجب یہ فعل معصوم بچوں کے لئے ناجائز ہوا تو بالغ کے لئے یہ فعل بدعہ اولیٰ ناجائز ہوگا اور اسی طرح سر کے بالوں

میں نصاریٰ کی مشابہت بھی ناجائز ہوگی۔

حق جل شانہ نے مرد اور عورت کی خلقت کو ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز رکھا ہے۔ ہر ایک کی طبیعت اور مزاج کو الگ بنایا ہے۔

عورتوں کو ہیکر نزاکت اور منبع ولادت بنایا ہے۔ لہذا ان کو حسن و جمال اور سر کے بال عطا کئے اور مردوں کو حاکم بنایا اور ویسے ہی ان کو قوی عطا کئے اور ان کی صورت اور ان کی وضع و قطع ایسی بنائی کہ جس سے شوکت اور دجاہت ظاہر ہو اس لئے حق تعالیٰ نے مردوں کے چہرے پر ڈاڑھی اور مونچھ کا سبزہ لگایا اور ان کے اعضا میں صلابت اور سختی رکھ دی اور ان کے ہلچے میں خشونت پیدا کر دی اور ان کی رفتار میں شجاعت اور بہادری رکھ دی اور ان کے دل میں ایسے خیالات پیدا فرمائے کہ جو ان کی شان و شوکت کے مناسب ہوں اور

عورتوں کی فطرت میں نزاکت رکھ دی اور ولادت اور رضاعت اور تربیت کے خیالات ان کے دلوں میں پیدا کر دیئے یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی حکومت نے عورتوں کی فوج نہیں بنائی۔ اس لئے کہ فوج کے لئے شجاعت چاہیے نہ کہ نزاکت چونکہ قدرت نے مرد اور عورت کی خلقت اور فطرت کو ایک دوسرے سے ممتاز بنایا اس لئے شریعت اسلام نے حکم دیا کہ مرد عورتوں کے مشابہ نہ بنیں اور عورتیں مردوں کے مشابہ نہ بنیں تاکہ قانون فطرت کی مخالفت نہ ہو اور ایک نوع دوسری نوع کی مخصوص چیزوں کو اختیار نہ کرے مثلاً اسلام نے مردوں کو یہ حکم دیا کہ ریشمین اور زرین کپڑے جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان کو ہرگز استعمال نہ کریں نہ زیور پہنیں مرد جھوم اور ٹیکہ نہ لگائیں۔ اور نہ ہاتھوں میں چوڑیاں اور کنگن پہنیں اور نہ خالص ٹمخ زنگ کا لباس پہنیں اور نہ رفتار میں زمانہ انداز پیدا کریں اور نہ ڈاڑھی منڈائیں۔ بلکہ ڈاڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑیں اور مونچھوں کو

کٹائیں اور ڈاڑھی کو بڑھانا اور مونچھوں کو کترانا یہ امت تمام انبیاء کرام علیہم السلام والسلام کی سنت ہے اور مقتضائے فطرت ہے۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مجوسی اس خلاف فطرت فعل کے مرتکب تھے کہ مونچھیں بڑھاتے تھے اور ڈاڑھی کٹاتے یا منڈاتے تھے۔ اس لئے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم مجوس کی جو خلاف فطرت کر رہے ہیں۔ مخالفت کرو اور ڈاڑھی کو چھوڑو اور مونچھوں کو کٹاؤ۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ مونچھوں کو کٹاؤ اور غواڑھیوں کو بڑھاؤ۔

واللہی وخالفوا المجوس۔ اور مجوس کی مخالفت کرو۔

احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ ڈاڑھی کا بڑھانا اور مونچھوں کا کترانا ایسا دوسرے مسلمانوں کی سنت ہے اور اور فطرت میں سے ہے فطرت اس کو مقتضی ہے کہ چھوٹے اور بڑے اور مرد اور عورت کے درمیان میں امتیاز ہونا چاہیے سو یہ امتیاز ڈاڑھی سے حاصل ہوتا ہے

نیز ڈاڑھی مردوں کے لئے حسن و جمال بھی ہے اور مہیبت اور جلال بھی ہے چاہو تو امتحان کرو۔

طریقہ امتحان

یہ ہے کہ ایک عمر کے جوانوں اور ادھیڑوں اور بوڑھوں کو لے لیجئے اور ان میں سے ڈاڑھی والوں کو تو ایک صف میں اور ڈاڑھی منڈوں کو دوسری صف میں کھڑا کیجئے اور بیک وقت دونوں طرف نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ کون سی صف خوب صورت ہے اور کون سی صف بد صورت ہے اسی ایک نظر میں ڈاڑھی کا حسن

وجہال معلوم ہو جائیگا جیسے چوٹی والی عورتیں بے چوٹی والی عورتوں سے حسن و جمال میں کہیں زائد ہیں۔ ایسا ہی ڈاڑھی والا مرد اپنے ہم عمر بے ڈاڑھی والے سے بدرجہا حسن و جمال میں زائد ہے جس کا چاہے مشاہدہ کر لے۔

کالج میں کچھ لڑکے دیندار بھی ہوتے ہیں جو ڈاڑھی رکھتے ہیں اس ڈاڑھی والے جوان کے ہم عمر کسی ڈاڑھی مندے نوجوان کو کھڑا کر کے دیکھ لو کہ حسن و جمال میں کون بڑھا ہوا ہے۔

یا

لندن اور جرمن کے ایسے دو ہم عمر نوجوانوں کو لے لیجئے۔ کہ جن کے ڈاڑھی نکلتا ابھی شروع ہوئی ہے اور چھ ماہ تک دونوں کو ڈاڑھی نہ منڈانے دیا جائے پھر چھ ماہ کے بعد ان میں سے اگر ایک نوجوان تو ڈاڑھی منڈائے اور دوسرا اس کے ہم عمر ڈاڑھی نہ منڈائے تو اس وقت ان دونوں نوجوانوں کو برابر کھڑا کر کے دیکھا جائے کہ ان میں سے کونسا حسین و جمیل معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی ایک ہی نظر فیصلہ کر دے گی کہ بلاشبہ ڈاڑھی میں جو حسن و جمال ہے وہ ڈاڑھی کے منڈوانے میں نہیں۔

پس جس طرح عورتوں کے لئے سر کے بال اور چوٹی باعث زینت ہیں اسی طرح مردوں کے لئے ڈاڑھی باعث زینت ہے اور اگر زینت کے رکھنے کی ضرورت نہیں تو عورتوں کو بھی سر منڈانا چاہیئے۔

حکایت

سنا گیا ہے کہ یورپ کے کسی خطہ میں بعض عورتوں کو یہ ضبط سوار ہوا کہ سر منڈا دینا چاہیئے تاکہ دماغ کے بخارات نکل جانے کی وجہ سے مردوں کی طرح دماغ صحیح اور زنده

اور قوی ہو جائے ان عورتوں نے جب چند بار سر منڈایا تو ان عورتوں کے ڈاڑھی نکلنے لگی۔ تب سر منڈانا چھوڑا۔

مسئلہ

بعض فقہاء کرام نے بطور معنی لکھا ہے کہ بتلاؤ کونسی ڈاڑھی کا منڈانا واجب ہے اور پھر اس کا جواب دیا ہے کہ عورت کے اگر ڈاڑھی نکل آئے تو اس کا منڈانا واجب ہے۔

لباسِ نبوی ﷺ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس نہایت سادہ اور معمولی ہوتا تھا۔ فقیرانہ اور درویشانہ زندگی تھی عام لباس آپ کا تہمد۔ اور چادر اور کرتہ اور جبہ اور کبیل تھا جس میں بیوند لگا ہوتا تھا۔

آپ کو سبز لباس پسند تھا۔ آپ کی پوشاک عموماً سفید ہوتی تھی۔
چادر یعنی چادر جس پر سبز اور سرخ خطوط ہوں۔ آپ کو بہت مرغوب تھی جو بردیہانی کے نام سے مشہور تھی خالص سرخ سے منع فرماتے۔

ٹوپی۔ سر سے چٹی ہوئی ہوتی تھی اونچی ٹوپی کبھی استعمال نہیں فرمائی ابو بکرؓ اغاری سے مروی ہے کہ صحابہ کرام کی ٹوپیاں چھٹی سر سے لگی ہوئی ہوتی تھیں اونچی نہیں ہوتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عمامہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامہ کے نیچے ٹوپی کا التزام رکھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ہم میں اور مشرکین میں یہی فرق ہے کہ ہم ٹوپوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔ (ابوداؤد)

حضور پر زرب عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ دو شانوں کے درمیان لٹکاتے اور کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب ڈال لیتے اور کبھی تحت الحناک تھوڑی کے نیچے پیٹ لیتے حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے جنگ بدر اور جنگ حنین میں میری امداد کے لئے ایسے فرشتے امارے جو عمامے باندھے ہوئے تھے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ بِخَبْرَةِ الْمَلَائِكَةِ الْمُتَوَسِّلِينَ۔

پاجامہ۔ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے منیٰ کے بازار میں پاجامہ بچھا ہوا دیکھا۔ دیکھ کر اسے پسند لرایا اور فرمایا کہ اس میں بہ نسبت ازار کے تستر زیادہ ہے اور اس کو خرید فرمایا۔ لیکن استعمال کرنا ثابت نہیں۔

قمیص پیراہن آپؐ کو بہت محبوب تھا۔ سینہ پر اس کا گریبان تھا کبھی کبھی اس کی گھنڈیاں کھلی ہوئی ہوتی تھیں۔

لُنگی آپؐ کے تمام کپڑے ٹخنوں سے اوپر رہتے تھے بالخصوص لُنگی تہمد آدھی پنڈلی تک ہوتا تھا۔

موزے بھی استعمال فرماتے تھے اور ان پر مسح فرماتے۔

گدّا۔ آپؐ کا گدّا ایک چمڑے کا ہوتا تھا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی تھی۔ اور با اوقات حضورؐ پر نور ایک بورے پر سویا کرتے تھے حصیر (بوریا) آپؐ کا بستر تھا۔

انگوٹھی۔ دست مبارک میں چاندی کی انگوٹھی بھی استعمال فرماتے تھے۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب قیصر روم اور نجاشی شاہ حبشہ وغیرہ کو دعوتِ اسلام کے خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا کہ سلاطین بدوں مہر کے کوئی تحریر قبول نہیں کرتے اس لئے آپؐ نے چاندی کی ایک انگوٹھی نوائی جس میں تین سطروں میں اوپر نیچے محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

نعلین مبارکین

نعلین مبارکین۔ چلی کے طرز کے ہوتے تھے کہ جس میں نیچے صرف ایک تلاء ہوتا تھا اور اوپر دو تسمے لگے ہوتے تھے جن میں انگلیاں ڈال لیتے تھے

زرقانی صفحہ ۴۵ ج ۵

صَلُّوا عَلَیْهِ وَآلِہِ

۳۸۴

ہَذَا امثالِ نعالِہِ

نقشہ نقل شریف

یہ نقشہ ملک زاد السید محمد حضرت حکیم الامت مولانا اختر علی صاحب فیرس سرہ سے نقل کیا ہے۔

سایہ سجدہ صفا نظر فرما اہد بود

بقائے کز نشان کف پائے تو بود

خرقہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قال اللہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الْمَزْمِلُ قُمِ اللَّيْلَ وَقَالَ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبِّكَ فَكَبِيرٌ

اے برادر در لباسِ صوت باش

باصفیاتِ خدا موصوف باش

آپ کے پاس صوت کا ایک کالا کبیل بھی تھا۔ جس میں پیوند لگے ہوئے تھے جس کو خرقہ (گدڑی) کہتے ہیں۔ صوت کا کالا کبیل جس میں پیوند لگے ہوئے ہوں یہ انبیاء کرام کی سنت ہے جو اولیاء اللہ اور درویشوں کو راشت میں ملے افسوس اور ہزار افسوس کہ یہ سنت اب دنیا سے رخصت ہوئی صوتی کو صوتی اس لئے کہا جاتا ہے کہ جو صوت کا کبیل انبیاء کرام کی سنت پر عمل کرنے کیلئے پہنتا ہو اور دنیا کو تین طلاق مغلطہ بانہ دیکر بے سکر ہو گیا ہو اور حلقہ شامی و امیری کو اس خرقہ درویشی کے مقابلہ میں سچ سمجھتا ہو۔

گرچہ درویشی بردست لے لے لے

ہم ز درویشی نہ باشد خوب تر

قال ابن مسعود كانت الانبياء	عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء
يركبون الحمير ويلبسون الصنوج	گدھوں پر سواری کرتے تھے اور صوت کا
ويعتلبون الشاة رواه الطيالسي.	لباس پہنتے تھے اور بکریوں کا دودھ دہتے
وعند صلى الله عليه وسلم قال	تھے۔ اس روایت کو ابو داؤد طيالسی نے
كان على موسى يوم كلمه ربه كساء	روایت کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

صوت و صکتہ صوت
وجبتہ صوت و سر او بل
صوت و کانت نعلہ من
حمار میت رواہ الترمذی
و قتال غریب و الحاکم
و صحیحہ علی شرط البخاری
زیر قافی ص ۱۶ ج ۵

نے ارشاد فرمایا کہ جس روز موسیٰ علیہ السلام
حق تعالیٰ جل شانہ سے ہم کلام ہوئے اس
روز ان کا کبیل صوت کا تھا۔ اور ٹوپی بھی
صوت کی تھی۔ اور جبتہ بھی صوت کا تھا اور
پاجامہ بھی صوت کا تھا۔ اور نعلین مردہ گدھے
کی کھال کے تھے۔ اس حدیث کو ترمذی نے
روایت کیا اور کہا غریب الاسناد ہے اور حاکم

نے بھی روایت کیا اور یہ کہا کہ یہ حدیث شرط بخاری پر صحیح ہے۔ ۱۷
ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری راوی ہیں کہ ایک دن عائشہ صدیقہ نے صوت
کا ایک مڑا کبیل جس میں پیوند لگے ہوئے تھے اور ایک موٹا ہتھکڑی نکال کر ہم
کو دکھلایا اور یہ کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ان دو کپڑوں میں ہوئی
عائشہ صدیقہ کا مقصد آپ کی سادگی اور تواضع اور شان درویشی و
فقیری کو بتلانا تھا کہ حضور پر نور کی زندگی ایسی تھی رواہ البخاری فی فرض الخمس
اللباس و سلم و ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجہ۔ ۱۸

اور حق تعالیٰ جل شانہ کے اس سر ایاظت خطاب یعنی یَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ
اور یَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ میں اشارہ اس طرف ہے کہ بارگاہ خداوندی میں
کبیل اور گدڑی غایت درجہ محبوب تھا کہ اس لباس کے عنوان سے حضور
پر نور کو خطاب فرمایا۔ اس لئے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے لکھا ہے
کہ ادبیار کرام کے نزدیک سورہ منزل کو سورۃ الخرقہ کہتے ہیں جس میں خرقہ
(گدڑی) کے آداب اور شرائط کا ذکر ہے۔ دیکھو تفسیر عزیزی۔

لباس نبوی ﷺ لباس ابراہیمی و اسماعیلی تھا

مَعَاذَ اللَّهِ - مَعَاذَ اللَّهِ

قومی اور وطنی لباس نہ تھا

نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس اور یہ معاشرہ معاذ اللہ قومیت یا وطنیت کے اتباع کے ارادے سے نہ تھا بلکہ وحی ربانی اور الہام یزدانی کے اتباع سے تھا عرب میں قدیم سے حلہ یعنی چادر اور تہ بند کا دستور چلا آ رہا تھا حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی لباس تھا جیسا کہ نازق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آذر بایجان کے عربوں کو حلہ پہننے کی یہ کہہ کر ترغیب دی کہ وہ تمہارے باپ اسماعیل علیہ السلام کا لباس ہے۔

اَتَابِعْدُ فَاتَزِرْ دَا وَارْتَدِ دَا
اِذَا رَاوْ جَادِرَ كُوْ يَهْنُوْ اَوْ اِيْنِيْ بَابِ
عَلَيْكُمْ بِلِبَاسِ اَبِيْكُمْ اِسْمَاعِيْلَ وَاِيَّاكُمْ وَالتَّنْعَمُ وَزِي الْعَجَمِ
اسماعیل کے لباس کو لازم پکڑو۔

معاذ اللہ اللہ کا نبی لباس یا معاشرہ میں قوم کا مقلد اور تابع بن کر نہیں آتا۔ اللہ کی وحی اور اس کے حکم سے قوم کے عقائد اور اخلاق و اعمال اور عبادات اور معاملات سب کے متعلق ہدایتیں اور احکام جاری کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بول و براز کے آداب بھی ان کو سکھاتا ہے۔

معاشرہ اور معاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ جس کے متعلق اللہ کے رسول کے پاس کوئی غیبی اشارہ اور الہام باطنی ہنویہ ناممکن ہے کہ نبی عام لوگوں کے رسم و رواج کی پیروی کرے۔ آنحضرت نے لباس کے متعلق بھی احکام جاری فرمائے کہ فلاں جائز ہے اور فلاں حرام یہاں تک کہ مسلمان اور کافر کے

لباس میں امتیاز ہو گیا اور بیشمار احادیث نبویہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم علیہ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نے کافروں کی تشبیہی ممانعت کی ہے اور ان کی مخالفت کا حکم
دیا۔ اور جس لباس سے تکبر اور تفاخر اور اسراف اور تنعم مترشح ہوتا ہو اس کو
ممنوع قرار دیا۔ اور اس کو لباس کو بھی ممنوع قرار دیا جو دشمنانِ خدا سے مشابہت
کا سبب بنے۔ مشرکین حریر اور دیا کو استعمال کرتے تھے۔ آپ نے اس کے
استعمال سے منع فرمایا۔ مشرکین ازار کو بطور تکبر ٹخنوں سے نیچا گھسٹا ہوا
پہنتے تھے۔ آپ نے اس کو ناجائز قرار دیا۔ زرین مفرق لباس کے استعمال کو ممنوع
قرار دیا کہ تکبر اور تنعم اور اسرار کا شائبہ بھی نہ رہے۔ مشرکین ٹہپوں پر عمامہ نہیں
باندھتے تھے آپ نے حکم دیا،

فَرَقَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق
الْعَمَائِمُ عَلَى الْقُلَانِسِ یہ ہے کہ ہم عمامہ ٹہپوں پر باندھتے ہیں
اس طرح آپ نے مسلمانوں اور کافروں کے لباس میں تفرق قائم فرمایا۔
اور صحیحین میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ أَوْفُوا اللَّهَ کافروں کی مخالفت کرو۔ ڈاڑھیوں کو
وَاحْفَظُوا الشَّوَارِبَ بڑھاؤ اور مونچھوں کو کم کراؤ۔

یعنی اپنی صورت اور ہیئت کافروں کی سی نہ بناؤ تمہاری وضع قطع کافروں
سے جدا رہنی چاہیے۔

مسند احمد و سنن ابی داؤد میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا
وسلم من تشبه بقوم فهو منهم جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ شخص اسی قوم
میں شمار ہو گا۔

علامہ قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حدیث من تشبه سے لباس اور ظاہری امور میں مشابہت اختیار کرنا مراد ہے معنوی اخلاق کی مشابہت کو تشبہ نہیں کہتے بلکہ اسے تخلیق کہتے ہیں۔

اور صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ان هذه من ثياب الكفار فلا تبها یہ کافروں جیسے کپڑے ہیں پس انکو نہ پہننا پس ثابت ہو گیا کہ حضور پر نور کا لباس اور آپ کی وضع تمام ترویجی الہی کے تابع تھی۔ قوم اور وطن کے اتباع میں تھی حضور پر نور اگر بالفرض والتقدیر۔ لندن یا جرمن میں بھی مبعوث ہوتے تو وہاں بھی لندن کی وحشیوں کی وہی اصلاح فرماتے جو کہ مکہ کے وحشیوں کی فرمائی۔ اور ان کی شہوت پرستی کو خدا پرستی سے اور ان کی بے پردگی کو پردہ سے اور ان کی بے حیائی کو عفت اور عصمت اور حیا اور شرم سے بذل ڈال تے لہذا کسی نادان کا یہ گمان اور یہ خیال کرنا کہ معاذ اللہ اگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم لندن یا جرمن میں مبعوث ہوتے تو مغربی رسم و رواج کے تابع ہوتے تو یہ ایک مرعوبانہ اور محکومانہ اور غلامانہ اور احمقانہ ذہنیت کا کرشمہ ہے جس کی حقیقت ایک مجنونانہ بڑے زیادہ کچھ نہیں۔ اللہ کی وحی کے تابع ہوتا ہے ان اتبع الا ما یوحی الی۔ معاذ اللہ۔ نبی۔ قوم اور وطن کے تابع نہیں ہوتا بلکہ قوم کو اپنی اتباع کی دعوت دیتا ہے اور صبغۃ اللہ (اللہ کے رنگ) میں ان کو رنگتا ہے۔

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ومن احسن من اللہ صبغۃ ومن احسن من اللہ صبغۃ

کے دشمنوں کے طور و طریق ان کی وضع قطع اور لباس ہی پر ہیز کیا جائے تاکہ زندگی کے ہر شعبہ میں کنزے برات اور کاذول سے اجتناب ظاہر ہو اور ایمانی رنگ گوشت کی زندگی میں ہر طرح اللہ ہر جانب سے جھلکتا نظر آئے اس مفہوم کی توضیح کیلئے یہ چند الفاظ حضرات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔ جن کا عنوان التبیہ علی مافی التبیہ ہے مسئلہ تشبہ بالکفار پر ایک اجمالی نظر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 التَّنْبِیْہُ عَلٰی مَا فِی التَّشْبِہِ
 یعنی

مسئلہ تشبہ بالکفار پر ایک اجمالی نظر

”محمدؐ تعالیٰ جب یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس انار اور رداء جبہ اور عمامہ اور ظاہری وضع قطع یہ سب اپنے جدا مجید حضرت اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتدار میں تھا۔ معاذ اللہ مشرکین مکہ اور قوم اور وطن کی اتباع اور مشابہت میں نہ تھا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ طالبان حق کی تنبیہ کے لئے مسئلہ تشبہ کی حقیقت پر کچھ مختصر سا کلام کر دیا جائے کیونکہ مسئلہ تشبہ اسلام کے ان اہم ترین مسائل میں سے ہے کہ جن پر اسلام کے بہت سے احکام قابل تسلیم نہ رہیں گے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ مغربی تہذیب کے دلدادہ اور شیدائی ہیں اور اسلامی احکام کی حدود و قیود سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ ان کا سب سے پہلا حملہ اسلام کے اسی مسئلہ تشبہ پر ہوتا ہے اور اپنی تمام تر سعی اس کے مٹانے میں صرف

کرتے ہیں تاکہ آئندہ کے لئے راستہ صاف ہو جائے اور دعویٰ اسلام کے ساتھ مغربی
تمدن میں کوئی رکاوٹ نہ رہے زبان کے اعتبار سے مسلمان کہلائیں اور معاشرہ اور
تمدن اور وضع قطع اور مہیت اور لباس میں انگریز بنے رہیں۔ ع
”ابن خیال ست و محال ست و جنوں“

شریعت اسلامیہ میں چونکہ تشبیہ بالکفار کا مسئلہ خاص اہمیت رکھتا ہے جو
بے شمار آیات اور احادیث سے ثابت ہے اس لئے تفسیر اور حدیث اور فقہ اور
علم العقائد کی کوئی کتاب مسئلہ تشبیہ کے بیان سے خالی نہیں حضرات فقہاء و متکلمین
نے مسئلہ تشبیہ کو باب الارتداد میں بیان کیا ہے کہ مسلمان کن چیزوں کے ارتکاب سے
مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ان میں سے ایک تشبیہ بالکفار بھی ہے
اور اس کے درجات اور مراتب ہیں۔ اور ہر ایک کا حکم جداگانہ ہے۔

ساتویں صدی کے عالم جلیل شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ حلیؒ متوفی
۷۲۸ھ نے اسی مسئلہ تشبیہ کی حقیقت واضح کرنے کی لئے اقتضار الصراط المستقیم
مخالفاً اصحاب کحیم کے نام سے ایک مبسوط کتاب تحریر فرمائی جس میں مسئلہ تشبیہ کے
مختلف پہلوؤں پر کتاب و سنت اور عقل اور نقل کی روشنی میں کلام فرمایا اور
کتاب و سنت کے نصوص سے یہ واضح کر دیا کہ دینی و دنیوی زندگی کا کوئی شعبہ
ایسا نہیں کہ جہاں شریعت غزا اور ملت بیضی نے کفر اور شرک کی نجاست اور ظلمت
کی مشابہت سے حفاظت کا اپنے دوستوں کو کوئی حکم نہ دیا ہو اور یہ ثابت کر دیا کہ
صراط مستقیم کا اقتضایہ یہ ہے کہ مفضوب علیہم اور ضالین کے مشابہت سے احتراز کیا جائے
اب اس انگریزی اور مغربی دور میں پھر یہ فتنہ رونما ہوا اور علماء دین نے اپنی پوری
توجہ اس پر صرف کی مگر اس دور پر فتن میں مسئلہ تشبیہ پر کوئی ایسی جامع کتاب نہیں لکھی
گئی کہ جس میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر منظم اور مرتب اور مدلل اور سلسل کلام کیا گیا

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکوٰۃ کے مشکوک اور موسوسین کے وساوس اور اوہام کا ایسا ازالہ
ہوا اور ساتھ ہی ساتھ مشکوٰۃ کے مشکوک اور موسوسین کے وساوس اور اوہام کا ایسا ازالہ
اور قلع اور قمع کر دیا گیا ہو کہ جس کے بعد کسی کو لب کشائی کی گنجائش باقی نہ رہے سوا الحمد للہ
یہ فرضیہ دینی ہمارے محب محترم عالم ربانی ناضل لاثانی مولانا قاری حافظ محمد طیب صاحب
مہتمم دارالعلوم دیوبند حفظہ اللہ تعالیٰ واطال اللہ حیاتہ ذخیرۃ المسلمین آمین یا رب
العلمین کے قلم حکمت رقم سے ادا ہوا جزاء اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیرا۔
موصوف نے التنبہ فی الاسلام کے نام سے دو حصوں میں ایک کتاب تحریر فرمائی
یہ مسئلہ تشبیہ کی تحقیق و تدقیق میں بے نظر اور بے مثال کتاب ہے اور بلاشبہ وہ اپنا شبیہ
اور شبیل نہیں رکھتی حضرت حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب قدس اللہ سرہ
کتاب مذکور کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ اس احقر نے رسالہ ہذا کو حرفا حرفا دیکھا ایک ایک حرف
کے ساتھ قلب میں سرور اور آنکھوں میں نور بڑھتا جاتا تھا۔ تشبیہ کا مسئلہ ایسا
مکمل و مفصل و مدلل لکھا ہوا میں نے نہیں دیکھا۔ جن لطائف تک ذہن جانیکا حتم
نکٹ تھا وہ منصفہ ظہور پر آگئے۔ بعد سے بعد شبہات تک کا قلع قمع کر دیا گیا اللہ تعالیٰ رسالہ کو نافع
اور مقبول فرما کر ان کلم طیب کے عموم میں داخل فرمائے جن کی شان میں لیہ یصلیٰ علیہم السلام
واروہے اور صاحب سالہ کو اس جماعت میں داخل فرمائے۔ جس کی شان میں ہدوا الی

الطیب من القول و ہدوا الی الصراط الحمید واروہے انتہی

اس لئے ناظرین کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر مسئلہ تشبیہ کی پوری تحقیق اور
درکار ہو تو التنبہ فی الاسلام کی مراجعت فرمائیں اس وقت یہ ناچیز نہایت اختصار کیا ہے
اس مسئلہ کو پیش کر رہا ہے جس کا بہت سا حصہ اقتضائے الصراط المستقیم اور التنبہ فی الاسلام
سے ماخوذ ہے اور بہت موضوعات میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس
اللہ سرہ کے مختلف مواعظ اور ملفوظات میں مسئلہ تشبیہ پر جو امور نظر سے گزرے وہ بھی اس مختصر تحریر
میں درج کر دیئے تاکہ ناظرین کرام کیلئے موجب ہدایت اور باعث بصیرت ہوں۔ فاقول ربانہ

تحقیق ربیدہ ازہرۃ النکاح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۝

حدیث میں ہے بدالاسلا غریبا وسمعود غریبا فطوبیٰ للغریبا۔ اسلام شروع میں غریب الوطن تھا یعنی بکیں اور بے یار و مددگار تھا اور بے سہارا تھا خلافت راشدہ کے دور سعادت سراپا مین و برکت میں آفتاب اور ماہتاب بشکر چمکا اور قیصر و کسریٰ کی حکومت اور سلطنت کا تختہ الٹ کر رکھ دیا۔ اور اپنے سادہ معاشرہ اور خدا پرستانہ تمدن سے قیصر اور کسریٰ کی نظر فریب اور پریشان و شکوہ معاشرہ اور تمدن کو کھٹے بندوں زمین پر پچھاڑا جس کا تماشہ ساری دنیا نے دیکھا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس سالہ غزوات اور پھر صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے دس سالہ سلسلہ جہادات و فتوحات کا یہ غیبی اثر ہوا کہ دس صدی تک پوری روئے زمین پر اسلام ہی کو اقتدار اعلیٰ حاصل رہا اور اسلام ہی کا تمدن اور معاشرہ دنیا کے ہر تمدن اور معاشرہ پر غالب رہا۔ دنیا کی قومیں اسلامی معاشرہ اور تمدن کو اپنے لئے باعث عزت سمجھتی رہیں خلفاء عباسیہ کے دور میں علم و حکمت کا بازار گرم ہوا اور صنعت و حرفت بام عروج پر پہنچی اور یورپ کے باشندے اس وقت ایک جاہل اور وحشی قوم تھے انہوں نے مسلمانوں سے علم و حکمت سیکھا اور صنعت و حرفت اور تہذیب و تمدن کا سبق لیا۔

اور دنیاوی شاہراہ ترقی پر گامزن ہوئے بعد ازاں جب اسلامی حکومتوں کے فرمانروا حکومت کے نشہ میں عیش پرستی کا شکار بن گئے۔ اور میر جعفر اور میر

صادق جیسے منافق اُن کے وزیر بن گئے۔

گر بہ میر و سگ وزیر و موش را دیواں کشند

انجینیں ارکانِ دولت ملک را ویراں کشند

تو نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ اسلامی حکومتیں معرضِ نوال اور اختلال میں پڑ گئیں اور اسلام کی ہاتھ کی پچھاڑی ہوئی تو میں برسبر اقتدار آگئیں اور اپنی بد اعمالی اور شومی قسمت سے حاکم محکوم بن گئے۔ اور محکوم حاکم ہو گئے۔

چند روز تک مسلمانوں کو اپنی اس ذلت اور انقلاب کی حالت کا احساں رہا۔ مگر رفتہ رفتہ مسلمانوں نے ان کے معاشرہ اور تمدن اور وضع قطع کو قبول کرنا شروع کر دیا۔ نوبت بایں جا رسید کہ اسلامی ممالک کے باشندے غیروں کے معاشرے میں ایسے رنگے گئے کہ اپنی اور پرانے مسلم اور غیر مسلم کا ظاہر نظر میں کوئی فرق نہ رہا۔

اور حسبِ ارشادِ نبوی وسیعود غریباً اسلام ابتدا کی طرح اس دور میں پھر غریب اور گدائے بے نوا اور بکیں و بے یار و مددگار بن گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

اس کی وجہ یہ نہیں کہ اسلامی معاشرہ میں کسی قسم کی کوئی خرابی یا کوتاہی ہے اور نئے معاشرہ میں کوئی خوبی یا کمال یا کوئی حسن و جمال ہے۔

بدکامی

اس کی وجہ یہ ہے کہ نئے معاشرہ کی بساط تمام تر نفسانی شہوات و لذات اور نام و نمود اور فخر و مباہات پر بھیجی ہوئی ہے اور قوت و شوکت کے زیر سایہ وہ پرورش پا رہا ہے جو بالطبع نفس کو غایت درجہ محبوب ہے۔

اور اسلامی معاشرہ کی بساط سادگی اور تواضع اور زہد اور قناعت اور خدا پرستی

اور نفس کشی پر بھی ہوئی ہے جس کو نفس پسند نہیں کرتا۔

ابو بکر و عمر ایک طرف ایسے امیر مملکت تھے کہ دنیا کی سب سے بڑی دو طاقتیں قیصر و کسریٰ بھی ان سے ٹکراتی تھیں۔ اور دوسری طرف شیخ طریقت بھی تھے کبیل پوشش اور مسجد کے امام بھی تھے جن کو دیکھ کر لوگ اپنے دین کو درست کرتے تھے۔

خداوند علیم و حکیم کی فضا و قدر نے قوم عاد اور قوم ثمود اور فرعون اور نمرود کی طرح مغربی اقوام کو چند روزہ اقتدار عطا کیا۔ جن کے آتے ہی نفسانی اور شہوانی معاشرہ کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ اور چھپے ہوئے شہوت پرست ناپا ہو گئے اور ظاہر ہے کہ جس چیز کو قوت و شوکت اور حکومت و سلطنت کی سرپرستی حاصل ہو تو سادہ لوح اور عام طبیعتیں اسی میں جذب ہو جاتی ہیں خصوصاً جس معاشرہ میں نفسانی خواہشوں کو آزادی ملتی ہو اور حکومت اور سلطنت کے سرپرستی کی وجہ سے اس کے حصول میں کوئی مانع بھی نہ رہے تو بلاشبہ ایسا معاشرہ مخلوق خدا کے لئے فتنہ و غلطی ہو گا۔

افسوس اور صد افسوس کہ مسلمان بھی اب اسی روم میں بہے جا رہے ہیں اور جو قومیں ان کے اسلاف اور بزرگوں کی کچھاڑی ہوئی اور باج گزار تھیں ان کے پیچھے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ اور اپنے اسلاف کے خصائل و عادات اور ان کے ملبوسات کو ترک کر کے دن بدن مغضوب علیہم اور ضالین یعنی یہود و نصاریٰ کے مماثلت اور مشابہت اختیار کرتے جاتے رہے ہیں۔ حیرت کا مقام ہے کہ مشرق کا نور مغرب کی ظلمت پر کیوں فریفتہ ہو گیا۔

اے میرے مسلمان بھائیو! یہ دنیا سرائے فانی ہے تلك الايام ندا اولها بين الناس كما منظر ہے۔ جن تمدن قوموں نے انبیاء کرام کے مقابلہ میں

مِنْ أَشَدِّ مَنَاقِبَةٍ لَا نَحْرَه لَكَ يَا أَوْرَتَمَدَن اور معاشرہ میں دنیا سے آگے نکلے
 کما قال تعالیٰ عمروہا اکثر مما عمروہا لم یخلق مثلها فی
 البلاد اور انبیاء اللہ کی گدڑی اور کبیل اور عمارہ اور دستار اور تہبند اور
 ازار کا تمسخر کیا انجام کار وہ سب کے سب تباہ اور برباد ہوئے فہل ترے
 لَہُمْ مِّنْ بَاقِیَةٍ - وہل تحس منہم مِّنْ أَحَدٍ او تسمع لہم رکزا
 کسی کا نام و نشان نہ رہا۔ کسی کو حق تعالیٰ نے غرق کیا اور کسی کو زمین میں ہنسیا
 اور کسی پر آسمان سے پتھر برسائے اور کسی کو چیخ سے ہلاک کیا۔ ان کل الا
 کذب الرسل فحق وعید۔

آدم بربر مطلب

اب میں مختصر طور پر اہل اسلام کی خدمت میں مسئلہ تشبہ کی حقیقت عرض
 کرتا ہوں اور اس کے حسن کو واضح کرتا ہوں امید کہ اہل اسلام اس کو غور سے
 پڑھیں گے۔ ان ارید الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا
 باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

تشبہ کی حقیقت

حق جل شانہ نے زمین سے لیکر آسمان تک خواہ حیوانات ہوں یا نباتات
 یا جمادات سب کو ایک ہی مادہ سے پیدا کیا اور سب کو ایک ہی خوان وجود سے
 حصہ ملا مگر باوجود اس کے ہر چیز کی صورت اور شکل علیحدہ بنائی تاکہ ان میں امتیاز
 قائم رہے اور ایک دوسرے سے پہچانا جائے کیونکہ امتیاز کا ذریعہ صرف یہی ظاہر
 شکل و صورت اور ظاہری رنگ و روپ ہے انسان اور حیوان میں شیر اور گدھے
 میں۔ گھاس اور زعفران میں۔ باد چرچی خانہ اور پاخانہ میں جیل خانہ اور تفساخ خانہ
 میں جو امتیاز ہے۔ وہ صرف اسی ظاہری شکل و ہیئت کی بنا پر ہے اگر کسی نوع کا کوئی

کوئی فرد اپنی خصوصیات اور امتیازات کو چھوڑ کر دوسری نوع کی امتیازات و خصوصیات اختیار کر لے تو اس کو پہلی نوع کا فرد نہ کہیں گے۔ بلکہ وہ دوسری نوع کا فرد کہلائے گا۔ اگر کوئی مرد مردانہ خصوصیات اور امتیازات کو چھوڑ کر زنانہ خصوصیات کو اختیار کرے، عورتوں ہی کا لباس پہننے لگے اور انہی کی طرح بولنے لگے حتیٰ کہ اُس مرد کی تمام حرکات و سکنات عورتوں ہی جیسی ہو جائیں تو وہ شخص مرد نہ کہلائے گا بلکہ بیچرا کہلائے گا، حالانکہ اس کی حقیقت رجولیت میں کوئی فرق نہیں آیا صرف لباس اور سہیت کی تبدیلی ہوئی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اگر اس مادی عالم میں ہر نوع کی خصوصیات اور امتیازات کی حفاظت نہ کی جائے اور التباس اور اختلاط کا دروازہ کھول دیا جائے تو پھر اُس نوع کا وجود باقی نہ رہے گا۔

اختلاف اقوام و اُمم:

اسی طرح اقوام اور اُمم کے اختلاف کو سمجھو کہ مادی کائنات کی طرح۔ دنیا کی قومیں اپنے معنوی خفیات اور باطنی امتیازات کے ذریعے ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہیں۔ مسلم قوم، ہندو قوم، عیسائی قوم، یہودی قوم۔ ہر قوم ایک باپ کی اولاد ہونے کے مختلف قومیں بن گئیں، مذہب اور ملت کے اختلاف کے علاوہ۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ہر قوم کا تمدن اور اس کی تہذیب اور اس کا معاشرہ اور اس کا طرز لباس اور طریق خورد و نوش دوسرے سے جدا ہے اور ہر قوم ایک خدا کے ماننے کی ہر ایک کی عبادت کی صورت اور شکل علیحدہ ہوگی۔ عبادت کی انہیں خاص خاص شکلوں اور صورتوں کی وجہ سے ایک مسلم اور موجد مشرک اور بت پرست سے علیحدہ ہے اور ایک عیسائی ایک پارسی سے جدا ہے۔

غرض یہ کہ قوموں میں امتیاز کا ذریعہ سوائے ان قومی خصوصیات کے اور کیا ہے جب تک ان مخصوص شکلوں اور سہیتوں کی حفاظت نہ کی جائے تو قوموں کا امتیاز باقی نہیں رہ سکتا پس جب کسی قوم کی مذہبی اور معاشرتی خصوصیات باقی ہیں اس وقت تک وہ قوم بھی باقی ہے اور جب

کسی قوم نے اپنی خصوصیات اور اشکال کو چھوڑ کر دوسری قوم کی خصوصیات کو اختیار کر لیا اور یہ قوم دوسری قوم کے ساتھ مختلف اور مشتبہ ہو گئی تو سمجھو کہ یہ قوم اب فنا ہو گئی اور اب منہم ہستی پر اس کا کوئی ذاتی وجود باقی نہیں رہا۔

تشبہ کی تعریف

اب اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد تشبہ کی تعریف سنئے تاکہ آپ تشبہ کی قیامتوں اور مفرقوں کا اندازہ لگا سکیں۔

(۱)

اپنی حقیقت اور اپنی صورت اور وجود کو چھوڑ کر دوسری قوم کی حقیقت اور اس کی صورت اور اس کے وجود میں مدغم ہو جانے کا نام تشبہ ہے۔

بالمفاظ دیگر (۲)

یا اپنی ہستی کو دوسرے کی ہستی میں فنا کر دینے کا نام تشبہ ہے۔

یا (۳)

اپنی ہست اور وضع کو تبدیل کر کے دوسری قوم کی وضع اور ہست اختیار کرنے کا نام تشبہ ہے۔

یا (۴)

اپنی شان امتیازی کو چھوڑ کر دوسری قوم کی شان امتیازی کو اختیار کرنے کا نام تشبہ ہے۔

یا (۵)

اپنی اور اپنوں کی صورت اور سیرت کو چھوڑ کر غیروں اور پرانیوں کی صورت اور سیرت کو

اپنالینے کا نام تشبہ ہے

اس لئے شریعت حکم دیتی ہے کہ مسلمان قوم دوسری قوموں سے ظاہری طور پر ممتاز اور جدا

ہونی چاہئے لباس میں بھی ممتاز ہونی چاہئے اور وضع و قطع میں بھی اس لئے کہ ظاہری علامت

کے علاوہ خاص جسم کے اندر بھی کسی علامت کا ہونا ضروری ہے سو وہ عقدہ اور ڈاڑھی ہے اور

وہ ظاہری علامت لباس ہے بغیر ان دو علامتوں کے شناخت نہیں ہو سکتی نہ تو صرف دائرہ ہی کافی ہے اس لئے کہ لوگوں کے دائرہ ہی نہیں ہوتی اُن کی شناخت کس طرح ہوگی نیز بعض قومیں دائرہ ہی رکھتی ہیں۔ اُن سے شناخت سوائے لباس کے کسی چیز سے نہیں ہو سکتی معلوم ہوا کہ اسلامی امتیاز کے لئے لباس اور دائرہ ہی دونوں کی ضرورت ہے منع تشبیہ کے حکم کا منشاء، معاذ اللہ تعصب اور تنگ نظری نہیں بلکہ غیرت اور محبت ہے جس سے مقصد ملت اسلامیہ اور امت مسلمہ کو غیروں کے القباس اور اشتباہ کی تباہی سے بچانا ہے اس لئے کہ جو قوم اپنی خصوصیات اور امتیازات کی محافظ نہ ہو وہ کوئی آزاد اور مستقل قوم کہلانے کی مستحق نہیں۔

تشبیہ بالکفار کا حکم

تشبیہ بالکفار اعتقادات اور عبادات میں کفر ہے اور مذہبی رسومات میں حرام ہے جیسا کہ نصاریٰ کی طرح سینہ پر صلیب لٹکانا اور یہود کی طرح زنا باندھ لینا یا پیشانی پر تشقہ لگانا ایسا تشبیہ بلاشبہ حرام ہے جس میں اندیشہ کفر ہے اس لئے کہ علی الاعلان شعائر کفر کا اختیار کرنا اس کے رضا قلبی کی علامت ہے۔

اور تشبیہ کی یہ قسم ثانی اگرچہ قسم اول سے درجہ میں ذرا کم ہے مگر پیشاب اور پاخانہ میں فرق ہونے سے کیا کوئی پیشاب کا پینا گوارا کرے گا ہرگز نہیں اور عبادات اور مذہبی رسومات اور عیدین میں کفار کی مشابہت کی ممانعت اشارات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ و کثیرہ سے ثابت ہے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ نے اقتضای الصراط المستقیم نے بالتفصیل اور ان تمام آیات اور روایات کو بیان کیا۔

(۳۴)

اور معاشرہ اور عادات اور قومی شعائر میں تشبیہ کردہ تحریمی ہے مثلاً کسی قوم کا وہ مخصوص باتما استعمال کرنا جو خاص اُن ہی کی طرف منسوب ہو اور اس کا استعمال کرنے والا اسی قوم کا ایک فرد سمجھا جائے گا جیسے نصرانی ٹرپ (یعنی ہیٹ) اور ہندو داندھوتی اور جو گیانہ جوتی یہ سب ناجائز اور ممنوع ہے اور تشبیہ میں داخل ہے بالخصوص جبکہ بطور تفاخر یا انگریزوں کی و منع بنانے کی نیت سے

پہنی جلتے تو اور بھی زیادہ گناہ ہے۔ جو گیوں اور پنڈتوں کی وضع قطع اختیار کرنے کا جو حکم ہے وہی انگریزی وضع قطع اختیار کرنے کا حکم ہے۔

اور علیٰ ہذا کافروں کی زبان اور ان کے لب و لہجہ اور طرز کلام کو اس لئے اختیار کرنا کہ ہم بھی انگریزوں کے مشابہ بن جائیں اور ان کے زمرہ میں داخل ہو جائیں تو بلاشبہ یہ ممنوع ہوگا، ہاں اگر انگریزی زبان سیکھنے سے انگریزوں کی مشابہت مقصود نہ ہو بلکہ محض زبان سیکھنا مقصود ہو کہ کافروں کی غرض سے آگاہ ہو جائیں اور ان سے تمہارتی اور دنیاوی امور میں خط و کتابت کر سکیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

جیسے کوئی ہندی اور سنسکرت اس لئے سیکھے کہ ہندوؤں اور پنڈتوں کی مشابہت ہو جائے اور ہندو مجھے اپنا وطن بھائی سمجھیں اور اپنے زمرہ میں مجھے شمار کریں۔ (جیسا کہ آجکل بھارت میں یہ فتنہ برپا ہے) تو بلاشبہ اس نیت سے ہندی زبان سیکھنا ممنوع ہوگا اور اگر فقط یہ غرض ہو کہ ہندوؤں کی غرض سے آگاہی ہو جائے اور ان کی خطوط پڑھ لیا کریں۔ تو ایسی صورت میں ہندی زبان سیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۴)

اور ایجادات اور انتظامات اور اسلحہ اور سامان جنگ میں غیر قوموں کے طریقے لینا جائز ہے جیسے توپ اور بندق اور ہوائی جہاز اور موٹر اور مشین گن وغیرہ وغیرہ یہ درحقیقت تشبہ بھی نہیں خیریت اسلام میں نے ایجادات کے طریقے نہیں تہلئے ایجادات اور صنعت اور حرفت کو لوگوں کی عقل اور تجربہ اور ضرورت پر چھوڑ دیا البتہ اس کے احکام بتلا دے کہ کونسی صنعت اور حرفت جائز ہے اور کس حد تک جائز ہے اور کس طریق سے اس کا استعمال جائز ہے اسلام میں مقاصد کی تعلیم ہے غیر مقاصد کی تعلیم نہیں طیب جوہ بنانے کی ترکیب نہیں بتانا اور نہیں سکھانا ہاں یہ بتلاتا ہے کہ جوہ اس طرح مت سلوانا کہ اس کی بجائیں ابھری ہوئی ہوں جس سے پیر زخمی ہو جائے، اسی طرح اسلام ایجادات نہیں سکھاتا ہاں یہ بتلاتا ہے کہ ایجاد ایسی نہ ہو کہ جس سے تمہارے دین میں خلل آجائے

یا جان کا خطرہ ہو۔

یہاں ایجابات کا حکم ہے کہ جن کا بدل مسلمانوں کے پاس نہیں اور جو ایجابا ایسی ہو کہ جس کا بدل مسلمانوں کے یہاں بھی موجود ہو تو اس میں تشبیہ مکروہ ہے جیسے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فارسی کمان کے استعمال سے منع فرمایا اس لئے کہ اس کا بدل مسلمانوں کے پاس عربی کمان موجود تھی اور دونوں کی منفعت برابر تھی صرف ساخت کا فرق تھا، اسلام میں تعصب نہیں غیرت ہے پس جو چیز مسلمان کے پاس بھی ہے اور کفار کے پاس بھی ہے صرف وضع قطع کا فرق ہے تو ایسی صورت میں اسلام نے تشبیہ بالکفر سے منع کیا ہے کہ اس میں علاوہ گناہ کے ایک بے غیرتی توہ ہے کہ بلا وجہ اور بلا ضرورت اپنے کو دوسری قوموں کا محتاج اور تابع بنائیں مگر آج کل مسلمانوں میں غیرت نہیں رہی کہ یہ اپنے گھر سے بے خبر ہو کر بلکیوں کے کہ اپنے گھر کو آگ لگا کر دوسروں کی عادات اور معاشرت کا اتباع کرنے لگے ان کی مثال ایسی ہے جیسے مولانا دوم فرماتے ہیں:-

یک سجد پر نان ترا بر سر قمر تو بھی جوئی لب نان در ہر
تا بزانوئے میانِ قبر آب وز عطش و ز جوع گشتستی خراب

ہاں جن نئی ایجابات اور جدید اسلحہ کا بدل مسلمانوں کے پاس موجود نہیں مسلمانوں کے لئے ان نئی ایجابات اور جدید اسلحہ کا استعمال اپنی ضرورت اور راحت اور دفع حاجت کے لئے جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کے استعمال سے نیت اور ارادہ کافروں کی مشابہت کا نہ ہو۔ محض اپنے فائدہ کے لئے جدید اسلحہ اور نئی ایجابات کا استعمال شرعاً جائز ہے مگر تشبیہ بالکفار کے ارادہ اور نیت سے ان کے استعمال کو شریعت پسند نہیں کرتی۔

شراب کے طریقہ پر اگر دودھ کا بھی عدد تسلسل اختیار کیا جائے تو شریعت اسلامیہ اس کو ممنوع قرار دیتی ہے دودھ کے استعمال میں شراب کی مشابہت اختیار کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ اس شخص کے دل میں شراب کی رغبت اور محبت کا خاص داعیہ مظہر اور مستور ہے۔

اسی طرح کسی ہائر چیز کا استعمال۔ کافروں کی مشابہت کی نیت اور ارادہ سے اور دشمنان دین کی تشبیہ کے قصد سے اس امر کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں کافروں کی طرف میلان اور غبت خاص طور پر مرکوز خاطر ہے۔

پس جس طرح تم کو اپنے دشمنوں کی مشابہت اور ان کا تشبیہ گوارا نہیں تو اسی طرح خداوند قدوس کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے دوست اور تمام پیروادھی مسلمان، اس کے دشمنوں (یعنی کافروں) کی مشابہت اختیار کریں یا ان کے تشبیہ کی نیت اور ارادہ سے کوئی کام کریں حتیٰ علیٰ شانہ کار شاد ہے۔
وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ يَكْفُرُوا فَيَمْسِكُمْ التَّلَاحُ۔

تشبیہ بالكفار کی ممانعت کی وجہ

دین اسلام ایک کامل اور مکمل مذہب ہے اور تمام ملتوں اور شریعتوں کا ناسخ بن کر آیا ہے وہ اپنے پیروں کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ناقص اور منسوخ ملتوں کے پیروں کی مشابہت اختیار کی جائے، غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت کے بھی خلاف ہے۔

جس طرح ہر ملت اور ہر امت کی حقیقت جدا ہے اسی طرح ہر ایک کی صورت اور ہیئت بھی جدا ہے، دنیا میں ظاہری صورت اور شکل ہی امتیاز کا ذریعہ ہے۔

ایک قوم دوسری قوم سے اسی ظاہری معاشرہ کی بنا پر ممتاز اور جدا بھی جاتی ہے۔

جب ایک قوم دوسری قوم کی خصوصیات اور امتیازات اور اس کی صورت اور ہیئت کو اختیار کر لیتی ہے تو اس کی اپنی ذاتی قومیت فنا ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ اپنی قومیت اور اپنی شخصیت کو دوسرے کی قومیت اور شخصیت میں فنا کر دینا سراسر غیرت کے خلاف ہے۔

اسلام ایک کامل مذہب ہے جس طرح وہ اعتقادات اور عبادات میں مستقل ہے کسی کا تابع اور معتقل نہیں اسی طرح اسلام اپنے معاشرہ اور عادات میں بھی مستقل ہے کسی دوسرے کا تابع اور معتقل نہیں۔ کسی حکومت میں یہ جائز نہیں کہ اس سلطنت کی فوج دشمنوں کی فوج کی دروی استعمال کر کے یا اپنے فوجی دستہ کے ساتھ دشمن حکومت کا جھنڈا استعمال کر کے جو سپاہی ایسا مدیا اختیار کرے گا وہ قابل۔

گردن زدنی سمجھا جائے گا۔

اسی طرح حزب اللہ مسلمانوں کو یہ اجازت نہ ہوگی کہ حزب الشیطان کی ہیئت اختیار کریں جس سے دیکھنے والوں کو اشتباہ ہو تا ہو۔ یا فرض کر دے کہ کوئی جماعت حکومت سے برسر بغاوت ہو اور وہ جماعت اپنا کوئی امتیازی لباس یا نشان بنائے تو حکومت اپنے وفاداروں کو ہرگز ہرگز اس باغی جماعت کی تشبیہ کی اجازت نہیں دے گی۔

حیرت کا مقام ہے کہ ایک برطانوی جرنیل کو تو یہ حق حاصل ہو کہ وہ جرمنی یا روسی وردی کے استعمال کو جرم قرار دیدے کیونکہ وہ برطانیہ کا دشمن ہے مگر اللہ کے رسول کو یہ حق نہ ہو کہ وہ دشمنان خدا کی وضع قطع کو جرم قرار دے کیوں نہیں۔ من تشبہ بقوم فهو منهم۔ جو خدا کے دشمنوں کے مشابہ بنے گا اور انہی جیسا لباس اور ان کی وردی پہنے گا تو وہ بلاشبہ دشمنان خدا کی فوج سے سمجھا جائے گا۔

اسلام نور مطلق ہے۔ اور کفر ظلمت ہے۔

اسلام حق ہے۔ اور کفر باطل ہے۔

اسلام حسن مطلق اور جمال مطلق ہے۔ اور کفر قبح مطلق ہے۔

اسلام روز روشن ہے۔ اور کفر شب تاریک ہے۔

اسلام عزت ہے۔ اور کفر ذلت ہے۔

لہذا اسلام اپنے پیروؤں کو ظلمت اور ذلت اور باطل کا لباس پہننے کی اور ان کے ہم شکل بننے کی اجازت نہیں دیتا تا کہ القباس نہ ہو۔

پس جس طرح اسلام کی حقیقت کفر کی حقیقت سے جدا ہے اسی طرح اسلام یہ چاہتا ہے کہ اُس کے پیروؤں کی صورت و شکل و لباس بھی اس کے دشمنوں سے جدا اور علحدہ ہو۔

خلاصہ کلام

یہ کہ شریعت میں تشبیہ بالغیر کی مانعت کسی تعصب پر مبنی نہیں بلکہ غیرت اور حمیت اور تحفظ خود اختیاری پر مبنی ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک توہم نہیں کھلا سکتی جب تک اس کی خصوصیات

قَالَ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
 لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا

ایمان والو۔ کفر کرنے والوں کے مشابہ اور
 مانند نہ بنو۔

وَقَالَ تَعَالَى . يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى
وَقَالَ تَعَالَى . الْفَرِيقَانِ لِلَّذِينَ آمَنُوا
أَن يَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ
وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ
الَّذِينَ أَدْتُوَالِكِتَابَ مِنْ قَبْلُ
فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ
قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ .

۷۹۔ الاضراب، آیت: ۷۹

محدث کی روایت سے ایک نبی کی وحی نقل کی ہے۔ وہ یہ ہے۔

قَالَ مَا لِكَ بِنِّ دِينَارٍ وَحَى اللَّهُ إِلَى
النَّبِيِّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ أَنْ قُلْ لِقَوْمِكَ
لَا تَدْخُلُوا مَدَاخِلَ عِدَائِي وَلَا يَلْبِسُوا
مَلَابِسَ عِدَائِي وَلَا يَرْكَبُوا مَوَالِبَ
عِدَائِي وَلَا يَطْعَمُوا مَطَاعِمَ عِدَائِي
فَيَكُونُوا عِدَائِي كَمَا هُمْ عِدَائِي۔

ہاں کہ بن دینار کہتے ہیں کہ انبیاء سابقین میں سے
ایک نبی کی طرف اللہ کی طرف سے یہ وحی آئی کہ
آپ اپنی قوم سے یہ کہیں کہ میرے دشمنوں کے گھسنے
کی جگہ میں نہ گھسیں اور نہ میرے دشمنوں جیسا لباس
پہنیں اور نہ میرے دشمنوں جیسے کھانے کھائیں اور نہ
میرے دشمنوں جیسی سواریوں پر سوار ہوں۔ یعنی ہر

کتاب الادوار ص ۱۱۱
چیز میں ان سے متباعد رہنا اور جدار میں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی
میرے دشمنوں کی طرح میرے دشمن بن جائیں۔

اس وحی کا آخری جملہ فیکونوا عدا فی کما هم اعدا فی۔ ایسا ہے جیسا کہ قرآن کریم
میں مسلمانوں کا فزوں کے ساتھ اٹھنے اور بیٹھنے کی ممانعت کے بعد یہ فرمایا انکم اذا مثلهم
اس وقت تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے اور ارشاد فرمایا ومن يتولهم منكم فانه منهم
جو کافروں سے دوستی کرے گا وہ انہی میں سے شمار ہوگا اور حدیث میں ہے من تشبه بقوم فهو
منهم۔ جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی قوم میں سے شمار ہوگا۔
تشبہ بالاعراب کے مفاسد اور نتائج۔

غیروں کی سی وضع قطع لو مان جیسا لباس اختیار کرنے میں بہت سے مفاسد ہیں۔

(۱)

پہلا فتوہ تو یہ ہوگا کہ کفر اور اسلام میں ظاہر کوئی امتیاز نہ رہے گا۔ اور ملت حقہ۔ ملت باطلہ
کے ساتھ ملتیں ہو جائے گی پھر پوچھتے ہو تو حقیقت یہ ہے کہ تشبہ بالنصاریٰ۔ معاذ اللہ نصرت
کا دوازدہ اور اس کی دلیل ہے۔

(۲)

دوم یہ کہ غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت کے بھی خلاف ہے آخر قومی نشان اور قومی

پہچان بھی کوئی چیز ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ شخص فلاں قوم کا ہے پس اگر یہ ضروری ہے تو اس کا طریقہ
سوائے اس کے کیا ہے کہ کسی دوسری قوموں کا لباس نہ پہنیں جیسے اور قومیں اپنی اپنی وضع کی پابند
ہیں اسی طرح اسلامی غیرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم بھی اپنی وضع کے پابند رہیں اور دوسری قوموں
کے مقابلہ میں ہماری خاص پہچان ہو۔

(۳)

کافروں کا معاشرہ اقدار اور لباس اختیار کرنا بد پردہ ان کی سیادت اور برتری کو تسلیم کرنا ہے۔
بلکہ

اپنی کمتری اور کھتری اور تابع ہونے کا اقرار اور اعلان ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا اس لئے
کہ کمتری برتری وضع اختیار کرنا ہے نہ کہ برعکس مجھ کو۔ حاکم کی تقلید پر مجبور ہوتا ہے اور اس کی خوشنودی
کے لئے اس جیسا لباس پہنتا ہے، اسلام جب ایک کامل اور مستقل دین ہے تو وہ اور وہی کیوں تقلید کرے۔

(۴)

نیز اس تشبہ و کفار کا ایک نتیجہ یہ ہو گا کہ رفتہ رفتہ کافروں سے مشابہت کا دل میں میلان اور
داعیہ پیدا ہو گا جو صراحتاً ممنوع ہے۔ کما قال تعالیٰ

وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا تَقْسِرُوا
النَّارَ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ
تَمُوتُونَ -

بلکہ غیر مسلموں کا لباس اور شعار اختیار کرنا ان کی محبت کی علامت ہے جو شرعاً ممنوع ہے کما قال تعالیٰ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ
أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ

اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ
وہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست اور رفیق ہیں۔
وہ تمہارے دوست نہیں اور تم میں سے جہان کو دوست

فَاِنَّهُمْ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ -
 بنائے گارہ انہی میں سے ہر جائے گا تحقیق اللہ تعالیٰ
 نہیں ہدایت کرتا ظالم لوگوں کو۔

کیا یہ صریح ظلم نہیں کہ دعویٰ تو ہو ایمان اور اسلام کا معنی اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا اور صورت
 اور ہیئت اور وضع قطع اور لباس اس کے دشمنوں کا ہو۔ کوئی بادشاہ اور کوئی حکومت کبھی اس امر کو
 برداشت نہیں کر سکتی کہ دعویٰ تو ہو اس کی وفاداری کا اور دستاویز تعلقات ہوں۔ حکومت کے دشمنوں
 سے دوستی اور تجارتی تعلقات اور ان کے ساتھ نشست و برخاست یہ سب باتیں قانوناً جرم ہیں۔ بس
 اگر خداوندِ عالم الحاکمین اپنے دشمنوں اور اپنے وزراء اور سفراء یعنی انبیاء و مرسلین کے منکروں اور مخالفوں سے
 دستاویز تعلقات اور ان کے ساتھ نشست و برخاست اور وضع قطع اور ہیئت اور لباس میں ان کی
 مشابہت سے منع کرتا ہے تو اس پر کیوں ناک مٹھاتے ہو۔

(۵)

اس کے بعد رفتہ رفتہ اسلامی لباس اور اسلامی تمدن کے استہزا اور تمسخر کی نوبت آئے گی
 اسلامی لباس کو حقیر سمجھے گا اور تبعاً اس کے پہننے والوں کو بھی حقیر سمجھے گا۔ اگر اسلامی لباس کو حقیر نہ سمجھتا
 تو انگریزی لباس کو کیوں اختیار کرتا۔

(۶)

اسلامی احکام کے اجراء میں دشواری پیش آئے گی۔ مسلمان اس کی کافرانہ صورت دیکھ کر گمان
 کریں گے کہ یہ کوئی یہودی یا نصرانی ہے یا ہندو ہے اور اگر کوئی ایسی لاش مل جائے تو تردد ہوگا کہ
 اس کافر یا انسان کی نماز جنازہ پڑھیں یا نہ پڑھیں اور کس قبرستان میں اس کو دفن کریں۔

(۷)

جب اسلامی وضع کو چھوڑ کر دوسری قوم کی وضع قطع اختیار کرے گا تو قوم میں اس کی کوئی عزت
 باقی نہیں رہے گی اور جب قوم ہی نے اس کی عزت نہ کی تو غیروں کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس کی عزت

کریں۔ غیر بھی اسی کی عزت کرتے ہیں جس کی قوم میں عزت ہو۔

(۸)

دوسری قوم کا لباس اختیار کرنا اپنی قوم سے بے تعلقی کی دلیل ہے۔

(۹)

افسوس کہ دعویٰ تھا اسلام کا۔ مگر لباس اور طعام اور معاشرہ اور تمدن اور زبان اور طرز زندگی سب کا سب اسلام کے دشمنوں جیسا۔ جب حال یہ ہے تو اسلام کے دعوے ہی کی کیا ضرورت ہے۔ اسلام کو ایسے مسلمانوں کی نہ کوئی حاجت ہے اور نہ کوئی پروا ہے کہ جو اس کے دشمنوں کی مشابہت کو اپنے لئے موجب عزت اور باعزت فخر سمجھتے ہوں۔

مجھ میں نہیں آتا کہ آخر کافروں کی وضع قطع اختیار کرنے کی کیا ضرورت اور کیا مصلحت داعی ہوئی بلا ضرورت کافر قوم کے لباس اختیار کرنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ معاذ اللہ۔ لاؤ ہم بھی کافر بنیں اگر اگر چہ سورت ہی کے اقبال سے بن جائیں۔

یا بالفاظ دیگر

یوں کہہ لاؤ کہ اپنے دشمنوں کا لباس ہے ہم بھی رواداری ظاہر کرنے کے لئے دشمن کے ہم شکل اور ہم لباس بن جائیں اور نصاریٰ کا دشمن اسلام اور دشمن مسلمان ہونا زور و زور کی طرح مانجھ ہے۔ قرآن و حدیث نے خبر دی ہے ان الکافرین کا نواکسد عدو امبینا اور تقسیم ہند کے وقت اسلام کے ساتھ نصاریٰ کی دشمنی کا مشاہدہ ہو گیا کہ جس قدر زمانہ سے زائد علاقہ برطانیہ ہندوؤں کو دے سکتی تھی وہ ہندوؤں کو دے گئی اور مسلمانوں کو محروم کر گئی۔ برطانیہ نے باہر سے چار لاکھ یہودی لاکر فلسطین میں بسائے اور اس طرح فلسطین کو تقسیم کیا۔ اس قاعدہ سے ہندوستان میں جہاں کہیں گئے، چار لاکھ اور آٹھ لاکھ مسلمان آباد تھے۔ برطانیہ کو چاہیے تھا کہ فلسطین کی طرح ہندوستان کے ان علاقوں کو بھی تقسیم کرتی۔ موجودہ حالات میں یہودیوں اور مسلمانوں کی کل آبادی فلسطین میں آٹھ لاکھ ہے اور ہندوستان کے صوبہ یوپی میں تنہا مسلمانوں کی تعداد اسی لاکھ ہے۔

تقسیم فلسطین کے اصول سے صوبہ یورپی میں بھی انہی لاکھ مسلمانوں کی الگ ریاست قائم کرنی تھی غرض
یکہ نصاریٰ کی مسلمانوں سے دشمنی آئندہ کی طرح روشن ہے پھر نہ معلوم کیوں مسلمان اپنے دشمنوں کے
معاشرہ کو اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ اہل وجہ یہ ہے کہ لوگ انگریزی وضع قطع کو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ وضع
قطع اہل حکومت اور اہل شوکت کی ہے جس کا حامل یہ ہوا کہ انگریزوں کی ہم شکل بنیں گے تو عزت
اور شوکت حاصل ہوگی۔

مگر افسوس کہ عزت اور شوکت تو اس لئے حاصل کی جاتی ہے کہ غیروں کے مقابلہ میں اس سے
کام لیا جائے۔ اپنی قوم پر اور اپنوں پر غلبہ جمانے کے لئے عزت و شوکت حاصل نہیں کی جاتی دعویٰ
تو قومی ہمدردی کا مگر اپنی قوم کے معاشرہ سے دُشنت اور نفرت اور غیر قوم کے معاشرہ سے انس
اور محبت۔

گر گٹ کی طرح وقتاً فوقتاً رنگ بدلنے میں کیا خاک عزت رکھتی ہے کہ ٹنگلی بازو سے ہوئے
یورپ کو دیکھ رہے ہیں جو فلیشن اور لباس انھوں نے اختیار کیا وہی لباس اور فلیشن ان عاشقانِ مغرب
نے بھی اختیار کر لیا۔ جو کسی کا عاشق بنے گا اس کو معشوق کے سامنے ذلیل و خوار بن کر رہنا پڑے گا۔ اب
اختیار ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے اور خلفاء راشدین کے اور ان کے معاشرہ کے عاشق بن جاؤ
یا یورپ کے ادبائشوں اور عیاشیوں کے معاشرہ کے عاشق ہو جاؤ۔ خوب سمجھ لو کہ عشق کی بنیاد ذلیل

ترقی کا راز و مدار

یہ امر تمام روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام کی روشنی مکہ مکرمہ کے آفاق سے رُئے
زمین پر پھیلی جس سے تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں کی کایا پٹ ہو گئی اور دینی اور دنیوی ترقی ان کو
حاصل ہو گئی اور آسمان شریعت کے پھیلانے کے ضمن میں ان کو جو سلطنت قاہرہ اور سطوت جہانماری
اور فرائد روائی ان کو حاصل ہوئی اس کا سبب یہ نہ تھا کہ انھوں نے سلاطینِ وقت کے مروجہ علوم
نہایت سرگرمی سے حاصل کئے تھے یا تجارت و صنعت میں انھوں نے بڑی دستگاہ پیدا کی تھی یا سود

کار مبارک کو انھوں نے وسیع پیمانہ پر پھیلایا تھا اور بڑی تجارتوں کے لئے سودی بینک قائم کئے تھے۔
 بلکہ اس کا اصلی سبب یہ تھا کہ آسمانی شریعت کی مشعل ہدایت اُن کی بارگاہی امداد نہ تھی اور
 اتباع نبوی یہی اُن کی قوت تھی اور یہی ان کا لشکر تھا اور یہی ان کا ہتھیار تھا اور ان کی فتح و نصرت
 کا جھنڈا تھا جس سے چند روز میں انھوں نے عظیم الشان سلطنت قائم کر لی کہ جس نے قیصر و کسریٰ کی
 عظمت و جلال کو خاک میں ملا دیا۔

یہ ایک ایسا بدیہی مسئلہ ہے کہ جس پر کسی دلیل اور برہان قائم کرنے کی حاجت نہیں اور یہود
 اور نصاریٰ کے مؤرخین اس پر گواہ ہیں کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں مبعوث ہوئے، اور
 تنہا عرب کے وحشیوں اور جاہلوں اور ادنیٰ چرانے والوں کو توحید و تفرید کا سبق پڑھایا اور آسمانی
 کتاب کی تعلیم دی ایک طرف تو ان کو عبودیت اور معرفت سے آگاہ کیا اور دوسری طرف ان کو جہان بینی
 اور عدل و عمرانی کے وہ طریقے بتلائے کہ جس سے چند ہی روز میں ایک زبردست سلطنت کے مالک
 بن گئے حالانکہ ان کے پاس نہ کوئی مال و دولت تھا نہ کوئی فوج اور طاقت تھی اور نہ انھوں نے غیر
 قوموں کے علوم و فنون حاصل کئے اور نہ انھوں نے سود کو حلال قرار دیا تھا۔ یہ سب اتباع شریعت
 کی برکت تھی۔

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صدیق اکبر آپ کے جانشین ہوئے تو آپ نے
 بھی اپنے زمانہ خلافت میں شریعت کی پابندی کو پورا پورا ملحوظ رکھا اور آپ کے عہد خلافت میں جن
 قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ان پر فوج کشی کی اور قسم کھا کے یہ فرمایا کہ جو رسی اُن حضرت
 کے زمانے میں دیتے تھے اگر اس کے دینے میں بھی تاہل کریں گے تو میں ان سے جہاد و قتال کروں گا۔
 اور مرتدین اور مدعیان نبوت سے جہاد و قتال کیا اور ان کا قلع قمع کیا۔

اسی طرح خلیفہ ثانی کے زمانے میں جو ہیبت اور شوکت تھی وہ بھی اتباع شریعت

ہی کی برکت تھی دنیا کے بڑے بڑے سلاطین ان سے ڈرتے تھے۔

خوب سمجھ لو کہ جس نبی امی فدا نفسی دالی دالی کے اتباع کی برکت سے صحابہ کرم و القرون

اور سلیمان جیسی حکومت ملی اور جن سے قیصر و کسریٰ کا تختہ الٹا گیا اور ان کی فوجوں کو اور ان کے تمدن اور معاشرہ کو صحابہ نے کھلے بندوں بچھا ڈالا۔ اسی طریق کو اختیار کر دے تو ترقی ہوگی امام مالک کا ارشاد ہے۔

لا یصلح آخر هذه الامۃ اس امت کے آخر کو اسی چیز سے صلاح اور فلاح
الابا صلح بہ اولہا حاصل ہوگی جس چیز سے امت اول کو صلاح اور فلاح
حاصل ہوئی۔

شریعت اسلام نے حکمرانی کے وہ اصول بتائے کہ جو دنیا نے نہ کبھی دیکھے تھے نہ سنے تھے۔
اسی کے اتباع سے ترقی ہوگی۔ غیروں کی پیروی اور نقالی سے ترقی نہیں ہو سکتی ترقی کا دار و مدار۔
یہود و نصاریٰ کی مشابہت پر نہیں محض لباس و ملت اور حقارت کو دفع نہیں کر سکتا اسوۂ نبوی
کی پیروی پر ہے جیسا کہ خلفائے راشدین اور خلفائے امیہ و خلفائے عباسیہ کے دوسرے جو ترقی
ہوئی وہ مشابہت کفار کی بنیاد پر نہ تھی بلکہ اتباع نبوی کی بنیاد پر تھی۔

بلکہ

ہمارے تنزل کا اصل سبب تشبہ بالا غیار ہے اور تشبہ بالا بنیاد سے انحراف ہے اور
علیٰ ہذا یہ گمان کرنا کہ اسلامی لباس انگریزوں کی ٹنگا ہوں میں بے وقعتی کا موجب ہے، سو یہ خیال
خام ہے عزت و وقعت کا دار و مدار قابلیت پر ہے نہ کہ لباس پر۔ بلکہ نقل انارے دلے کو خوشامد
بگھتے ہیں، اسلامی لباس میں بے وقعتی نہیں بے وقعتی تو غیروں کے لباس میں ہے، لندن میں گول میز کانفرنس
ہوئی بہت سے ہندو لیڈر انگریزی لباس میں گئے مگر گاندھی آپ نے لنگوٹے میں کیا۔ سو حکومت برطانیہ
نے جو اعزاز ننگے فقیر گاندھی کا کیا وہ انگریزی لباس والوں کا نہیں کیا۔

دہلی میں بہت سے دربار ہوئے جو دلیان ریاست لائق اور قابل تھے اور اسلامی
لباس میں آتے تھے ان کا اعزاز و اکرام کوٹ تپلون والوں سے زیادہ ہوتا تھا۔
خوب سمجھ لو کہ مسلمان خواہ کتنے ہی کافروں کے معاشرہ اور تمدن کے رنگ میں رنگے

جانبی یہود و نصاریٰ مسلمان سے اس وقت تک کہی راہنی نہیں ہو سکتے جب تک کہ مسلمان -
اپنے کو ملتہب اسلام کا پیرو بتاتے رہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے ومن ترض عنک الیہ ..
ولا النصاریٰ حتی تتبع ملتہم

اے مسلمانو!

اگر ترقی چاہتے ہو تو اس طریقے کو اختیار کرو کہ جس طریق سے عہدِ اول میں اسلام کو ترقی ہوئی
اور چارواںک عالم میں اسلام کا ڈنکا بجا۔ جیسا کہ تاریخ عالم اس کی شاہد ہے کہ جو شوکت و اقتدار
اور فتوحات کی ترقی اور علمی اور فنی اور اخلاقی عروج خلفائے راشدین اور خلفائے بنی امیہ و
و خلفائے بنی عباس کے زمانے میں مسلمانوں کو حاصل ہوا امریکہ و برطانیہ کو مل کر بھی وہ عروج حاصل نہیں
مغربی قومیں۔ عرب کے مابلوں سے زیادہ وحشی تھیں خلفاء عباسیہ کے دور میں جو علم و حکمت کا
چرچا ہوا تو مغربی اقوام نے مسلمانوں سے علوم و فنون حاصل کئے اور اپنی زبانوں میں ترجمے کئے اور
ترقی کی جس منزل پہنچے وہ دنیا کے سامنے ہے۔ اب اسلامی فرمانرواؤں کو چاہیے کہ علوم جدیدہ کو
اپنی زبان میں منتقل کریں تاکہ عام مسلمان اس سے استفادہ کر سکیں اور کالج میں جا کر عمر عزیز کے چودہ
سال اور اپنی گاڑھی کمائی کے بیس بیس ہزار روپہ غیر قوموں کی زبان سیکھنے کے لئے نذر نہ کریں۔
انگریزی لباس کے اقتصادی نتائج :

پہلے اکثر و بیشتر کپڑے گھر میں سلاکتے تھے خصوصاً عورتوں کے زمانے کپڑے ہندی کے
یہاں بھیجنا بہت محبوب تھا۔ جب سے فیشن کا دروازہ کھلا سارے گھر کے کپڑے درزیوں کے جانے
لگے، آمدنی میں تو اضافہ نہ ہوا خرچ میں اضافہ ہو گیا اب یا تو قرض کرو یا حصول زر کے ناجائز طریقے
اختیار کرو۔ انگریزی ساز و سامان کے لئے انگریزی جیسی دوست بھی تو چاہیے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہرقت
و ماغ میں یہ بسا ہوا ہے کہ جس طرح بھی ہوا انگریزی کی طرح زندگی بسر کریں۔

ان بدنام کنندگان اسلام سے پوچھتا ہوں کہ تم نے کس وجہ سے انگریزی لباس کو اسلامی لباس
پر ترجیح دی اگر وجہ یہ ہے کہ اسلامی لباس میں کوئی جسمانی مضرت یا نقصان محسوس کیا ہے تو اس کو

بیان کریں تاکہ اس پر غور کیا جائے کہ اسلامی لباس میں جسمانی مضر تیاں ہیں یا انگریزی لباس میں۔ اور اگر وجہ یہ ہے کہ اسلامی لباس میں حقارت پائی جاتی ہے تو پھر اگر یہی بات ہے تو پھر اسلام کے دعوے کی بھی ضرورت نہیں۔ مغربی قومیں تو سرے سے اسلام اور مسلمان ہی کو حقیر اور ذلیل سمجھتی ہیں۔ ولن ترضی عنک الیہود ولا النصارى حتی تتبع ملتہم۔ اسلام کو ایسے مسلمانوں کی کوئی ضرورت نہیں کہ جو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہوں اور ہر نئے فیشن کے ولداوہ اور عاشق ہوں اور استقلال اور خودداری سے کوہے ہوں جیسا ویس ویسا بھیس ان کا مذہب ہو جس کے مزاج میں استقلال اور خودداری نہ ہو وہ کیا حکومت کر سکے گا۔

الحاصل

جب تک خلفائے اسلام۔ اتباع شریعت میں سرگرم رہے ان کی سلطنت رو بہ ترقی رہی اور مخالفوں کی نظروں میں ان کی عزت اور حیثیت رہی اور دشمنوں کے دل ان سے ہٹتے رہتے اور تائبید الہی ان کے شامل حال رہی۔

قال تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِنَّ
تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْکُمْ وَیُخْزِیْطِ قَدَامَکُمْ
وَاَنْتُمْ الْاَغْلٰوْنَ اِنْ کُنْتُمْ
مُّؤْمِنِیْنَ

اے مومنو۔ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو
اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثابت
رکھے گا اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم اپنے مسلمان
بھائیوں سے رہو۔

پھر جس قدر وقتاً فوقتاً سلاطین اسلام میں پابندی شریعت کا خیال کم ہوتا گیا اور عیش و عشرت اور نفسانی خواہشوں میں تو غل بڑھتا گیا اسی قدر اسلامی سلطنت کی بنیاد کم زور ہوتی گئی اور اسلامی حکومت کا دائرہ منحصر ہوتا گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْیُثُ مَا یَقْوِیْ حَتّٰی یَغْیُثَ ذَا مَا بِاَنْفُسِہِمۡ
اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر پیدا نہیں کرتے جب تک وہ خود اپنی حالتوں میں تغیر نہ پیدا کریں۔
یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی نگہبانی اور مہربانی سے محروم نہیں کرتا جب تک وہ اپنی چال اور طور طریق کو
اللہ کے ساتھ نہ بدلیں۔

تشبیہ کے مفاسد اور مضرتوں پر فاروق اعظم کا تہنہ

حضرت عمر کے عہد خلافت میں جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور قسیر و کسریٰ کی حکومت کا تختہ الٹا گیا۔ تو فاروق اعظم کو فکر و مانگیں ہوئی کہ عجمیوں کے اختلاط سے اسلامی امتیازات اور خصوصیات میں کوئی فرق نہ آجائے اس لئے ایک طرف تو مسلمانوں کو تاکید اکید کی غیر مسلموں کی تشبیہ سے پرہیز کریں اور ان جیسی ہیئت اور لباس اور وضع و قطع اختیار نہ کریں۔ اور دوسروں کی طرف کافروں کے لئے ایک فرمان جاری کیا کہ کفار اپنی خصوصیات اور امتیازات میں نمایاں رہیں اور مسلمانوں کی وضع قطع اور ان کی ازار و عمامہ نہ استعمال کریں تاکہ اپنے اور پرانے میں التباس نہ ہو سکے اور اشتباہ اور التباس کا دروازہ بند ہو جائے۔

مسلمانوں کے نام فاروق اعظم کا فرمان

روی البخاری فی صحیحہ عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کتب الی المسلمین المقیمین ببلاد فارس یا کھرو زعمی اهل الشرك اقتضوا الصراط المستقیم منہ لباس اور سبیت قدر کھنا۔ اقتضوا الصراط المستقیم منہ اور ایک روایت میں ہے کہ اس طرح فرمان جاری فرمایا:

اما بعد فاتزروا وارثدوا واشعلوا
وعلیکم لباس ابیکم اسماعیل
وایاکم والتنعیم وزی العجم و
تمعددوا واخشنو شنوا واخلولقوا
الحديث
فمنہ الباری ص ۲۴ ج ۱۰

اما بعد اے مسلمانو۔ ازار اور چادر کا استعمال رکھو اور حرم پہننا اور اپنے جدا مجد اسمعیل علیہ السلام کے لباس رنگ اور چادر کو لازم مکرنا اور اپنے آپ کو عیش پرستی اور عجمیوں کے لباس اور ان کی وضع قطع اور سبیت سے دور رکھو مبادا کہ تم لباس اور وضع قطع میں عجمیوں کے مشابہ بن جاؤ اور حضرت اسمعیل کے نبیرہ معد بن عدنان

باب لیس الحریم الرجال وقد جاء مجوزاً من کتاب الباس فی وضع قطع اختیار کرو اور موٹے اور کھردرے اور

پرنے کپڑے پہنوجا اہل تواضع کا لباس ہے لہ

اور مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ابو عثمان ہندی کہتے ہیں کہ ہم آذربایجان میں تھے کہ ہمارے امیر لشکر عقبہ بن فرقہ کے نام فاروق اعظم کا یہ فرمان پہنچا

یا عقبہ بن فرقہ ایا کما ایاکم والستعم اے عقبہ بن فرقہ تم سب کا یہ فرض ہے کہ اپنے

وزی اهل الشرك ولبوس الحریر آپ کو عیش پرستی اور کافروں اور مشرکوں کے لباس

اقتضاء الصراط المستقیم اور سہیت اور وضع قطع سے اپنے کو دور اور محفوظ

رکھیں اور دشمنین لباس کے استعمال سے پرہیز رکھیں۔ اقتضاء الصراط المستقیم

کافروں کے متعلق فاروق اعظم کا فرمان

فاروق اعظم کا وہ فرمان کہ جو نصارائے شام کے عہد اور اقرار کے بعد بطور شرائط تمام قلم و خلافت میں جاری کیا گیا اور جن شرائط پر نصارائے شام کو جان و مال اور اہل و عیال کا امن دیا گیا وہ یہ تھا۔

خَنَ نَوْقَ الْمُسْلِمِينَ وَنَقَوْمَ لَهُمْ

من مجالسنا ان ارادوا الجلوس

وَلَا تَتَشَبَّهُهُمْ فِي شَيْءٍ مِنْ مَلَأَ

بِسُهُمْ فِي قُلُوبِهِمْ وَلَا عِمَامَةً وَلَا نَعْلِينَ

وَلَا فَرْقَ شَعْرٍ وَلَا تَكَلَّمَ بِكَلَامِهِمْ

وَلَا نَكْتَنِي بِكُنَاهُمْ وَلَا تَرْكِبُ السَّوْجَ وَلَا

تَقْلُدُ السِّيَوفَ وَلَا تَتَّخِذُ شَيْئًا مِنْ

السَّلَاحِ وَلَا فُحْلًا وَلَا تَنْقُشُ

خَوَاتِمَنَا بِالْعَرَبِيَّةِ وَلَا بَنِيْعَ

ہم نصارائے شام اپنی جانوں اور مالوں اور اہل و عیال

اور اپنے اہل مذہب کے لئے امیر المؤمنین فاروق اعظم سے

امان طلب کرتے ہیں اور اپنے نفسوں پر بطور شرط اور

عہد امور مذہبی کو لازم گردانتے ہیں اور کہ ہم مسلمانوں کی

تعظیم و توقیر کریں گے اور اگر مسلمان ہماری مجلسوں

میں بیٹھنا چاہیں گے تو ہم ان کے لئے مجلس چھوڑ دیں گے

اور ہم کسی امر میں مسلمانوں کے ساتھ تشبیہ اور مشابہت

نہ کریں گے، نہ لباس میں نہ ٹوپی میں نہ غلام میں نہ جوتے

میں نہ سر کی مانگ میں نہ ہم ان جیسا کلام نہ کریں گے

الخمر و ان نجزم مقام رؤسنا
 و ان نلزم من بنا حيث كنا
 ان نشد الزنا نير على اوسا لهما
 و ان لا نظهر الصليب على كنا لسا
 و ان لا نظهر صليبنا ولا كتبنا في شئ
 من طرق المسلمين ولا اسواقهم
 ولا نصرب بنواتيسنا في كنا لسا
 الا ضربا خفيفا ولا نرفع اصواتنا
 مع سوتانا ولا نظهر النيران معهم
 في شئ من طرق المسلمين رواه
 حرب باسناد جيد اقتضاء الصراط المستقيم

۵۸

۱۵) اور نہ مسلمانوں جیسا نام اور کنیت رکھیں گے
 ۱۶) اور نہ زمین پر گھوڑے کی سواری کریں گے (۱۷)
 اور نہ تلوار لٹکائیں گے (۱۸) اور نہ کسی قسم کا ہتھیار
 بنائیں گے اور نہ اٹھائیں گے (۱۹) اور نہ اپنی مہروں
 پر عربی نقش کندہ کریں گے (۲۰) اور نہ شراب کا
 کاروبار کریں گے (۲۱) اور نہ سر کے بالکے حقہ کے بال
 کٹائیں گے (۲۲) اور نہ جہاں بھی رہیں گے اپنی ہی
 وضع پر رہیں گے (۲۳) اور اپنے گلوں میں نہ نار
 لٹکائیں گے (۲۴) اور نہ اپنے گرجاؤں پر صلیب کو
 بلند نہ کریں گے (۲۵) اور مسلمانوں کے کسی راستہ
 اور بازار میں اپنی مذہبی کتاب شائع نہ کریں گے
 (۲۶) اور ہم اپنے گرجاؤں میں ناقوس نہایت آہستہ

بجائیں گے (۲۷) اور ہم اپنے مردوں کے ساتھ آوازیں بلند نہ کریں گے (۲۸) اور ہم اپنے
 مردوں کے ساتھ آگ نہیں لے جائیں گے، یہ مجوس کے متعلق ہے جہاں گ کی پتلیں کرتے تھے۔
 اس روایت کی نہایت عمدہ اور کھری ہے۔

عبدالرحمن بن حم اسعری فرماتے ہیں کہ فاروق اعظم اور نصاریٰ شام کے مابین جو شرائط امن
 طے پائے وہ تحریر میں نے لکھی جس میں علاوہ شرائط مذکورہ کے یہ شرائط بھی تھے،
 ان لا یحدث فی مدینتنا ولا فی
 ما حولها دیرا ولا کنیسة ولا صومعة
 راهب ولا یحدث ما خرب منها
 ولا یحیی ما کان خطا للمسلمین

(۲۹) اور ہم اپنی آبادی میں کوئی بنا گرجا نہیں
 بنائیں گے (۳۰) اور جو گرجا خراب ہو جائے گا اسکی
 تجدید نہیں کریں گے (۳۱) اور جو خطہ زمین مسلمانوں
 کے لئے ہو گا ہم اس کو آباد نہیں کریں گے (۳۲) اور

والا لا تمنع كناستان ينزلها احد
من المسلمين في ليل او نهار وان
نوسع ابوابها للمارة وابن السبيل
وان ننزل من رأينا من المسلمين
ثلاثة ايا نطعمهم ولا نؤوي في
كناستان ولا منار لنا جاسوسا ولا نكتم
عشا للمسلمين ولا نعلم اولادنا
القرآن ولا نظهر شركا ولا ندعوا
اليه احد اولا لا تمنع احد امت
ذوي قرايتنا الدخول في الاسلام
ان ارادوا .

کسی مسلمان کو دن ہو یا رات کسی وقت بھی اپنے گھر یا
میں اترنے سے نہ روکیں گے (۱۲۳) اور اپنے گرجاؤں
کے دروازے مسافروں اور گزرنے والوں کے لئے
کھلا رکھیں گے (۱۲۴) اور مین دن تک مسلمان ہمای
کی ہمانی کریں گے (۱۲۵) اسیا چنے کسی اور کسی مکان
میں مسلمانوں کے جاسوس کو ٹھکانہ نہیں دیں گے
(۱۲۶) اور مسلمانوں کے کسی غل و غش کو پوشیدہ نہ
رکھیں گے (۱۲۷) اور اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم نہیں
دیں گے (۱۲۸) اور کسی شرک کی رسم کو ظاہر اور علانیہ
طور پر نہ کریں گے (۱۲۹) اور نہ کسی کو شرک و عورت
دیں گے (۱۳۰) اور نہ اپنے کسی رشتہ دار کو اسلام
میں داخل ہونے سے روکیں گے۔

عبدالرحمن بن غنم اشعری فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ شرائط نامہ لکھ کر فاسوق اعظم کے ملاحظہ کیلئے
لاکھ سامنے رکھا تو فرمایا کہ اس تحریر میں اتنا اضافہ اور کم ہو۔

ولا تضرب احدا من المسلمين
شرطنا لكم ذالك على انفسنا و
اهل ملتنا و قبلنا عليه الامان فان
نحن خالفنا في شئ مما شرطنا لكم
ووظفنا على انفسنا فلا ذمة لنا وقد
حل لكم ما يحل من اهل المعاندة
والشقاق تفسير ابن كثير ج ۲

(۱۳۱) اور ہم کسی مسلمان کو ماریں گے نہیں یعنی تکلیف
نہیں پہنچائیں گے ہم نے اپنی شرائط پر اپنے لئے اور
اچھے اہل مذہب کے لئے امان حاصل کیا ہے پس
اگر ہم نے شرائط مذکورہ بالا میں سے کسی شرط سے خلاف
ورزی کی تو ہمارا عہد امان فتح ہو جائے گا۔ اور جو
معاہد اہل اسلام کے دشمنوں اور مخالفین کے
ساتھ ہے وہی ان کے لئے روا ہو جائے گا۔

سورۃ توبہ، نفسیہ آیت جزیۃ . و نفادئی کا اقرار نامہ ختم ہوا

ایک شبہہ اور اس کا جواب :

شبہہ یہ کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص سر سے پیر تک انگریزی یا ہندوانہ لباس میں غرق ہو جائے تو کیا اس کے اعتقاد توحید و رسالت میں کوئی فرق آجائے گا یا اس لباس سے وہ کافر ہو جائے گا۔

جواب :

اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے اپنا مردانہ لباس تو اتار دیں اور دولت خانہ میں جا کر بیگم صاحبہ کا خواب کا پاجامہ اور سرخ ریشمین اور زین کرتا اور بنا رسی دوپٹہ اور ہاتھوں میں جھڑیاں پاؤں میں پازیب اور گلے میں ہار ڈال کر۔ باہر تشریف لاکر دفتر میں کرسی پر جلاس فرمائیں تو کیا آپ بیگم صاحبہ بن جائیں گے اور کیا آپ کی باطنی رجولیت میں کوئی فرق یا خلل آجائے گا اور دفتر میں کرسی پر جلاس فرمانا کیا گوارا کریں گے، امید ہے کہ آپ کو اپنے اصول و قاعدہ کی بنا پر اس کو گوارا کرنا چاہیئے کیونکہ آپ کے نزدیک ظاہری مشابہت میں کوئی حرج نہیں محض لباس میں کیا رکھا ہے اور جب انگریزی لباس سے مسلمان کافر نہیں بن جاتا تو کیا ایک مود، بیگم صاحبہ کا لباس پہن لینے سے عورت یا بیگم صاحبہ بن جائے گا، محض زنانہ لباس سے اس کی رجولیت اور مردانگی میں کیا فرق آجائے گا۔ اور علیٰ ہذا اگر کوئی شخص کسی محنت دہیجڑے کا لباس پہن لے تو کیا حقیقتہً وہ محنت ہو جائیگا بے شک زنانہ لباس سے فی الحال تو مرد و عورت نہیں بن جائے گا لیکن اگر خدا نخواستہ چند روز اسی زنانہ اور مختلانہ لباس میں گزر گئے تو آپ دیکھ لیں گے کہ چند روز کے بعد آپ کا خلاق و اعمال زنانہ اور مختلانہ ہو جائیں گے اور آپ کا لب و لہجہ اور طرز کلام اور نشست و برخاست زنانہ اور مختلانہ ہو جائیگی کیونکہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے، تمام عقائد کا اتفاق ہے کہ جس طرح باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے اسی طرح ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے۔ اچھے اعمال سے قلب متور ہو جاتا ہے اور برے اعمال سے قلب تاسیک ہوتا ہے۔

پس اسی طرح سمجھیے کہ انگریزی یا ہندوانہ لباس سے فی الحال اگرچہ اسلامی عقائد میں خلل نہیں آیا لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ آئندہ چل کر بھی اس کے باطنی اعتقاد میں خلل نہ آئے گا۔ خوب یاد رکھو کہ جب تک تمہارا اسلامی عقیدہ اندر سے محفوظ ہے اس وقت تک تو تم انگریزی اور ہندوانہ لباس کے استعمال سے عیسائیوں اور مشرکوں کے نقطہ مشابہ ہو اور حسب ارشاد نبوی من تشبه بقوم فهو منهم۔ مجرم تشبہ کے مجرم ہو۔ اور خدا نخواستہ اور خدا نخواستہ اور خدا نخواستہ جس دن تمہارے ظاہر کا اثر تمہارے باطن میں پہنچ جائے اور اسلامی عقائد میں بھی خلل آجائے تو سمجھ لینا کہ تم اس وقت مشرکین اور نصاریٰ کے مشابہ نہیں رہے بلکہ خود نصرانی اور مشرک ہو گئے جو حکم اُن کا ہے وہی ان کا ہے۔ اگرچہ زبان سے اسلام کا دعویٰ کریں۔ ایسا اسلام قومی اسلام کہلائے گا شرعی اسلام نہ کہلائے گا شرعی اسلام وہ ہے کہ جو قواعد شرعیہ کے مطابق ہو۔

قانون پاکستانی وہ ہے کہ جو پاکستان حکومت کے قوانین کو ماننا ہو۔ اور دشمنان حکومت کی دردی کے استعمال سے اپنے کو محفوظ رکھتا ہو اور جو شخص پاکستان کے قوانین اور احکام پر نکتہ چینی کرتا ہو اور بھارت کی دردی پہن کر بازاروں میں پھرتا ہو اگرچہ ایسا شخص قومی حیثیت سے پاکستانی ہو مگر حکومت کے قانون اور ضابطہ سے وہ دشمنان حکومت میں سے ہے۔

ہمارے اس بیان سے ایک اور شبہ کا بھی جواب مل گیا وہ یہ کہ کوئی یہ کہے کہ نماز لباس پہننے میں قباحیت یہ ہے کہ عورت دوسری جنس ہے اور مرد دوسری جنس ہے۔ جواب یہ ہوا کہ شریعت کی نظر میں مومن اور کافر دو الگ الگ جنسیں ہیں ایک جنس کو دوسری جنس کی مشابہت کی اجازت نہیں جیسے حکومت کی نظر میں دنا دار اور باغی دو الگ الگ قسمیں ہیں اور دونوں کے احکام الگ الگ ہیں اگرچہ وہ دونوں ایک ہی باپ کی اولاد ایک نماندان کے دو فرد ہوں، اسی طرح اسلام کی نظر میں مومن اور کافر دو الگ الگ قسمیں ہیں اور ہر ایک کے احکام الگ الگ ہیں *هو الذی خلقکم فمنکم* کافر ومنکم مومن اور جس طرح تمام متمدن حکومتوں میں یہ قانون ہے کہ حکومت کے دشمن اور باغی کو عدالت اور وزارت کا منصب نہیں دیا جاسکتا، اسی طرح اسلام کہتا ہے کہ دشمن اسلام و کافر کو اسلامی حکومت

کا امیر اور وزیر نہیں بنایا جاسکتا۔

۱۱۔ اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم

کہ دل آزرده مشوی ورنہ سخن بسیار است

اسلامی لباس کی تعریف

قال اللہ تعالیٰ ولباس التقویٰ ذلک خیر ذراع من ایات اللہ لعلہم ینذکرون
 کسی فعل اور عمل کو اسلامی کہنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس
 کام کو کیا ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ آپ نے اس کی اجازت دی ہو اور اس سے منع نہ فرمایا۔
 پس جس امر سے نبی اکرم صلی علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو وہ امر غیر اسلامی ہو گا اور جس کو خود کیا ہو یا اس کی
 اجازت دی ہو وہ عام اسلامی کہلاتے گا، مثلاً جو کی روٹی کھانا آپ کی سنت فعلی ہے اور اس پر عمل کرنا
 اعلیٰ اور افضل ہے اور خمیری روٹی اور بریانی اور مرغ متحن کا استعمال جائز ہے کیونکہ ان لذائذ اور طہیات
 کی شریعت سے اجازت ثابت ہے اور کتے اور خنزیر اور شراب کا استعمال غیر اسلامی ہو گا کیونکہ شریعت
 میں ان چیزوں کی ممانعت آئی ہے، اسی طرح لباس کو سمجھو کہ جو لباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود
 استعمال کیا مثلاً کرتا اور لنگی اور جامہ اور جبہ اور عمامہ وہ لباس اسلامی ہے ہی۔ اور جو لباس آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے خود استعمال نہیں کیا مثلاً پاجامہ اور سلیم شاہی جوتہ اور صابن اور صندری لیکن آپ کی
 شریعت سے ان کی اجازت ثابت ہے ممانعت نہیں فرمائی جیسے ریشمین کپڑوں اور عفرانی رنگ اور
 ٹخنوں سے نیچے لنگی اور پاجامہ پہننے کی ممانعت فرمائی تو یہ ریشمی اور عفرانی لباس غیر اسلامی لباس
 کہلاتے گا۔

اسی طرح قرآن و حدیث سے اعداد اللہ۔ دشمنان خدا یعنی کافروں کے تشبہ سے ممانعت ثابت
 ہے اس لئے کافروں جیسا لباس پہننا جس سے دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہو کہ یہ شخص یہودی ہے یا نصرانی
 ہے یا مجوسی ہے یا ہندو ہے بلاشبہ ایسا لباس غیر اسلامی ہو گا، گاندھی کی وصوتی اور انگریزی ٹوپ
 اور تنکوں اور کرزن فین سب کا ایک ہی حکم ہے یہاں سے اہل فیشن کے اس تشبہ کا بھی حل ہو گیا

کہ جو عطار پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر کوٹ و تہون غیر اسلامی لباس ہے تو عطار کے لیے لے جاتے اور
 اچکنیں اور سلیم شاہی جوتے بھی غیر اسلامی لباس ہوں گے کیونکہ حضور پر نور اور آپ کے صحابہ کرام سے
 اس قسم کا لباس اور اس قسم کا معاشرہ تاریخ اور سیرت سے کہیں ثابت نہیں۔
 جواب :

یہ ہے کہ جس چیز کی حضور پر نور نے قولاً یا فعلاً اجازت دی ہو وہ سب شرعی اور اسلامی
 کہلائے گی اور جس چیز کی ممانعت فرمائی ہو وہ سب غیر اسلامی اور غیر شرعی کہلائے گی حضور پر نور
 نے اس قسم کے کتے اور اچکنیں اور جوتے اگرچہ نہیں پہنے اور اس قسم کے کھانے پلاؤ اور
 نردے اور کوفتے اور شامی کباب خوش نہیں فرمائے لیکن اس قسم کے توسعات اور تنوعات
 غائل کرنے کی آل حضرت نے اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ حدود شرعیہ میں داخل ہیں اور
 اس قسم کے توسعات اور تنوعات اور عیش و عشرت کے سامان خلافت راشدہ کے
 زمانے میں ظاہر ہوئے اور جو اسباب راحت - حدود شرعیہ میں تھے ان پر صحابہ کرام نے انکار
 نہیں فرمایا۔ الا یہ کہ جن خاص حضرات پر زہد کا خاص رنگ تھا تو وہ باریک کپڑے پہنتے اور
 درہم و دینار کے جمع کرنے سے بھی منع فرماتے تھے۔ ۵

موسیا آداب و انا و بگمند
 سوختہ جانان و امان و بگمند

خلاصہ کلام

یہ کہ جو لباس اور جو کھانا اور جو دنیا اور جو وضع و قطع اور جو معاشرہ حدود شرعیہ کے
 اندر رہے گا وہ اسلامی کہلائے گا اور جو لباس اور جو کھانا اور جو وضع و قطع حدود شرعیہ
 سے خارج ہوگی وہ غیر اسلامی کہلائے گی۔ بَلَّغْتُ حَدِّ دَالِ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُ وَهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ
 حَدِّ دَالِ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۖ ۵

واحد تبسح میں زمار کا دورانہ ڈال
 یارِ مہین کی طرف ہو یا سلمان کی طرف
 اب یہ حقیر و فقیر سراپا تقصیر سیرۃ المصطفیٰ کے حصّہ سوم کو اس دعا پر ختم
 کرتا ہے۔ رَبَّنَا الْقَبْلَ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتَبَّ عَلَيْنَا
 إِنَّكَ الْمَوْءِدُ الرَّحِيمُ

— نہ مجھ پر —

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

دلائل نبوت و براہین رسالت

یعنی

معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حق جل شانہ نے بندوں کی ہدایت کے لئے انسانوں اور آدمیوں میں سے نبی اور رسول بھیجے تاکہ ان برگزیدہ ہستیوں کے واسطے سے بندوں تک اپنے احکام پہنچائے اور اُنہیں بتا سکے کہ بھولا ہوا وعدہ ان کو یاد دلانے اور اپنی حجت ان پر تمام کرے لئلا یكون للناس على الله حجة بعد الرسل اور حضرات انبیاء کرام کی تبلیغ کے بعد مخلوق کو اطاعتِ خداوندی میں کوئی عذر باقی نہ رہے۔ رسول اور نبی چونکہ انسان ہی ہوتے تھے اور اُن کی ظاہری صورت اور دوسرے انسان کی صورت میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا، اس لئے حق تعالیٰ نے اُن کو معجزات عطا فرمائے جو اُن کی صداقت کی دلیل اور برہان ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بیان فرماتا ہے۔

یہ عصا اور یہ بیضا کا معجزہ تیرے پروردگار
کی طرف سے تیری رسالت کی دوشیزکی ہیں۔

فَإِنَّكَ بِرَهَانٍ
مِنْ رَبِّكَ

ہر دعوے کے لئے دلیل ضروری ہے اور حسیا دعویٰ اسی کے مناسب دلیل چاہیے
پس جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں فرستادہ خداوند المجلل ہوں اور
اس کا سیف ہوں اور اس کے احکام اور ہدایات لے کر آیا ہوں لہذا اس کی صداقت ثابت
کرنے کے لئے غیبی طور پر ایسے امور کا ظہور ضروری ہے کہ جس کے مثل لانے سے مخلوق بالکل
مجبور اور معذور ہو تاکہ مخلوق ان خارق عادت امور کو مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہوا
دیکھ کر یہ یقین کر لے کہ یہ تائید زبانی اور کرشمہ بزبانی ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے بلا کسی سبب
ظاہری کے اس مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہو رہا ہے اور دیکھنے والا یہ سمجھ لے کہ یہ معجزہ جو ظاہر
ہو رہا ہے محض اللہ کا فعل ہے۔ معاذ اللہ۔ رسول کا فعل نہیں اور نہ رسول کے ارادہ اور
اختیار کو اس میں کوئی دخل ہے اور نہ کسی مناعی اور جلی تدبیر سے وقوع میں آیا ہے بلکہ محض قدرت
خداوندی سے ظاہر ہوا ہے کیونکہ ایسا کرشمہ دکھلانا انسان کی قدرت اور صنعت اور تدبیر سے باہر
ہے معلوم ہوا کہ یہ شخص مومنین اللہ ہے اور اسی کے اتباع سے بندہ خدا تک پہنچ سکتا ہے اور
دنیا اور آخرت کی کامیابی اسی کے دامن پکڑنے میں ہے معجزہ کو دیکھتے ہی (بشرطیکہ دل عناد اور حسد اور
کجی سے پاک ہو) نبی کے سچے ہونے کا بے اختیار دل کو یقین آجاتا ہے اور نفس اس کی تصدیق پر
مجبور ہو جاتا ہے مگر دنی طور پر نفس میں انکار اور تکذیب کی مجال نہیں رہتی نبوت و رسالت کا دعویٰ
ایک امر عظیم ہے، اس لئے اس کے اثبات کے لئے برہان بھی عظیم چاہیے پس معجزہ جو اللہ تعالیٰ کی
قدرت اور قہر کا نمونہ ہوتا ہے، جب نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے تو اس کے غلبے اور رب کے سامنے
کسی کا پاؤں نہیں جتا اور اختیار کی باگ ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے، دلائل عقلیہ میں دشمن کے نزاع
اور جدال کا راستہ بالکل بند نہیں ہوتا مگر معجزات اور آیات بیّنات کے مشاہدہ کے بعد سوائے
عناد اور انہی بد نصیب کے کفر اور انکار کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی معجزہ ظاہر و باطن کو عاجز کر کے
بھوڑتا ہے۔

سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب کے آخر میں یعنی آخری نبی خاتم النبیین

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جن پر نبوت اور پیغمبری ختم ہوئی، جن کی پیغمبری سے دین کامل ہو گیا اور مکام اخلاق پورے ہو گئے، جب یہ مقصود حاصل ہو گیا اور دین اور اخلاق دونوں پورے اور کامل ہو چکے تو حضور پر نور کے بعد کسی پیغمبر کی ضرورت نہ رہی، حضور مظلما اور دین کے علماء جو اسلام کے مددگار اور محافظ ہیں قیامت تک اسلام کی نگہبانی اور اس کی اشاعت کے واسطے کافی ہوتے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **الیوم اکملت لکم دینکم۔ دین تو کامل ہو گیا۔**

پس خاتم الانبیاء کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے اس کا وجود نالتو اور بے کار ہے حق تو یہ ہے کہ نبی اُمّی۔ فداہ نفسی و ابی دایمی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی معجزہ اور نشان کی ضرورت نہیں، آپ کی صورت اور آپ کی سیرت آپ کی رفتار، آپ کی گفتار، آپ کی کردار، ہر چیز آپ کی معجزہ اور آپ کی صداقت کا نشان تھی وگ صورت دیکھتے ہی کہہ دیتے تھے کہ یہ جھوٹے کا پتہ نہیں۔
ورد دل ہر اتمی کہ حق مرہ است **روے و آواز پیغمبر معجز است**

مرد حقانی کی پیشانی کا نور **کب چہا رہتا ہے پیش ذی شعور**
 امام غزالی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ اور احوال و اعمال اور عادات و خصال اور آپ کے انتظام اور تدبیر خلایق اور سیاست ملکیہ پر نظر کی جائے کہ آپ نے کس طرح مختلف طبیعتوں اور متضاد مزاجوں کو ایک قانون الہی کا شیدائی اور فدائی بنا دیا۔

نیز حضور پر نور نے مخلوق خدا کو جو قوانین شریعت عطا کئے اُن کے حقائق اور دقائق اور نکات اور اشارات اور بارکیوں اور گہرائیوں کی تحقیق اور تدقیق میں اُمت کے علماء محققین اور فقہاء مجتہدین عمر بھر حیران اور عاجز رہے، ان امور میں اگر غور و فکر کیا جائے تو عقل سلیم کو ذرہ برابر شک اور شبہ نہیں رہتا کہ ان تمام امور کی سرانجام دہی بلا تائید غیبی محض طاقت بشری اور کسی تدبیر و حیلہ سے ناممکن اور محال ہے۔ ایسے اخلاق ناضلہ اور ایسی شریعت کاملہ کا ظہور کسی جھوٹے اور شرابی

شخص سے تصور میں نہیں آسکتا۔ سب کو معلوم ہے کہ حضور پر نور محض اُمّی دَان پڑھا تھے۔ نہ آپ نے کسی سے علم پڑھا اور نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا اور نہ ہی طلب علم کے لئے کوئی سفر کیا، ہمیشہ جاہل عربوں میں رہے یتیم اور یکس تھے، ان حالات میں بغیر کھے اور پڑھے علم و حکمت کا چشمہ آپ کی زبان مبارک سے جاری ہو جانا اور ایسے علوم و معارف کا آپ کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہونا کہ اولین اور آخرین میں اس کی کہیں نظیر نہ ہو، بغیر وحی الہی کے اس چیز کا حامل ہونا ناممکن ہے، محض انسانی طاقت اور فراست ان اُمور کے ادراک سے عاجز و قاصر ہے۔ اور علیٰ ہذا آپ کے بے مثال اخلاق و عادات اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ یہ ذات والا صفات خداوند ذوالجلال کی برگزیدہ اور پسندیدہ ہستی ہے جس پر خدا کا غضب ہوتا ہے اُسے بد اخلاق اور بد اعمال بنا دیتا ہے نیز باوجود بے سروسامانی کے عرب و عجم پر آپ کے خادموں کی نجاتیابی اور کامرانی یہ بھی اس امر کی صریح دلیل ہے کہ تائید ربانی اور فضل یزدانی آپ کی ساتھ ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ یہ ظاہری امور آپ کی صداقت کے اثبات کے لئے کافی اور کافی تھے لیکن ہم ان ظاہری امور کے علاوہ آپ کی صداقت کے کچھ باطنی نشانات یعنی کچھ معجزات بھی ذکر کرتے ہیں تاکہ کسی ادنیٰ عقل واسے کو بھی آپ کی صداقت میں ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اس کے بعد امام غزالی نے مختصر طور پر آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند معجزات کو بلا تفصیل کے ذکر فرمایا۔

تعداد معجزات :

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ایک ہزار تک پہنچے

۱۔ احیاء علوم الدین۔ للغزالی۔ ج ۲، ص ۳۲۲ و اتحاف شرح احیاء العلوم۔ للعلامة الزمیزی

ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ ایک ہزار دو سو تک پہنچے ہیں اور بعض علماء نے آپ کے معجزات کی تین ہزار ذکر فرمائی ہے اور ائمہ حدیث نے معجزات نبوی پر مستقل کتابیں بھی ہیں جیسے دلائل النبوة امام بیہقی اور امام ابو نعیم کی۔ لہ

اور شیخ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ کے نام سے ایک مستقل کتاب آپ کے معجزات میں لکھی ہے جس میں ایک ہزار معجزات ہیں۔

اور حق یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات شمار سے متجاوز ہیں، اس لئے کہ آپ کا ہر قول اور ہر فعل اور ہر حال عجیب و غریب مصلح اور اسرار و حکم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے خارق العادات ہے اور معجزہ ہے، علماء نصاریٰ نے عہد قدیم کی معجزات کی تعداد ۶۷ لکھی ہے۔ اور حضرت مسیح کے معجزات حمل کے وقت سے لے کر آسمان پر جانے تک ۲۷ گنائے ہیں اور پھر آپ کے حواریں کے میں معجزات شمار کئے ہیں لیکن ان واقعات کے لکھنے والوں کے پاس ان معجزات کی نہ کوئی سلسلہ سند موجود ہے اور نہ ان کے راویوں کے اور نہ ناقلوں کی عدالت اور ثقاہت کی کوئی دلیل موجود ہے، بخلاف معجزات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الف الف صلاہ والہ الف الف تجیہ کے وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور متصل اسانید کے ساتھ مروی ہیں اور صد ہا ان میں سے متواتر اور مشہور ہیں اور جلالت شان اور عزت اور قدرت میں تمام انبیاء کرام کے معجزات سے بڑھ کر ہیں۔

اقسام معجزات:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت چونکہ تمام عالم کے لئے ہے اور

لہ قال الحافظ العسقلانی ذکر النووی فی مقدمہ شرح سلم ان معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم تیزید علی الف واما تین وقال البیہقی فی المنہل بغتہ الفاد قال الزاہدی من الخفیۃ نظر علی یدہ الف معجزۃ وقیل ثلاثۃ آلاف نقلی بمعجم جامعہ من الامیۃ کالی نعیم و البیہقی وغیرہ ما فتح اباری ص ۲۵ ج ۶ باب علامات النبوة فی الاسلام۔

قیامت تک کے لئے ہے، اس لئے حق جل شانہ نے آپ کو جملہ اقسام عالم سے معجزات اور نشانات عطا فرمائے تاکہ عالم کی ہر چیز آپ کی نبوت کی دلیل اور برہان ہو اور عالم کی کوئی نزع ایسی باقی نہ رہے کہ جو آپ کی نبوت کی شہادت نہ دے اس لئے کہ معجزہ - نبوت کی دلیل اور برہان ہوتا ہے، پس جبکہ عالم کی تمام انواع و اقسام میں سے آپ کے معجزات ہوں گے تو عالم کی تمام انواع و اقسام آپ کی نبوت و رسالت کی شاہد اور گواہ ہوں گی۔

اور تاکہ تمام انبیاء و مرسلین پر آپ کی برتری و رفیع روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ آپ کے تنہا معجزات تمام انبیاء کے کل معجزات سے زیادہ ہیں اور کسی کو آپ کی نبوت میں شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے حق جل شانہ نے آپ کو جو معجزات اور نشانات عطا فرمائے وہ دو قسم کے ہیں ایک عقلی اور ایک حسی۔ عقلی وہ ہیں جن کے سمجھنے میں عقل درکار ہوتی ہے اور اس قسم کے معجزات کو وہی لوگ سمجھتے ہیں کہ جزو انتمند اور فہیم ہوتے ہیں اور معجزات حسیہ وہ خارق عادت امور ہیں کہ جن کا ادراک حواس سے ہوتا ہے ایسے معجزات کے طلب گار اکثر وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جن کو عقلی اصول سمجھنے کا سلیقہ نہیں ہوتا یا ضدی اور عنادی ہوتے ہیں۔

معجزات عقلیہ

پہلا عقلی معجزہ:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اور سیرت ا
خال اخلاق و فاعلہ
اور اعمال حسنہ و جمیلہ اور آپ کے کمالات علمیہ و عملیہ میں۔ اہل عقل کے لئے یہ آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل عقلی تھی جو شخص آپ کی صورت اور آپ کی سیرت کا مشاہدہ کرے اور بالبدان بہت اس بات کا یقین کر لیتا کہ جس ذات بابرکات میں ایسے اخلاق اور اعمال اور ایسے کمالات علمیہ و عملیہ جمع ہوں جو نہ کسی نے دیکھے ہوں اور نہ سنے ہوں وہ ذات بلاشبہ برگزیدہ خداوندی ہے جس کو حق تعالیٰ

نے تمام عالم سے ایک ممتاز اور جدا صودت اور سیرت پر پیدا کیا ہے ایسے کمالات کا کسب و اکتساب اور مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل کرنا ناممکن ہے۔

انتخاب دفتر تکوین عالم ذات اور برتر از آیات جملہ انبیاء آیات اور
مشرق بصر وجود ما سوا مشکواتہ اور مستنیر از طلعت اوہر قریب و ہر بعید
از حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری قدس سرہ

دوسرا عقلی معجزہ:

حق بل شانہ لے آپ کو ایک کامل اور معجز کتاب یعنی قرآن کریم عطا فرمائی جو آپ کی نبوت کا معجزہ دائمہ ہے جو حکمت علیہ اور حکمت عملیہ اور حکمت اخلاق اور تدبیر منزلی اور ریاست ملکیت اور لہارت ظاہری اور لہارت باطنی کے علوم و معارف کا ایک بے مثال خزانہ اور گنجینہ ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی معجز اور لا جواب کتاب کا ایک اُمتی شخص کی زبان سے ظاہر ہونا کہ جس نے نہ کسی استاد سے تعلیم پائی ہو اور نہ کسی مکتب کا دروازہ جھانکا ہو اور نہ کسی عالم اور حکیم کی صحبت اٹھائی ہو سوائے وحی ربانی اور تعلیم نیردانی اور الہام روحانی اور القاء غیبی و آسمانی اور کیا ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم حضور پر نور کا سب سے بڑا معجزہ ہے جس کی جانب زوال اور انقطاع کو راہ نہیں اور ایسے تواتر سے منقول ہے کہ ایسا تواتر دنیا کی کسی کتاب کو حاصل نہیں اور ایسے لا جواب علوم و معارف کا خزانہ ہے کہ بڑے سے بڑے حکماء اور مدعیان عقل اس کا جواب نہیں لاسکے کیا باعتبار فصاحت و بلاغت کے اور کیا باعتبار علوم و معارف کے اور کیا باعتبار تحریف و تبدیلی سے محفوظ رہنے کے کسی چیز میں بھی دنیا کی کوئی کتاب قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہ انشاء اللہ کر سکے گی، اب ہم اس سے زیادہ کیا کہیں کہ جو خود قرآن تیرہ سو برس سے پکار پکار کہہ رہا ہے کہ جس میں ہمت ہو وہ میرا جواب لکھ دے مگر آج تک کسی کا حوصلہ نہیں ہوا کہ اس کی ایک چھوٹی سی سورت کا مثل پیش کر کے آپ کے عہد نبوت سے لے کر اب تک ہر قرن میں عربی

زبان کے بڑے بڑے فصحاء و بلغاء جو دین اسلام کے مخالف تھے اور میں کسی سے اس کا جواب نہ ہو سکا۔

حضرت الاستاذ مولانا سید انور شاہ کشمیری قدس اللہ سرہ اپنے ایک قصیدہ نعتیہ میں فرماتے ہیں۔

خاص کر دش حق باعجاز کتاب مستطاب • حجت و فرقان معجز محکم و فصل خطاب
نجم بخش در براعت سمت برتر آفتاب حریف حریف ادشفا ہست بدی بہر شید

قرآن کریم میں دعوت اور حجت و دونوں موجود ہیں

حافظ فضل اللہ توربشتی اپنے رسالہ عقائد المتعبد فی المتعبد میں فرماتے ہیں حضرات انبیاء جب من جانب اللہ دعوت حق پر مامور ہوتے ہیں تو ان کو اثبات دعویٰ کے لئے بطور حجت معجزہ عطا ہوتا ہے گویا کہ دعوت اور حجت دو علیحدہ علیحدہ اور جدا جدا چیزیں ہیں مگر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف قرآن مجید کا ایسا معجزہ عطا کیا گیا جس میں دعوت اور حجت دونوں چیزیں جمع کر دی گئیں۔ قرآن کریم معنی کے لحاظ سے دعوت اور وجوہ بلاغت اور وجوہ اعجاز کے لحاظ سے حجت و دعوت ہے پس قرآن کی حجت خود اس کی نفیس ذات میں ہے اور اسی میں اس کی دعوت بھی مضمر ہے پس کیا قرآن کریم کے ثمرات و فضل کے لئے یہ کافی نہیں کہ ایک ہی چیز میں دعوت اور حجت دونوں جمع ہیں اور دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ انتہی کلامہ ملخصاً۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب گرویلے باید از دے رومتاب

*

تیسرا عقلی معجزہ:

بعد ازاں حافظ تور شہتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ کے حالات زندگی بھی آپ کی نبوت کی دلیل ہیں جن میں غور کرنے سے فوراً آپ کی نبوت کی صداقت کا یقین حاصل ہو جاتا ہے، ظاہر ہے کہ آپ ابتداء حال میں ایک یتیم تھے نہ آپ کے پاس کوئی قوت تھی جس کے ذریعے لوگوں کو اپنی بات منواتے، نہ صاحب مال و جاہ تھے کہ اس کی لالچ اور طمع دے کر قریش کو فریفتہ کرتے اور نہ آپ کسی سلطنت اور ریاست کے مالک اور وارث تھے کہ لوگ بطبع روزی و حصول جاہ آپ کی پیروی کرتے بلکہ آپ تنہا اور بے یار و مددگار تھے، کسی شخص کو آپ کی دعوت سے اتفاق نہ تھا، حتیٰ کہ اس معاملہ میں آپ کے قریبی رشتہ دار بھی آپ کے مخالف اور دشمن بن گئے تھے۔ آپ توحید کی منادی بن کر آئے اور تمام جزیرۃ العرب شرک اور بت پرستی میں مبتلا تھا اور غارتگری، اور زناکاری اور مرفار خوری وغیرہ اس قوم کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ جب آنحضرت کی دعوت ظاہر ہوئی تو یک بارگی ان کا حال بدل گیا اور سب یک دل اور یک زبان اور یک جان ہو کر دین حق پر متفق ہو گئے اور ان کی حرص اور طمع اور شہوت رانی اور تمام برائیاں یکلخت مبدل بمکام اخلاق اور محاسن اعمال ہو گئیں اور دین حق کا تبارع میں ایسے سرشار ہوئے کہ اس کے لئے مشقت اور درویشی اور اہل و عیال کی مفارقت کو اختیار کیا اور اپنی جانوں اور مالوں کو خدا کی راہ میں پانی کی طرح بہا دیا جس میں کسی دنیادی غرض کے شائبہ کا بھی احتمال نہیں اور اس ناہنجار قوم کو اس قابل بنادیا کہ دنیا کی سب سے بڑی دو سلطنتوں کو بیک وقت زیر و زبر کر دیا اور قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو مسجد نبوی کے صحن میں ڈال دیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

در نشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کی ہادی ہو گئے کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

انسان جب ان حالات اور انقلابات میں غور و تأمل کرے تو وہ یہ یقین جانے کہ ایسے کارہائے نمایاں کسی عقلی اور فکری تدبیر سے حاصل نہیں ہو سکتے آدمی کی قوت اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتی، یہ کرشمہ نیروانی اور تائید آسمانی ہے کہ خداوند علیم و قدیر کے حکم و تقدیر کے سوا ممکن نہیں اور بندہ کے کسب اور اختیار کو اس میں کوئی دخل نہیں قرآن کریم میں بھی اسی جانب اشارہ ہے۔ **لَوْ اَنفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مَّا اَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلَكِنَّ اللّٰهَ اَلَفَ بَيْنَهُمْ**۔ اے نبی کریم اگر آپ اس ناہنجار قوم میں موافقت اور موافقت پیدا کرنے کے لئے روئے زمین کے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو اب ان میں الفت نہیں پیدا کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان میں محبت اور الفت پیدا کر دی۔

چوتھا عقلی معجزہ:

اں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علماء توریت اور انجیل کے سامنے علی الاعلان یہ بیان فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ظہور اور بعثت کی خبر توریت اور انجیل میں دی ہے اور انبیاء سابقین نے یہ اطلاع دی ہے کہ اخیر زمانہ میں ایک پیغمبر آخر الزماں مبعوث ہوگا جس کی نبوت تمام انسان جن کے لئے یکساں ہوگی اور اہل کتاب تم کو اس کا علم ہے لہذا تم مجھ پر ایمان لاؤ، آپ کے اس دعوے اور اس حجت کے بعد بہت سے اہل کتاب ایمان لائے اور اس بات کی شہادت دی کہ آپ بے شک وہی نبی برحق ہیں جن کی توریت اور انجیل میں پہلے خبر دی گئی ہے۔

اور بہت سے اہل کتاب باوجود اس علم کے حسد کی بناء پر ایمان نہیں لائے حالانکہ آپ کے ظہور سے پہلے علماء اہل کتاب ان بشارات کو نقل کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اہل مکہ نبی آخر الزماں کا ظہور کا زمانہ قریب آن پہنچا ہے، ان کو یہ خوف ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بعد ہماری

سرداری ختم ہو جائے گی اس لئے ایمان نہیں لائے، مگر یہ کسی کی مجال نہ ہوئی کہ قرآن کریم کی ان آیات کی تکذیب کر سکے جن میں حضور پر نور کے متعلق یہ مذکور ہے کہ آپ کا ذکر توریت اور انجیل میں ہے بلکہ قرآن کریم نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ آپ کے صحابہ کا تذکرہ بھی توریت اور انجیل میں ہے۔ کما قال تعالیٰ ذلک مثلہم فی التورۃ و مثلہم فی الانجیل اور علماء اہل کتاب یہ نہیں کہہ سکتے کہ معاذ اللہ۔ قرآن کریم کی یہ خبر غلط ہے اور توریت اور انجیل میں نہ حضور پر نور کی کوئی بشارت مذکور ہے اور نہ آپ کے صحابہ کا ذکر ہے۔ جس وقت قرآن کریم کی یہ آیتیں نازل ہوئی تھیں کہ اس نبی اُمّی کا ذکر توریت اور انجیل میں موجود ہے تو اس وقت ملک میں ہزار ہا علماء یہود اور انصاری موجود تھے۔ اگر قرآن کریم کا یہ دعویٰ غلط ہوتا تو علماء یہود و نصاریٰ اس غلطی کو فاش کرتے تاکہ جو یہود و نصاریٰ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں اور آئندہ کو کوئی یہودی اور عیسائی اپنا دین چھوڑ کر مسلمان نہ ہو جائے۔

پانچواں عقلی معجزہ:

جس وقت اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مبعوث ہوئے اس وقت تمام دنیا گمراہی میں ڈوبی ہوئی تھی اور قسم قسم کی گمراہیوں میں مبتلا تھی اس وقت زیادہ تر دنیا میں چھ مذہب رائج تھے۔

اول مذہب مجوس: جو ایران اور فارس سے لے کر خراساں اور ترکستان تک پھیلا ہوا تھا کسرنے کی حکومت اس مذہب کی سرپرست تھی۔ مجوس دندلا کے قائل تھے نیردان اور اہرن اور آگ کی پرستش کرتے تھے اور مردار کھاتے تھے اور بیٹی اور بہن سے نکاح کرتے تھے اور بچوں کی اور خالہ کا تو ذکر ہی کیا۔

دوم مذہب عیسوی :- یہ مذہب شام اور عراق وغیرہ میں پھیلا ہوا تھا۔ قیصر روم چونکہ مذہب عیسائی تھا اس لئے یہ مذہب شاہان روم سرپرستوں میں نشوونما پا رہا تھا۔

یہ لوگ تثلیث اور اہلیت اور الوہیت مسیح اور کفارہ کے قائل تھے۔

سوم مذہب یہود :- جو تورات کو مانتے تھے مگر خدا اور تکبر کا یہ عالم تھا کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور علماء کو نصیحتوں پر قتل کر ڈالنا ان کا دستور ہو گیا تھا لہذا قال تعالیٰ ولقیلنون النبین بغیر حق ولقیلنون الذین یامرون بالانقسط، یہ دو اکثرین میں اور خیر اور مدنیہ کے اطراف و جوانب میں رہتے تھے جب جاہ و مال اور دین فروشی اور مسائل پر رشوت سنانی اور محنت انبیاء میں تحریف ان کا خاص شعار تھا۔

چہارم مذہب مشرکین :- یعنی بت پرستوں کا مذہب جو بتوں کو پرستتے تھے، یہ مذہب جزیرۃ العرب اور ہندوستان میں شائع تھا۔

پنجم مذہب صابئین :- جو روحانیات کے قائل تھے اور کواکب اور نجوم کی پرستش کرتے تھے، یہ مذہب بحرمان اور عراق میں زیادہ رائج تھا عمرو کے زمانہ میں لوگ زیادہ تر اسی مذہب کے تھے جن کی ہدایت کے لئے حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیف علیہ الصلاۃ والتسلیم کو مبعوث فرمایا حق بل شانہ کے اس ارشاد ان الذین آمنوا والذین ہادوا والصابئین والنصارے والمجوس والذین اشرکوا ان اللہ یفصل بینہم لیدم القیامۃ ان اللہ علی کل شئی شہید۔ اس آیت میں ان ہی پانچ مذاہب کا ذکر فرمایا ہے جو آپ کی بعثت کے وقت دنیا میں رائج تھے۔

ششم مذہب دھریہ :- گزشتہ آیت قرآنہ میں جن پانچ مذاہب کا ذکر ہے، وہ تو مشہور تھے، ان کے علاوہ ایک فرقہ دھریہ تھا جس کا قول حق تعالیٰ نے یہ نقل فرمایا د قالوا ما ہی الا حیاتنا الدنیا نعوت ونحی او ما یہلکنا الا الدھر وما لہم بذلک من علم ان ہم الا یظنون۔ اور ما یجا قرآن کریم میں فرقہ دھریہ کا ذکر ہے۔

اس فرقہ کے مدعی اس ناچیز نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام اثبات صانع
عالم و ابطال دہریت و مادیت ہے طالبین حق اس کی مراجعت کریں

دنیا میں مذاہب اسلام کی آمد

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دین حق لے کر دنیا میں تشریف لائے دنیا میں اس
وقت یہ مختلف مذاہب موجود تھے اور سلاطین اور امراء اور والیان ریاست کی سرپرستی میں
بدورش پارہے تھے اور دین اسلام ان سب ادیان اور مذاہب کے خلاف تھا اور جو اس مذہب
اسلام کو لے کر آیا وہ ایک تنہا اور بے کس اور اُمتی تھا اس نے مبعوث ہونے کے بعد دین اسلام کو
دنیا کے سامنے پیش کیا اور ہر ملت اور ہر مذہب کا دلائل اور براہین سے ایسا رد کیا کہ دنیا حیران رہ
گئی اور بڑے بڑے زیرک اور عقلاء اور فضلاء یہود و نصاریٰ سے آپ کے مناظرے ہوئے مگر تمام
فضلاء مل کر بھی آپ کی کسی دلیل اور برہان پر نقص نہ وارد کر سکے حالانکہ آپ اُمتی تھے لکھنا پڑھنا
نہیں جانتے تھے، قرآن کریم اور حدیث نبوی مذاہب باطلہ کی تردید اور ابطال سے بھرا پڑا ہے
یہ اس امر کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ آپ بلاشبہ مکرم من اللہ اور موشی من اللہ تھے اس لئے
کہ باوجود اُمتی ہونے کے دلائل قاطعہ اور براہین ساحلہ سے حق کو ثابت کر دیا اور دنیا کے تمام
مذاہب کو دلائل سے باطل کر دکھانا بدون الہام ربانی اور تائید رحمانی ناممکن اور محال ہے، تیرہ
سال کی مسلسل دعوت و تبلیغ کے بعد جب دنیا پر حق واضح ہو گیا اور کسی شک و شبہ کی گنجائش
نہ رہی تو آپ نے حکم خداوندی کو مکرمہ سے ہجرت کی اور پھر ہجرت کے ایک سال بعد حکم خداوندی
معاذین حق سے جہاد و قتال کا آغاز فرمایا اور حسب وعدہ خداوندی مظفر منصور ہوئے اور ان
غزوات و مسایا میں تائید غیبی کے وہ عجیب و غریب کرشمے ظاہر ہوئے کہ دشمنان حق ان کو دیکھ کر
سمجھ گئے کہ اس بے سرو سامانی میں یہ حیرت انگیز کامرانی اور ساند سامان والوں کی ان فیکروں
اور درویشوں کے مقابلہ میں ناکامی اور یہ ذلت و رسوائی بدوں تائید آسمانی ناممکن اور محال

ہے، بالآخر جب مجبور ہو گئے تو حق کے سامنے گردن ڈال دی اور اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے۔

چھٹا عقلی معجزہ ۱۰۔

آپ کا غیب کی خبریں دنیا اور پھر ذرہ برابر اس کے خلاف نہ ہونا اور نہ ان کا غلط ہونا اور انبیائے سابقین اور اہل علم سابقہ کے واقعات کو اس طرح بیان کرنا کہ اگر آپ اس موقع پر موجود تھے اور آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور کانوں سے سن رہے تھے اور منافقین اور منافقین اور دشمنوں کے دلی خطرات اور خیالات کو بر ملا بیان کرنا جی کا حلال حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں شرح طہ پر موجود ہے یہ سب اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ یہ شخص صاحب وحی ہے اس لئے کسی طرح کی ہشیں گویاں محض عقل سے ناممکن اور محال ہیں ایسی خبریں کا علم کہ جو عقل اور دہم اور قرآن اور دلائل سے کہیں بالا اور برتر ہیں سوائے وحی ربانی اور انوارِ ہدایت کے نہیں ہو سکتا۔

ساتواں عقلی معجزہ ۱۱۔

آپ کا استہاب الاموات ہونا بھی آپ کے نبی برحق ہونے کی صریح دلیل ہے آپ نے جو دعاء فرمائی وہ بالکل گواہی میں قبول ہوئی۔

معجزاتِ حسیہ

حق جل شانہ نے آپ کو ان عقلی اور باطنی نشانات کے علاوہ جن کو ہم بیان کر چکے ہیں بشارت ظاہری اور حسی نشانات بھی عطا فرمائے جن کا اندازہ اس سے ہر لمحہ جیسے کفار مکہ کی درخواست پر آپ کی انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا اور آپ کی انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا جس سے تقریباً ڈیڑھ ہزار اصحاب میرا پ ہو گئے اور سب نے دمنو کیا اور یہاں تک کہ پانی پلا۔

اور پھر بقدر حاجت برتنوں اور مشینوں میں بھر کر رکھ لیا۔ اور تھوڑے طعام کا ایک لشکر عظیم کی سیری کے لئے کافی ہو جانا اور آپ کے بلانے سے دزخوں کا حاضر ہو جانا اور شجر اور حجر کا آپ کو سلام کرنا اور زہر آلود ٹھنی ہوئی بکری کے دست کا دسترخوان پر لونا اور آپ سے یہ کہنا کہ مجھے تنادل نہ فرمائیے دشمنوں نے مجھ میں زہر ملا دیا ہے۔ اور آپ کے ہاتھ میں سنگریزوں کا تسلیع پڑھنا وغیرہ وغیرہ تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اللہ کا برگزیدہ بندہ اور اس کا راز دار اور اس کا نائب اور اس کا سفیر ہے جو اس کے احکام اور ہدایات کو لے کر آیا ہے، اس لئے کہ قدرت خداوندی کے عجیب و غریب کرشمے اس کے ہاتھ پر ظاہر ہو رہے ہیں۔ وہ اشارت خداوندی کی شان اور اقیانازی کے نشانات ہیں۔ قدرت بظریہ ان کرشموں کے ظاہر کرنے سے عاجز اور درماندہ ہے ایسے عجیب و غریب خوارق کا ظہور بدوئ تائید ایزدی نامکن اور محال ہے معلوم ہوا کہ یہ شخص موبد من اللہ ہے اور اس شخص کو ایسی ذات بابرکات کی غیبی تائید مل رہی ہے کہ جس کے دست قدرت میں طبیعیات اور غفریات فلکیات کی باگ ہے کہ جب چاہتا ہے تو اپنے اس برگزیدہ بندہ کی انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے تو اس کی انگلیوں سے بلا سبب ظاہری کے چشمے جاری کر دیتا ہے تاکہ ماہرین طبیعیات اور شیفنگان اسباب و علل کو معلوم ہو جائے کہ کوئی ذات ایسی بھی ہے جو کسی سبب اور کسی علت کی پابندی نہیں۔

ث۔ دوست سلطان آنچر خواہ می کند

اور یہ مدعی نبوت جس کے ہاتھ پر غیبی کرشمے ظاہر ہو رہے ہیں وہ اسی قادر مطلق اور ضائع برحق کا فرستادہ ہے کہ جو اسباب فکلی اور عنصری کا خالق اور مالک ہے اور ان غیبی کرشموں کے ظاہر کرنے سے خالق مطلق کا مقصود یہ ہے کہ مخلوق پر یہ امر خوب واضح ہو جائے کہ جس طرح حضور پر نور کی زبان فیض ترجمان۔ غلام تعلیم و حکیم کے علم و حکمت کا آئینہ ہے، اسی طرح حضور پر نور کا دست مبارک خداوند قدیر کے دست قدرت کا آئینہ ہے کہ جس کے ذریعہ قدرت غیبیہ کے عجیب و غریب کرشمے ظاہر ہو رہے ہیں۔ کما قال تعالیٰ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یدلہ

فوق ابیدیم۔ وقال تعالیٰ وھادیت اذیمیت وکن اللہ رےؑ ایک بشر کے ہاتھ پر ایسے خارق کا ظہور کہ جو بلاشبہ قدرت بشری سے خارج ہوں یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس شخص کے ہاتھ کے پچھے دست قدرت پوشیدہ لمبر کار فرما ہے اور اس نبی کے ہاتھ سے جو کچھ ظاہر ہوا ہے وہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اس نبی کا فعل نہیں۔

مارمیت اذیمیت گفت حق کار حق بر کار ہادار و سبق
گر ہر انیم تیر آن نے زماست مان کمان و تیر اندازش ہنداست
اور جب ان امتیازی نشانات سے لوگوں پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ حضور پرورد اللہ کے برگزیدہ بندہ اور اس کے نائب اور اس کے سفیر میں تو لوگ آپ کو مستحق اطاعت جانیں گے۔ اور آپ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت بھییں گے۔

خلاصہ کلام :

یہ کہ معجزات کے غایت کرنے میں حکمت یہ ہے کہ عوام کو آپ کی نبوت کا یقین آجائے اور نبی کے حق میں یہ معجزات منصب مفاہات کے لئے بمنزل سند اور مستادینہ کے ہو جائیں معجزات قرآپ کے بے شمار ہیں مگر ہم اس وقت صرف ان معجزات کو ذکر کرتے ہیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں اور ان میں سے ہر ایک اگرچہ حد تو اتر کر نہ پہنچا ہو مگر ان کی مجموعی تعداد اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ جس سے ان میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت علیؑ کی شجاعت اور حاتم طائیؑ کی سخاوت کے افراد اگرچہ فرویت اور احادیث کی شکل میں ہیں مگر تو اتر کر حد کو نہیں پہنچے، مگر ان کی مجموعی تعداد اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ جس کے بعد شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی، یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ کی شجاعت اور حاتم طائیؑ

کی خدمات و دنیا میں ضربِ اشل ہو گئی۔ یہود کے نزدیک حضرت موسیٰ کا معجزہ عصا اور چوہہ پیرِ فیاض حضرت موسیٰ کی نبوت کی دلیل ہے۔

اور نصاریٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ کا معجزہ احیاء موتی اھسا بلا ناکہ وابر میں حضرت عیسیٰ کی نبوت کی دلیل ہے اسی طرح معجزات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے کلائل اور براہین ہیں۔

اور مسیحیوں کا اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے انکار کرنا ہے ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ یہود حضرت مسیح کے معجزات کا انکار کرتے ہیں۔

معجزات نبوی کی تفصیل:

اب ہم اس سچی اور اجمالی بیان کے بعد معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

معجزہ کی تعریف:

معجزہ اُس امرِ خارقِ العادۃ کہتے ہیں کہ جو مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہوا اور کل عوام اس کے معارضہ اور مقابلہ میں اس کے مثل لانے سے عاجز اور درماندہ ہو تاکہ منکرین اور منافقین یہ بیہ بات واضح ہو جائے کہ یہ شخص برگزیدہِ خدا ہے کہ جس کے دشمنوں کے عاجز کرنے کے لئے خدا نے غیب سے یہ کرم قدرت ظاہر فرمایا ہے اور لوگوں میں امرِ مشکف ہو جائے کہ آیا یہی اُس کی پشت پر ہے، یہ شخص کوئی ساحر اور کاہن نہیں کہ کوئی اُس کا معارضہ اور مقابلہ کرے لہذا اگر کسی کو صلاح اور فلاح درکار ہے تو وہ صرف اُس برگزیدہ ہستی پر ایمان لانے اور اس کی اتباع اور پیروی سے نال ہو سکتی ہے جس برگزیدہ ذات کو حق تعالیٰ نے اپنا خلیفہ اور نائب اور سرور اور مستند بنا کر بھیجا ہو اس کی تکذیب اور مخالفت کا انجام سوائے شقاوت اور ہلاکت کے کیا

ہر سکتا ہے۔ فانظر کیف کان عاقبة المكذبین۔ لہ

معجزاتِ علمیہ اور معجزاتِ عملیہ:

معجزات کی دو قسمیں ہیں ایک معجزاتِ علمیہ اور ایک معجزاتِ عملیہ معجزہ علمی اس کو کہتے ہیں کہ مدعی نبوت کے ہاتھ سے ایسا عمل یعنی ایسا کام ظاہر ہو کہ اس جیسا کام کہنے پر سب عاجز آجائیں۔ اور معجزہ علمی اس کا نام ہے کہ مدعی نبوت سے ایسے علوم اور معارف ظاہر ہوں کہ ساری دنیا اس کے معارف اور مقابلہ یعنی اس کے مثل لائے سے عاجز ہو۔

حق جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں قسم کے اس قدر کثیر معجزات عطا فرمائے جو محاصرا اور شمار سے باہر ہیں۔

قرآن حکیم سب بڑا معجزہ ہے:

اں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جو علمی معجزہ ہے اور تمام انبیاء کے معجزات سے بڑھا ہوا ہے سب جانتے ہیں کہ علم کو عمل پر شرف ہے یہی وجہ ہے کہ ہر فن میں استادوں کی تنظیم کی جاتی ہے اور ہر رشتہ میں مانسوں کی تحزاہ انگاروں سے نواہ ہوتی ہے، یہ شرف علم ہی کا ہے۔ محنت تو اہل کار زیادہ کرتے ہیں۔ قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی معجزہ ہے اور آپ کے معجزات میں عمدہ ترین معجزہ ہے، ایسا معجزہ اور کسی پیغمبر کو غایت نہیں ہوا۔ سب انبیاء اور مرسلین کے معجزے ایک خاص وقت میں ظاہر ہوئے اور ختم ہو گئے اور معجزہ قرآن ایسا معجزہ ہے کہ جس کی جانب ندال انقطاع کو راہ نہیں، ابتداء، نزول سے لے کر اب سلسلہ ہر گیارہویں ملا تغیر و تبدل اور ہر کم و کاست باقی اور محفوظ ہے اور مثلاً اللہ تعالیٰ یہ معجزہ تا قیام قیامت اسی طرح باقی رہے گا جس طرح آپ پر نازل ہوا تھا۔

وجوہ اعجاز :

علماء نے اپنی کتابوں میں مختلف طریقوں سے قرآن کریم کا معجزہ ہونا ثابت کیا ہے جو بہت ہی ہم ان میں سے اُن چند وجوہ کو بیان کرتے ہیں جو بائبل صاف اور صریح ہیں۔

اعجاز قرآن کی پہلی وجہ :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر (جادو) کا چرچا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عصا اور یہ بیضیا کا معجزہ عطا فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا زور تھا، حق تعالیٰ نے اُن کو شفا مرضی اور احیاء موتی کا معجزہ عطا فرمایا اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کرامت مہد میں فصاحت و بلاغت کا چرچا تھا، عرب لوگ اپنے سوا تمام ممالک کو غم یعنی گونگا کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں۔ پس سب سے بڑا معجزہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کا عطا کیا جس کی فصاحت اور بلاغت اور سلاست اور دل آویزی اور لطافت کے مقابلہ سے بڑے بڑے فصیح و بلیغ عاجز رہے اور یہی معجزہ کی تعریف ہے کہ جس کے مقابلہ سے دنیا عاجز اور در ماند ہو، معجزہ خود نبی کی قدرت سے بھی باہر ہوتا ہے، قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام تھا حضور پر نور کا کلام نہ تھا جس طرح تمام عالم اس قرآن کے مثل لانے سے عاجز تھا اسی طرح یہ قرآن خود حضور پر نور کی قدرت سے بھی نہ تھا حضور پر نور کا کلام حدیث ہے، اس میں اور قرآن میں زمین و آسمان کا فرق ہے، فصحاء عرب کے مجمع میں آپ نے فأتوا بسورۃ من مثله کا ڈنکا بجایا کہ اگر کہیں اس قرآن کے کلام الہی ہونے میں کوئی شبہ ہے تو تم سب مل کر انا اعطینا جیسی سورت بنا لاؤ قرآن نے لکار لکار کر کفار کو مقابلہ اور تحدی کی دعوت دی مگر تمام فصحاء عرب اس کے مثل لانے سے عاجز ہو گئے حالانکہ کلام الہی ان الفاظ اور حروف سے مرکب ہے جن سے اُن کا کلام مرکب تھا اور وہی عربی زبان ہے جو اُن کی زبان تھی۔ اور پھر مزید برآں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

محض اتنی تھے نہ کسی سے بڑھانہ لکھا اور نہ کسی عالم کی صحبت نصیب ہوئی پھر ایسا کلام معجز نظام اور حقائق و معارف الہیہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے صادر ہونا یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ یہ کلام اللہ کا کلام ہے کسی بشر کا کلام نہیں، اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کلام سے صرف یہ تعلق ہے کہ جبریل امین - حق تعالیٰ کا جو کلام بطور وحی و پیغام لے کر آپ پر نازل ہوئے آپ نے وہ بلا کم و کاست بندوں تک پہنچا دیا تاکہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کریں۔ قاضی عیاض شفاء میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں باعتبار بلاغت کے سات ہزار سے زیادہ معجزے ہیں، اس لئے کہ انا اعطیناکم الکونین جیسی چھوٹی سورت میں دس کلمے ہیں اور تمام کلام اللہ میں تقریباً ستر ہزار لکھے ہیں سو جب ستر ہزار کو دس پر تقسیم کیا جائے تو خارج قسمت سات ہزار سات سو ہوگا، پس قرآن کریم میں سات ہزار سات سو معجزے ہوئے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب:

بعض بے وقوف یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں اور کتاب میں بھی ایسی ہی کہ جو انہی نظیر نہیں رکھیں جیسے شاہنامہ فردوسی اور گلستان سعدی -

جواب:

یہ قول اس امر کی دلیل ہے کہ اس شخص کو معجزہ کی حقیقت اور اعجاز کی کیفیت معلوم نہیں قرآن کریم کا اعجاز اس وجہ سے ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنکے کی جوئے کفار عرب کے سامنے قرآن کریم کو پیش کیا اور بلا تکبر و دل بڑے دندے کہا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور میرا معجزہ ہے اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو اس کے مقابلے میں ایسا فصیح و بلیغ کلام بنا کر پیش کرے تیس سال تک مسلسل یہ منادی اور چیلنج ہوتا رہا مگر کوئی شخص اس کے مثل ایک سطر بھی بنا کر نہ لاسکا اور سارا عالم اس کے مقابلے اور حارثہ سے عاجز اور رماندہ رہا بتلانے والے بتلائیں کہ کیا یہ تمدی اور مقابلہ

کی دعوت اور کس کتاب میں کہاں واقع ہوئی اور کس نے تحدی اور مقابلہ کی دعوت دی اور کس مقام پر پناہ ملین کا غرظ ظاہر ہوا محض انصدامِ نظیر کا نام اعجاز نہیں۔ بسا اوقات حسن و جمال اور خوبی و کمال کی بنا پر کسی عالم کو یا کسی تصنیف کو بے نظیر اور بے مثال کہدیا جاتا ہے، لیکن یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ تصنیف یا یہ مصنف معجزہ ہے۔

نیز بسا اوقات انسان اپنے دُعم میں کسی چیز کو بے نظیر سمجھتا ہے اور واقع میں اس کی نظیر موجود ہوتی ہے، شاہنامہ فردوسی کے مقابلے میں مرزا محمد گورانی مختص بہ آشوب نے صورتِ نقدی ایک کتاب لکھی جو شاہنامہ فردوسی سے بہتر ہے جس میں فردوسی پر اکثر جرح کرتا ہے۔

نیز یہ کہ معجزہ کے لئے لازم ہے کہ وہ امر خارق للعادة ہو اس میں اسباب ظاہری کا کوئی دخل نہ ہو بحر و معجزہ میں فرق یہی ہے کہ کون کونسا تعلیم اور تعلیم اور کسب و اکتساب سے حاصل ہو سکتا ہے اور معجزہ کوئی فن نہیں کہ جو تعلیم اور تعلیم سے حاصل ہو سکے۔

اور ظاہر ہے کہ سعدی اور فردوسی نے سالہا سال تعلیم اور تعلیم کی محنتیں اور مشقتیں اٹھائی اور ہر سول مدرسوں میں پڑھے اور استادوں کی جوتیاں سیدھی کرتے رہے اور ان سے پڑھتے رہے اور اصلاح لیتے رہے، پس اگر سالہا سال کی محنتوں اور مدتوں کی مشاقی اور جدوجہد کے بعد ان کا کلام دوسروں کے کلام سے فائق ہو گیا تو وہ نہ ممکن تعجب ہے اور نہ اس کو معجزہ کہا جاسکتا ہے۔

ہر زمانے میں اور ہر زبان میں بڑے بڑے فاضل اور ادیب اور انشا پرداز گزرے ہیں جیسے عربی میں بدیع الزمان ہمدانی اور حمیری مگر وہ معجزہ نہیں۔

اور فارسی میں سعدی اور فردوسی اور انگیزیہا ملکی اور سنکرت میں کالیداس اور اردو میں محمد حسین آزاد اور حالی وغیرہ وغیرہ۔

جن کا کلام اپنے ہم معروض کے کلام سے فائق اور ممتاز ہو گیا تو یہ سالہا سال کی محنتوں اور مشقتوں کا ثمرہ ہے کوئی معجزہ نہیں۔

اس سلسلے میں بعض خوش فہم فیضی کی بے نقط تفسیر کا نام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بے نقط ہے۔
 آج تک اس کا جواب نہیں ہو سکا، اس کا جواب خود فیضی کی زبان سے سننے کو وہ اپنی تفسیر کے
 ویجاہ میں قرآن کریم کو خدا کی اتاری ہوئی کتاب مانتے ہیں اور اس کے سوا تمام علوم اور کتب کو درجہ
 قرار دیتے ہیں اپنا پختہ فیضی کہتے ہیں۔

العلوم كلها صواعق العلم كلام الله
 وكلام الله لا عدد لمحمد ولا
 محارمه ولا حصير لرسومه ولا
 احصاء لعلومه وما علم علوم كلام
 الله كلها احد الا الله ورسوله
 والوالعلم ما علموا الا عدد ادا
 تمام علوم سوائے علم قرآنی کے سب درجہ میں
 اور کلام اللہ کے مناقب کی کوئی شمار نہیں اور اس کے
 محاسن کی کوئی انتہا نہیں اور اس کی صداقت کے
 شان غیر مخصوص ہیں اور علوم قرآن اس درجہ بے
 شمار ہیں کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں جو علوم قرآن
 کریم میں ہیں ان کو یہ تمام و کمال سوائے خدا
 اور اس کے رسول کے کوئی نہیں جانتا اور تمام

اہل علم کو مل کر جو قرآن کا علم ہاتھ آیا ہے وہ
 اس کے غیر محدود علم کا ایک محدود حصہ ہے۔
 کلام اللہ کے حلق یہ خود فیضی کا اقرار اور اعتراف ہے۔ اب اس اقرار کے بعد فیضی کو شہادت
 میں پیش کرنا سخت بے حیائی اور دھڑائی ہے اور مدعی شہادت اور گواہ چست کا معنون ہے۔
 اور اگر بالفرض والتقدیر فیضی اور سعدی اور فردوسی قرآن کی طرح دنیا کو متقابلہ کا پیرزور چیلنج
 کرتے تو معلوم کتنے شاہنشاہے اور کتنی گستاخیں غلامان غلامان نبی امی خداہ نفسی دابی راجی۔ لکھ کر
 دنیا کے سامنے ڈال دیتے۔

اعجاز کی دوسری وجہ:

اعجاز قرآن کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ علوم ہدایت کا جامع ہے، جو شخص قرآن کریم کے

علوم اور معارف کی تحقیق و تفتیش کرے گا تو اس کو اس کتاب میں عقائد اور اعمال اور تہذیب
اخلاق اور تمدن اور معاشرت اور اصول حکومت و سیاست اور ترقی روحانیت اور تحصیل معرفت
ربانی اور تزکیہ روحانی اور حکمرانی اور عدل عمرانی اور رسول الی اللہ اور قرب یزدانی کے وہ مقام
تواضع اور سامان اس کو اس کتاب میں نظر آئیں گے جس کو دیکھ کر بے اختیار اس کا دل اور اس کی
زبان گواہی دیں گے کہ بلاشبہ یہ اللہ کا کلام ہے اور یقیناً یہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب ہے
ایسے علوم اور معارف کا خزانہ اور گنجینہ تو عالم کے تمام حکماء کی بھی نہیں پیش کر سکتے چہ جائیکہ
ایک اتنی قوم کے ایک اتنی فرد سے اس کی توقع کہ وہ ایک جامع کتاب دنیا کے سامنے پیش کرے
کہ جو دنیا اور آخرت دونوں کی صلاح اور فلاح کی کفیل اور ذمہ دار ہو اور حقوق خداوندی اور
حقوق العباد اور حقوق نفس کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتی ہو اور عالم کے تمام مذاہب باطلہ
یہود اور نصاریٰ اور مشرکین اور مجوس اور صابئین کا وہیل اور برہان کے ساتھ رد کرتی ہو اور کسی
مذہب کے عالم میں یہ قدرت نہ ہو کہ وہ دلائل قرآنی کا جواب دے سکے — کیا یاس
امر کی وہیل اور برہان نہیں کہ یہ قرآن بلاشبہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔

اعجاز کی تیسری وجہ:

اعجاز قرآن کی تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم حالات آئندہ کی خبروں پر مشتمل ہے کہ
جن چیزوں کا نام و نشان اور وہم و گمان نہ تھا اور انسانی ادراک ان کے تصور سے بھی قاصر تھا
قرآن کریم نے پیشتر سے ان کے وقوع اور ظہور کے خبر دی اور پھر ظالم و کاسرست قرآن کریم کی خبر کے
مطابق وہ چیز واقع ہوئی، جیسے آپ نے ہجرت سے پہلے بقبائے فارس رومیوں کی غلبہ کی خبر
دی کہ اقال تعالیٰ الم غلبت الما و مرنے ادنی الا ارض۔ الایۃ اور غزوہ بدر میں کفار کی
شکست کی خبر دی سیہزم الجمع ویولون الدبر اور دین اسلام کے ظہور اور غلبہ کی خبر
دی کہ اقال تعالیٰ هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہر علی الدین کلمہ

وغیرہ وغیرہ جن کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ پیشین گوئیوں کی بیان میں آئے گی۔

غرض یہ کہ قرآن کریم نے آئندہ کے متعلق جو خبریں دی ہیں وہ اسی طرح واقع ہوئیں جس طرح قرآن کریم نے ان کی خبر دی تھی۔

اور علیٰ ہذا قرآن کریم کا انبیاء سابقین کے قصص اور اہم سابقہ کے واقعات اور حالات پر مشتمل ہونا مثل قصہ سیدنا ابراہیم و حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ و حضرت یوسف وغیرہم اودھندوا القرنین اور قصہ اصحاب کہف وغیرہ جن کا پورا علم علماء اہل کتاب کو بھی نہ تھا نہ ہی اتنی فداہ دہائی نے جب ان آیات کو علماء اہل کتاب کے سامنے غایت کیا تو کوئی انکار نہ کر سکا۔

حضرت اہل علم اگر وجوہ اعجاز کی تحقیق اور تفصیل چاہیں تو قاضی ابوبکر باقلانی کی اعجاز القرآن اور شفا قاضی عیاض میں بحث اعجاز القرآن کی مراجعت کریں۔

اور اردو میں اس ناچیز نے بھی ایک مختصر رسالہ "اعجاز القرآن" کے نام سے لکھا ہے، اس کو دیکھ لیں۔

حدیث نبوی، دوسرا معجزہ:

قرآن کریم کے بعد آپ کا علمی معجزہ حدیث نبوی ہے جس کو شریعت اور ملت کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جس کی کاملیت اور جامعیت کو دیکھ کر ادنیٰ عقل والا اس یقین پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایسے افوق العقل اور افاوق الفطرت دستور اور آئین کا منبع اور سرچشمہ سوائے خداوند علیم و حکیم کے ذات باریکات کے کوئی ذات انسانی نہیں ہو سکتی، خاص کر کہ جو ذات انسانی محض اتنی جو جس نے نہ لکھا ہو نہ پڑھا ہو اس کی زبان سے ایسی خیر العقول علوم و معارف کا چشمہ کیسے جاری ہو اور علوم ہر اکہ اس اتنی نبی کی زبان فیض ترجمان سے جو کچھ نکل رہا ہے وہ حقیقت پس پسوہ لسان غیب بلبل رہی ہے موسیٰ علیہ السلام نے درخت میں سے جو آواز سنئی وہ حقیقت و درخت کی آواز نہ تھی بلکہ وہ آواز خداوند قدوس کی تھی اور یہ درخت بمنزل ٹیلیفون کے تھا کہ جو عالم غیب کی آواز کو موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا رہا تھا۔

اسی طرح اس نبی اعلیٰ خداوندی ذاتی کو سمجھ کر اس کی زبان فیض ترجمان سے جو نکل رہا تھا وہ وحی ربانی اور آواز بزدانی تھی معاذ اللہ نطق انسانی نہ تھا۔ وہ مابین طوق عن الہوی ان ہوا لا وحی یوحی۔ ۵

گفتہ اور گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود
اس لئے کہ شریعت اسلامیہ جن عقائد اور اعتقادات کی تعلیم دیتی ہے، وہ خرافات اور بے اصل باتوں سے پاک اور منزہ ہیں اور عقلی اور نقلی اور فطری دلائل سے ثابت ہیں جن کی نسبت یقین کیا جاسکتا ہے کہ یہ عقائد قطعاً صحیح اور واقعی ہیں۔

اور شریعت اسلامیہ نے جن مکارم اخلاق کا حکم دیا ہے اولین اور آخرین کے صحیفوں میں اسکی نظیر نہیں اور عقلی ہذا شریعت اسلامیہ نے جن عبادات اور معاملات اور افعال و اعمال کا حکم دیا وہ بیشمار حکمتوں اور معجزوں پر مبنی ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی جو تفصیل اور مبداء اور معاد کی جو لائیں عقد شریعت اسلامیہ نے حل کئے ہیں وہ عقل انسانی سے کہیں بالا اور برتر ہیں۔

اور علماء فرنگ کا اقرار ہے کہ توریت اور انجیل اور عہد قدیم اور عہد جدید کے تمام معنی تعلیمات اسلامیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

نیز دنیا میں اہلکار اور سلاطین اور علماء لاکھوں کی تعداد میں گزرے مگر جس حیرت انگیز احتیاط کے ساتھ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات اور کلمات اور آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ اور کلمات کو محفوظ کیا گیا۔ اولین اور آخرین میں اس کی نظیر نہیں۔ ایک آپ کی زندگی کی محفوظ رکھنے کے لئے آپ کے افعال و اقوال کے روایت کرنے والے ہزار ہا مادیوں کی زندگیاں اس لئے زیر تحقیق لائی گئیں کہ آپ کی زندگی کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے شک و شبہ کا کوئی شاہد باقی نہ رہے۔ علم اسما و الرجال اور علم الاسناد اور علم اصول الحدیث اسکی خاطر ایجاد ہوئے جن کا منشاء صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور اعمال ایسے محفوظ ہو جائیں کہ سلسلہ سند اور طرق اور اسانید کو دیکھ کر پڑھنے والے کو ایسا علم یقینی حاصل ہو جائے کہ جو معنی مشاہد کے

مساوی اور ہم مرتبہ ہو معاحستہ اور دوسری کتب احادیث کو دیکھنے سے انسان حیران اور ششدر رہ جاتا ہے کہ کس حیرت انگیز انتظام اور اتہام سے حدیث نبوی کا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے اور حضرت محدثین کو راز اللہ مراد قدیم نے احادیث نبوی کی صحت اور جانچ پڑتال کے لئے کس قدر سخت ضوابط اور قواعد مرتب کئے ہیں۔

موطا امام مالک اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ وغیرہ دنیا کے سامنے موجود ہیں، مگر کسی علماء و زنادق کی یہ مجال نہیں ہوئی کہ ایک لفظ کی بھی اور تیشی کر سکے۔

پھر ان کتابوں کی مندرجہ احادیث میں سے ایک ایک حدیث کو تحقیق اور تدقیق کی کوئی پکرس کہ ہر ایک حدیث کے تمام راویوں کا حال بتلادیا اور ہر حدیث کا درجہ قائم کر دیا کہ یہ صحیح ہے یا حسن یا غریب ہے یا ضعیف ہے یا منکر ہے۔

پھر لطف یہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی روایت کرنے والا پہلا طبقہ صحابہ کرام کا ہے جس میں سے بعدہ تعالیٰ ایک شخص بھی قسم کھانے کو دروغ گو ثابت نہیں ہوا صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ اتنی بڑی جماعت میں سے کسی فرد واحد کی نسبت آج تک یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ اُس نے کبھی جھوٹ بولا ہو یہ اُس نبی اُتی فداہ نفسی و ابی و امی کا اعجاز ہے کہ اس کے ترتیب یافتہ افراد میں سے ایک فرد واحد جھوٹا نہیں نکلا۔ ان پہلے راویوں کے بعد دوسرے اور تیسرے درجے کے راویوں کی زندگیاں بھی عام طور پر کذب اور دروغ سے محفوظ پائی جاتی ہیں۔ ان سب کا عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ اپنی طرف سے کوئی بات نسبت کرنا گناہ کبیرہ اور جرم عظیم ہے۔

آج دنیا میں کوئی حضرت مسیح کا پیرو یہ نہیں بتا سکتا کہ ان کا سلسلہ اسناد کیا ہے اور کس ذریعہ اور کس سند سے اُن کو یہ انجیلیں اور حواریین کے رسائل اور خطوط ملے اور اس سلسلہ سند کے مادی کون کون لوگ ہیں اور کون ان میں سے ثقہ اور معتر ہے اور کون غیر معتر علماء و نصاریٰ حضرت مسیح کا

ایک کلمہ بھی سبقتل کے ساتھ نہیں پیش کر سکتے۔ اور حضرات محدثین کا یہ حال ہے کہ بغیر سند کے کوئی نفعدان کی بارگاہ میں قابل التفات بھی نہیں اور حدیث کی مشہور کتابیں اسی محفوظ ذیل سے اور محتاط لوگوں کے عہد میں مرتب اور صدون ہوئیں اور صدون و مرتب ہو جانے کے بعد ان کے مصنفین ہی کے زمانے سے لوگوں نے ان کا پڑھنا اور حفظ یا ذکرنا شروع کر دیا اور آج تک ان کتابوں کی سندیں متواتر سلسلوں سے دنیا میں موجود ہیں اور مشرق و مغرب کے علماء کے زیرِ درس ہیں۔ غور تو کیجئے کہ ایک ذاتِ بابرکات قدسی معصات کے اقوال و افعال کے محفوظ رکھنے کے لئے یہ انتظام اور یہ اہتمام کیا۔ انسانی تدبیر اور جدوجہد کا نتیجہ ہے حاشا وکلا۔ یہ صرف تائیدِ ربانی افضلِ یزدانی کا کرشمہ ہے کہ جو پردہ غیب سے نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیث کی حفاظت کے لئے نمودار ہوا ہے، علم حدیث اور اس کے متعلقہ علوم و فنون پر غور کرنے کے بعد دنیا کی تمام تاریخوں کا مرتبہ نگاہ سے گزرتا ہے اور بلاشبہ جزواتِ تمام اقوام اور تمام ممالک کے لئے قیامت تک کے لئے ہادی اور رہبر بن کر آتی اس کی زندگی اور اس کے اقوال و افعال ایسے ہی معجزہ طریفہ پر محفوظ ہونے چاہئیں کہ قیامت تک آنے والوں کے لئے کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے اور جو شخص اس نبی اُمّی کی زندگی کو اگھ سے دیکھنا چاہے تو حدیثِ نبوی کے پردہ سے اُس کو دیکھ سکے۔

یہ جو کچھ کہا گیا ہے یہ حدیثِ نبوی کے اس اعجاز کا بیان تھا کہ جس کا تعلق روایتِ حدیث سے ہے ایسی الفاظِ حدیث کے بے مثال حفاظت سے متعلق ہے۔

اور اگر حدیثِ نبوی کے اعجاز کو روایت اور تفقہ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ائمہ مجتہدین اور فقہاء امت کی کتابیں دیکھو جس سے تم کو یہ معلوم ہوگا کہ تو ان میں شریعت کس درجہ دقیق اور عریض ہیں۔ کہ جن کے استنباط اور استخراج میں علماء امت اور فقہاء ملت کس درجہ حیران اور پریشان رہے باوجود غایتِ ہنم و ذکا و خصوص شریعت کی تحقیق اور دقیق میں عریض گزاردیں اور یہ کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

جشنِ غایتیہ دارِ مدِ سعادی را بخن پلایاں بمیرد آتشِ مستقی و دریا بھینیں باقی

جس طرح حضرات محدثین کا وجود نبی اُمّی علیہ السلام کا ایک معجزہ ہے اسی طرح
حضرات فقہاء کا وجود بھی نبی اُمّی علیہ السلام کا ایک معجزہ ہے فرق اتنا ہے کہ پہلا معجزہ
روایت کا ہے اور دوسرا معجزہ روایت کا ہے۔

علمائے اُمت محمدیہ تفسیر معجزہ:

مجموعہ معجزات کے اس اُمت کے علماء و صلحاء آپ کی نبوت و رسالت کا معجزہ ہیں کہ
حق جل شانہ نے آپ کی اُمت کو خیر الائم بنایا اور انبیاء اکرام کا وارث بنایا اور ایسا بے مثال
حافظ اور بے نظیر علم و فہم عطا کیا کہ اولین و آخرین میں اس کی نظیر نہیں حضرات محدثین کو قوت حافظہ
میں کو ان کا تبیین کا نمونہ بنایا اور حضرات فقہاء کو قوت اجتہاد و استنباط عطاء کی اور فہم و ادراک و
فکرت سخی و دقیقہ دسی میں ملکہ مفرغین کا نمونہ بنایا اور عارفین کو اپنے عشق و محبت کی دولت
ہے نوازنا اور عرش عظیم اور بیت معمور کا میل و نہار طواف کرنے والے فرشتوں کا نمونہ بنایا کسی اُمت
جس علماء اسلام جیسا علم اور فہم اور تحقیق و تدقیق کا نام و نشان نہ ملے گا اور نہ ان کی بے مثال اور بلند
پہلے تصانیف کی کوئی نظیر نظر آئے گی۔

مغربی اقوام نے صنعت اور کارگیری میں حیرت انگیز کوششیں دکھائیں، مگر ان قوموں میں تو ریت
اور انجیل کا کوئی بخاری اور علم نظر آتا ہے کہ جس کو تورات و انجیل از بر یاد ہو اور نہ یحییٰ بن سید القبطان
اور یحییٰ بن معین جیسا اسما و الرجال کا حافظ و معلم پیدا ہو جن قوموں نے اپنے پیغمبروں کی کتابوں اور صحیفوں
میں دیدہ و دانستہ تحریف کر ڈالی ہو ایسی قوموں میں احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین جیسا حافظ حدیث
ہر زمانہ محکم اور جمال ہے اور نہ یہود اور نصاریٰ کی اولین و آخرین میں ابو حنیفہ اور شافعی جیسا نقیہ
اور مجتہد نظر آتا ہے کہ جو دین و دنیا اور عقائد اور عبادات اور معاملات اور معاشرت اور سیاست

ملکیہ و مدنیہ کے تمام مسائل کو تدریس و تہذیب کی روشنی میں حل کر سکے اور نہ ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی اور غزالی اور رازی جیسا کوئی مشکل کسی امت میں نظر آتا ہے کہ جب میدانِ مباحثہ و مناظرہ میں نکلے تو عقائد اسلام کی تحقیق کے لئے عقلی و نقلی دلائل کا لشکر اس کے ساتھ ہوا اور باطل کی گردن پاس کی تیغ بے دریغ چل رہی ہو اور دنیا سے اسلام کی سرفرازی اور سر بلندی اور کفر و باطل کی ذلت و خواری اور سرنگونی کا تماشا دنیا دیکھ رہی ہو اور نہ بنید شہل اصبہ یا زید اور معروف کوفی جیسا عابد و ناپاداد خداوند و اندوہ لجلال کا عاشق اور محبوب کسی امت میں پیدا ہوا۔

اور نہ خلیل بن احمد اور سیبویہ جیسا علمِ اعراب کا موجود و امام کسی ملت میں ہوا اور نہ عبدالقادر جرجانی اور سعد الدین تفتازانی جیسا اسرارِ بلاغت اور دلائلِ اعجاز کا امام کسی امت میں پیدا ہوا۔

علامہ سیہود اور طائر نصاریٰ، عبرانی یا سریانی یا انگریزی زبان کی لغت میں کوئی لسانِ عرب اور تاقوسِ اندماجِ العروس جیسی کتاب تو دکھلائیں، جمال الدین ابن حاجب اور طاعی کا تو ذکر کیا کر دیں میزان و مشعب اور صرف میر و نحو میر جو علم صرف و نحو کی باطل ابتدائی کتابیں ہیں۔ روئے زمین کے علماء سیہود و نصاریٰ، عبرانی و سریانی یا انگریزی زبان کے متعلق کوئی میزانِ مشعب تو دکھلائیں، بطور نمونہ ان چند علوم کا ذکر کر دیا آگے تیس کر لو

یہود اور نصاریٰ سے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ علماء اسلام کا شریعتِ موسویہ اور شریعتِ عیسویہ کے علماء اور فضلاء سے موازنہ کر کے دیکھو صنعتی اور حرفتی ترقی پر نظر نہ کرو یہ علمی اور اخلاقی ترقی نہیں بلکہ یہ کاریگری ہے، اس میں دن بدن اور ترقی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اسلام میں یہ علمی اور عملی اور اخلاقی ترقی سب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی اتباع کی برکت سے ہوتی کیا یہ اسلام کا معجزہ نہیں کہ شریعتِ اسلامیہ کی اتباع کی برکت سے علم و حکمت کے دروازے کھل گئے اور امتِ محمدیہ میں ایسے بے مثال علماء و فضلاء اور اولیاء اور اقیانیا پیدا ہوئے کہ کسی

امت میں ان کی تغیر نہیں۔

چوتھا معجزہ:

وہ غیبی آوازیں ہیں کہ جو بہت سے کاہنوں وغیرہ کو جنگلوں اور سیلابوں میں سنائی دے کر یہ غیبی برحق ہیں جو من جانب اللہ مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور ان ہی کی متابعت میں نجات ہے۔ اس قسم کے معجزات کا بیان خصائص کبریٰ للسید علی میں از ص ۱۱۱۔

پانچواں معجزہ:

یہ ہے کہ شجر اور حجر میں سے ایسی آوازیں سنائی دیں کہ جن میں آپ کی نبوت کی گواہی اور آپ پر سلام تھا اَسْلَامٌ عَلَیْكَ یَا سَرُّوْهُ اللہ اور ایک بار حضور پر نور نے درخت کو بلایا، تو حسبِ احکم حاضر ہو گیا اور جب واپسی کا حکم دیا تو واپس ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انبیاء سابقین کی پیشین گوئیاں

منجملہ دلائل نبوت آپ کی نبوت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گزشتہ انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو بشارتیں دی ہیں کہ آخر زمانے میں ایک کامل نبی ملک عرب میں مبعوث ہونے والا ہے

اور اسی بنیاد پر اہل کتاب اُس آنے والے نبی کے منتظر تھے، اسی لئے بہت سے ذی علم مخلص اہل کتاب جیسے عبداللہ بن سلامؓ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کو سنتے ہی ایمان لے آئے اور بیت سے علماء اہل کتاب آپ کے ظہور سے پہلے ان بشارات کو نقل کرتے تھے۔ امدان بشارات کی صحت کی گواہی دیتے تھے۔ اور لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ نبی آخر الزماں کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا مگر باوجود اس علم اور یقین کے اذراہ حسد و عناد آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور آپ کے دشمن ہو گئے، لکھا قال تعالیٰ

الذین اتیناھم الکتاب یعرفونہم
بعضہم ابناؤ صدوان فزیقا منہم لیکون
الحق وھم یعلمون
جن لوگوں کو ہم نے کتاب یعنی توریت و انجیل دی
وہ آپ کو خوب پہچانتے ہیں کہ یہ وہی نبی ہیں،
جن کی توریت اور انجیل میں بشارت دی گئی کہ

اہل کتاب آپ کی صورت و شکل کو دیکھ کر آپ کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح یہ
اپنے بیٹوں کی صورت و شکل دیکھ کر پہچانتے ہیں اور تحقیق ان میں کا ایک فریق حق کو
چھپاتا ہے، حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں۔

بافرض واقعدیا اگر آپ کی نبوت کی بشارتیں توریت و انجیل میں مذکور نہ ہوتیں تو علماء یہود و نصاریٰ برہمچاریوں کی تردید کرتے اور جن مجلسوں میں جہاں اس قسم کی آیتیں الہی الہی الذی یجعل وہد مکتوباً عندھم فی التورۃ و الانجیل تلاوت کی جاتی تھیں وہاں جا کر کھلم کھلا یہ کہتے کہ یہ سب غلط ہے اور تمام یہود و نصاریٰ کو اس سے آگاہ کرتے بلکہ مشرکین مکہ کو جو آپ کے خاص دشمن تھے ان کو آگاہ کرتے اور جو یہود و نصاریٰ اسلام میں داخل ہو چکے تھے ان کا اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے۔ نیز آپ کا علماء و یہود کے مدارس میں جا کر تمدی کے ساتھ یہ بیان کرنا کہ میں وہی نبی ہوں کہ جس کی توریت و انجیل میں خبر دی گئی ہے، یہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ آپ کو ان بشارتوں کا یقین صادق اور جزم واثق تھا۔

کتاب تاریخ ادسیر میں بتفصیل یہ حالات مذکور ہیں کہ اکثر علماء یہود و نصاریٰ کو صحف سابقہ کی پیشین گوئیوں کی بناء پر اس حضرت سے اللہ علیہ السلام کی پیدائش اور بعثت کا زمانہ معلوم تھا۔

۱۔ چنانچہ سیف ذوالکرم نے عبدالمطلب کو آپ کی پیدائش کے قریب زمانہ میں خبر دی تھی کہ آپ کے خاندان میں نبی آخر الزمان پیدا ہونے والا ہے۔

۲۔ آپ کی عمر بارہ سال کی تھی کہ آپ کو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کا سفر پیش آیا جہاں ایک نصرانی عالم بحیراراہب نے آپ کو دیکھ کر ابوطالب سے کہا کہ اپنے بھتیجے کی خبر داری رکھنا یہ نبی آخر الزماں ہوگا، میں نے کتب سادہ میں نبی آخر الزماں کی جو علامات دیکھی ہیں وہ سب کی سب اس میں موجود ہیں۔ یہودی اس کی جان کے دشمن ہو جائیں گے جس کا مفصل قصہ گزر چکا ہے۔

۳۔ دوسری مرتبہ آپ بچپن سال کی عمر میں دوبارہ تشریف لے گئے، وہاں نسطور اراہب نے آپ کو منظور دیکھا اور فافہ والوں سے کہا کہ یہ شخص نبی آخر الزماں ہوگا۔ ہمارے نوشتوں میں جو علامات خاتم الانبیاء کی کھیں ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔ یہ قصہ بھی ابتداء کتاب میں

مفضل گزر چکا ہے۔

۴۔ پھر ابتداء بعثت میں جب حضرت خدیجہ آپ کو اپنے چچا ناد بھائی درقرین نوفل کے پاس لے گئیں تو یہی کہا کہ یہ وہی نبی آخر الزمان ہیں کہ جن کی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے بشاعت دی ہے، یہ قہقہہ بھی ابتداء کتب میں گزر چکا ہے۔

۵۔ حضرت سلمان فارسی ابتداء مجوسی تھے، اُس مذہب سے بیزار ہو کر یہودی مذہب اختیار کیا، لیکن یہودیت سے بھی قلب کو تسکین میسر نہ آئی تو یہودی مذہب چھوڑ کر عیسائی بن گئے علماء نصاریٰ جو نبی آخر الزمان کی جو پیشین گوئیاں سنیں تھیں وہ خوب یاد تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان آپ کی خبر سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کے چہرۃ اللہ کو دیکھتے ہی پہچان گئے کہ یہ وہی نبی آخر الزمان ہیں کہ جن کی پیشین گوئیاں میں سن چکا ہوں۔ یہ قہقہہ بھی مفضل گزر چکا ہے۔

۶۔ نجاشی شاہ حبشہ نے بھی انبیاء سابقین کی پیشین گوئیوں کے موافق پا کر آپ کو نبی آخر الزمان تسلیم کیا اور مشرف باسلام ہوا، یہ قہقہہ بھی مفضل گزر چکا ہے۔

۷۔ پھر شہر میں جب آپ نے تیسرے روم یعنی ہرق کو دعوت اسلام کا خط لکھا تو اس نے بھی آپ کے حالات دریافت کرنے کے بعد یہ اقرار کیا کہ یہ وہی نبی آخر الزمان ہیں جن کی کتب سابقہ میں خبر دی گئی ہے اور جن کا ہم کو انتظار تھا۔ یہ قہقہہ بھی مفضل گزر چکا ہے۔

تمہیدی امور

قبل اس کے کہ ہم کتب سابقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں اور خبروں کو ذکر کریں بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ طالبان حق کی تنبیہ کے لئے چند امور ذکر کروں تاکہ اہل کتاب کے دھوکے میں نہ آئیں۔
اہلِ اول:

یہود و نصاریٰ کا یہ خیال غام ہے کہ کسی نبی کی نبوت ثابت کرنے کے لئے یہ شرط ہے کہ انبیاء

سابقین نے اس نبی کی آمد کی پیشین گوئی کی ہو اور اس آنے والے نبی کی نشانیاں لوگوں کو بتلائی ہوں کہ جس مدعی نبوت میں یہ نشانیاں پائی جائیں وہ نبی صادق ہے ورنہ کاذب اور پھر علماء یہود و نصاریٰ اپنے اس خود تراشیدہ معیار کی بناء پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ کتب سابقین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی پیشین گوئی نہیں اور جو پیشین گوئیاں علماء اسلام پیش کرتے ہیں وہ حضور پر نور پر منطبق نہیں۔

۱۔ اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ اول تو یہ خود تراشیدہ قاعدہ ہی غلط ہے۔ اثبات نبوت کیلئے نبی سابق کا نبی لاحق کی خبر دنیا ضروری نہیں اس لئے کہ اگر نبی لاحق کی نبوت کا ثبوت نبی سابق کی خبر موقوف ہو تو تسلسل لازم آئے گا۔

۲۔ حضرت حزقیل اور حضرت دانیال اور حضرت اشعیا وغیرہم جن کا نبی ہونا اہل کتاب کے نزدیک مسلم ہے ان کا ذکر اہل ان کی خبر کتب سابقہ میں موجود نہیں معلوم ہوا کہ اصل نبوت کا دار مدار معجزات اور علامات نبوت پر ہے۔ البتہ نبی سابق کا۔ نبی لاحق کے ظہور اور بعثت کی خبر دنیا یہ اُس آنے والے نبی کی جلالت و عظمت شان پر دلالت کرتا ہے۔ رہا انبیاء سابقین کی پیشین گوئیوں کا حضور پر نور پر انطباق سوائے اللہ تعالیٰ ہر بشارت کے ذیل میں خوب واضح ہو چکے گا۔

۳۔ علماء نصاریٰ اس بات پر متفق ہیں کہ انبیاء سابقین نے حضرت مسیح کی آمد کی پیشین گوئی کی ہے مگر یہود کے سلف اور خلف حضرت عیسیٰ کے پیشین گوئیوں کے قطعاً منکر ہیں۔ اور علماء نصاریٰ جن خبروں کو حضرت مسیح کے حق میں بتاتے ہیں یہود ان میں ایسی تاویل کرتے ہیں کہ جن سے وہ خبریں حضرت مسیح پر صادق نہیں آتیں۔

پس جس طرح یہود حضرت مسیح کی بشارتوں کے منکر ہیں اسی طرح نصاریٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں اور پیشین گوئیوں کے منکر ہیں۔

۴۔ نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ اگر نبی سابق نبی لاحق کی خبروں کی صفات اور علامات اور

خصوصیاتِ شخصہ کی ایسی تشریح کر دے کہ اس نبی کو دیکھتے ہی خواص اور عوام کو اس کی نبوت کا بالبداہت یقین آجائے کہ کوئی شبہ کی گنجائش اس میں باقی نہ رہے نبی کی شناخت اگر ایسی یہ بھی ہو جائے تو پھر معجزات اور دلائلِ نبوت اور براہینِ رسالت کی ضرورت نہ رہے گی۔

اہر دوم:

انبیاء بنی اسرائیل میں سے بہت سے نبیوں نے جیسے اشیار اور ارمیاہ اور دانیال اور حزقیل اور عیسیٰ علیہم السلام نے بہت سے آئندہ واقعات اور پیش آنے والے حالات کی خبریں دی ہیں جیسے بخت نصر اور فرخس اور اسکندر وغیرہ کا ظہر ہونا اور زمین اور دم اور مصر اور نیوی اور بابل میں حوادث کا پیش آنا پس عقل سلیم اس امر کو قریب قریب ناممکن کے بجوتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ایسے ایسے چھوٹے چھوٹے حوادث کی تو خبریں اور نبی اکرم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر نہ دیں کہ جس سے بڑھ کر آج تک دنیا میں کوئی واقعہ ہی پیش نہیں آیا۔ معلوم ہو کہ انبیاء سابقین نے آپ کے ظہورِ نافر کے بعد باغزوہ بشارتیں دی تھیں مگر اہل کتاب نے ان بشارتوں کو اپنی کتابوں سے نکال دیا یا بدل دیا اور جو بشارتیں ان کی باقی رہ گئی ہیں ان میں تاویلیں کرتے ہیں۔

اہر سوم:

نصاری کا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین تھے کہ ان کے بعد کسی نبی کا آنا ناممکن ہے اور اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا یہ دعویٰ باطل غلط ہے۔

۱۔ اس نے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد

کوئی نئی نہیں کسی انجیل میں کسی جگہ بھی یہ مذکور نہیں کہ حضرت عیسیٰ خاتم النبیین ہیں

۲۔ نیز حضرت عیسیٰ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میرے آسمان پر چلے جانے کے بعد کوئی پتاجانی نہیں آئے گا۔ بلکہ اپنے بعد ایک آنے والے عظیم الشان رسول یعنی فارقلیط کی بشارت دی اور اس پر ایمان لانے کی تاکید اکیہ کی اور اسی بنا پر علماء اہل کتاب کی فارقلیط کی آمد کے منظر پر ہے جس کا انجیل میں وعدہ کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے مونیٹائرس نے اپنے حق میں فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا اور بہت سے لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔

۳۔ نیز نصاریٰ حواریین اور پولوس کی نبوت کے قائل ہیں حالانکہ یہ سب عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہیں۔

۴۔ کتاب الاعمال کے گیاہوں باب میں لکھا ہے۔

۲۴۔ انہی دنوں چند نئی یروشلم سے اٹھا کر یہ آئے۔

۲۸۔ ان میں ایک نے جس کا نام اگس تھا کھڑے ہو کر روح کے ہدایت سے ظاہر کیا کہ تمام دنیا

میں بڑا کال پڑے گا اور یہ کھڑے ہو کر عہد میں واقع ہوا۔ انتہی

یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ یروشلم سے اٹھا کر یہ چند نئی آئے جن میں سے ایک کا نام اگس اور عربی نسخہ میں آغا بوس تھا اور یہ امر دوسرے کوشن کی طرح واضح ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے پس جب ان کے بعد نئی ثابت ہوئے تو حضرت عیسیٰ کا خاتم النبیین ہونا قطعی غلط ہوا۔

۵۔ نیز پہلے مسیح کے ساتویں باب درس ۱۵ میں حضرت مسیح کی تعلیم اور تنبیہ اس طرح مذکور ہے، مجھ سے

نبیوں سے خبردار رہو۔ الی آخرہ۔

دوسرے سلسلہ کلام چلا گیا جس میں حضرت مسیح نے خبردار کیا کہ میرے بعد بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت ظاہر ہوں گے اور میرے نام سے نبوت کا دعویٰ کریں گے یعنی یہ کہیں گے کہ میں مسیح موعود ہوں دوسرا قادیان کا ایک دہقان کہتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں

تم ان سے خبردار رہنا وہ باطن میں بھاڑنے والے بھڑیے ہیں حضرت مسیح نے اس تعلیم میں یہ قید لگائی کہ میرے بعد جھوٹے مدعیان نبوت کے دھوکے میں نہ آنا اور یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد کوئی نئی نہیں

آئے گا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ مدعیان نبوت کا امتحان کرو پتے کی تصدیق کرو اور جھوٹے کی تکذیب کرو چنانچہ
یہ خاکے پیچے خطا کے باب چہارم میں ہے۔ اسے عزیز و ہر ایک روح کا یقین نہ کرو بلکہ روعوں کو
آزاد کرو خدا کی طرف سے ہے یا نہیں کیونکہ ہیبت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ ۱۶
خلاصہ یہ کہ خود نصاریٰ کے ان نصوص سے یہ امر واضح ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین تھے۔

امر چہارم:

نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ حضرت اسماعیل کی والدہ ماجدہ، کنیز اور باندی تھیں اس لئے شرف اور مرتبہ
میں بنی اسماعیل، بنی اسرائیل کے ہم پڑ نہیں۔

جواب:

اول :- یہود کی معتبر روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت ہاجرہ شاہ مرفوعون کی بیٹی تھیں لڑکی
اور باندی نہ تھیں قرأت کا ایک معتبر مفسر شعلو طو الحق کتاب پیدائش باب آیت اول کی تفسیر میں لکھتا ہے
اَبْتُ بَوَّسَہَا یَا کَبْرَیَا لَسْمَ شَبْعَہُ نَوَّسَارَا امر من تَاب شَبْعَا بَنَی شِفْحَا ذَرَبَتْ
سِرَہَ وَ کَبْرَیَا بَیْتِ اِخْدَیَا ۵
جب اس نے (دو بیویوں شاہ مصر نے) سارہ کی وجہ سے کراوات کر دیکھا تو کہا میری بیٹی کا اس کے گھر میں لڑکی
ہو کر رہنا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔

معلوم ہوا کہ ہاجرہ - دو اصل کنیز اور لڑکی نہ تھیں بلکہ مرفوعون مصر کی بیٹی تھیں جس کو بادشاہ نے حضرت
سارہ کی خدمت کے لئے دیا تھا، بادشاہ نے جب حضرت سارہ کی کراٹیں دیکھیں تو اس کو یقین ہو گیا
کہ سارہ اور اس کا شوہر ابراہیم خدا کا مقبول اور برگزیدہ بندہ ہے اس لئے اس نے حضرت سارہ کا بہت
اعزاز و اکرام کیا حتیٰ کہ اپنی بیٹی ہاجرہ کو حضرت ابراہیم کی زوجیت کے لئے دیدیا تاکہ اس زمانہ کے
رسم و رواج کے مطابق دوسری بی بی، پہلی بی بی کی خدمت گزار بن کر رہے۔

دوم:

یہ کہ محض کنیز ہونا عیب نہیں حضرت یونس علیہ السلام کو غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا خاص کہ جب کہ توریت میں دو عہد لکھے گئے ہیں ایک عبد اسماعیلی اور ایک عبد اسحاقی اور حق تعالیٰ نے دونوں کے حق میں حضرت ابراہیم سے برکت دینے کا وعدہ فرمایا اور حضرت ابراہیم سے حضرت اسمعیل کے حق میں برکت اولاد اور امت عظیم کا وعدہ کتاب تکوین اور باب سوم کتاب الاحوال سے بالکل واضح ہے کہ نبی اسماعیل میں سے ایک عظیم الشان نبی ظاہر ہو گا۔ پس خدا تعالیٰ کے وعدہ برکت کو ذکر کرنا اور وہی اور خیالی عیوب کا زبان سے نکالنا عقلاً و ذہناً مایوس ہے۔

نصاری کو چاہیے کہ روم و کوس و روس و افسطس کے بیٹے وغیرہ کا خیال کر کے شرما میں اور پھر یہود اور زن اور یاء کا حال چرا جب صادر سچ کے بیان میں کرتے ہیں اس کا ذرا بھی خیال کریں تو مذمت سے سر نہ اٹھا سکیں۔

خلاصہ کلام:

یہ کہ حضرت ہاجرہ شاہ مصر کی بیٹی تھیں۔ بادشاہ نے حضرت سارہ کی بزرگی رکھی کہ ان کی خدمت کے ۷۰ بیٹے کیا اور اس زمانے کا رسم و رواج بھی یہی تھا کہ امیروں کو جو بیٹے دیتے تھے تو وہ بمنزل خادمہ کے ہوتی تھی، اسی وجہ سے صحیح بخاری میں یہ لفظ آیا ہے، خادمہ ہاجرہ

نصاری نے بجائے خادمہ کے کنیز اور باندی سے اس کا ترجمہ کر ڈالا جو سراسر بے انصافی ہے۔ حیرت کا مقام ہے کہ علامہ یہود و نصاریٰ نے ان حضرات انبیاء کو جو حضرت مسیح کے سلسلہ اجداد میں ہیں معاذ اللہ معاذ اللہ۔ شرک اور بت پرستی اور زنا کاری اور شرب خوری ہیں میں ملوث سمجھتے ہیں اور ان امور کو قابلِ طعن نہیں سمجھتے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ پر خادمہ کا لفظ موجب طعن سمجھتے ہیں۔

آدم بر سر مطلب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء سابقین کے ہزار ہا پیشین گوئیوں میں سے صرف چند پیشین گوئیاں بطور نمونہ تحریر و تائیل سے بدیہ ناظرین کو دی جائیں۔ باقی اگر تفصیل درکار ہو تو ازانہ الادبام بزبان فارسی اور اٹھلکناحق بزبان عربی ہر دو معتقد مراد ارجمۃ اللہ کی انوی بانی مدرسہ مولویہ مکہ معظمہ قدس اللہ سرہ کی مراجعت کریں۔

بشارت اول۔ از تورات سفر اتسار باب (۱۸) آیت (۱۸)

۱۸۔ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سوا چھا کہا۔ میں اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں تجھ سا بنی بر پاکروں کا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ اُسے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہے گا۔ ۱۹۔ اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری باتوں کو نہیں وہ میرا نام لیکے کہے گا نہ سننے گا تو میں اُس کا حساب اُس سے لوں گا۔ ۲۰۔ لیکن وہ نبی جیسا کہ گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا اور مجھو دوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔ ۲۱۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اس نے کہا ہے واقع نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی“ انتہی

اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ بشارت خاص سرور عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور یہود کا یہ خیال ہے کہ یہ بشارت یروثع علیہ السلام کے لئے ہے اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے ہے، لیکن حق یہ ہے کہ اس بشارت کا مصداق بجز خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ بشارت اُس نبی کے لہو کی ہے کہ جو موعود علیہ السلام

کے ماشا یعنی مانند ہو اور بنی اسرائیل میں سے نہ ہو بلکہ بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمعیل میں سے ہو اور پھر اُس بشارت میں اُس آنے والے نبی کی صفات کا ذکر ہے، اس لئے اہل اسلام کہتے ہیں کہ یہ خاص اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے بچہ درجہ۔

اول:

یہ کہ اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ میں اُن کے یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے تھو سا ایک بنی برہاکروں گا اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نبی، بنی اسرائیل میں سے نہ ہوگا اس لئے کہ یہ خطابات ایک شخص کے ساتھ مخصوص نہ تھے بلکہ بنی اسرائیل کے تمام اسباط اور گروہوں کو تھے، لہذا اس خطاب کی مخاطب مجموع قوم بنی اسرائیل ہوگی اور مطلب یہ ہوگا کہ اس پوری قوم بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک بنی برہاکروں گا جو اس امر کی صاف دلیل ہے کہ یہ نبی بنی اسرائیل میں نہ ہوگا اس لئے کہ اگر یہ نبی بنی اسرائیل میں سے ہوتا تو یہ فرماتے کہ خود تم میں سے ایک بنی پیدا ہوگا۔ کما قال تعالیٰ لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ عَنْهُ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ لَهْ اُورِیْہِمْ نَفَرَاتے کہ تمہارے بھائیوں میں سے وہ نبی ظاہر ہوگا کما قال تعالیٰ خُطَابًا لِبَنِي إِسْرَآئِیْلَ وَجَعَلَ فِیْہِمْ أَنْبِیَاءَ۔

غرض یہ کہ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام بنی اسرائیل کو ایک شخص کے یہ خطاب فرمانا کہ وہ نبی موعود تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اس امر کی صاف دلیل ہے کہ وہ نبی موعود بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمعیل میں سے ہوگا۔ کیونکہ بنی اسمعیل، بنی اسرائیل کے بھائی ہیں، نصاریٰ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے خود بنی اسرائیل ہی مراد ہیں مگر یہ بالکل غلط ہے اور سراسر غلط عقل ہے اور ساری دنیا کے نفعت کے خلاف ہے جب یہ کہا جائے کہ نذیر کے بھائی تو زیدان بھائیوں میں داخل نہ ہوگا بلکہ بھائیوں کے علاوہ ہوگا کیونکہ مضاف الیہ

بالتفاق عطا مضامین سے خارج ہوتا ہے نیز کسی شخص اور اس کی اطاعت کو دنیا کے کسی محاورہ میں بطریق حقیقت یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ اس کے بھائی ہیں پس بنی اسرائیل کے بھائیوں سے بنی اسرائیل کی اولاد مراد لینا ہے سراسر نادانی اور جہالت ہے محاورہ میں یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ زید بنی تمیم کا بھائی ہے اور یہود قوم عاد کے بھائی ہیں اور صام قوم ثمود کے بھائی ہیں یعنی اس قوم کے ایک فرد ہیں لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قوم عاد قوم عاد کے بھائی ہیں اور ثمود ثمود کے بھائی ہیں اور بنو تمیم بنو تمیم کے بھائی اور بنو ہاشم بنو ہاشم کے بھائی ہیں۔

اسی طرح یہ کہنا کہ بنی اسرائیل، بنی اسرائیل کے بھائی ہیں صریح نادانی اور جہالت ہے اور یہ کہنا بنی اسرائیل کے بھائیوں سے ان کی نسل اور اولاد مراد ہے کبھی ہوتی حماقت ہے۔ نیز کتاب پیدائش کے سولہویں باب، دس تیرہ میں بنی اسرائیل کے مقابلہ میں حضرت اسمعیل اور ان کی اولاد کا اس طرح ذکر ہے۔

۱۳۔ وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود باش اختیار کرے گا۔ ۱۷

اور توریت سفر پیدائش کے پچیسویں باب درس ۱۸ میں ہے۔

کہ اسمعیل اپنے سب بھائیوں کے سامنے مر گیا۔ ۱۷

پس ان دونوں جگہ بنی اسمعیل کے بھائیوں سے بالاتفاق بنی عیص اور بنی اسرائیل مراد ہیں اور یہ امر باتفاق یہود و نصاریٰ ثابت ہے کہ خالص بنی عیص میں سے کوئی صاحب نبوت نہیں ہوا اور یہ امر بھی فریقین میں مسلم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جزا اولاد قطورہ سے ہوئی ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے نبوت اور برکت کا کوئی وعدہ نہیں فرمایا۔ البتہ حضرت اسمعیل کے حق میں برکت کا وعدہ فرمایا۔

اہل کتاب کی ایک تحریف کا ذکر:

علماء اہل کتاب نے اس بنیاد میں ایک لفظ یا اضافہ کر دیا ہے خلا تیرے ہی دیر

تیرے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک پیغمبر قائم کرے گا (دیکھو اسی باب کا درس ۱۵ تا کہ یہ بشارت نبی کریم علیہ السلام و التسلیم پر صادق نہ آئے سو جاننا چاہیے کہ یہ لفظ تیرے ہی درمیان سے بعد میں بڑھایا گیا ہے دلیل اس تحریر کی یہ ہے کہ توریت سفر ایشیا باب ۱۵ میں اٹھارہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو خطاب میں الفاظ یہ ہیں، میں ان کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ ۱۵

اس میں تیرے ہی درمیان سے۔ کا لفظ مذکور نہیں اور عجیب بات ہے کہ کتاب الاعمال باب آیت ۲۲ میں اس خبر کا ذکر آیا ہے مگر تیرے درمیان کا لفظ مذکور نہیں۔

نیز حضرت مسیح کے حواریین نے جہاں کہیں بھی اس کلام کو نقل کیا ہے، اس میں یہ جملہ یعنی کہ تیرے ہی درمیان سے کبھی ذکر نہیں کیا معلوم ہوا کہ یہ جملہ الحاقی ہے۔

اذاً اگر بالفرض داں تقدیر تھوڑی دیر کے لئے یہ تسلیم کریا جائے کہ یہ جملہ الحاقی نہیں تو ہو سکتا ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ تیرے درمیان سے یعنی خدا پرستوں کی نسل سے مطلب یہ کہ وہ حضرت ابراہیم حنیف کی نسل سے ہو گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کو مخاطب بنا کر یہ فرمانا کہ ان کے بھائیوں میں سے حق تعالیٰ ایک نبی برپا کرے گا۔ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ وہ بنی اسرائیل نہ ہو گا ورنہ بنی اسرائیل نبی کی خبر دنیا منظور ہوتا تو یہ فرماتے کماں میں سے یا ان کی اولاد میں سے وہ نبی برپا ہو گا ایسی صورت میں بھائیوں کا لفظ بڑھانا محض لغو و فضول ہو گا بھائیوں کا لفظ با د از بلند پکار رہا ہے کہ اس نبی موعود کو ان لوگوں کے ساتھ، علاوہ صلیبی یا بطنی نہ ہو گا، یعنی وہ نبی بنی اسرائیل کی نسل سے نہ ہو گا۔

اذاً ظاہر ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں بنی اسرائیل میں سے

ہیں۔ بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں سے نہیں لہذا یہ دونوں بنی اس بشارت کا مصداق نہیں بن سکتے، اس بشارت کا مصداق صرف وہی بنی ہو سکتا ہے کہ جو بنی اسماعیل میں سے ہو، یقیناً بنی اسرائیل میں سے کوئی پیغمبر اس بشارت کا مصداق نہیں ہو سکتا۔

دوم:

یہ کہ اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا اور ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے مانند نہ یوشع علیہ السلام ہیں اور نہ عیسیٰ علیہ السلام اس لئے کہ یہ دونوں حضرات بنی اسرائیل میں سے ہیں اور توہریت سفر استثناء باب ۳ چوتھیوں اور دس دہم میں ہے کہ بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند کوئی نبی نہیں اٹھا جس سے خداوند آگے سامنے آ سکیں کرتا۔ انتہی۔

علامہ ازیں حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تلمیذ شاگرد تھے اور تبلیغ اور تبوع فاش نہیں ہوتے نیز حضرت یحییٰ اس وقت موجود تھے اور اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ ایک نبی برپا کروں گا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نبی کا وجود زمانہ مستقبل میں ہوگا۔

اور یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے زمانے میں نبی ہو چکے تھے پس وہ اس بشارت کا جس میں آئندہ نبی کی خبر دی گئی ہے کیسے مصداق ہو سکتے ہیں۔

علیٰ ہذا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماضی نہیں اس لئے کہ نصاریٰ حیارمی کے نزدیک تو وہ ابن اللہ یا خود خدا ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ اللہ نہ ابن اللہ بلکہ خدا کے ایک بندے ہیں پس بندے اور خدا میں کیا مماثلت۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ اعتقاد نصاریٰ مقتول و مصلوب ہو کر اپنی امت کے لئے کفارہ ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ مقتول و مصلوب ہوئے اور نہ کفارہ ہوئے۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت حدود و قصاص زنا جبر و تعزیرات مثل و طہارت کے احکام سے ساکت ہے بخلاف شریعت موسویہ کے وہ ان تمام امور پر مشتمل ہے۔ ان نبی

کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مماثلت ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب شریعت مستقل تھے ماسی طرح ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت غرہ بھی مستقل ہے۔ اور اعلیٰ وجہ اقامت حدود و تعزیرات، جہاد و قصاص، حلال و حرام کے احکام کو جامع ہے اور ظاہری احکام کی طرح باطنی احکام یعنی اخلاق بھی جامع ہے۔

جس طرح موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجہ سے نکال کر عزت دی، اس سے ہم جہاننا مذہبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کو روم اور فارس کی قید سے چھڑ کر اللہ کا کلمہ پڑھایا اور قیصر و کسریٰ کے خزان کی کنیاں اُن کے سپرد کیں۔ نیز جس طرح حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صلح کیا اسی طرح ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی انبیاء سابقین کی سنت نکاح پر عمل فرمایا۔ اور اسی مماثلت کی طرف قرآن کریم کی اس آیت میں اشارہ ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكَ رَسُوْلًا مِّنْ اَشْهَادًا
عَلَيْكُمْ مِّمَّا اَرْسَلْنَا اِلَى الْاَوَّلِيْنَ وَمِثْلًا لَّكَ
ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا تم پر گواہی دینے والا جسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی اس مماثلت کا دعویٰ بھی نہیں فرمایا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ مماثلت سے یہ مراد ہے کہ وہی سرور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔ تو اس صحت میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یوشع علیہما الصلوٰۃ والسلام کی کیا تخصیص ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں ہزاروں نبی پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے ہر نبی انبیاء بنی اسرائیل میں سے اس بشارت کا مصداق بن سکتا ہے اور اگر حضرت عیسیٰ اور حضرت یوشع علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لئے کسی وجہ میں مماثلت تسلیم کر لی جائے تو اس مماثلت کو اس مماثلت سے کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل ہے کوئی نسبت نہیں۔

(۱۶۰)۔ موم یہ کہ اس نشانت میں یہ بھی ذکر ہے کہ میں اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور

یعنی اُس ہی پر الواح قرأت و زبور کی طرح لکھی ہوئی کتب نازل نہ ہوگی بلکہ فرشتہ اللہ کی وحی نے کرنا مل

بجائے اس کے کہ کسی قسم کے عداوتہ فوجہ پیش آتا آپ کی شان و شوکت بلند ہوتی گئی۔ پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اگر وہ نبی موعود نہ ہوتے تو ضرور قتل کئے جاتے۔ ہاں حسب زعم انصاری حضرت
عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مقتول و مصلوب ہوئے۔ پس اگر حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
اس بشارت کا مصداق قرار دیا جائے تو علیٰ زعم انصاری عیاضاً باللہ ان کا کاذب ہر نالایم آتا
اور قرآن عزیز میں بھی اس طرح اشارہ ہے، کما قال اللہ تعالیٰ شانہ :

وَكُلُّكُمْ اِلٰهٌ اَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۚ لَقَدْ كَذَّبْتُمْ اَن تَكُوْنُوْا اِلٰهًا ۚ اِذْ اَنۡتَدٰى قَتْلُكُمْ فَخَفِعَ
اَلۡحٰیوۃَ وَضَعَفَ الْمٰکٰتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ
عَلٰیکَ نَصِیْرًا ۚ وَکُوْنُوْا عَلٰی بَعْضِ
اَلۡہَا قٰوِمِیْنَ ۚ اَلَا تَتَذٰکُرُوْنَ ۚ اَلَا یَسْمَعُ
سَمِیْعٌ لِّقَطَعِ مٰمِنَہُ ۚ اَلَا یَسْمَعُ ۙ
اور ان کی شدت کو کاٹ دیتے۔

(ایک ضروری غلبہ) بیویں درس میں جو یہ مذکور ہے کہ وہ نبی اگر مجھ پر جھوٹ باندھے
تو وہ ڈالا جائے گا۔ سو جاننا چاہیے کہ قتل ہر نامی الاطلاق صادق ہونے کی دلیل نہیں ورنہ ان
انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کہ جو دشمنوں کے ہاتھ سے قتل کئے گئے زیر تامل ہوگی
کہا قال اللہ تعالیٰ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیِّیْنَ بِالۡحَقِّ ۚ اَخْصَوْا نَصَارَیْ ۚ کُوْنُوْا اُفۡکٰرَ فٰسِقَہِ ۚ
بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنا بہت دشوار ہو جائے گی۔

بکہ خاص اس نبی موعود کا قتل ہر نامی الاطلاق صادق ہونے کی علامت ہے، جیسا کہ قرأت کی
اس عبارت سے ظاہر ہے : ”وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے گا اچھا“ وہ قتل کیا جائے گا۔ ۱۰۔ دونوں جدولوں
میں وہ کی ضمیر خاص اُس نبی موعود کی طرف راجع ہے اگر یہ حکم مطلق نبی کے حق میں ہو تو معاذ اللہ حضرت
زکریا اور حضرت یحییٰ جھوٹے نبی ٹھہرتے ہیں۔ اور انصاری کے عقیدہ کی بنا پر چونکہ حضرت عیسیٰ مقتول اور

مطلوب ہونے کو وہ بھی ماذ اللہ جھوٹے ٹھہرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ خبر خاص اس نبی موعود کے حق میں ہے کہ جس کی یہ بشارت دی گئی ہے، اگر اس خبر کو مطلق نبی کے حق میں مانا جائے تو یہود بے بہبود و جرح حضرت عیسیٰ کو نبی نہیں مانتے ان کو اپنے کفر کے لئے ایک دلیل ہاتھ آجائے گی۔

ششم یہ کہ اس بندت میں یہ بھی ملتی ہے کہ اس نبی موعود کے صادق ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کا کلمہ ہر آدمی کا سینہ میں کی تمام چین گریاں صادق ہوں گی۔ سوا الحمد للہ ہم الحمد للہ کہ اس صادق مصدق کی کوئی پیشین گوئی آج تک ذرہ بذر بھی غلط ثابت نہیں ہوئی، اور ہم پورے دعوے کے ساتھ یہ بانگ دہلی اعلان کرتے ہیں کہ قیامت تک بھی کوئی حاسد اس صادق مصدق کی کسی پیشین گوئی غلط ثابت نہیں کر سکتا۔

اور یہ وصف قرآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا نمایاں اور اجلی تھا کہ آپ کے دشمنوں اور حاسدوں کو بھی بجز صادق امین کہنے کے کوئی چارہ نظر نہ آتا تھا۔
کوئی مالے یا نہ مانے

یہ گنگار انت تو اس نبی اقی فداء نفسی دلی ماتی کے صادق مصدق ہونے پھر غش
حمد و حمد سے بدرجہا نادر تعین رکھتا ہے اور اس خدا سے وعدہ لا شریک لہ کی قسم کھانے والوں کو
اور اس کے تمام طاغوت کو گواہ بنا کر ہمیں طلب ہدایتوں اعتقاد سے یہ تصدیق اور اقرار کرتا ہے کہ بے
شک و شبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صادق الاولین والآخرین ہیں۔ اللہم یتبت لنا علی ذلک اصابین
آخر یہ کہ کتاب الاموال باب سوم آیت ہفتم کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ
نبی منقرض عین اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و السلام بلکہ تمام انبیاء کرام کے علاوہ ہے۔

وہ عبارت یہ ہے :

اب اے بھائیوں جاننا ہوں کہ تم نے یہ نادانی سے کیا جیسے تھکے سر واروں نے
بھی بہرین ہاتھوں کی خدا نے اپنے سب نبیوں کی زبان سے آگے سے فری تھی کہ مسیح
ذکھاٹھائے گا سو پوری کریں۔ ۱۹۔ پس تو کہہ دو کہ وہ نبی جو کہ تھکے گناہ مٹائے جائیں

کہ خداوند حضور تبارک و تعالیٰ انعام فرمائے۔ ۲۰۔ ابراہیم علیہ السلام کو بھیجیے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی۔ ۲۱۔ ضرور ہے کہ آسمان اُسی لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے ان سب پاک نبیوں کی زبانی شروع کیا اپنی حالت پر آویں۔ ۲۲۔ کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی تیری مانند اٹھا دے گا جو کچھ وہ کہے اس کی سب سنو۔ ۲۳۔ اور ایسا ہو گا کہ ہر نفس کہ جو اس نبی کی نہ ٹھنڈے و گرم سے نیت کیا جاوے گا۔ ۲۴۔ بلکہ سب نبیوں نے سوا میں سے لیے پھیلوں تک جنہوں نے کلام کیا ان دونوں کی خبر دی ہے۔ ۲۵۔ تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے جو خدا نے باپ دادوں سے باندھا ہے جب ابراہیم سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرنے برکت پاویں آہ

اس جلدت میں اول حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت اور ان کی اس تکلیف کا جو ان کو علیٰ زعمہم یہود و نصاریٰ اللہ سے پیش آئی ذکر ہے۔ اور ان کے نزول من السماء کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد اس نبی کی بشارت کا ذکر ہے کہ جس کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبی اسرائیل سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

خداوند عالم تمہارے بھائیوں یعنی نبی اسماعیل میں ایک نبی بھیجے والا ہے، اور علاوہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام نبیوں نے اس نبی موعود کے آنے کی خبر دی ہے اور جب تک یہ وعدہ ظہور میں نہ آئے گا اس وقت تک یہ زمین و آسمان ضرور قائم رہیں گے اور اُسی زمانے میں خدا کا وہ عہد بھی پورا ہو گا کہ جو اس نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تھا کہ تجھ سے دنیا کے سارے گھرانے برکت پاویں گے۔

الحاصل حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت کا ذکر کر کے یہ کہا (سو پوری کریں) اور

جس نبی کی موسیٰ اور ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام اور تمام انبیاء کرام علیہم الف الف صلوٰۃ والسلام
الف سلام نے بشارت دی ہے، اس کے انتظار کرمان الفاظ سے ظاہر نہ کہ ضرور ہے کہ آسمان
اس کے لئے رہے کہ اس وقت کہ سب چیزیں کہ جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی
شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں "اھ

اس امر کی صاف دلیل ہے کہ یہ نبی مقرر اور رسول مقرر ان تمام انبیاء و رسل کے علاوہ ہے
جو حضرت موسیٰ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام تک گزرے۔ لہذا اس بشارت کا
مصدق حضرت موسیٰ سے حضرت عیسیٰ کے زمانے تک کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ پس حضرت یحییٰ
یا حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کو اس بشارت کا مصداق قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔
ہشتم یہ کہ انجیل یوحنا باب اول آیت انیسویں میں ہے۔

”جب یہودیوں نے یروشلیم سے کاہنوں اور لادویوں کو بھیجا کہ اس کو پوچھیں کہ تو کون
ہے اور اس نے اقرار کیا کہ اور اس کا رد کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں تب انہوں نے
اس سے پوچھا تو اس کو نہ کیا تو ایسا ہے اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو
وہ نبی ہے اُس نے جواب دیا نہیں“ اھ

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کو حضرت مسیح اور ایلیا علیہما الصلوٰۃ والسلام کے سوا بھی
ایک نبی کا انتظار تھا۔ اور وہ نبی اُن کے نزدیک ایسا معروف و معروف تھا کہ اس کے نام کے ذکر کرنے
کی بھی حضرت مسیح اور حضرت ایلیا کے نام کی طرح حاجت نہ تھی۔ بلکہ فقط ”وہ نبی“ کا اشارہ ہی
اُس کے لئے کافی تھا۔

پس اگر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اس بشارت کا مصداق تھے تو پھر اُن کو انتظار کس کا تھا
وہ نبی جس کا کہ اُن کو انتظار تھا وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اسی وجہ سے کہ
اہل کتاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ”وہ نبی“ کا لفظ استعمال کرتے تھے اس لئے ہمیشہ
سے اہل اسلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آں حضرت (جو بعینہ وہ نبی کا ترجمہ ہے) بولتے ہیں۔

نہم یہ کہ انجیل پر خائب نہم کی آیت چلم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی موعود حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ہے چنانچہ انجیل میں ہے۔
 ۴۴۔ تب آن لوگوں میں سے پیغمبروں نے یہ سن کر کہانی کی حقیقت یہ وہ نبی ہے۔

اور انہوں نے کہا یہ مسیح ہے۔ ۱۵
 نبی مہمود کو حضرت مسیح کے مقابلے میں ذکر کرنا اس کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ وہ نبی مہمود حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ہے۔ پس اگر ”وہ نبی“ سے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہوں تو پھر وہ کون نبی ہے کہ جس کا انتظار تھا۔

”نہم“ آپ کے عہد نبوت میں بہت سے علماء یہود و نصاریٰ اس امر کا احترام کیا کہ آپ وہی نبی برحق ہیں جن کی عہد نبی علیہ السلام نے بشارت دی ہے اور آپ ہی اس بشارت کے مصداق ہیں بعد ازاں ان میں سے بہت سے اسلام لائے جیسے خضر بنی اسرائیل اور صفا طرہوی عیسائی اور بہت سونے انرا کیا کہ اسلام نہیں لانے چھے مگر شاہ نہم اور عبد اللہ بن مسویا یہودی وغیرہ مانے اقرار کیا کہ آپ وہ نبی برحق ہیں جن کی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے بشارت دی ہے مگر اسلام نہیں لائے۔

بشارت دوم، از تورات کتاب پیدائش باب ۱۱ آیات ۱۰ تا ۱۲

انجیل کے حق میں میں نے قبری شکی دیکھ میں اُسے برکت دوں گا اور اُسے برومند کروں گا اور اُسے بہت بڑھوں گا اور اُس سے ہمہ سوار پیدا ہوں گے اور میں اُس سے بڑی قوم بناؤں گا

اور اسی باب کی آٹھویں آیت میں ہے۔
 اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا نام ملک جس میں تیرے پر موی ہے، دیتا ہوں اور کتاب پیدائش کے باب ۱۱، آیت ۱۱ میں ہے۔

خداوند کے فرشتے نے اُسے (ابراہیم) کو کہہ کر مخاطب ہے اور ایک بیٹا تجھے گی اس کا نام

انہیں رکھنا خدا نے تیرا دل کھن لیا و دوحشی آدمی ہو گا اس کا ہاتھ سب سے زبرد
 ہو گا اور سب کے ہاتھ اس کے بر خلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے
 سامنے بزدل باش کرے گا۔ اتنی
 اور باب ۲۵، آیت ۱۱ میں ہے۔

آپ کے فرزند اسحاق کو اللہ نے برکت دی۔ آہ

الحاصل حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیم سے حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہم الصلوٰۃ
 والسلام کی بابت وعدہ فرمایا کہ ان کو برکت دے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اول حضرت اسحق کی اولاد
 نے برکت حاصل کی اور تقریباً کئی ہزار سال تک اس سلسلہ نبوت و رسالت آپ کی اولاد میں جاری رہا اور
 حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک برابر حضرت اسحق کی اولاد میں انبیاء و رسل ہوتے رہے۔

بعد ازاں جب دوسرے وعدہ کا وقت آگیا تو شریف نبوت و رسالت بحسب بنی اسرائیل سے
 بنی اسماعیل کی جانب منتقل ہو گیا اور علمائے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور فاران کی چوٹیوں
 سے اور سینا اور سعیدہ کا نور فاران پر چمک لگے گا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء وہو العزیز
 ذوالفضل العظیم

تورات سفر پیدائش باب ۱۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
 حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو حجاز میں لے کر آئے اور وادی فاران میں مکہ مکرمہ کے قریب چھوڑ کر
 واپس ہو گئے۔

حضرت سارہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اسی وادی نلدان میں
 واپس تشریف لائے۔ اس عرصہ میں حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جوان ہو چکے تھے۔ دونوں نے
 مل کر کعبۃ اللہ کی تعمیر شروع کی کما قال تعالیٰ تبارک و تعالیٰ۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ
 الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ
 اس وقت کو یاد کر جب حضرت ابراہیم اور حضرت
 اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے

اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ رَبَّنَا
وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ
ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً
لَّكَ ط ۱

تھے اور یہ دعا مانگتے تھے کہ اے پروردگار یہ نعت
تویم سے قبول فرما۔ تو بے شک سننے والا اور جاننے
والا ہے اور اے پروردگار ہم کو اور ہماری ذریت
سے ایک جماعت کا پانفرماں بنانا۔

ناظرین غور فرمائیں کہ اس مقام پر کس کی ذریت مراد ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی ذریت مراد ہے جو کہ وادی غار ان اور حرم الہی اور کعبۃ اللہ کے آس پاس مقیم ہے، اسی ذریت
کے لئے حضرت ابراہیم نے اول یہ دعا فرمائی، سُبَّانَا وَاجْعَلْنَا اِمَّةً اور دوسری دعا یہ فرمائی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَاۤىٕ فِي هَذِهِ الذُّرِّيَّةِ
ذُرِّيَّةً هَادِجَةً وَّاسْعِلَ عَلَيْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ اٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
اَلْكِتٰبَ وَالحِكْمَةَ وَزَيَّرَ لَهُمُ اَنَّا اَنْتَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيْمُ ط ۲

اے پروردگار تو مجرمہ اور اسماعیل کی ذریت
میں ایک ایسا رسول بھیج جو تیری کتاب کی
تلاوت کرے اور لوگوں کو کتاب و حکمت
کی تعلیم دے اور ان کو کفر اور شرک سے پاک
کے بیشک تو ہی غالب اور حکیم ہے۔

حق تعالیٰ نے جن طرح قرآن کریم اس دعائے ابراہیمی کا ذکر فرمایا ہے اسی طرح اس کی
اجابت کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاُمِّيَّاتِ رُسُلًا مِنْهُمْ
يَتْلُو عَلَيْهِمْ اٰتِہٖ وَزَيَّرَ لَهُمُ وَيُعَلِّمُهُمُ
اَلْكِتٰبَ وَالحِكْمَةَ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَبْلُ
لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ط ۳

اللہ ہی نے جسے پڑھوں میں اُن ہی میں کا ایک
رسول بھیجا جو ان پر خدا کی آیتوں کی تلاوت کرتا
ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت
کی تعلیم دیتا ہے اور وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا
تھے۔

یہ کہ فارمین کلام اس پر غور کریں کہ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
خلافہ علیہ السلام سے زائد کون با برکت اور بردمند ہوا اور کھان کی زمین کس کی وراثت میں آئی

اور حضورِ نبی نور کے سوا کون ہے کہ جس کا ہاتھ سب کے اُپر رہا ہو اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں دی گئی ہوں۔

اور بارہ سرداروں سے بارہ خلفاءِ مراد میں کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 یدور دحی الا سلاما لی اثنی عشر اسلام کا ریحی (حسبی) بارہ خلفاء پر گہوئے
 خلیفۃ کلّہم من قریش جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

اس علیم و حکیم نے اپنی حکمت بالغہ سے اسحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد
فائدہ جلیلہ کو اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پر برکت دینے میں اس وجہ سے متہم
 رکھا کہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے والے تھے
 پس اگر حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وعدہ کو متہم کر دیا جاتا تو پھر اسحق علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی اولاد سے سلسلہ نبوت و رسالت منقطع ہو جاتا، اس لئے کہ خاتم الانبیاء و المرسلین کے بعد کوئی
 نبی و رسول نہیں بنایا جاسکتا۔

اور اسی وجہ سے کہ اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ہجرت نبی ہوں گے تو نبی اکرم صلی
 اللہ علیہ وسلم کو اس انعام کی تذکیر ان الفاظ سے کی گئی۔

اِذْ جَعَلْنَا فِيْكَ مَوْءِدًا ۝۱۰ ”تم میں حق تعالیٰ نے بہت فی پیدائش“

اور حضرت ابراہیم نے جو حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لئے دعا فرمائی تو یہ فرمایا

”رَبِّیْ اَوْثَقْ فِیْہِمْ رَسُوْلًا“ یعنی اے پروردگار ان میں ایک عظیم الشان رسول بھیج

اور یہ نہیں فرمایا رَبَّنَا اَوْثَقْ فِیْہِمْ رَسُوْلًا یعنی اے اللہ ان میں بہت سے رسول اور

نبی بھیج

جس سے صاف یہ معلوم کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی اسماعیل میں سے صرف ایک ایسے
 رسول کے مبعوث ہونے کی دعا فرماتے تھے کہ جس کے آنے کے بعد کسی نبی اور رسول کی حاجت نہ رہے۔
 صحیفہ مفرد کے ساتھ ذکر فرمایا رَسُوْلًا صحیفہ جمع کے ساتھ نہیں ذکر فرمایا۔

وَعَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى رَبَّنَا
وَأَبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ لِنُفِي امَّة
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ لَمْ
قَدْ اسْتَجِيبَ لِلَّهِ وَهُوَ كَأَنَّ فِي اخِرِ الزَّمَانِ
وَكَذَا قَالَ السُّكْدِي وَتَقَادَرَتْ قِيَرَانُ بَعْضِهِمْ
ابو العالیہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے
یہ دعا فرمائی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ
تو اللہ کی جانب سے یہ کہا گیا کہ تمہاری دعا قبول
ہوئی، یہ پیغمبر اخیر زمانے میں ہوگا۔ ایسا ہی سُدی
اور قتادہ سے مروی ہے۔

هُوَ كَأَنَّ فِي اخِرِ الزَّمَانِ سے خاتم النبیین ہر زمانہ مراد ہے اور اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
یہ ارشاد اَنَا دَعُوهُ اَبْنِي اِبْرَاهِيمَ یعنی میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا رہوں؟ اسی طرف مغیرہ ہے۔
اور اسی وجہ سے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا راست محمد یہ بزرگوار انسان احسان
ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ كَا بَرِّحَنًا
اس احسان کے شکر میں امت پر لازم ہو گیا۔

یہ کہا جائے کہ تمام انبیاء و رسل میں سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صلوٰۃ والسلام کے
کے لئے مخصوص کرنا ان کی اس دعا کی اجابت ہے۔ رَبِّ هَبْ فِي حُكْمِنَا وَالدِّينَيْنِ بِالْقَصَائِينِ وَ
اجْعَلْ لِي بَيِّنَاتٍ مِنْ اٰخِرِيْنَ اِنَّكَ خَيْرُ مَنْ تَعَالَى نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم و حکمت بھی
عطا فرمائی اور صالحین میں بھی داخل فرمایا، اور آخر میں یعنی اس آخری امت میں کَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ
کے ذریعے سے ان کا ذکر خیر جاری فرمایا اور انشاء اللہ العزیز الی یوم القیامۃ اسی طرح جاری رہے گا۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ خَيْرُ مَنْ تَعَالَى

اچھو کہ حضرت ابراہیم سے برکت دینے کا وعدہ تھا اس لئے کَمَا بَارَكْتَ کا اور اضافہ کر دیا گیا۔
اور عجب نہیں کہ ان بارہ سرداروں سے کہ جن سے غطفاء مراد لئے گئے تھے ختم نبوت کی طرف اشارہ
ہو، یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری نہ رہے گا بلکہ غلامت و نیابت

کا سلسلہ جاری ہوگا اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے امت سے صوفی خلافت کے جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا نبوت و رسالت کا کسی درجہ میں بھی وعدہ نہیں فرمایا کَمَا قَالَ تَعَالَى

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ هَلْ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَةَ النَّبِيِّ بَعْدِي ثَلَاثُونَ عَامًا وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّهُ بَنُو إِسْرَءِيلَ تَوَسَّسَهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ - رواه البخاري

جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے عمل صالح کئے اُن سے اللہ تعالیٰ نے خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت کی خلافت میرے بعد بیس سال رہے گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا انتظام ان کے نبی کیا کرتے تھے جب کوئی نبی گزر جاتا تو دوسرا نبی اس کے قائم مقام ہو جاتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا خلیفہ ہوں گے۔ (بخاری)

بشارت سوم، از تورات سفر استثنیٰ باب ۳ آیت ۲

جَاءَ الرَّبُّ مِنْ سِينَاءَ وَأَشْرَقَ لَهُمْ مِنْ سَاعِیْرَ وَتَلَّاءَ مَلَأَهُ مِنْ جِبَالٍ فَأَرَانِ ذَا قَى مِنْ رِبَوَاتِ الْقُدْسِ دَعْنِ عֵינֵה נָא رְשִׁיעָה ۱۷

اور الجہاب الفصح میں بعض نسخ تورات سے اس طرح نقل کیا ہے۔

جَاءَ الرَّبُّ مِنْ سِينَاءَ وَأَشْرَقَ لَنَا مِنْ سَاعِیْرَ وَاسْتَلْطَنَ مِنْ جِبَالٍ فَأَرَانِ ۱۷

اور اردو نسخہ میں اس طرح ہے ۲ اور اس نے (یعنی موسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ خلدو بیٹیاں سے

آیا اور میرے اُن پر طلوع ہوا۔ غار ان ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ

آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت اُن کے لئے تھی۔ آم

تین بشارتیں مذکور ہیں (۱) طور سینا پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس آیت میں کو تورات کا عطار ہونا مراد ہے (۲) اور سایہ ایک پہاڑی کا نام ہے کہ جو شہر

ناصرہ مولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں واقع ہے۔ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور نزولِ انجیل کی طرف اشارہ ہے (۱۳) اور فاران سے مکہ کے پہاڑ مراد ہے۔ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نزولِ قرآن کی جانب اشارہ ہے۔

فار حرار اسی فاران پہاڑ میں واقع ہے جس میں سب سے پہلے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ
کی ابتدائی پانچ آیتیں آپ پر نازل ہوئیں تو ریت کتاب پیدائش کے اکیسویں باب دس ۲۰ میں حضرت
ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کے ذکر میں ہے۔

۲۰۔ اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا کیا اور تیرا انداز ہو گیا۔

۲۱۔ اور وہ فاران کے بیابان میں رہا۔ انتہی

اور حضرت اسماعیل کی سکونت کا مکہ مکرمہ میں ہونا سب کو مسلم ہے معلوم ہوا کہ توریت کی اس
آیت میں اُس نبوت کی بشارت ہے جو فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوگی اور کوہِ ودشت کو اپنے
نور سے بھر دے گی، اب ناظرین خود دیکھ لیں کہ سوائے نبوتِ محمدیہ کے وہ کونسی نبوت ہے کہ جو
فاران سے ظاہر ہوئی اور اس نے تمام عالم کو انوارِ ہدایت سے منور کر دیا۔ فاران کی نبوت بلاشبہ سینا
اور ساعیر کی نبوت سے کہیں زیادہ روشن تھی اور آتشِ شریعت سے بھی قرآنِ کریم مراد ہے اس لئے
کہ وہ احکامِ جہاد اور احکامِ حدود و قصاص پر مشتمل ہے اور دس ہزار قدوسیوں سے لشکر ملائکہ
مراد ہے۔ یا اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے وقت و دن ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکہ پر حاکم بنا کر آیا ہے۔
اور حضرت یحییٰ کے ساتھ بقول نصاریٰ صرف بارہ حواری تھے اور وہ بھی سب جان بچ کر بھاگ
گئے اور ایک خاص حواری یہود نے تیس دم رشوت لے کر اپنے خداوند کو گرفتار کرادیا تھا۔

اور اس بشارت کی حق ترتیب اور حتم بیان قابلِ غور ہے۔ اول یہ فرمایا جَاءَ النَّبِيُّ
سَيْنَا، خداوندِ سینا سے آیا۔ اور اس کے بعد یہ فرمایا۔ وَ أَشْرَقَتْ مِنْ سَاعِيرٍ سَاعِيرٌ طُلُوعُ
اور اخیر میں یہ فرمایا وَ اسْتَفْلَكُنْ مِنْ جِبَالِ فَارَانَ کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا۔ جس سے مقصد یہ
ہے کہ نزولِ تورات بمنزلِ طُلُوعِ فُجْرِ کے ہے۔ اور نزولِ انجیل بمنزلِ طُلُوعِ شَمْسِ کے ہے اور نزولِ

قرآن بمنزلہ استواء خمس فی نصف النہر ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کفر کی تاریک شب کا خاتمہ اور پیل چھٹک ایمان و ہدایت کی صبح صادق کا ظہور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ہوا۔ اور فرعون اور قارون اور ہامان جیسے ائمہ الکفر عذاب الہی سے ہلاک ہوئے۔

اور جب حضرت یسح بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہوا تو آفتاب ہدایت بھی افق مشرق پر نکلا ہر ہوا اور حب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو آفتاب ہدایت ٹھیک نصف النہار پر آگیا اور کوئی چپہ زمین کا ایسا باقی نہ رہا کہ جہاں اس آفتاب کی روشنی نہ پہنچی ہو اور قرآن عزیز میں بھی اس بشارت کی طرف اشارہ ہے۔

(وَالَّتَيْنِ وَالَّتِي يُثَوِّنُ وَطَوْسِ سَيِّدَيْنِ وَهَذَا الْبَلَدُ الْأَمِينُ عَلَيْهِ)

قیمن اور زمہ تو حق چونکہ ارض مقدس میں پیدا ہوتے ہیں جس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے اس نے اس سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کی جانب اشارہ ہے اور بلد امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے کہ جس سے آفتاب نبوت و رسالت کا طلوع ہوا۔

حق تعالیٰ شانہ نے مکہ کی عصمت اکامین ذکر فرمائی ہے جس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ سردار عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خزانہ الہی کے ویرتیم ہیں کہ بطور امانت اس بلد امین کے سپرد کر دئے گئے ہیں۔ بلد امین نے تریپ سال تک اس ویرتیم اور امانت الہی کی حفاظت کی مگر جب وقت بہت ہی نازک ہو گیا تو اس وقت بلد امین نے بادل ناخواستہ یہ امانت مدینہ طیبہ کے سپرد کر دی۔ کذا فی ہدایۃ الحیاری

الحاصل اس کلام میں تین بیغیروں کی بشارتیں دی گئیں: اور بشارت کا اختتام خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک پر ہوا تاکہ ختم نبوت کی طرف اشارہ ہو جائے۔

مخالفین کہتے ہیں کہ فاران سینار کے ایک علاقہ کا نام ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

چونکہ اس علاقہ میں ظاہر نہیں ہوئے اس لئے یہ بشارت اُن کے حق میں نہیں سمجھتی۔ جواب یہ ہے کہ،
 قورات کتاب پیدائش باب الکیماں از دس ۱۳ تا دس ۲۱ میں لکھا ہے کہ نبی بی ماجرہ اور
 حضرت اسماعیل بی بی سارہ کے ناراضی ہو جانے سے اربعین مقدس کو چھوڑ کر دشت فاران میں سکونت
 پذیر ہوئے جس کی بنا پر فاران وہی مقام ہوگا جو حضرت اسماعیل اور ان کی اولاد کا سکونت گاہ ثابت ہوا۔
 اور یہ امر رسالت متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی بی ماجرہ اور حضرت اسماعیل وادعی حجاز کے
 اُس میدان میں مقیم ہوئے جہاں اس وقت مکہ آباد ہے اور یہیں آپ کی اولاد بھی قیام پذیر ہوئی محرم
 ہوا کہ فاران علاقہ سینا کے کسی پہاڑ کا نام نہیں بلکہ مکہ مکرمہ کے پہاڑ کا نام ہے جہاں حضرت ماجرہ اور
 حضرت اسماعیل کی سکونت تھی۔

سامری قورات کے عربی ترجمہ میں جس کو علامہ جرمن نے ۱۸۵۷ء میں بمقام گائنگن چھپوایا
 ہے، حضرت اسماعیل کی سکونت گاہ کے متعلق تحریر ہے وسکن فی بساتین فاران رای الحجاز
 واخذت لہ امرأۃ من اہل مصر (کون الدینا ۲۱-۲۲)

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام سمویل نبی کے وفات کے بعد دشت فاران میں تشریف
 لے گئے اور وہاں آپ نے ایک زبور تصنیف کی جس میں نہایت افسوس کے فرائض ہیں کہ میں قیدار
 کے قیام گاہ میں سکونت پذیر ہوں دیکھو سمویل نبی کی پہلی کتاب باب ۱۱ دس ۱۲ اور دیکھو زبور ۱۲۰
 درس پنجم۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قیدار فاران میں رہتا تھا۔ قیدار حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کے دوسرے فرزند ہیں۔ اشیا پیغمبر کے صحیفہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اور اس کی اولاد مغربی ملک میں
 رہتی تھی۔ بطلیموس نے حجاز کا وسطی علاقہ اُس کی جائے سکونت بتایا ہے اس بنا پر یہ امر ثابت ہے کہ
 دادی حجاز اور فاران دونوں ایک ہی مقام ہیں، جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور گتیں ہوا
 جو حجاز کا مشہور شہر ہے کذا فی البشاشات الاحمدیہ اور آتش شریعت سے مراد یہ ہے کہ وہ

صلی: یہ رسالہ جناب حکیم سید محمد شریعت صاحب قادری حیدر آبادی کی تصنیف ہے، رجالہ کل (۳۲) صفحات کا ہے
 اور مینہ اور مرقر ہے جسٹور اور انتخاب سے پاک ہے ۱۲۰۰ء

شرعیات احکام حیات و قصاص و حدود و تعزیرات پر مثل ہوگی اور اس کی بہت دنیاوی بادشاہت ساتھ
لئے ہوگی۔ اور حضرت عیسیٰ کی بہت دنیاوی بادشاہت کو ساتھ لئے ہوئے نہ تھی اور نہ وہ مجرمین سے
انتقام پر تیار تھے۔

بشارت چہام۔ از تورات سفر استشنا باب (۳۳)، آیت (۲۱)

انہوں نے اس کے سبب سے جو خدا نہیں کچھ غیرت دلائی اور اپنی دایہات
باتوں سے مجھے غصہ دلایا۔ سو میں بھی انہیں اُس سے جو گردہیں نہیں غیرت میں ڈالوں گا
اور بے عقل قوم سے انہیں خفا کروں گا، ۱۰۷

اس بشارت میں بے عقل قوم سے جہلائے عرب مردوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
بعثت سے قبل جہات اور گمراہی میں مبتلا تھے۔

علوم عقلیہ و شرعیہ نے اقصیت تو دیکھ کر انسان کو تو سوائے بت پرستی کے اور کسی شے کا علم نہ تھا۔
یہود اور نصاریٰ اُن کو بہت حقیر جانتے تھے۔ اُن کو جاہل اور اپنے کو عالم کہتے تھے۔

لیکن جب یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل کی اہل تعلیم کو جھلا دیا اور یہائے توحید کے شرک
میں مبتلا ہو گئے۔ گمراہی کا لالچ لیا۔ وَ قَالَتِ الْيَهُودُ وَ النَّصَارَىٰ ابْنُ الدَّارِ قَالَ
الْانصَارِ فِي الْمَسِيحِ ابْنُ الدَّارِ۔ ملکہ یہود نے عزیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور نصاریٰ نے
عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا اور خدا کا بیٹا بنا لیا۔ اُس وقت عزیٰ مطلق حق جل جلالہ کی غیرت
جوش میں آئی اور حسب وعدہ انہیں جھلا دیا اور امینین میں سے ایک نبی امی۔ فداہ نفسی الی دای کو
مبعوث فرمایا جس کے ہاتھوں اپنے دین کو عزت دیا اور یہود بے بیہوشی کو اُن کے ہاتھوں قتل کرایا۔
اور مصر شام پران کا قبضہ کرایا۔ کہا قال تعالیٰ۔

يَسْبِغْ لِيْهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
تَمَّ اسْمَانِ اَرْضِ مِّنْ كِيْزِيْ فِدَايَ بَادِشَہ
بَاک زَبَدِ سَطْعَتِ دَايَ ہِیْ کِیْسِیْ وَ تَقْدِیْسِ
اَلْمَلٰٓئِکَۃُ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ اَلْحَکِیْمِ هُوَ الَّذِیْ

بَقَّتْ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو
عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي
ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝

پڑھتی ہیں۔ اسی خلوص و قدوس نے نافرمانوں
میں سے ایک رسول کو مبعوث فرمایا جو ان پر
اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور کتاب و
حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ لوگ
اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ۝

امیہ سے عربوں کی جاہل قوم مراد ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کی قوم جاہل
اور حقیر تھی اور نہ بنی اسرائیل کو ان سے عزت و لائی گئی ہے پس یہ بشارت سوائے عرب قوم کے
کسی قوم پر صادق نہیں آتی۔

جاتی ہے عقل قوم اور شعب جاہل سے لڑنا نہیں مراد لہذا جیسا کہ ہر دوس کے رسالہ و مہر سے
مترشح ہوتا ہے صحیح نہیں اس لیے یونانیہ میں قرآن زمانے میں ملے و فنون کے اعتبار سے تمام عالم پر
فائق تھے وہ شعب جاہل اور بے عقل قوم کا کیے مصداق ہو سکتے ہیں عطار، بقراط، فیثاغورث
افلاطون، جالینوس، ارسطاطالیس، ارشمیدس و میاس، اقلیدس، یہ سب کے سب حضرت مسیح
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری اور بعثت سے کئی صدی قبل تمام علوم و فنون کے ماہر اور احکام
کے پورے عالم تھے ۝

بشارت پنجم از قورات سفر پیدائش باب (۴۹)

(۱) اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ اپنے کو جمع کرو تا کہ میں اس کی برکھچکے
دروں تم پر بیٹے گا تمہیں خبر کروں۔ (۲)۔ اے یعقوب کے بیٹو! اپنے کو اکٹھے
کر دو اور سنو اور اپنے باپ اسرائیل کی سنو اور میرا کیت دم میں ہے۔
یہود اسے ریاست کا مصداق دانہ ہو گا۔ اور نہ حاکم اس کے ہاؤں کے درمیان سے جاتا
رہے گا جب تک کہ شیلانہ آوے اور تو میں اس کے پاس آکھی ہوں گی آہ

آیات مسطورہ میں اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ جب تک کاخیر زمانے میں شیلا کا ظہور نہ ہو اس وقت تک یہود اوہ کی نسل سے حکومت و ریاست منقطع نہ ہوگی۔

اہل اسلام کے نزدیک شیلا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب قرار دیتے ہیں۔ مگر نصاریٰ کا یہ خیال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس عبارت کا سیاق اس کو متفق ہی ہے کہ شیلا کو نسل یہود اوہ سے خارج مانا جائے اس لئے کہ شیلا کے ظہور سے نسل یہود کی حکومت و ریاست کا انقطاع جب ہی مستور ہو سکتا ہے کہ جب شیلا نسل یہود اوہ سے نہ ہو۔ ورنہ اگر شیلا نسل یہود اوہ سے ہو تو اس کا ظہور تو بقائے حکومت یہود اوہ کا باعث ہو گا نہ کہ انقطاع حکومت یہود اوہ کا۔

اور بائبل کے ابواب بکرا بخیل متی کے پہلے ہی معجزہ پورا فر کرنے سے یہ بات بخوبی مشکف ہو سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نسل یہود اوہ سے خارج نہیں اس لئے کہ آپ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے ہیں اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام بالا جماع یہود اوہ کی نسل سے ہیں۔

لہذا شیلا کا مصداق وہی نبی ہو سکتا ہے جو نسل یہود اوہ سے خارج ہو۔ اور اس کا ظہور کاخیر زمانے میں ہو جیسا کہ آیت اول کے اس جملے سے ظاہر ہے۔

”ناکہ میں اُس کی جو کچھ دنوں میں تم پہنچتے کا تعین خبر دوں“

اور یہ دونوں امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق آ سکتے ہیں کہ آپ یہود اوہ کی نسل سے بھی نہ تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے تھے اور آپ کا ظہور بھی خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے کاخیر زمانے میں ہوا۔

اور آپ کی بعثت کے بعد سے یہود کی نسل میں جو کچھ حکومت و ریاست تھی وہ سب جاتی رہی، قرائی بنی نصیر اور خیر سب آپ ہی کے زمانے میں نسخ ہو گئے، اور اس جگہ میں کہ ”قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی“

عمر بعثت کی طرف اشارہ ہے۔ کَمَا قَالَ تَعَالَى شَانَهُ
 قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۖ اے نبی کہہ دیجئے کہ
 اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔
 بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ ان کی بعثت صرف بنی اسرائیل کے لئے
 تھی۔ کَمَا قَالَ تَعَالَى وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَآءَ نَبِيًّا، نیز مختلف قومیں اور مختلف لوگ
 حضور پر نور ہی کے پاس اکٹھے ہوئے اور آپ کے دین میں فوج فوج اور جوق جوق داخل ہوئے
 یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مہل نہیں ہوئی اور گیارہویں آیت میں ہے۔
 ”وہ اپنا گدھا اگود کے درخت سے باندھے گا۔“

سو مدارج النبوة میں ہے کہ جب اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر فتح فرمایا تو وہاں
 ایک سیاہ حمار دکھا۔ آپ نے اُس سے کلام فرمایا اور اس کا نام دریافت فرمایا، اس نے جواب دیا کہ
 میرا نام نیرید بن شہاب ہے۔ حق تعالیٰ نے میری مادی کی نسل سے ساٹھ حمار پیدا کئے جس پر سوار
 نبی کے کسی نے سواری نہیں کی اور گدھ کو امید ہے کہ آپ مجھ پر سواری فرمائیں گے۔ میری دلدی کی نسل
 سے میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے آپ کے سوا کوئی باقی نہیں
 رہا۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سواری فرمائی اور وہ حمار آپ کی وفات کے بعد صدقہ وصال
 سے ایک کنویں میں گر کر مر گیا۔

اور اسی گیارہویں آیت میں ہے (۱)
 ”وہ اپنا لباس مئے میں اور اپنی پوشاک آبِ انجور میں دھو دے گا۔“
 اس آیت میں اہل عبرانی سے ترجمہ کرنے میں کچھ تصرف کیا گیا ہے اور حقیقت اس طرح تھا۔
 ”وہ اپنا لباس مئے سے اور اپنی پوشاک آبِ انجور سے دھو دے گا۔“
 معنی اُس نبی آخر الزماں کی شریعت میں شراب حرام کی جائے گی، اور جس طرح دیگر نجاسات سے

کپڑوں کے دھونے کا حکم دیا جاتا ہے، اسی طرح شراب سے بھی کپڑوں کے پاک رکھنے اور دھونے کا حکم دیا جائے گا۔

ادبِ عیب نہیں کہ اس سے محبت الہی کی شراب میں استغراق مراد ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اکبریت ارفع ہے۔ آپ ترمید الاولین والآخرین بلا فقر ہیں۔ آپ کی اُمت میں ہزار ہا بلکہ لاکھوں ایسے گزرمگے کشتی الہی اور محبت ربانی میں کوئی اُمت نہ ان کی ہمسری نہیں کر سکتی؟
(ادب پھر بارہویں آیت میں ہے)

”اس کی آنکھیں منے سے لال ہوں گی اور اس کے دانت دودھ سے سفید ہوں گے۔“
اس آیت میں اسی نبی مقرر کے علیہ تمنا کہ کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی آنکھیں سُرخ اور دانت سفید ہوں گے۔ چنانچہ زرقانی شرحِ مواہب میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجارت کے لئے بصری تشریف لے گئے تو ایک سایہ واردِ رحمت کے قریب قیام فرمایا جہاں مسطورا راہب کا مکبر تھا مسطورا راہب نے میرہ غلام سے جو آپ کے ہمراہ تھا یہ دریافت کیا کہ آپ کی آنکھوں میں سُرخی ہے میرہ نے یہ جواب دیا کہ آپ کی آنکھوں میں ہمیشہ سُرخ رہتی ہے کبھی جدا نہیں ہوتی، اس وقت مسطورا راہب نے یہ کہا کہ یہ آخری پیغمبر ہیں۔ کاش میں اُن کی ہشت کا نہ مانہ پاؤں۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تاریخِ مہر میں لکھا ہے کہ جب حضرت حاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا والاناہ سلطان مقوقس شاہِ مہر کے نام لے کر گئے تو شاہِ مصر نے نبیِ آخر الزماں کی علامات بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ سُرخ اُن کی آنکھوں سے جدا نہیں ہوتی۔ حضرت حاطب نے فرمایا کہ بے شک آپ کی چشمانِ مبارک سے سُرخ کبھی جدا نہیں ہوتی چنانچہ آپ کے شامل میں اشکل العینین کا لفظ آیا ہے اَشْکُلٌ ایسی آنکھ دالے کو کہتے ہیں کہ جس کی سفیدی میں سُرخ دھڑ سے ہوں اور بعض روایات میں اَذْخَجَ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جس کی آنکھ میں سیاہی ہو۔

سود و دوزں رواہیوں میں کوئی تعارض نہیں جس جمال کے لئے سُرخ اور سیاہی دونوں دکلا رہی۔

حضرت سُرخی اور محض سیامی سے اتنا حسن پیدا نہیں ہوتا جتنا کہ سُرخی اور سیامی سے مل کر پیدا ہوتا ہے۔
وللہ دوسر القائل ۵

کیا بیاں ہو خوبی چشم سیاه آیت ما از باغِ حسن کی گواہ
تھی سفیدی اور سیامی دریاں سرخ و درے اُس میں شکرِ گلستاں
تھا سفیدی اور سیامی کا یہ حال تھیں بہم دونوں بحدِ اعتدال
أَشْكَلُ الْعَيْنَيْنِ بھی وارد ہوا، وصف چشمِ حضرت خیر الودئے
الغرض الفقه جو وصف کمال چشمِ خوبانِ جہاں کا ہے جمال
وہ بھی اوصافِ بحد و بیاں عینِ محبوبِ خدا میں تھے عیاں
ادان سب سے زیادہ وصفِ غلص چشمِ حضرت سے رکھے تھا افتخار
یعنی وہ چشمِ مبارک دل پذیر نور و تاریکی میں تھی یکساں بصیر
دیکھتے ہیں لوگ جو وقتِ سحر تیر و شب میں آپ کو آنکھ
دوسرا ایک اللہ پر اعجاز تھا چشمِ پاکِ صاحبِ اعجاز کا
پیشِ منظر آپ پیدا دیکھتے چٹھے کے چھپے بھی دیا دیکھتے
بشارتِ چشمِ از زبور رسید نا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام باب

میرے دل میں اچھا مضمون جو شِمارتا ہے میں اُن چیزوں کو جو میں نے بادشاہ کے
حق میں بنائی ہیں بیان کرتا ہوں۔ میری زبان ماہر کہنے والے کا تلم ہے (۲) اُو حسن
میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیرے ہر نثر میں لطفت بنایا گیا ہے۔ اس لئے
خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا۔ (۳) اے سلوان اپنی تلوار کو جو تیرے جنت اور
بندگاری ہے حاصل کر کے اپنی دان پر لٹکا۔ (۴) اور اپنی بزرگداری سے سوار ہو
اور چائی اور ملائکت اور صداقت کے واسطے اقبالِ مندی کے لئے آگے بڑھ۔
اور تیرا دانا ہوتا ہے تجھ کو مہیب کام سکھائے گا (۵) تیرے تیر تیر ہیں۔ لوگ تیرے

نیچے گرے پڑتے ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگ جاتے ہیں۔ (۶۱) تیرا تخت اسے خدا ابدالا باد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راسخی کا عصا ہے۔ (۶۲) خدا کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے۔ اس سبب سے تیرے خدا نے تجھ کو خوشی کے تیل سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ پیچ کیا (۸) ترے سارے لباس سے مراد عود اور تاج کی خوشبو آتی ہے کہ جن سے ہاتھی دانت کے محلوں کے درمیان جھکو خوش کیا ہے۔ (۹) بادشاہوں کی بیٹیلی تیری عزت والیں میں ہیں۔ ملکہ اور فریر کے سونے سے آراستہ ہونے کے تیرے دابچے ہاتھ کھڑی ہے :

(اور بارہویں آیت میں ہے)

"اور صورت کی مٹی دیے لادے گی۔ قوم کے مدت مند تیری خوشامد کریں گے۔"

(اور سترھویں آیت میں ہے)

(۱۶۱) تیرے بیٹے باپ دادوں کے قائم مقام ہوں گے۔ تو انہیں تمام زمین کا سردار

مقرر کرے گا۔ (۱۶۲) میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا اور سارے لوگ

ابدالا باد تک تیری تائیں کریں گے۔ اتنی تمام اہل کتاب کے نزدیک یہ امر مسلم ہے۔

کہ اس زبرد میں حضرت سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک عظیم الشان دانشور

رسول کی بشارت دے رہے ہیں اور فرط محبت میں اُس کو مخاطب بنا کر اس کے اوصاف بیان

فرما رہے ہیں اور یہ بتلا رہے ہیں کہ وہ نبی جب ظاہر ہوگا تو ان صفات کے ساتھ موصوف ہوگا

وہ اوصاف حسب ذیل ہیں :

(۱) بادشاہ یعنی سب سے اعلیٰ اور افضل ہونا۔ (۲) حسین ہونا۔ (۳) ہرگز

میں لطف کا ہونا یعنی شیریں زبان اور فصیح اللسان ہونا۔ (۴) مبارک الی اللہ ہونا

(۵) پہلوان یعنی قوی ہونا۔ (۶) شمشیر بند ہونا۔ (۷) صاحب حق و صداقت ہونا

(۸) اقبال مند ہونا۔ (۹) اُس کے دائیں ہاتھ سے کسی عجیب و غریب کٹرہ کا ظاہر

ہونا (۱۱) تیرا مذہب ہونا (۱۲) لوگوں کو اس کے نیچے گرے پڑنا یعنی خلق اللہ کا اس کے تابع ہونا (۱۳) تخت کا ابدال کا ایک رہنا یعنی اس کی شریعت اور حکومت اسلام کا قیام قیامت باقی رہنا (۱۴) عصائے سلطنت کا حصّے لاسی ہونا (۱۵) صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہونا (۱۶) اس کے کپڑوں سے خوشبو کا آنا (۱۷) اُس کے گھرانہ میں بادشاہوں کی بیٹیوں کا آنا (۱۸) ہدایا اور تحائف کا آنا (۱۹) اولاد کا بچائے باپ کے سوا اور حاکم ہونا (۲۰) تمام پشتوں میں قرنا بعد قرن اور سلا اور بعد نسل اس کا ذکر باقی رہنا (۲۱) ابدال کا ایک لوگوں کا اُس کی ستائش کرنا۔

ابن اسلام کے نزدیک اس بشارت کا مصداق صادق مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔ پیغمبر کے نزدیک داؤد علیہ السلام کے بعد سے اب تک کوئی نبی ان صفات کے ساتھ مرسوف ہو کر ظاہر نہیں ہوا اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں اس بشارت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں مگر اہل اسلام کا دعویٰ ہے کہ اس بشارت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں۔ یہی حق ہے اس لئے کہ جو اوصاف اس بشارت میں مذکور ہیں وہ صرف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی پر صادق ہیں۔

(۱)۔ بادشاہت کا ثبوت اُن حضرات کے لئے شمس فی نصف النہار سے نا اہل اور

دشمن ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو دین اور دنیا دونوں کی بادشاہی عطا فرمائی۔ احکام خداوندی کو بادشاہوں کی طرح جاری فرمایا جس طرح نصاریٰ کے زعم میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہود معینہ اللہ تعالیٰ سے متہم و مجبور تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجبور نہ تھے۔ آپ نے تو یہود کو ان کے قلموں سے اہل باہر کیا۔

الحاصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دین و دنیا کے بادشاہ تھے۔ تمام انبیاء و رسل سے افضل اور برتر تھے۔ یہی رسول کو قرآن کریم حبیبی معجز کتاب عطا کی گئی اور نہ کسی کو آپ حبیبی کامل و مکمل شریعت

عطا کی گئی کہ فلاح دارین اور نجات اور مہبودی کی پوری پوری کفیل ہو جس نے عقاید و اعمال کی سنگین غلطیوں پر متنبہ کیا ہو۔ خدا تک پہنچنے کے لئے راستہ ایسا صاف کر دیا ہو کہ چلنے والوں کے لئے کوئی روڑا اٹکا نہ رکھا ہو۔ تہذیب و اخلاق اور تدبیر منزل سیاست ملکیہ و مدنیہ کے لحاظ سے بھی نہایت کامل و مکمل ہو۔ غرض یہ کہ اس میں جامعیت کبریٰ کا وصف نمایاں ہو۔ ان تمام محاسن اور خوبیوں کا جامع صرف دین اسلام ہے جس کو اہل حضرت علی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے لائے۔
 اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۝ بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔
 یہی وہ کامل و مکمل دین ہے کہ اس کے طلوع ہوتے ہی سب ادیان و مذاہب کے چراغ بجھ ہو گئے۔

رات مغل میں ہر اک دم پارہ گرم لافقا میح کو خورشید جو نکلا تو مطلع صاف تھا
 پس جس نبی کی کتاب تمام کتب الہیہ اور صحت سادہ سے افضل ہو اور اس کی ضرورت تمام شرائع اور ادیان سے بدرجہا برتر اور کامل اور اکمل ہو اور اس کے معجزات بھی تمام انبیاء کو اہل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سے بڑھے ہوئے ہوں اور اس کی امت بھی تمام امتوں سے علم اور اعتقادات و اخلاق حکام و شامک، تہذیب و تمدن سیاست ملکیہ اور مدنیہ کے لحاظ سے فائق اور برتر ہو تو اس نبی کے سید الدینین و الاخرین اور بادشاہ دو جہاں ہونے میں کیا کلام اور شبہ ہو سکتا ہے۔

(۲) حسن و جمال میں آپ کا یہ حال تھا کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نامہ کسی کو حسین اور خوبصورت نہیں دیکھا۔ اگر ماکہ آفتاب کے چہرہ مبارک میں گھومتا ہے اور جب بتم فراتے تو دندان مبارک کی چمک دیکھ دوں پوچھتی تھی۔

حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
 وَ اَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي وَ اَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
 میری آنکھ نے آپ سے زائچہ نہیں دیکھا اور آپ سے زاید جمل اور خوبصورت عورتوں نے نہیں بنا

خَلَقْتَ مُبْرَعًا مِنْ كُلِّ خَلْقٍ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا أُنْشِئَ

آپ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے گویا کہ آپ حسبِ مثال پیدا کئے گئے
وَلِلّٰهِ دُرُّ الْقَائِلِ جَزَاءُ اللّٰهِ خَيْرًا۔ اٰمِنٌ

روایت کی امام باصف نے حسن سبط رسول مجتبیٰ نے

کہ ہند بن ابی مالہ مرا خال رسول اللہ کا تھا باصف حال

کیا میں نے سوال اس باخبر سے خبر دے علیہ غیر البشر سے

کہ ہوں مشتاق ان باتوں کا بعد بیاں کہ کچھ تو حال بد بعد

غرض میری ہے یہ سن کر وہاں حال کر دی جو ہو سکے اسناد اعمال

کہا بس ہند نے یوں مجھ سے اس دم رسول اللہ تھے فَخْهُ مُقْطَعُهُ

ننگا ہوں میں وہ معنی خوش میر تھے دلوں میں بھی بزرگ و نامور تھے

تجلی مدنے انور کی نہ پوچھو قمر بد جس طرح سے چودھوی کو

میانہ کب قد خیر اور لے تھا میانہ بن سے بھی وہ قد جدا تھا

اگر کوتاہ کہتے تھے نہ کوتاہ غرض کم کیفیت نے کی یہاں راہ

قد بالاکا تھا اُن کے یہ عالم میانہ سے دوازہ اُطول سے کچھ کم

بزرگی تھی سرِ عالی میں پیدا نہایت حسن و موزونی ہویدا

ختمِ نبی عیساں بالوں میں کم تھی کچھ اک ٹو سیدگی لیکن بہم تھی

بکھرتے تھے جو فرق پاک پر بال دو فرقہ اُن کو کرتے تھے فی الحال

اگر از خود نہ بال اُن کے بکھرتے تکلف سے نہ ہرگز فسق کرتے

بجال و فزہ سر کے بال اُن کے گزرتے نہ رہا تے گوش سے تھے

درخشانی کا عالم رنگ میں تھا کشادہ تھی جبین عالم آرا

مقوس و دونوں ابروئے مقوس مقدس دونوں ابروئے مقدس

باند از مناسب طاق ابرو
 عجب خمدار و باریک مَطْوَل
 میان ابرو ہاں اک رگ ہویدا
 کہوں کیا جُشنِ بَی بی کا عالم
 معطلِ بَی بی خیر البشر تھی
 جو کوئی بے تامل دیکھتا تھا
 ملائم آپ کے رُخسارِ نیکو
 بزیبائی کشادہ وہ دہن تھا
 کہوں دانتوں کا کیا وہ حُسنِ سادہ
 دقیق المَسْرُوبۃ یعنی خطِ مٹو
 برصفتِ گردنِ شایانِ معراج
 مُصَفَّایِ یعنی وہ گردن تھی ایسی
 کہوں کیا عضوِ عضو ان کے بدن کا
 بخوبی تھے تنہا و خسر عالم
 شکمِ سینہ صفائی میں برابر
 فلوئی دونوں شانوں میں عیاں تھی
 بدن جو کچھ کھلا ہوا شکم سے تھا
 گلوئے پاک سے تانائے والا
 سو اس کے شکمِ سینہ سر اسر
 کلائی دونوں شانے اور باند
 وہ ان کے صدرِ عالی کی بلندی

نہ تھی پیوستگی آپس میں اُن کو
 بخوبی طاق تھا ثانی و اول
 بہت ہوتی غضب کے وقت پیدا
 کہ تھے نوردوں کے شعلے جس سے تو اُم
 باند از بلندی جسدہ گر تھی
 بلندی کا گمساں ہوتا تھا پیدا
 بھلا تشبیہ دہن میں کس سے اس کو
 کشادہ وہ دہن تھا اور زیبا
 سپید و صاف آپس میں کشادہ
 کھنچا سینے سے تھا تانائے گلاب
 کہا رادی نے شکلِ صورتِ عاج
 بشکلِ فقرہ بالوڑ و ضیا تھی
 بوضعِ خود مناسب اور زیبا
 مقامی عضو تنِ مربوط باہم
 مگر سینہ عریض دہن خوشتر
 سر ہر استخوان میں تھی بزرگی
 درخشندہ وہ نورِ پاک سے تھا
 خطِ مٹو تھا کھنچا باریک و زیبا
 معری مٹو سے تھا صفائی برابر
 مزین تھے بزیب کشدہ مٹو
 خطِ مٹو سے رکھے تھی ارجمندی

طویل الزند و دروں دست والا
 کثادہ تھی کھت دست مُصفا
 بزرگی اس کھت پامیں میاں تھی
 نمایاں دونوں قدموں میں بزرگی
 کشیدہ تھیں وہ انگشتانِ والا
 لقب ہے سائلِ لا طرفِ جن کا
 کھت پامیں سمانی تھی یہ غولی
 ہوا دار و بوضعتِ پاکِ اقدس
 کھت رہتی تھی زمین پر سے وہ اُدبچی
 جدارِ ہتی زمین سے یوں کھت پا
 زمین پر جب خسراں آپ جاتے
 انھیں ہوتا خیالِ مثلِ پیشیں
 ہوا یہ حال بھی دار و بہ اخبار
 تو اُس دم تھے عیاں یہ صاف معنی
 اُنھیں جب دیکھنا منظور ہوتا
 بہت رہتے تھے آنکھوں کو بھٹکائے
 زمین اکثر مشرف تھی نظر سے
 تا کی سوچ تھا کیا ہی نظر میں
 بیان کرتا ہے مادی بعد اس کے
 تو یہ ارشاد فرماتے تھے حضرت
 عجیب اخلاق تھے خیر الوری کے
 معلو یہ ادرعاتِ مصطفیٰ کی
 جناب پاک کرتے اُس کو خوش کام
 بتقدیمِ سلام دینِ اسلام
 چلو تم مجھ سے آگے کر کے سبقت
 کہ ہوں مخدوم پیچھے خام آگے
 کہ ہوتا جو کوئی اُن سے ملاقی
 چلو تم مجھ سے آگے کر کے سبقت
 کہ ہوں مخدوم پیچھے خام آگے
 کہ ہوتا جو کوئی اُن سے ملاقی

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زبانِ معصومہ حضرت یوسف
 علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ماتھے کاٹ ڈالے تھے اگر وہ ہمارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتیں

تو دلوں کے کڑے کر ڈالیں۔

اے زینب! اس کو نسبت اپنے پوتے سے
غرض یہ کہ آپ کا حسن و جمال دنیا میں مشہور تھا اور حسن و جمال کیلئے شہانہ جاہ و جلال بھی آپ کے
مہل تھا کسی کی یہ بہت نہیں ہوتی تھی کہ آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکے۔

(۱۳) اور آپ کا خوش بیان اور شیریں زبان اور فیض اللسان ہر مناسب کو تسلیم ہے آپ کے
انفاس قدسیہ اور کلمات طیبات اس وقت باسانید صحیحہ و جیدہ محفوظ ہیں جن سے آپ کی
فصاحت و بلاغت اور شیریں زبانی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۱۴) اور آپ مبارک الی الدہر بھی ہیں جیسا کہ بشارت دوم میں گزرا، مشرق و مغرب
شمال و جنوب میں کروڑ ہا مسلمان نماز میں اور نماز کے بعد اور مختلف اوقات میں
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ اے اللہ برکت نازل فرما محمد کی آل پر جیسے
عَمَّا بَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيمَ اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی
اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۵ جیسا کہ آپ متائنس اور بڑی بزرگی والے ہیں۔
پڑھتے ہیں۔ اس سے زائد اللہ کی مبارک الی الدہر ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے جس کے لئے دینا کے
ہر گوشے میں برکت کی دُعا مانگی جاتی ہو۔

(۵) قوت میں آپ کا یہ حال تھا کہ رکنا نہ پہلوان کو کہ جو قوت میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا
ایک مذہب حضرت علی اللہ علیہ السلام سے جنگل میں مل گیا اور یہ کہا کہ آپ مجھ کو بچھاؤں تو میں آپ کے
نبی ہر حق جانوں۔ اُن حضرت علی اللہ علیہ السلام نے اُس کو بچھاؤ دیا اُس نے دوبارہ لڑنے کے لئے کہا
آپ نے اُس کو دوبارہ بھی بچھاؤ دیا۔ اُس کو بہت تعجب ہوا۔ آپ نے یہ ارشاد فرمایا اگر تو اللہ
سے ڈرے اور میرا اتباع کرے تو اس سے زائد عجیب چیز دکھلاؤں۔ اُس نے پوچھا کہ اس سے
زائد کیا عجیب ہے، آپ نے ایک درخت کو بلایا آپ کے بلاتے ہی آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔
بعد ازاں یہ فرمایا کہ لوٹ جا سو وہ درخت یہ سن کر اپنی جگہ لوٹ گیا۔

(۶) اور آپ کا مشیر بند اور صاحبِ جہاد ہونا بھی مسلم ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ مشیر بند تھے اور نہ صاحبِ جہاد اور قبولِ نصاریٰ اُن میں اتنی قوت بھی نہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو یہود سے بچا سکے۔

(۷) اور آپ صاحبِ حق و صداقت بھی تھے۔ کاتال تعائے شانہ :

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَ عَلَى الَّذِينَ
عَدَّوْا لَهُ وَتُؤْكَرَ بِهِ الْمَشْرِكُونَ - ۱۷

خدا ہی نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق
دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غلبہ
کر دے اگرچہ مشرکین ناگوار گزرے۔

بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ - ۱۸
وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ
بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ - ۱۹

(آپ شاعر و مجنون نہیں) بلکہ حق کو لے کر آتے
ہیں اور پیغمبروں کی تصدیق کی ہے۔
اور جو کچھ بات لے کر آیا، اور جس نے اس کی تصدیق
کی، یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

ایک مرتبہ نضر بن الحارث نے قریش کو مخاطب بنا کر یہ کہا:

قَدْ كَانَ مَعَكُمْ غُلَامٌ مَّا حَدَّثَا
أَرْضَاكُمْ فِيمَا وَاصَدَقَكُمْ حَدِيثَا
عَظَمَكُمْ أَمَانَةً حَتَّىٰ إِذَا سَأَلْتُمْنِي صَدَّقْتُمْنِي
الشَّيْبَ وَجَاكُم بَا جَاءَكُمْ قُلْتُمْ إِنَّهُ
سَاحِرٌ كَذَّابٌ مَا هُوَ بَسَاحِرٌ

محمّد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں فرجِ ان تھے سب سے
زاید پسندیدہ سب سے زاید سچے سب سے زاید امین۔
لیکن جب تم نے اُن کے جابینِ راس میں بڑھاپا
دیکھا، اور وہ تمھارے پاس یہ دینِ حق لے کر آئے
تو تم اُن کو ساحر اور جادوگر کہنے لگے۔ مگر نہیں، خدا
کی قسم وہ ساحر نہیں۔

اور ہرقل شاہِ روم نے جب ابرہہؓ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ بیانات کیا کہ

تم نے کبھی اس کو مستہم بالکذب کیا ہے تو اس پر ابو سفیان نے یہ جواب دیا کہ ہم نے ان سے کبھی کوئی کذب نہیں دیکھا۔

(۸) اور اقبال مند ہونا بھی ظاہر ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے جیسا آپ کا اقبال عطا فرمایا۔ ایسا اقبال آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا اور نہ ہو گا۔

(۹) اور وائیں ہاتھ سے مہیب کام اور عجیب و غریب کرشمہ ظاہر ہونے سے مجرۂ شقی قرکی طرف اشارہ ہے۔

چروک تش بر آ بخت شمشیریم بہ معجز میان تسرزد و دوئم
اور علیٰ ہذا جنگ بدر اور جنگ حنین میں ایک مٹھی خاک سے تمام مشرکین کو خیرہ کر دینا یہ بھی آپ کے وائیں ہاتھ کا مہیب کام تھا۔

(۱۰) تیر انداز ہونا بنی اسمعیل کا مشہور شعار ہے چنانچہ حدیث میں ہے۔

ارموا بنی اسمعیل فان اباکم اے بنی اسمعیل تیر اندازی کیا کرو اس لئے کہ تمہارا
کان رامیا۔ باپ تیر انداز تھا۔

(اور دوسری حدیث میں ہے)

من تعلم السریۃ شہد کہما فلیس منا جو تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

(۱۱) اور لوگوں کا آپ کے پیچے گرنا یعنی خلق اللہ کا آپ کے تابع ہونا۔ یہ بھی اہل مرئوس

ہے۔ چندی روز میں ہزاران ہزار اسلام کے طبقہ بگوش بن گئے۔ کما قال اللہ تعالیٰ شانہ

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ

النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا

فَتَبٰرَكَ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ

اِنَّهٗ كَانَ لَظٰہًا

جیسے خدا ہیست تو یہ قبول فرمانے والا ہے۔

(۱۳ و ۱۴) اور آپ کی شریعت ابدالاً بامک رہے گی، چنانچہ قرآن کریم حسبِ مدۃ الہی۔
 اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَکُمْ عَلٰی ہٰذَا لَوٰثِقُوْنَ ۝
 لَحَافِظُوْنَ ۝ کے محافظ ہیں۔

تیرہ صدی سے باطل محفوظ چلا آتا ہے۔ بھلا اللہ اب تک اُس کے ایک نقطہ اور ایک شوشہ میں بھی
 مزلتفاوت نہیں آیا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ تاقیام قیامت اسی طرح رہے گا اور پیرو نصاریٰ کو اپنی
 تورات و انجیل کا حال خوب معلوم ہے، مکنے کی حاجت نہیں۔ اور آپ کی سلطنت کا مصداق
 الصدقات کا مصداق ہے، ہمیشہ اُس سے اتحاقِ حق اور الباطل باطل ہوتا رہتا ہے۔

(۱۴۴) اور آپ صدقات کے دوست اور شرارت کے دشمن تھے۔ کما قال اللہ جل جلالہ
 لَقَدْ جَاءَکُمْ ذِکْرُکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ غَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ
 بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایسے رسول آگئے ہیں کہ جن پر تمہاری تکلیف شاق ہے تمہاری
 بھلائی کے لئے حرصیں ہیں۔ بر زمین پر نہایت شفیق
 اور مہربان ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ جَاهَدُوا الْکُفَّارَ
 وَ الْمُنافِقِیْنَ وَ اَعْلَظْ عَلَیْہِمۡ عَدُوْ
 اعداؤں کی اُمت کے یہ اوصاف ہیں۔

اَشِدَّ اُ عَلَى الْکُفَّارِ رُحْمًا یَّوْبِیْہُمۡ اَدْلٰہَ
 عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٌ عَلَى الْکَافِرِیْنَ
 کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت مہربان
 مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔ اللہ کے
 راستہ میں جہاد کریں گے اور کس ملامت کرنے
 والے کی ملامت کی بالکل پروا نہ کریں گے
 کَوْمَہٗ لَا تَرٰہُمْ ۝

اور عجب نہیں کہ فرارت سے ابو جہل مراد ہو کہ جو سرتاپا شرارت تھا اور صدقات سے البرک بصدق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہوں جو کہ سرتاپا صدق و صداقت تھے اور بے شک ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے اہل تھے کہ ان کو خلیفہ و صدیق یعنی دوست بنایا جائے۔

(۱۵) اور آپ کے کپڑوں سے خوشبو بھی آیا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک عورت نے آپ کا پسینہ مبارک اس لئے جمع کیا تاکہ وہ دن کے کپڑوں کو اس سے معطر کرے۔

(۱۶) اور قرن اول میں بہت سی فہر ادیاں مسلمانوں کی عادم بنی ہیں چنانچہ شہر البویزدہ و شاہ کسریٰ کی بیٹی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تھی۔

(۱۷) نجاشی شاحبہ اور منذر بن سادہ شاہ بحرین اور شاد عثمان اور میت سے امیر کبیر آپ پر ایمان لائے اور آپ کے ملحقہ گوش بنے اور آپ کی خدمت میں سلاطین و امراء نے دایا بیج کفر و سرفرازی حاصل کی۔ چنانچہ مقوقس شاہ قبط نے آپ کی خدمت میں تین باندیاں اور ایک حبشی غلام اور ایک سفید خنجر اور ایک سفید عمار اور ایک گھوڑا اور کچھ کپڑے بطور ہدیہ ارسال کئے۔

(۱۸) اور آپ کے بعد قریش میں خلافت رہی۔ آپ کی اولاد میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں صد با خلیفہ اور حکمران ہوئے۔ حجاز و یمن و مصر و شام وغیرہ وغیرہ میں حکومت و سلطنت پر فائز رہے اور قیامت کے قریب امام مہدیؑ کا ظہور ہوگا جو امام حسنؑ کی اولاد سے ہوں گے اور تمام روئے زمین کے خلیفہ ہوں گے۔

(۱۹ و ۲۰) اور آپ کی ستائش و ذکر خیر بھی ابد الابد تک رہے گا۔ ہر انسان میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ روزانہ پانچ مرتبہ کر دے یا مسلمان پچارتے ہیں۔ کوئی دغظ اور خطبہ ایسا نہیں کہ جس میں آپ کا نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ لیا جاتا ہو۔ محمدؐ اور احمدؑ کے معنی ستورہ کے ہیں۔ اس بشارت کے شروع میں اَحْمَدُ کا لفظ مرا تا مذکر تھا مگر صد کی وجہ سے نکال دیا گیا مگر تا ہم یہ اوصاف تو سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر صادق نہیں آتے۔

نصاری کے زعم و اعتقاد پر تو حضرت مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی طرح اس بشارت

کا مصداق نہیں ہو سکتے اس لئے کہ نصاریٰ صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام کے ترجمہ پر... باب کو حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت قرار دیتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

”ہمارے پیغام پر کوئی اعتقاد دلایا۔ اور خداوند کا ہاتھ کس پر ظاہر ہوا۔ اس کے ذیل و قبول کی کچھ خوبی نہ تھی اور نہ کچھ رونق کہ ہم اُس پر نگاہ کریں اور کوئی نمائش بھی نہیں کہ ہم اُس کے مشتاق ہوں وہ آدمیوں میں تباہیت ذلیل و حقیر تھا۔ آھ (اور پھر آیت ختم ہو گئی ہے)

”وہ ہمارے گناہوں کے سبب گھٹائی کیا گیا۔ اور ہماری بدکاریوں کے باعث کھلا گیا“ اور اللہ تم معاذ اللہ جب نصاریٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے تھے تو وہ اوصاف زبور کا جو بالکل اس کی ضد ہیں کیسے مصداق ہو سکتے ہیں۔

ہمارے اعتقاد میں منجملہ دیگر تعریفات کے صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام کا ترجمہ ہواں بات ہے قطعاً و یقیناً الحاقی اور اختراعی ہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاشا تم ماشاء اللہ ایسے نہ تھے۔ وہ تو دنیا اور آخرت میں دھبیہ و ابرو اور عزت و اسے اور خدا کے مقربین میں سے تھے۔ لیکن بایں ہمہ اس بشارت کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں اس لئے کہ نہ آپ شمشیر بند اور تیر انداز تھے اور نہ مجاہد تھے اور نہ آپ کی شریعت داعی ہے۔ اور نہ آپ کی بعثت عام تھی، اور نہ آپ کے گھرانے میں کوئی شہزادی آئی کہ جو آپ کی بیوی یا لونڈی ہوتی ماس لئے کہ آپ نے کوئی نکاح ہی نہیں فرمایا۔ نیز آپ کے کوئی باپ و اولاد نہ تھا نہ آپ کو بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

بشارت ہفتم از زبور سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۱۶۹

”اور خداوند کی ستائش کرو۔ خداوند کا ایک نیکی کا گواہ اور اس کی مدح پاک لوگوں کی جماعت میں (۲) اسرائیل اپنے بنانے والے سے شادمان ہوئے۔ بنی صیہون اپنے بادشاہ کے سبب خوش کریں (۳) وہ اُس کے نام کی ستائش کرتے ہوئے

ناچیں۔ وہ جلد اور برہنہ بجاتے ہوئے اس کی شاخانی کریں وہم (کیونکہ خداوند اپنے لوگوں سے خوش ہوتا ہے۔ وہ علیوں کو نجات کی زینت بخشا ہے) (۵) پاک لوگ اپنی بزرگاری پر فخر کریں، اور اپنے بستروں پر پڑے ہوئے بلند آواز سے گایا کریں۔ (۶) خدا کی ستائش اُن کی زبانوں پر ہو دین اور ایک دودھاری تلوار اُن کے ہاتھوں میں ہو۔ (۷) تاکہ غیر امتوں سے انتقام لیں۔ اور لوگوں کو سزا دیں (۸) اُن کے بادشاہوں کو زنجیروں سے اور اُن کے امیروں کو لوہے کی بیڑیوں سے جکڑیں (۹) تاکہ اُن پر وہ فتویٰ جو لکھا ہوا ہے جاری کریں کہ اُس کے باپ لوگوں کی یہی شوکت ہے کہ خداوند کی ستائش کر دے۔ آمین

اس بشارت میں نبی مبعوث کو بادشاہ کے فسطح سے اور اُس کے مطیعین کو صامعین اور پاک لوگوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی وہ نبی موعود بادشاہ ہو گا۔ اور اُس کی ٹمغیر زنی موافق خوشنودی حق اور مقتضائے غضب الہی کا فروں کے حق میں ہوگی اور اس کے اصحاب اور احباب اس کے ساتھ ہو کہ کافروں سے جہاد و قتال کریں گے۔

بعد ازاں مطیعین کے کچھ اوصاف ذکر کئے گئے ہیں جو میں اقولہا اِنی اخص ہا امت محمدیہ پر پورے منطبق ہیں یہی وہ امت ہے کہ جو اپنے بستروں پر بھی اللہ کو یاد کرتی ہے۔ کما قال تعالیٰ۔
يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَ قُعُودًا وَّ اَوْحَلٰی وہ اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کر دھڑ پر بیٹھے جنتو بیچند۔ ۱۷ ہرے یاد کرتے ہیں۔

اور یہی وہ امت ہے کہ نمازیں اور جہاد میں اور ہر امان میں اور عید الفطر اور عید النحر اور ایام تشریق اور ایام حج اور منیٰ اور مزدلہ اور عرفات میں اللہ کو بلند آواز سے پکارتی ہے، بخلاف یہود و نصاریٰ کے کہ یہود تو بوقت اور نصاریٰ ناقوس بجاتے ہیں اور بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا اور اللہ کو یاد کرنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا شملہ ہے۔

اور مجاہدین و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کی دودھالا تلواروں نے رقم و شام دو گھر ممالک کو فتح کیا اور بیٹے بڑے بادشاہوں اور امیروں کو قید کیا ہے اور اہل کتب کے نزدیک اس بشارت کا مصداق نہ سلیمان علیہ السلام ہو سکتے ہیں کیونکہ اہل کتاب کا زعم باطل اور اعتقاد ناشی یہ ہے کہ معاذ اللہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اخیر عمر میں مرتد اور بت پرست ہو گئے تھے۔

اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے اعتقاد کے مطابق اس بشارت کا مصداق ہو سکتے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک تو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی مقتول و مصلوب ہوئے اور علیٰ ہذا آپ کے اکثر حواریین گرفتار کئے گئے وہ دوسرے بادشاہوں اور امیروں کو کہاں قید کرتے۔ اور بشارت میں یہ مذکور ہے کہ وہ شخص موعود بادشاہ ہو گا اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بادشاہ نہ تھے اور معنوی بادشاہت بہرہی کو حاصل رہی اس میں حضرت عیسیٰ کی کیا خصوصیت۔

دعا کا فروں سے قتال و جہاد کرنا اور ان کو گرفتار کرنا سوریہ میں عبادت ہے۔ لہٰذا قابل اعتراض جیسا کہ موصیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور موصیٰ علیہ السلام کے بعد یحییٰ بن زنون علیہ السلام کا جہاد کرنا، اور علیٰ ہذا سلیمان علیہ السلام اور ان کے صحابہ کا جہاد و فرما تا مینہ و دھواں کے نزدیک مسلم ہے۔ غلط کلام یہ کہ اس جز کا مصداق حضرت مسیح نہیں ہو سکتے اس لئے کہ نہ یحییٰ کو رکھنا ضروری ہوتا ہے نہ جہاد کرنا۔ لہٰذا نبی بادشاہ ہو گا اور اپنے اصحاب کے ساتھ سلاطین کفار سے جہاد و قتال کرے گا اور بڑے بڑے جبارین اور حکمران مقتول ہوں اور اسیر اور گرفتار ہوں گے اور آپ کے اصحاب تکبیر کہتے ہوئے آپ کے ساتھ ہوں گے۔

بتکبیر مردان شمشیر زن کہ مرد و عسا شمارند زن

اور تمام امراں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ظاہر ہوئے۔

بشارت ششم از زبور باب ۴۲۔ در کس اول

(۱) خدا بادشاہ کو اپنی عدالتیں عطا کرے اور بادشاہ کے بیٹے کو اپنی صداقت دے۔ (۲)

وہ تیسرے لوگوں میں صداقت سے حکم کرے گا اور تیسرے سکیزوں میں صداقت سے (۳) چار لوگوں کیلئے

سلامتی ظاہر کریں گے اور ٹیلے بھی صداقت سے (۴) وہ قوم کے مسکینوں کا انصاف کرے گا، اور محتاجوں کے فردندوں کو بچائے گا۔ اور عالم کے ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔ (۵) جب تک کہ سورج اور چاند باقی رہیں گے ساری پشتوں کے لوگ تجھ سے لڑا کریں گے (۶) وہ ہارش کی مانند جو کاٹے ہوئے گھاس پر پڑے نازل ہوگا اور سپوہنی کے مہینہ کی طرح جزیرین کو سیراب کرتا ہے۔ (۷) اس کے عہر میں جب تک کہ چاند باقی رہے گا صادق چلیں گے اور سلامتی فرمان ہوگی۔ (۸) سمندر سے سمندر تک اور دیا سے انتہار زمین تک اس کا حکم جاری ہوگا۔ (۹) وہ جو بیابان کے باشندے ہیں اس کے سامنے جھکیں گے اور اس کے دشمن مائی پائیں گے۔ (۱۰) ترسیں اور جزیروں کے سلاطین نذری لائیں گے اور بادشاہ کے بادشاہ ہرے گزاریں گے (۱۱) اس کے بادشاہ اس کے حضور سجدہ کریں گے ساری گردیں اس کی بندگی کریں گی۔ (۱۲) کیونکہ وہ دہائی دینے والے محتاج کو اور مسکین کو اور ان کو جن کا کوئی مددگار نہ ہوگا چھڑائے گا (۱۳) وہ مسکین اور محتاج پر تو سرس کھائے گا اور محتاجوں کی جان بچائے گا (۱۴) وہ ان کی جانوں کو ظلم اور غضب سے بچائے گا، ان کا خون اس کی نظر میں بیش قیمت ہوگا۔ (۱۵) وہ صبار ہے گا اور سب کا سونا اس کو دیا جائے گا، اس کے حق میں سدا دعا ہوگی، ہر روز اس کو مبارک باتیں جائیں گی۔ (۱۶) اناج کی کثرت سرزمین میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہوگی، اس کا پھل لبنان کے درخت کی طرح جھڑھڑائے گا اور شہر کے لوگ میدان کے گھاس کے مانند سرسبز ہونگے (۱۷) اس کا نام ابد تک باقی رہے گا جب تک آفتاب رہے گا اس کے نام کا رواج ہوگا لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے ساری قومیں اسے مبارکباد دیں گی (۱۸) خداوند خدا اسرائیل کا جبرائیل ہی عجائب کام کرتا ہے مبارک ہو (۱۹) اس کا حیل نام ابد تک مبارک ہے سلام جہان اس کے جلال سے محمد ہر آمین آمین (۲۰) دلوں میں ایسی کی تو عانی تمام ہوئی۔

ریچرڈ وال زبرور ختم ہوا۔

جاننا چاہیے کہ اس زبرور میں ایسے پیغمبر کی لہر کی خبر دی گئی ہے کہ جس کو نبوت و رسالت

کے ساتھ من جانب اللہ بادشاہت اور حکومت بھی حاصل ہوگی اور اس کا دائرہ سلطنت اتنا وسیع ہوگا کہ مجبوراً کوشاں ہوگا کہ عدالت اور صداقت کے ساتھ اس کی عدالتیں چلیں گی۔ یہ اور محتاجوں کو ان کا حق دلانے کا اور ظالموں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دشمن لرزاں و ترساں ہوں گے اور سلاطین عالم اس کے لئے دیکھنا نہ تھے انہیں گے اور تمام قبائل اُس کے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے۔ ہر طرف سے ہر روز ساری قومیں اس کے حق میں دعا اور مبارک باد کہیں گی۔ اور اب تک اس کا نام باقی رہے گا، جب تک آفتاب رہے گا اس کے نام کا دعائے رہے گا۔

ابلی مقل ایک سرسری نظر سے کچھ کہتے ہیں کہ یہ اوصاف مذکورہ حضرت مسیح علیہ السلام میں نہ تھے بلکہ راسخاں خاتمت جناب سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے ساتھ سلیمان اور فداقرن جیسی حکومت و عطا فرمائی کہ جس میں قوموں کے درمیان ایسی عدالت اور صداقت جاری ہوئی کہ دنیا نے نہ ایسی صداقت اور عدالت دیکھی اور نہ ہی ظالموں سے ظالموں کا بدلہ لیا گیا اور زمین کو ظلم اور غضب سے پاک کر دیا بلکہ ہر مظلوم اور بیمار بیان میں آپ کی حکومت پھیلی اور دشمن آپ سے تھو گئے اور بڑے بڑے سلاطین آپ کے حضور سجدہ میں گرے اور دیکھتے اور تھے آپ کی بارگاہ میں بھیجے اور آپ نے صداقت اور عدالت کے جاری کرنے کے لئے جہاد واد اور غزوات کئے اور آپ کی جلدی کردہ صداقت اور عدالت کو صدیق اکبر اور نوابی اعظم جیسے صداقت اور عدالت کے علمبرداروں نے جو کمال کو پہنچایا۔

اور اب تک جب تک کہ چاند اور سورج قائم ہیں آپ کا نام مبارک ہر افغان اور زنداں اور ہر دعا اور ہر منبر و محراب میں لیا جائے گا۔ بلکہ خطبوں میں آپ کے نام مبارک کے ساتھ آپ کے خلفاء راشدین کا نام بھی لیا جائے گا۔ جنہوں نے دنیا میں صداقت و عدالت کا علم بلند کیا۔

اے علمبردار و دلفارسیہ یا چیز تم کو صداقت اور عدالت کا واسطہ دے کر پوچھتا ہے کہ جس صداقت اور عدالت کے جاری کرنے کا ذکر اس نذر میں ہے خدا را یہ بتلاؤ کہ سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کہاں ظہور ہوا اوصاف مذکورہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریین

پر انطباق کسی صورت سے ممکن نظر نہیں آتا۔

گزارش

حضرت اہل علم کی خدمت میں گزارش ہے کہ نور کا باب ۱ اور باب ۲ اسی پہنچوں باب کا تہہ ہے جس میں محابہ کرام کے اوصاف کی طرف اشارہ ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور تشریح و تطبیق کے لئے اناتہ الامام بزبان فارسی ص ۳۳ تا ص ۳۵ مصنفہ حضرت مولانا رحمت اللہ کی راوی قدس اللہ سرہ ملاحظہ فرمائیں۔

بشارت ہیم از صحیفہ ملاکی علیہ الصلوٰۃ والسلام باب سیم آیت اول

دیکھو میں اپنے رسول کو بچوں کا اور میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں فتنہ کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی ہیسل میں ناگہاں آدے گا۔ دیکھو وہ یقیناً آدے گا۔ رب الافغانی فرماتا ہے۔ ہر اس کے آنیکے دن کرن ٹھیکے کے گا۔ اور جب وہ نمود ہوگا کون ہے جو کھڑا رہے گا۔ آہ

اس بشارت میں ایسے رسول کی آمد و ظہور کا ذکر ہے کہ جو صاحب خان ہوگا اور اسی وجہ سے آپ کی بعثت سے قبل یہود و نصاریٰ کو رسول اللہ کا انتظار تھا۔ اور قیصرِ روم بھی اسی پیشین گوئی کے مطابق رسول اللہ کا ظہور کا منتظر تھا جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث ہر تہل میں مذکور ہے مگر آجکل فتنوں میں بہلے فتنہ کے رسول کے عہد کا رسول مذکور ہے

لیکن اس صورت میں بھی عہد سے فتنہ ہی کا عہد مراد ہے جیسا کہ سفرِ پیدائش کے باب ہفتم کی آیت دوم سے معلوم ہوتا ہے۔

اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزندِ نرینہ کا فتنہ کیا جائے، اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا غنہ کرو۔ اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔

بشارتِ ہم از صحیفہ جتوق علیہ الصلوٰۃ والسلام باب سوم آیت

خدا ایمان سے۔ اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا۔ اس کی شرکت سے آسمان چھپ گیا۔ اور زمین اس کی حمد سے محور ہوئی، اُس کی جگہ گاہٹ نور کی مانند تھی، اُس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں۔ انتہی

یہ بشارت سرورِ عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہایت ہی ظاہر ہے سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون سچا خدا ہے جس سے معجوت ہوا۔ اور زمین اس کی حمد سے محور ہوئی اور چنانچہ ہر دست اور دشمن کی زبان پر آپ کا نام محمد ادا ہوا ہے۔ اور ایک قدیم عربی نسخہ میں یہ لفظ ہے۔
وامتلاّت الارض من تحید
یعنی تمام زمین احمد محبتی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد سے بھر گئی۔ احمد

مگر ماسدین نے اس جملہ کا رہنا گوارا نہ کیا، اور بعد کی اشاعت میں اس جملہ کو صحیفہ مذکورہ سے علیحدہ کر دیا اور علیٰ ہذا سارا عالم میں آپ کے نورِ ہدایت سے جگمگا اٹھا۔

بشارتِ یازدہم از صحیفہ سبغیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب آیت

خداوند نے مجھے یوں فرمایا جانگجبان بھٹلا جو کچھ دیکھے سو بتلائے، اُس نے سوار دیکھے گھڑ خیر ہوں کے جو دو دو آتے تھے اور گدھوں بھی سوار اور اونٹوں پر بھی سوار آہ

اس بشارت میں حضرت شبغیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اوّل حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف گدھے کی سواری سے ان ہی کی طرف اشارہ ہے چنانچہ جناب مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام گدھے پر سوار ہو کر یرشلم (بیت المقدس) داخل ہوتے تھے۔ دوم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اونٹ کی سواری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف اشارہ ہے جو عرب کی خاص اور شہور سواری ہے۔

چنانچہ آپ جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اس وقت اونٹ پر سوار تھے اور پھر ایت نہم میں بابل کے سقوط معین اُس کے گرنے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ بابل کا سقوط خلفاء راشدین کے زمانے

میں ہوا حضرت مسیح اور حواریین کے زمانے میں بابل کا سقوط نہیں ہوا۔

بشارت دوازدهم از محیضہ یسعیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۱ آیت ۱۶ و ۱۷

اس باب میں عرب کی بابت الہامی کلام کا ذکر ہے، چنانچہ آیت ۱۶ میں ہے۔ (۱۶)

خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا: ہنوز ایک برس ہاں مزدور کی سی ایک ٹھیک برس میں قیدار کی

ساری حشمت جاتی رہے گی۔ ۱۷ اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے، قیدار کے بہادر لوگ

گھٹ جائیں گے، کہ خداوند اسرائیل کے خدائے یوں فرمایا۔ آء

چنانچہ ٹھیک ہجرت کے ایک سال بعد جنگ بدر میں بنی قیدار یعنی قریش کی ساری حشمت جاتی رہی۔

شتر سوار مارے گئے اور شتر قید ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے اور بنی قیدار کا بنی انجیل سے ہونا توریت

وغیرہ اور تاریخ سے ثابت ہے اور علمائے انصاری کے نزدیک مسلم ہے۔

بشارت سیزدهم از محیضہ یسعیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۲، آیت ۲۳

اور چاند مضطرب ہوگا اور سورج شرمندہ کہ جس وقت رب الانوار کو وہ صیہون پر اور

یروشلم میں اپنے بزرگوں کے گردہ کے آگے حشمت کے ساتھ سلطنت کرے گا۔ آء

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت حشمت کے ساتھ سلطنت فرمائی اور چاند مضطرب

یعنی اپنی اہلی حالت سے متغیر ہوا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ کیا قال تعالیٰ شانہ

اِفْتَتَبَتِ السَّاعَةُ فَاَشَقَّ الْقَدْرُ ۝ قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

اور سورج بھی شرمندہ ہوا۔ چنانچہ غزوہ خیبر میں اس کو حرکت معکوس کرنا پڑی۔

بشارت چہاردهم از محیضہ یسعیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۳ آیت ۱۳

سو خداوند کا کلام ان سے یہ ہوگا حکم پر حکم۔ حکم پر حکم۔ قانون پر قانون، تھوڑا سیباں

تھوڑا دواں۔

چنانچہ قرآن عزیز اسی طرح نبیاً نازل ہوا۔ رہی انجیل سودہ علما کریمین کے نزدیک منزل

من اللہ ہی نہیں بلکہ وہ توحید کی تصنیف ہے اور حقیقہ مذکور کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب موصوف کا منزل من اللہ ہونا ضروری ہے۔

آدم ہمارے نزدیک جبرائیل حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی وہ تمام کتاب ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی۔ قرآن کریم کی طرح نبیؐ نما نازل نہیں ہوئی۔ قال تعالیٰ شانہ

وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ
عَلَىٰ مُمَكِّنًا وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ۝
وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالْوَلَاةُ يُنْزِلُ عَلَيْهَا
الْقُرْآنَ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ لِيُثَبِّتَ
بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ۝
قرآن کو ہم نے متفرق کر کے نازل کیا تاکہ آپ لوگوں
کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔
اللہ نے قرآن کو حصوں اور ٹکڑوں میں نازل کیا تاکہ فرماتے
ہوں کہ قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کیا گیا۔ کہہ دو
کہ ہم نے اسی طرح نازل کیا تاکہ آپ کے دل کو مضبوط
رکھیں اس لئے ہم نے ٹھہر ٹھہر کر نازل کیا۔

بشارت پانزوم از صحیفہ سبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام باب آیت اول

دیکھو میرا بندہ جسے میں نبھاتا میرا برگزیدہ جس سے میرا جملہ نفع ہے۔ میرے اپنی روح
اس پر رکھی، وہ تو مومن کے درمیان حالات جاری کرائے گا۔

یہ بشارت بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے صریح ہے اس لئے کہ میرا بندہ یہ ترجمہ عبداللہ کا
ہے اور عبداللہ بھی آپ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیسا کہ قرآن عزیز میں ہے۔

لَمَّا تَرَىٰ مِنْ عِندِ اللَّهِ

جب عبداللہ کھڑا ہوا۔

اور قرآن عزیز میں بشارت عبد اللہ کے لقب سے آپ کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ انا تعالیٰ

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَىٰ لِعَبْدِهِ ۖ
مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا ۚ
پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو لے گیا۔
اس چیز سے جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا۔
نصاری کہتے ہیں کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے۔

لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نصاریٰ کے اعتقاد میں خدا کے بندے نہیں بلکہ خدا اور معبود ہیں۔ لہٰذا وہ اس کے مصداق نہیں ہو سکتے اور برگزیدہ بعینہ ترجمہ مصطفیٰ کا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور و معروف نام ہے۔ اور جس سے میراجی راضی ہے یہ ترجمہ تفسیری کا ہے کہ جو اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام پاک ہے۔

اور بزعم نصاریٰ اس جملہ کلمہ راقی یعنی جس سے میراجی راضی ہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ وہ ان کے زعم میں مصلوب و مقتول ہوئے اور جو مقتول و مصلوب ہو جائے وہ نصاریٰ کے نزدیک ملعون ہے جیسا کہ گلیتوں کے قسیر سے خط کے تیرھویں درس سے معلوم ہوتا ہے۔ مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مولیٰ کر کر شریعت کی نعمت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی مکرہی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔ آہ

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نصاریٰ کے اس زعم باطل کی بنا پر معاذ اللہ خدا ان سے راضی نہیں۔

الحاصل محمد مصطفیٰ احمد مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے شبہ خدا کے برگزیدہ بندہ اور رسول ہیں جن سے خدا راضی ہے۔

اور کتب میر میں آپ کے اسم مبارک میں آپ کا نام نامی مرتضیٰ اور رضی بھی لکھا ہے۔ اور اسی وجہ سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آپ کے صحابہ کرام کا خاص شعار ہے، لکھا قال تعالیٰ شاہ

نَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَايَعُواكَ	الْبَيْتَ حَتَّىٰ يَخْلُسَ اللَّهُ تَعَالَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۖ	وَهُوَ اس دُرُخْتِ كَيْ نَحْطُ بِأُفٍّ بَيْتِ كَرِهِي قَهْ.
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ	مُحَمَّدٌ صَلَّى اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ کے
أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ	ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان
زُكَّاءُ سَجَدَ الَّذِينَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ	ہیں۔ آپ ان کو رکرع و سجدہ کرتے اللہ کا فضل اور

وَرِضُوا أَنَا سَيِّئًا هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ
مِنَ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكُمْ مَثَلُهُمْ
فِي التَّوْرَةِ ۚ
اللہ کی رضا طلب کرتے دیکھیں گے صلاح اور
تقویٰ کی نشانی اُن کے چہروں پر سجدہ کے اثر
سے نمایاں ہے یہ ہے اُن کی شان کہ جو توراہ
میں مذکور ہے۔

۴۔ اور روح سے مراد وحی الہی ہے کہ جس پر ارواح و قلوب کی حیات کا دار و مدار ہے۔
کما قال تعالیٰ شانہ ۔
وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ لَّهٖ
سبحان اللہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ پر مَرُودہ قلوب کی حیات اور زندگی کے لئے ایک روح
یعنی قرآن عظیم کو اُتارا جس نے نازل ہو کر مَرُودہ قلوب کو حیات اور بے شمار فیض دلوں کو شرف بخشی
کما قال تعالیٰ شانہ ۔

وَنَزَّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُو شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ
اور اُتارتے ہیں ہم ایسا قرآن کہ جو مومنین کیلئے
سراسر شفا اور رحمت ہے۔
۵۔ اور معجز ہو کر آپ نے باذن الہی عدالت کو سبھی جاری فرمایا کما قال اللہ جل جلالہ و علاہ
فَلِذَا إِلَيْكَ نَادَعُ وَاسْتَقَرُّ لَمَّا أَمَرْتُ
وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ أَنُفِثْنَا
أَنزَلَ اللَّهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ قُرْآنًا
يَا عَدُوَّ بَيْنَكُمْ ۚ
پس اسی طرف بلائیے اور اسی پر قائم رہئے جیسا کہ
آپ کو حکم کیا گیا ہے اور اسی خواہشوں کی پیروی نہ
فرمائیے اور یہ کہیے کہ میں ایمان لایا اللہ کی تائیدی
ہوئی کتاب پر اور حکم کیا گیا ہوں کہ تمہارے عداوت
عدل و انصاف کروں۔

اور چونکہ عدالت کا جاری کرنا شوکت کے مقتضی ہے اس لئے یہ وصفت بھی علی زعم انصاری
حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صادق نہیں اس لئے کہ انصاری کے نزدیک نصرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ

والسلام میں تو اتنی قوت بھی نہ تھی کہ جو اپنے کو قتل و صلب سے بچا سکتے شوکت تو درکنار

۶۔ پھر باب مذکور کی دوسری آیت میں ہے۔

کودہ نہ چلائے گا، اور اپنی صدا بلند نہ کرے گا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائے گا۔
یہ جملہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری طرح صادق آتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری کے باب
کراہتہ الصخب فی الأسواق میں عطار بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل کر یہ دریافت کیا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے وہ اوصاف جو تواریخیت میں
مذکور ہیں بیان فرمائیے جواب میں عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے بہت سے اوصاف ذکر فرمائے۔
مفصلہ اُن کے یہ فرمایا:

لیس بلفظ ولا غلیظ ولا سخا۔ وہ نبی نہ بدخود نہ سنگدل ہوگا اور نہ بانزاروں
بالا سواق میں شوا کرنے والا۔

۷۔ اور باب مذکور کی تیسری آیت میں ہے۔

وہ عدالت کو جاری کرائے گا کہ دائم رہے یعنی وہ نبی معاص حکومت اور صاحب عدالت
ہوگا اور حضرت عیسیٰ کے یہاں حکومت کا نام بھی نہ تھا نہ کافروں سے جہاد کیا اور نہ مجرموں پر کوئی عدالت
جاری کی اس کا مصداق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں اور دائم رہنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی شریعت غراء کا الیوم القیامۃ باقی رہنا مراد ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اب تک
برابر محفوظ ہے اھ انشا اللہ ثم انشا واللہ ہمیشہ رہے گی کوئی امت اس بارہ میں امت محمدیہ کی عمر
نہیں کر سکتی کسی امت نے بھی اپنے نبی کی شریعت اور اس نبی کے اقوال و افعال کی حفاظت امت محمدیہ
کے مقابلہ میں عشر عشر بھی نہیں کی۔ اور شریعت کچھ دائم ہونے سے خاتم الانبیاء ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اسلئے
شریعت کا دوام اور بقا والیوم القیامۃ واجب ہی ہو سکتا ہے کہ اس نبی کے بعد اور کوئی نبی نہ بنایا جائے۔ ورنہ
اگر اس کے بعد کوئی اور نبی بنایا جائے تو شریعت سابقہ شریعت لاحقہ سے منہرغ ہو جانے کی وجہ
صحتاً ٹھنی نہ رہے گی۔ ۸۔ اور باب مذکور کی چوتھی آیت میں ہے۔

اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ سلا جائے گا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے۔
 چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال جب ہوا کہ جب راستی زمین پر قائم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 اَیُّوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے
 وَ اَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ رَحِیْمٌ کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور
 لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا میں نے اسلام کو تمہارے دین بننے کیلئے پسند کر لیا۔
 کی بشدت نازل ہو گئی۔ اور

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۝ بے شک میں نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔
 اور اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ جب خدا کی مدد اور فتح آپہنچی۔
 کا وعدہ پورا ہو گیا اور جب نہیں کہ راستی قائم کرنے سے خلافت صدیقیہ کی جانب اشارہ ہو
 جیسا کہ بعض علماء کی رائے ہے اس لئے کہ راستی ترجمہ صدق کا ہے اور صدق کا اطلاق صدیق پر
 ایسا ہی ہے جیسا کہ عدل کا اطلاق زید پر چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفا میں صدیق
 اکبر کو امام بنا کر اس طرف اشارہ فرمادیا کہ میرے بعد صدیق اکبر خلیفہ ہونے چاہئیں تاکہ صدق اور
 راستی قائم ہو۔

۹۔ اور چھٹی آیت میں ہے۔

تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا۔

یہ جملہ بھی سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور پر صادق نہیں آتا اس لئے کہ اللہ نے
 آپ سے وعدہ فرمایا تھا۔

وَاللّٰهُ یُعِصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ۝ اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔
 چنانچہ یہ وعدہ اللہ کا پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جنگگیری کی اور حفاظت فرمائی ہاں

۱۰۔ المائدہ، آیت ۳۱۔ ۱۱۔ الفتح، آیت ۱۱۔ ۱۲۔ النفر، آیت ۱۱۔

۱۳۔ المائدہ، آیت ۱۶۔

برعم نصاریٰ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت نہیں ہوئی۔

۱۰۔ اور پھر چوتھی آیت میں جو نور کا ذکر ہے کہ لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے دوں گا اُس سے نورِ ہدایت اور نورِ شریعت کا دنیا مراد ہے جیسا کہ قرآن عزیز میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ
بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا
إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ۝

اے لوگو! بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے
ایک براہین آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف
ایک نور (قرآن کریم) نازل کیا۔

پس جو لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی مدد
کی اسی نور کا اتباع کیا کہ جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا
یہی لوگ نجات پائے گی۔

اے نبی! ہم نے تجھیں انوار دینے والا اور ڈرانے
والا اور خدا کی طرف خدا کے حکم سے بلانے والا اور
ہدایت کا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

کافر اپنی مومنوں کی پھر تک سے اللہ کے نور کو
بجھانا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو ضرور
پورا فرمائیں گے، اگرچہ کانوں کن گوارا ہو۔

۱۱۔ اور آیت ہفتم میں ہے۔

اعطيت ما لم يعط احد من
الانبياء قبلي

یہ جملہ بھی حرفِ بحوث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے۔
مجھ کو جناب اللہ وہ چیزیں عطا کی گئیں کہ جو انبیاء
سابقین میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔

مثلاً ختم نبوت و رسالت، عموم بعثت و دعوت، مقام محمود، شفاعت کبریٰ، معراج سبع
سموات ان فضائل و مزایا سے سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی نبی کو سرفراز نہیں کیا گیا۔ یہ
حشمت و شوکت آپ کے سوا کسی کو نہیں دی گئی۔

اور اسی طرح حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو وہ آیات بنیات محاسن اخلاق فضائل و شمائل علم
و معارف عطا فرمائے کہ جو کسی نبی اور رسول کو نہیں عطا فرمائے خصوصاً قرآن حکیم کا معجزہ تو ایسا روشن
معجزہ ہے کہ جس کے سامنے موافق و مخالف سب ہی کی گردن خم ہیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝۱۶
یہ خدا کا فضل ہے۔ وہ فضل جس کو چاہتا ہے
دیدتیا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
۱۶۔ اور گیا رھویا آیت میں ہے ۔

بیابان عرب اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات میں اپنی آواز بلند کریں گے۔ صلح
کے بنے ماے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے لٹکاریں گے، وہ
خداوند کا جلال ظاہر کریں گے۔ آہ

قیدار حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صاحبزادہ کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں اور اس بیابان سے فاران کا بیابان مراد ہے جہاں حضرت ابراہیم
علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابرہہ اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ آئے تھے، جیسا کہ
کتاب بیدائش کے اکیسویں باب کی اکیسویں آیت سے ظاہر ہے اور یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں اس وقت
مکہ معظمہ آباد ہے اور قیدار کے آباد دیہات سے یہی کہ مراد ہے۔ اسی جگہ حضرت اسماعیل کی اولاد آباد ہوئی
و محاصل اس جملہ میں آپ کے مولد یعنی بائے ولادت کی طرف اشارہ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے گئے اور آپ کی اُمت اس بیابان میں نکلا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ
اَكْبَرُ اور لَبَّيْكَ اللّٰہُمَّ لَبَّيْكَ کے نعروں سے اللہ کے جلال کو ظاہر کرے گی۔ سفرِ اودھ میں

اللہ کی حکیمہ کبنایہ خاص امت محمدیہ کا شعار ہے اذان اور تکبیر کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور نصاریٰ میں گنہگاروں کو سبکدوش بجا کر نماز پڑھتی ہوتی ہے اور بجائے بحیرہ قمر کے خشک اور بحیرہ کا فخر لگاتے ہیں کہ خدائے مہم کے پیٹ میں جسم پکڑا اور بندوں کی نجات کے لئے صلیب پر لٹکا اور اس بشارت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ نبی مہر قیدار بن اسماعیل کی اولاد سے ہوگا، لہذا اس بشارت کا مصداق انبیاء بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ سب حضرت اسرائیل کی اولاد سے ہیں، نہ کہ قیدار بن اسماعیل کی اولاد سے اور صلح مدینہ طیبہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے، اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

خلاصہ کلام

یہ کہ یہ کلام معرفت الہیام از اول تا آخر بآواز بلند یہ کہہ رہا ہے کہ وہ شخص موعود خدا تعالیٰ کا خاص برگزیدہ اور پسندیدہ بندہ ہوگا اور عامۃ اخلاق کی پیشوائی اور سارے جہان کی بادشاہی اور رہنمائی کا منصب اس کو عنایت ہوگا اور شخص موعود بنی قیدار یعنی بنی اسماعیل میں سے ہوگا۔ نہ کہ بنی اسرائیل میں سے کیونکہ قیدار بالاتفاق حضرت اسماعیل کے بیٹے کا نام ہے۔ پس اس خبر کو مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ بنی اسرائیل میں ہیں۔ بنی قیدار یعنی بنی اسماعیل میں سے نہیں۔

اور سارے جہان کی پیشوائی اور رہنمائی کا منصب بھی اُن کو حاصل نہیں ہوا، اس لئے کہ انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ صرف بنی اسرائیل کے گلوہ بھڑوں کی طرف بھیجے گئے یعنی ان کی بعثت عام نہ تھی اور نہ حضرت عیسیٰ نے کوئی حکومت کی اور نہ قوموں میں کوئی عدالت جاری کی، پس اس خبر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے مراد ہو سکتے ہیں۔ اس خبر میں جس قدر اوصاف مذکور ہیں وہ سب سیدنا و مرانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق اور منطبق ہیں لہذا وہی مراد ہو سکتے ہیں۔

بشارت شانزدہم از صحیفہ یسعیا علیہ السلام باب ۵۲ دس

۱۳۔ دیکھو میرا بندہ اقبال مند ہر گاہ بالا اور ستودہ ہر گاہ اور نہایت بلند ہر گاہ۔ ۱۴۔ جس طرح
بیتھرے تجھے دیکھ کے دنگ ہو گئے کہ اس کا چہرہ ہر ایک بشر سے نامد اور اس کی پیکر بنی آدم سے
زباہہ بزرگائی۔ ۱۵۔ اُسی طرح وہ ہیئت سی قوموں پر چھڑکے گا۔ اور بادشاہ اس کے آگے اپنا منہ بند
کرے گا، کیر نہ کہ وہ کچھ دیکھیں گے جو ان سے کہا نہ گیا تھا اور جو کچھ انھوں نے نہ سنا تھا وہ دریافت
کرے گے۔ (ختم ہوا)

اس بشارت میں میرے بندے سے آن حضرت صل اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات مراد
ہے جس کے اقبال مند اور بالا اور ستودہ ہونے میں نہ برابر شک نہیں اور لفظ ستودہ ٹھیک لفظ محمد
اکثر جمع ہے۔ ۱۶۔ محمد ستودہ میں استوار

اور حق تعالیٰ نے حضرت محمدؐ پر نہ کردہ بلندی اور نہ عطا کی کہ جو نہ کسی نے کبھی سنی اور نہ دیکھی
حضرات نصاریٰ طور کر کے کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ بلندی اور اقبال مندی بھی حاصل ہوئی
نصاریٰ کے زعم فاسد کی بنا پر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اقبال مندی اور نہایت بلندی تو کہاں سے
حاصل ہوئی نصاریٰ کے عقیدہ صلیب کی بنا پر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ ذات اور اہانت حاصل
ہوئی کہ جو دنیا میں کبھی بھی کسی بزرگ و نہ حق کو نہیں ہوئی (۱) اسلام تو اس توہین و تذلیل سے بری اور بیزاری میں
جو نصاریٰ اپنے مزعوم خدا کے لئے تجویز کرتے ہیں اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ حق تعالیٰ کے برگزیدہ
بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور ان کے دشمنوں کو ناکام کیا۔

بشارت ہفدہم از صحیفہ یسعیا علیہ السلام باب ۵۱ ورسا دوبارہ کہ کر مژدہ منورہ

(۱) اٹھ روشن ہو داسے منورین کہہ کر تیری معنی آئی اور خلدنہ کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا ہے
۲۔ کہ دیکھ تا دیکھ زمین بر چھا جائے گی اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طلوع ہو گا اور اس کا جلال تجھ پر
نمود ہو گا۔ ۳۔ اور قومی تیری مدنی میں اور شاہان تیرے طلوع کی بجلی میں چلیں گے اب یہاں سے
زمین مدینہ کو خطاب ہے۔ ۴۔ اپنی آنکھیں اٹھا کر چاندوں طرف بجاہ کر کہ سب روگ اکٹھے ہوتے ہیں

وہ تجھ پاس آتے ہیں تیرے بیٹے دُور سے آئیں گے اور تیری بیٹیاں گود میں اٹھائی جائیں گی۔ ۵۔
 تب تو دیکھے گی اور دشمن ہوگی ہاں تیرا دل اُچھلے گا اور کشادہ ہوگا کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف
 پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔ ۶۔ اونٹوں کی قطاریں اور مردان اور عیضہ
 کی سائڈنیاں آکے تیرے گرد بے شمار ہوں گی وہ سب جو سب کے ہیں آئیں گے وہ سونا اور بان ہانپیں گے
 اور خدا کی تعریفوں کی بشارتیں سنائیں گے۔ ۷۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی بنیٹ
 کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھ جائیں گے
 اور میں اپنی شرکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ ۸۔ یہ کرن میں جبریل کی طرح اڑتے آتے ہیں
 اور کہہ کر دل کی مانند اپنی کابک کی طرف۔ ۹۔ یقیناً بحری ممالک میری راہ تکیں گے اور ترسیں رملہ کیے
 جہاز پہلے آئیں گے تیرے بیٹوں کو ان کے روپے اور سونے میت دُور سے خداوند تیرا خدا اور اسرائیل
 کے قدوس کے نام کے لئے لائیں گے کہ یہ کہ اس نے تجھے بزرگی دی ہے۔ ۱۰۔ اورا بنیوں کے بیٹے تیری
 دیواریں اٹھائیں گے اور ان کے بادشاہ تیری خدمت گزاری کریں گے، اگرچہ میں نے اپنے ہمر سے تجھے مارا
 پہلا پی ہیرانی سے تجھ پر دم کر دیا گا۔ ۱۱۔ اور تیری پھاٹکیں نہ کھلیں گی وہ دن رات کبھی نہ بند ہوں گی
 تاکہ قوموں کی دولت کو تیرے پاس لائیں اور ان کے بادشاہوں کو دھم دھام کے ساتھ۔ ۱۲۔ کہ وہ قوم
 اور وہ مملکت جو تیری خدمت گزاری نہ کرے گی برباد ہو جائے گی ہاں وہ تو میں ایک نعت ہلاک
 ہو جائے گی۔ ۱۳۔ لبنان کا جلال تجھ پاس آئے گا سرور اور صومرا اور دیوار ایک ساتھ تاکہ میں اپنی مقدس
 مکان کو آراستہ کر دں اور اپنے ہاؤں کی کسی کو روئی بخشوں۔ ۱۴۔ اور تیرے غار غم میں کے بیٹے بھی
 تیرے آگے بٹیرے ہوئے آئیں گے یا وہ سب جنہوں نے تیری تختی کی تیرے پاؤں پر بیٹیں گے اور
 خداوند کا شہر اسرائیل کے قدوس کا صیہون تیرا نام رکھیں گے۔ ۱۵۔ اس کے بدلے تو ترک کی گئی اور
 تجھ سے نفرت ہوئی ایسا کہ کسی آدمی نے تیری طرف گزرتی نہ کیا میں تجھے شرافت دائی اور پشت در
 پشت لوگوں کا سرور بناؤں گا۔ ۱۶۔ تو قوموں کا دودھ بھی چوسے گی ہاں بادشاہوں کی چھاتی چھگی

اور تو ہلنے لگی کہ میں خداوند تیرا بچاؤنے والا اور میں یعقوب کا قادر تیرا چھڑانے والا ہوں۔ ۱۷۔
 میں بتیل کے بدے سونا لاؤں گا اور لوہے کے بدے رُوبا اور مکڑی کے بدے بتیل اور بتیلوں
 کے بدے لونا اور میں تیرے ماکمل کو سلامتی اور تیرے عالموں کو صداقت بناؤں گا۔ ۱۸۔ آگے
 کہ کسی تیری سرزمین میں ظلم کی آواز نہیں سنی جائے گی اور نہ کہ تیری سرحدوں میں خرابی یا بربادی کی
 تو انہی دیواروں کا نام نجات اور اپنے دروازوں کا نام ستودگی رکھے گی۔ ۱۹۔ آگے تیری روشنی
 دن کو سورج سے اور رات کو تیری چاندنی چاند سے نہ ہوگی بلکہ خداوند تیرا ابدی نور اور تیرا خدا تیرا
 جلال ہوگا۔ ۲۰۔ تیرا سورج کبھی نہیں ڈھلے گا اور تیرے چاند کا زوال نہ ہوگا کیونکہ خداوند تیرا ابدی
 نور ہوگا اور تیرے قائم کے دن آخر ہو جائیں گے۔ ۲۱۔ اور تیرے لوگ سب راست باز ہوں گے وہ
 ابد تک سرزمین کے دارل اموری مکانی ہوئی ٹہنی اور میرے ہاتھ کی کاری گری ٹھہریں گے
 تاکہ میری بزرگی ظاہر ہو۔ ۲۲۔ ایک چھوٹے سے ایک ہزار ہوں گے اور ایک حقیر سے ایک قوی
 گردہ ہوگی میں خداوند اس کے وقت میں یہ سب کچھ جلد کروں گا۔ باب ۶۰ ختم ہوا۔

اس باب کی پہلی آیت میں مکہ معظمہ کو خطاب ہے اور اس کو دشمن اور متورہ ہونے کی بشارت
 ہے اور نذر اور روشنی سے اس حضرت علی اللہ علیہ السلام کی نبوت کا نذر یا قرآن کا نور مراد ہے قرآن کریم
 میں آپ کو اور قرآن کریم کو نور میں کہا گیا ہے۔

۲۔ صد سال سے جرمین پر کفر اور شرک اور گمراہی کی ظلمت اور تاریکی چھائی ہوئی وہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور نور قرآن سے نائل ہو گئی۔

۳۔ اور امیر و فقیر اور بادشاہ اس نور کے طلع کی تجلی میں چلنے لگے۔

۴۔ اور رفتہ رفتہ وہ نور زمین کے چاروں طرف پہنچنے لگا اور مختلف قبائل اس نور کے
 گرد اکٹھے ہونے لگے اور میں بریں کے اندر وہ نور دیا بدھ اور دیو مغرب اور دیو مشرق فارس
 کا شغز و ختن اور ہند سندھ وغیرہ میں پہنچ گیا۔

۵۔ اور لاکھوں مسلمان پیادہ اور سوار امیر اور غریب حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ میں

جمع ہونے لگے اور بے شمار اونٹوں اور سانڈنیوں کی قطاریں مکہ معظمہ پہنچنے لگیں اور اونٹوں کی افراط جس قدر عرب اور مکہ مکرمہ کے اطراف اور نواحی میں ہے وہ زمین کے کسی خطہ میں نہیں۔
۶۔ اور خداوند فطال کی حمد و ثناء اور تعریف کرنے والوں کے غول کے غول خانہ کعبہ کے گرد جمع ہونے لگے۔

۷۔ اور دوئے زمین کے سلاطین اہل اسلام خانہ کعبہ اور اہل مکہ کے لئے لاکھوں درعم و دینار کے ہایا بھیجنے لگے۔

۸۔ اور مدین حضرت ابراہیم کے بیٹے کانام ہے جو بطن قطوف سے ہے اور شہر مدین انہی کو آباد کیا ہوا ہے۔ اور قیدار حضرت اسماعیل کے دوسرے بیٹے کانام ہے جیسا کہ تورات کے کتاب پیدائش کے پچیسویں باب میں صراحتہ مذکور ہے اور اہل مدین اور نواحی بسا سب حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں جو مشرف باسلام ہوئے اور ہر سال اونٹوں اور سانڈنیوں پر سوار ہو کر حج بیت اللہ کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور جن کی حمد و ثناء اور تَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ تَبَّيْكَ تَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ تَبَّيْكَ کی آذانوں سے وقت و میا بان گرجنے لگتے ہیں اور قیدار کی ساری بھیریں وہاں جمع ہو جاتی ہیں اور نمیط سے عرب شرقی و شمالی کے قبائل مراد ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ سہا یعنی یمن کے قبائل اور قیدار کی بھیریں یعنی قریش کے وحشی لوگ اور نمیط کے میندھے یعنی سحرے اور فرہ آدمی۔ ہر طرف سے ندا کی تسبیح و تہلیل اور تمجید و تحمیر کے نعرے لگاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔
۹۔ اور کبوتروں کی مانند لوگ خانہ کعبہ کی طرف اڑ کر پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔
۱۰۔ اور اس وقت جو فرخ اور جلال لبنان کو حاصل ہے وہ اس وقت مکہ معظمہ کو حاصل ہوگا اور اس وقت تک کہ قریش کی طرف منتقل ہو جائے گا جو خاتم الانبیاء اور سید الاصفیاء کا مولد اور سکن ہوگا اور اس کے اصحاب انبیاء بنی اسرائیل کا نمونہ ہوں گے۔

۱۱۔ اور جبر غارت گر خانہ کعبہ کا رخ کرے گا و یک نعمت ہلاک ہوگا جیسا کہ اصحاب نبی کا

۱۲۔ نمیط حضرت اسماعیل کے ایک فرزند کانام ہے۔

قصہ مشہور ہے۔

۱۲۔ اور خدا کا مقدس مکان یعنی خانہ کعبہ آراستہ اور سیرا ستہ ہوگا۔ ہر سال اس پر تیرین

غلات چڑھائے جائیں گے۔

۱۳۔ اور اس بلدیہ مقدس کا نام صیہون ہوگا۔ اس لئے کہ صیہون جس طرح یروشلم کے ایک پہاڑ کا نام ہے اسی طرح صیہون مکہ منکرہ کا بھی نام ہے جیسے شیخ عبدالحق دہلوی نے مراجعہ باب چہارم قسم اول میں لکھا ہے۔

۱۴۔ اور آپ کے بعد جرنلیف اور حاکم ہونے وہ عین سلامتی ہونے اور آپ کی شریعت کے عالم عین صداقت بنے۔

۱۵۔ اور سرزمین عالم صداقت اور عدالت اور سلامتی سے ایسی محور ہوگی کہ کسی جگہ جو نام کی آواز نہ گئی۔

۱۶۔ اور امت کو ایسی شریعت کا وارث بنا کر دنیا سے رخصت ہونے کا جس کا تہ اور روشنی ابد تک چمکتا رہے گا۔

۱۷۔ اور اس کا نور اور جلال ابدی ہوگا۔

۱۸۔ جرنہ کبھی ڈھلے گا اور نہ ندال پذیر ہوگا۔

۱۹۔ اور اس نبی کے کام صحابہ راستہ باز ہوں گے۔

۲۰۔ اور ایک چھوٹے سے ہزار اور ایک حقیر سے قوی گروہ ہو جائیں گے۔ ولله الحمد والمغنیۃ

گزارش

حضرت اہل علم سے گزارش ہے کہ وہ کتاب بیسیاد کا باب ۶ اور باب ۷ بھی ضرور ملاحظہ فرمائیں اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے اوصاف کا تذکرہ ہے

بشارت ہرشت ویم از کتاب دانیال علیہ السلام باب دوم

کتاب دانیال کے باب دوم میں ایک طویل قصہ مذکور ہے جس کا خلاصہ ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

بخت نصر شاہ بابل نے ایک پریشان کن خواب دیکھا اور خواب دیکھ کر بھول گیا۔ اس سے اور بھی زیادہ پریشان ہوا۔ بادشاہ نے یہ ماجرا دانیال علیہ السلام سے ذکر کیا، دانیال علیہ السلام نے وحی کے ذریعہ وہ خواب بھی بتلایا اور پھر اس کی تعبیر بھی بتلائی۔

۳۱۔ بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک صورت ہے جو نہایت خوبصورت بھی ہے اور سببیت ناک بھی ہے اور بادشاہ کے سامنے کھڑی ہے۔

۳۲۔ جس کا سر خالص سونے کا ہے اور اس کا سینہ اور ہاں دھاندلی کے ہیں اور اس کا ٹھک اور نائیں تانبے کی ہیں اور اس کی پنڈلیاں لوہے کی ہیں اور اس کے پاؤں کچھ لوہے اور مٹی کے ہیں۔ بادشاہ اس عجیب و غریب صورت کو دیکھ رہا ہے۔

۳۳۔ کہ یکایک ایک پتھر نکلا بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹ کر نکالے خود بخود نکلا اور اس صورت کے پاؤں پر لگا کر جو لوہے اور مٹی کے تھے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

۳۴۔ اور لوہا اور مٹی اور تانبا چاندی اور سونا دھرم سے وہ صورت بنی ہوئی تھی (ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور بتانی کھلیاں کے بھروسے کے مانند ہو گئے اور ہوا انھیں اڑا کر لے گئی یہاں تک کہ ان کا پتھر نہ ملا اور وہ پتھر جس نے اس صورت کو مارا ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین کو بھر دیا۔ (خواب ختم ہوا)

بادشاہ نے یہ خواب دیکھا تھا مگر بھول گیا تھا۔ دانیال علیہ السلام کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ شاہ نے یہ خواب دیکھا ہے۔ دانیال علیہ السلام نے حسب وحی خداوندی خواب بیان کر کے بادشاہ کو اس کی تعبیر بتلائی کہ اس خواب میں یکے بعد دیگرے پانچ سلطنتیں گیلین اشارہ ہے۔ سونے کے سر سے بابل کا بادشاہ مراد ہے اور تیری سلطنت سونے کی مانند ہے اور تیرے بعد

ایک اور سلطنت آئے گی جو پانڈی کے مانند ہوگی اور تیری سلطنت سے کمتر ہوگی۔ اس کے بعد ایک تیسری سلطنت آئے گی جو تاجپنے کی مانند ہوگی پھر ایک چوتھی سلطنت آئے گی جو روہے کی مانند مضبوط ہوگی، پھر ایک پانچویں سلطنت آئے گی جس کے پاؤں کھڑے رہے اور کھڑے ہونے کے بعد اس سلطنت میں کچھ ضعف اور اضطراب ہوگا، لوہا اور مسی بلاتجلا ہوگا یعنی وہ سلطنت قوت اور ضعف کا مجموعہ ہوگی کبھی اس میں قوت ہوگی اور کبھی ضعف، اس پانچویں سلطنت کے زمانے میں یکایک عالم غیب سے ایک پتھر نمودار ہوگا جو کسی کے ہاتھ سے کاٹ کر نکالا ہوگا ہر گاہ جگہ بجانب اللہ خود بخود بلا سبب ظاہری کے آسمان سے اترے گا۔ اور اس آخری سلطنت کے پاؤں پر گرے گا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا تا آنکہ اس کو ربانی کھلیں کے شجر سے کے مانند بنادے گا اور ہوا اس کو اٹھا کر لے جائے گی، یہاں تک کہ اس کا نام و نشان نہ رہے گا اور رفتہ رفتہ وہ پتھر پہاڑ بن کر تمام زمین کو بھروے گا، جانا جائیے کہ اس تعمیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی نبوت و رسالت اسباب کی آسانی بادشاہت کو ایک پتھر سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ تبلا لایا ہے کہ وہ پتھر بہت جلد پہاڑ کی شکل میں تبدیل ہو جائے گا یعنی اول اول وہ چھوٹی سی سلطنت ہوگی اور بعد میں تمام دنیا پر چھا جائے گی، چنانچہ عہد فاروقی میں قیصر کسری کی شرکت کا خاتمہ ہو گیا اور اس طرح ھُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولًا بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ کا وعدہ پورا اور ہلک کسری نکال کر ظالم عدہ و ہلک قیصر فلا قیصر بعدہ کی تصدیق ہوگی آسمانی بادشاہت کا پتھر زمین پر ایسا لگا کہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کو مٹیں کر رکھ دیا اور جبر شریعت آپ پر آسمان سے نازل ہوگی وہ قیامت تک باقی رہے گی لے

عائکہ بنت عبد المطلب کا خواب :

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عائکہ بنت عبد المطلب کا ایک خواب ذکر کریں جو سیرت کے تمام صحیح ائمہ معتبر کتابوں میں مذکور ہے تاکہ ناظرین کو اس بشارت دانیالیہ کے سمجھنے میں مدد

۱۵۰ اہل بیت، ص: ۱۲۸، ازادہ الامام، ص: ۵۰۰ - نیز: حاتیہ الحیاری صحیفہ ابن قیّم

وے وہ خواب سب ذیل ہے ۔

ابو جہل کی سرکردگی میں قریش کا ایک ہزار کا قافلہ سات سو اونٹ اور سو سواروں اور دیگر سامان حرب کے ساتھ جنگ بدر کے لئے روانہ ہوئے لگا تو قبل از دعا گئی عاتکہ بنت عبدالمطلب نے یہ خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار کہ میں آیا اور مقام ابطح میں اونٹ بٹھلا کر بآواز بلند یہ کہہ رہا ہے ۔
 الا انصر وایا آل غدر اے اہل غدیر یعنی خدا کے غلہ و رقم بہت جلد اپنے
 مصادعکم فی ثلاث متقل اور کھڑپڑنے کی جگہ کی طرف تین دن میں نکل جاؤ

اور پھر وہ شتر سوار مسجد الحرام میں گیا اور خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر بھی اسی طرح اعلان کیا۔
 اس کے بعد وہ سوار جہل البقیس پر چڑھ گیا اور وہی آواز دی اور پھر اوپر سے ایک پتھر اٹھا کر نیچے پھینکا، وہ پتھر نیچے پہنچ کر چمچ چمچ ہو گیا اور کہہ گا کوئی گھرا لیا نہ رہا کہ جس میں اس کا کوئی ٹکڑا جا کر نہ
 گما ہو۔ عاتکہ نے یہ خواب حضرت عباس سے بیان کیا جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے انھوں
 نے یہ خواب اپنے مخصوص دوستوں سے بیان کر دیا اور کہہ گئے کہ تو ہم پر کوئی مصیبت آنے والی ہے
 شدہ شدہ اس خواب کی اطلاع ابو جہل کو بھی ہو گئی۔ ابو جہل نے جب حضرت عباس کو مسجد حرام میں
 آتے دیکھا تو کہنے لگا اے ابوالفضل دحضرت عباس کی کنیت ہے، تمھارے مرد تو مدعی نبوت تھے
 ہی اب تمھاری خدمتیں بھی نبوت کا دعویٰ کرنے لگیں، حضرت عباس نے کہا کیا بات ہے، ابو جہل نے
 عاتکہ کے خواب کا ذکر کیا۔ خواب بیان ہی کیا جا رہا تھا کہ یکایک فہم غفاری ابوسفیان کا پیام کے
 اس شان سے مکہ میں پہنچا کہ پیراہن چاک ہے اور اونٹ کی ناک کٹی ہوئی ہے اور یہ آواز لگا رہا ہے
 اے گروہ قریش! اپنے کاروان تجارت کی خبر لے دو اور جلد از جلد ابوسفیان کے قافلہ کی مدد کو پہنچو غیر منتظر
 ہی قریش پر سے ساز و سامان کے ساتھ مکہ سے نکل کھڑے ہوئے اور بدر کے میدان میں پہنچ کر اس
 خواب کی تعبیر بحالت بیداری اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ۔

اور اس واقعہ پر بھی غمزدہ کہ جو حادثہ صحیح میں آیا ہے کہ غزوہ خندق میں خندق کھودتے
 وقت جب ایک سخت پتھر نکل آیا تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ کمال مار لی جس سے

وہ تپڑ ٹوٹ گیا اور اُس سے سختی نمودار ہوئی اور اس میں شام اور عاریں اور عین کے شہر نظر آئے۔
 اشارہ اس طرف تھا کہ یہ تمام ممالک اسلام کے مفتوح ہوں گے۔

بشارت نوز ویم از انجیل متی باب سوم آیت اول

اُن دونوں میں یوحنا یہودیہ کے میابان میں ظاہر ہو کے منادی کرنے اور یہ کہنے لگا کہ توبہ
 کرو آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔ انتہی

اور اسی انجیل کے باب چہام کے سترھویں آیت میں ہے :- اسی وقت سے یسوع نے

منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ توبہ کر لو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔ انتہی

آسمانی بادشاہت سے یہ مراد ہے کہ کوئی کتاب آسمان سے نازل ہو اور اس میں ہر طرح کے
 احکام مذکور ہوں گے اور نہایت شوکت اور حاکمانہ طور سے اس کی نشر و اشاعت کی جائے گی، خدا
 کے مہرکشوں اور نافرمانوں پر تہدیدی احکام نافذ ہوں گے۔ غرض یہ کہ نہ تو فقط دنیوی بادشاہت
 ہو جیسا کہ سلاطین دنیا کو حاصل ہوتی ہے اور نہ یہ ہر کہ فقط احکام خداوندی اشاعت نہایت مسکت
 سے مقہور اور مغلوب ہو کر ہر کسی شوکت اور حکومت کے کی جائے، بلکہ احکام آسمانی بھی ہوں اور
 اس کے ساتھ شوکت اور حکومت زمینی بھی ہو۔ احکام خداوندی سے سربا لی کرنے والوں کو سزا بھی دی
 جاتی ہو۔ حکومت الہی کے باغیوں سے جہاد بھی کیا جاتا ہو اور یہ دونوں باتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 اور آپ کے خلفاء کے عہد میں کا حقہ ظہور میں آئیں۔

احکام خداوندی اور شریعت آسمانی بھی نازل ہوئی اور نہایت شوکت اور قوت سے اس کو
 نافذ کیا گیا۔ قیصر و کسری کے تخت کو امٹ کر رکھ دیا، خدا کے دشمنوں سے جہاد بھی کیا۔ چھر اور زرن
 پر مدھن قائم کی۔ زنا کاروں کو حرم اور تنگسار کیا۔ شراب خواروں کے گورے مگوائے۔ آنکھ کھول کر
 دیکھئے کہ آسمانی بادشاہت اس کو کہتے ہیں اور خدا یا یہ بھی آسمانی بادشاہت نہیں تو رہ بادشاہت
 تم جلاؤ کہ جس کو آسمانی کہا جائے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ
 اَزَا لَفَى السَّمْعُ وَهُوَ شَهِيدٌ

بشارت بستم انا نبیل متی باب ۲ آیت ۴۴

یسوع نے انھیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں بڑھا کہ جس پتھر کو راج گیر دوں
نے ناپسند کیا وہی کرنے کا سوا ہوا۔

یہ خدا کی طرف سے ہوا اور ہماری نظروں میں عجیب اس لئے میں تمھیں کہتا ہوں کہ خدا کی
بادشاہت تم سے ملے گی اور ایک قوم کو جو اس کے میوہ لانے دی جائے گی جو اس
پتھر پر گرے گا چور ہو جائیگا۔ جمی پر وہ گرے اُسے میں ڈالے گا۔ اتنی راج گیر اور مہاروں سے بنی
اسرائیل مراد ہیں اور کونے کے پتھر سے ہمارے نبی اکرم خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں کیونکہ آپ بنی اسرائیل کی نظر میں ایک ناپسند پتھر کے مشابہ تھے بنی اسرائیل نے ہر خدا آپ
کو رد کرنا چاہا مگر آپ تائید الہی سے کرنے کا سراغین خاتم النبیین ہو کر رہے۔ اور پتھر کے سرزدوہ
ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جو کون کا عمارت کی بنیادی کی طرف خالی تھا وہ اس سے بھر جائے گا اسی طرح
تقریباً بی جو زندہ خالی تھا وہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پُر ہو گیا اس طرح قصر نبوت کی عمارت
پُر دی ہو گئی۔

کماری ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان مثلی وثلث
الانبياء من قبلي كمثل رجل بنى ناقحة
واجملہ الاموٰض لبلنۃ من زواۃ فاجعل النبی
یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ہلا
وضعت اللبنۃ وانا خاتم النبیین ﷺ البغوی
فی کتاب الانبیاء و فی روایتہ انا سددت
موضع اللبنۃ فتمت بی البنیان و تم فی الرسل
انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور انبیاء
سابقین کی ایسی مثال ہے کہ کسی نے ایک محل بنایا
عمدہ تیار کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ
اس محل کا چکر لگاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک
اینٹ کیوں چھوڑ دی گئی ہیں ہی خاتم النبیین ہو
یعنی میں نے ہی اس اینٹ کی جگہ کو پُر کیا ہے اور
میرے ہی سے تعمیر ختم ہوئی اور مجھ ہی پر انبیاء و
رسل کا سلسلہ ختم ہوا۔

پھر آپ پر جزر گرا وہ عجمی چور چور ہوا اور جس پر آپ گرے وہ چور اچڑا ہوا۔ چنانچہ جنگ

بدر میں قریش آپ پر گرسے اور وہ خدا کے فضل سے چمڑ چمڑ ہوئے اور فتح مکہ کے وقت آپ اُن پر گرسے تب بھی وہی چمڑ چمڑ ہوئے اور آپ کے بعد صحابہ کلام ایران، شام و روم وغیرہ وغیرہ پر گرسے اور سب کو چمڑ کیا اور پھل اور میوہ لانے والی قوم بنی انجیل بھی کہ جہاں حضرت علی اللہ علیہ السلام کی تربیت سے پھل لائی اور حکومت اور سلطنت کے مالک ہوئے اور یہ آسمانی بادشاہت اُن کے حصہ میں آئی۔

لہذا اس بشارت کا مصداق بجز خاتم النبیین سید الاولین والآخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ رہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سودہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے تھے، بنی اسرائیل میں بہت محرم تھے وہ ناپسند چہر کے کیسے مشابہ ہو سکتے ہیں۔ وہم یہ کہ وہ خاتم النبیین نہیں جیسا کہ سابق میں معلوم ہو چکا ہے کہ اہل کتاب علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کے ایک اور نبی کے منتظر تھے۔ نیز سابق میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ جب یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو یہودیوں نے ان سے دریافت کیا۔ الخ

سوم یہ کہ حضرت یحییٰ خود تو کبھی کسی پر نہ گرسے اور یہود جب اُن پر گرسے تو بقول نصاریٰ حضرت مسیح چمڑ چمڑ ہوئے۔ واللہ اعلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی یہ نہیں فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے آسمان پر چلے جانے کے بعد کوئی سچا نبی نہیں آئے گا۔

بشارت بست و حکم از انجیل یوحنا باب چہار و حکم آیت ۱۵

۱۵۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے۔ ۱۶۔ اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا دعا بخشنے کا کہ ابد تک تمہارے ساتھ ہے۔ ۲۴۔ وہ تمہیں دینے والا جو روح القدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں کھلے گا۔ اور سب باتیں جو کچھ کہ میں نے تمہیں کہی ہیں تمہیں یاد دلانے گا۔ ۲۹۔ اور اب میں تمہیں اس کے واقع ہونے سے پیشتر کہنا کہ جب وہ وقوع پائے تو تم ایمان لاؤ۔ ۳۰۔ بعد اس کے میں تم سے

بہت کلام نہ کروں گا اس لئے کہ اس جہان کا سردار آنا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔

اور باب ۱۵ - آیت ۲۰ میں ہے ۔

جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی
سچائی کی روح تودہ میری گواہی دے گا۔ انتہی

اور باب ۱۶ - آیت ۷ میں ہے ۔

(۱۶) میں تم سے سچ کہتا ہوں تمہارے لئے میلر جانا ہی فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ
جاؤں تودہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔
(۱۷) اور وہ اگر دنیا کو گناہ اور استبداد سے قصور وار ٹھہرائے گا اور (۱۸) گناہ کے
بارہ میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۹) استبداد کے بارہ میں اس لئے کہ میں
اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دکھو گے (۲۰) عدالت کے بارہ میں اس لئے کہ اس
جہاں کے سردار پر حکم کیا گیا ہے (۲۱) میری اور سچی بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں اب کہوں پر اب
تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ (۲۲) لیکن جب وہ روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ
دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ
کی خبریں دے گا۔ (۲۳) وہ میری برتری اور جلال کو ظاہر کرے گا۔ انتہی

اسا عجیل متی باب آیت ۱۱ میں ہے ۔ میں تو بہ کے لئے پانی سے بہتر دیتا ہوں لیکن جو

میرے بعد آئے مجھ سے بعد آئے ہیں کہ میں اس کے جوتے اٹھانے کے لائق نہیں۔ انتہی
یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے کہ جو آپ نے اپنے الی السلام سے پیے حوارین کی تسلی کے لئے

فرمایا کہ تم میرے پیروں کی سازشوں اور قتل کے تدبیروں سے ہرگز نہ گھبراؤ اور میری تکلیف سے ہرگز
اور غمگین نہ ہو میں منقرض ہوا ایمان دنیا سے نکل کر ایسی جگہ چلا جاؤں گا کہ جہاں کسی کی رسائی نہیں ہوگی یعنی
آسمان پر چلا جاؤں گا۔ خدا کے یہاں بہت مکان ہیں اور قیامت کے قریب ہر آسمان سے نازل
ہوں گا۔ اور بعد ازاں ایک آنے والی فاطمہ کی بشارت دی کہ ایک زمانہ آئے گا کہ میرے علاوہ

ایک دوسرا فارقلیط (رسول) ظاہر ہوگا اور وہ اگر میری زندگی بیان کرے گا اور میرے نہ ماننے والوں یعنی یہود بے بہبود کو خوب سزا دے گا اور وہ دین و دنیا کا سرفراز ہوگا اور وہ اس قدر بلند مرتبہ ہوگا کہ مجھ میں اس کی کوئی بات نہیں حتیٰ جل شانہ نے قرآن کریم میں اس بشارت کا ذکر فرمایا ہے کما قال تعالیٰ۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَىٰ ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ النُّوْرِ أَنَا وَمُتَّبِعًا لِّرِسَالِ يَأْقُوْثٍ مِنْ بَعْدِي أَسْمُهُ أَخْمَدُ سَلَمَ

اس وقت کو یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں ایک عظیم الشان رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

اصل بشارت میں لفظ احمد موجود تھا اور جیسا کہ انجیل برنابا میں اب بھی موجود ہے لیکن جب انجیل کا عبرانی زبان سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو یونانیوں نے اپنی عادت کی بنا پر کدہ ترجمہ کرتے وقت ناموں کا بھی ترجمہ کر دیا کرتے تھے، آں حضرت کے نام مبارک (احمد) کا ترجمہ بھی پیر کلوطس سے کر دیا۔ اور پھر جب یونانی نسخہ کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا تو پیر کلوس کا معرب فارقلیط کر لیا گیا، ایک عرصہ تک اردو اور فارسی اور عربی نسخوں میں فارقلیط کا لفظ رہا اس کے بعد اس کا ترجمہ روح القدس سے کیا گیا اور مسیحین روح القدس کے لفظ کو بطور تفسیر خطوط و حدانی میں لکھتے رہے۔ رفتہ رفتہ فارقلیط کے لفظ کو باطل حذف کر دیا پھر کسی نے فارقلیط کی جگہ روح القدس کا لفظ اور کسی نے روح حق کا لفظ اور کسی نے مددگار اور تسلی دینے والے کا لفظ رکھ دیا اور فارقلیط کے لفظ کو انجیل کے نسخوں سے باطل حذف کر دیا۔

لفظ فارقلیط کی تحقیق

لفظ فارقلیط اصل میں یونانی زبان سے معرب کیا گیا ہے اور یہ لفظ یونانی زبان میں کسی

کئی معنی میں مشترک ہے اور وہ سب معنی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتے ہیں۔
 علامہ نصاریٰ نے فارقلیط کے مختلف معنی بیان کئے ہیں۔

- (۱) کسی نے کہا کہ فارقلیط کے معنی قتل دینے والے کے ہیں جس کا عربی ترجمہ معتری ہے
- (۲) کسی نے کہا اس کے معنی معین اور مددگار کے ہیں (۳) کسی نے کہا اس کے معنی شافع بینی شفاعت کرنے والے کے ہیں (۴) کسی نے کہا اس کے معنی وکیل یعنی وکالت کرنے والے کے ہیں۔ (۵) کسی نے کہا کہ اس کے معنی بڑا سراہنے والا جس کا فارسی ترجمہ ستائندہ اور عربی ترجمہ حماد اور احمد بصیغہ اتم تفضیل معنی فاعل ہے (۶) اور کسی نے کہا کہ اس کے معنی بڑا سراہا گیا یعنی بڑا ستودہ کے ہیں جس عربی ترجمہ محموس ہے اور احمد اتم تفضیل معنی مفعول ہے۔ کیونکہ لفظ احمد صغیر اسم تفضیل کا ہے جو کبھی معنی فاعل آتا ہے اور کبھی معنی مفعول پس اگر احمد اتم تفضیل معنی فاعل ہو تو اس کا ترجمہ یہ ہوگا بڑی حمد و ثناء مگر تاہم خدا تعالیٰ کا بڑا سراہنے والا اور اگر احمد اتم تفضیل معنی مفعول ہو تو اس کا ترجمہ یہ ہوگا بڑا ستودہ یعنی جو خدا اور بندوں میں بڑی ستودہ ہے کہ ہر جگہ اس کی تعریف کی جاتی ہے (۷) اور بعضوں نے فارقلیط کا ترجمہ امید گاہ عوام سے کیا ہے (۸) اور بعض نسخوں میں رسول کا لفظ ہے (۹) اور بعض نے کہا کہ اس کے معنی روح حق کے ہیں (۱۰) اور کسی نے کہا کہ اس کے معنی نقرہ اور معتبر کے ہیں۔

پس اگر فارقلیط کی اصل یونانی زبان میں پاراکلیطوس قرار دی جائے تو اس کے معنی معین اور مددگار اور دیکھیں اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کی اصل پیرکلطوس ہے تو اس کے معنی محمد یا احمد یا حماد کے قریب قریب ہیں۔

انہی کے تمام قدیم نسخوں میں عربی اور فارسی اور اردو تمام نسخوں میں فارقلیط کا لفظ موجود تھا۔ مگر اب موجودہ نسخوں میں لفظ فارقلیط کے بجائے زیادہ تر مددگار اور روح حق کا لفظ پایا جاتا ہے مگر باوجود ان تحریفات اور تغیرات و تبدلات کے پھر بھی مدعا محال ہے اس لئے کہ اس بشارت میں فارقلیط کے جواد صاف ذکر کئے گئے ہیں یہ وہ تمام کے تمام محمد مصطفیٰ اور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر علیٰ جبہ الکمال

واقف صادق اور متعلق ہیں اور فارغیت کے جو معنی بھی لیے جائیں وہ سب آپ پر صادق ہیں، آپ خلاقانی کے دلیل اور شہرہ بھی ہیں اور روح حق اور روح صدق اور روح راستی بھی یعنی روح خشیت نہیں جو جھوٹ بڑے اور امت کے شائع بھی ہیں اور شیر و نذیر بھی ہیں، اور خدا کے ستودہ اور پسندیدہ بندے بھی ہیں اور سب سے زیادہ خدا کی حمد و ثناء کرنے والے بھی ہیں بلکہ یہ تمام آپ کے اسرار ہیں یعنی آپ کے نام ہیں کوئی ان میں سے اسم صفت ہے جیسے دلیل اور شائع اور معین و مددگار اور روح الحق اور کوئی اسم علم ہے جیسے احمد اور محمد اور محمود اور قادر اور آپ کے ناموں میں ایک نام آپ کا حمد بھی ہے، احمد اگرچہ مصدر ہے بمعنی ستورن۔ مگر بالغتہ آپ پر اطلاق کروایا گیا گو یا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کی محبت و حمد و ثناء میں۔

فارغیت کا سب سے زیادہ صحیح ترجمہ لفظ احمد ہے اور اسی وجہ سے قرآن کریم میں اس بشارت کا ذکر لفظ احمد آیا ہے کما قال تعالیٰ مُبَشِّرًا لِلرَّسُولِ يَا قَىٰ مَن بَعْدِي اَسْمُهُ اَخْصَدُ یہ آیت قرآن مجید جس ملک میں نازل ہوا اس وقت اُس ملک میں پیشا پلا ہوگا اور علماء نصاریٰ موجود تھے، اگر یہ بشارت اور یہ خبر غلط ہوتی تو ہزار ہا علماء یہود و نصاریٰ اس غلطی کو فاش کرتے اور ہر ملا اس خبر کی تردید کرتے اور ہر علماء یہود و نصاریٰ اسلام میں داخل ہو گئے تھے وہ اس غلط بیانی کو دیکھ کر فوراً اسلام سے برگشتہ ہو جاتے اور بغیر شہر و وطن و ممالک سے فرار ہو جاتے، اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پیشین گوئی کو علی الاعلان ظاہر فرمانا اور بیان کرنا۔ اور علماء نصاریٰ کا خاموش رہنا یہ ان کے اعتراف اور تسلیم کی روشن دلیل ہے اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگر یہ بات سچی تھی تو اُس وقت کے تمام علماء یہود و نصاریٰ کیوں مسلمان نہ ہو گئے۔

جواب

یہ ہے کہ علماء نصاریٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کی پیشین گوئیاں تو ریت میں موجود ہیں مگر باوجود ان پیشین گوئیوں کے اور باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے مشاہدہ کرنے کے بعد بھی یہ علماء یہود و نصاریٰ حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائے بلکہ اُن کے دشمن ہو گئے اور ہر مسلک والی اللہ

بوجہ دنیاوی اغراض یا بوجہ مسد کے حضرت مسیح کی دعوت کو قبول نہیں کیا بلکہ صاف طور پر علماء یہود یہ کہتے ہیں کہ توریت میں حضرت مسیح کی کوئی بشارت نہیں اور نہ ان کا کوئی ذکر ہے، اسی طرح بہت سے علماء نصاریٰ نے بوجہ سنگینی اور بوجہ دنیاوی اغراض آپ کا پیروہنا قبول نہ کیا۔ حالانکہ ان کو یقین تھا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی مسیح بن مریم نے بشارت دی ہے جیسے ہرقل اور مقوقس نے صاف طور پر اس کا اقرار کیا کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی انجیل میں بشارت دی گئی مگر اپنی سلطنت کی خاطر اسلام میں داخل نہیں ہوئے اور علماء نصاریٰ میں جو منصف اور حق پرست تھے۔ جیسے ہاشمی شاہ جعفر اور صفاطرودی اور ابن السناطہ وغیرہم یہ لوگ ایمان لائے اور بہت سے علماء نصاریٰ نے دیدہ و دانستہ علماء یہود کی طرح صاف طور پر یہ کہہ دیا کہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی توریت و انجیل میں کوئی بشارت نہیں۔ علماء نصاریٰ کی یہ تکذیب اسی ہے جیسا کہ علماء یہود اور دیگر مجاہد حضرت مسیح کی بشارتوں کے منکر اور مکذب ہیں علماء نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ اس بشارت میں ناقصیت کی آمد سے روح القدس کا حواشین پر نازل ہونا مراد ہے، چنانچہ حضرت عیسیٰ کے رفع الی السما کے بعد جب حواشین ایک مکان میں جمع تھے تو وہ روح ان پر نازل ہوئی اور اس کے روح کے نزل سے حواشین خود بخود دیر کے لئے متعجب زبانیں بولنے لگے۔

نصاریٰ کا یہ خیال ہر اس خیال خام ہے یہ بشارت کسی مقدس اور برگزیدہ انسان کے حق میں ہے۔ جو خدا کی طرف سے ابھام پائے گا اور خدا کی طرف سے اس کو جو القادہ ہو گا وہی کہے گا۔ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا۔ اس بشارت کو روح القدس یعنی جبرئیل امین کے نزل سے کوئی واسطہ نہیں اور کسی فرشتہ سے اس بشارت کا کوئی تعلق نہیں۔ ناقصیت کی آمد سے ایک رسول عظیم کی بعثت مراد ہے جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرے گا۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب حقانی صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں:

”ایک پادری صاحب اپنے ایک رسالہ میں جو لفظ ناقصیت کی تحقیق میں انھوں نے لکھا ہے

اور سیدہ جبری میں کلکتہ میں چھپا تھا، سمجھتے ہیں کہ یہ لفظ فارسی طبریانی زبان سے معرب کیا گیا ہے
 ہیں اگر اس کی یونانی میں پارا کلیطوس اہل تبرا دی جائے تو اس کے معنی معین اور وکیل کے ہیں اور
 اگر کہیں اہل پیر کلرطوس ہے تو اس کے معنی محمد یا احمد کے قریب ہیں پس جس عالم میں اہل اسلام نے
 اس بشارت استدلال کیا تو وہ اہل پیر کلرطوس سمجھا کہ محمد اس کے معنی محمد یا احمد کے قریب ہیں، پس
 اس نے دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے محمد یا احمد کی خبر دی لیکن اہل پارا کلیطوس ہے فقط ہم کہتے ہیں۔
 کہ اہل پیر کلرطوس ہے، ایرانی خط میں بہت تشابہ ہے اس کو پارا کلیطوس غلطی سے پڑھ لیا۔

دفعہ دیکھا ظہار الحق (۱۵۵ ص ۲۵)

اور ایرانی زبان میں پیر کلرطوس ہونے کی ایک خبری دلیل یہ ہے کہ سینٹ جردم نے جب انجیل کا
 ترجمہ لاطینی زبان میں لکھنا شروع کیا تو پیر کلرطوس کی جگہ پارا کلرطوس لکھ دیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس
 کتاب سے نقل کیا تھا پیر کلرطوس تھا۔

اور اگر ہم اس تحقیق سے قطع نظر بھی کریں تو تب بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کیونکہ اس بشارت میں اس
 آنے والے فارسی طے کے بہت سے اوصاف بیان کئے ہیں جو تمام دکال سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ و احمد
 مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق اللہ باری ہیں۔

اول یہ کہ جب تک میں نہ ہاؤں گا وہ مائے گا و دم یہ کہ وہ میری گواہی دے گا۔ سوم یہ کہ
 وہ گناہ اور راستی اور عداوت سے تقصیر وار نہیں رہے گا۔ چہارم یہ کہ مجھ پر بڑا ایمان لانے والوں کو
 سزا دے گا۔ پنجم وہ تمہاری ماہ بتلا دے گا۔ ششم یہ کہ وہ آئندہ کی خبریں دے گا۔ ہفتم یہ کہ
 وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ جو اللہ سے منے گا وہی کہے گا۔ ہشتم یہ کہ وہ جہان کا سردار ہوگا۔ نہم۔
 یہ کہ وہ میری تمام باتیں تم کو یاد دلائے گا۔ و ہم یہ کہ جو اس قسم اس وقت برداشت نہیں کر سکتے وہ نبی
 اس وقت اگر تم کو بتلائے گا اور جو باتیں غیر مکمل ہیں ان کی تکمیل کرے گا اور یہ تمام باتیں آنحضرت پر صادق آتی
 ہیں۔ (۱) آپ کا تشریف دانا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانے پر اس نے مرقوم تھا کہ آپ تمام آیتیں

ہیں اس لئے کہ کسی نبی کا اپنا پہلے نبی کے جانے پر جب ہی موقوف ہو سکتا ہے جب دوسری خاتم الانبیاء ہو ورنہ اگر وہ نبی خاتم الانبیاء نہیں تو اس کے آنے سے پہلے نبی کا ہانا شرط ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اس لئے کہ جب وہ نبی خاتم الانبیاء نہیں تو پہلے نبی کی موجودگی میں بھی وہ دعوت ہو سکتا ہے۔ پہلے نبی کا ہانا دوسرے کے آنے کے لئے جب ہی شرط ہو سکتا ہے کہ جب دوسرا نبی خاتم الانبیاء ہو۔ الحاصل حضرت مسیحؑ نے اس جملہ سے یہ ظاہر فرمادیا کہ وہ خاتم علیہ السلام نہ تھا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۚ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا ہے مردوں میں سے کسی باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور آخر انبیاء ہیں۔
اور حضرت مسیحؑ خاتم انبیاء نہ تھے ورنہ ظہار نصاریٰ دیہود حضرت مسیحؑ کے بعد ایک نبی کے مس لئے مقرر تھے اور وہ کہ آنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانے پر موقوف نہ تھا۔ روح کا نزول تو حضرت عیسیٰ کی موجودگی میں بھی ہوتا تھا۔

(۲)۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی بھی دی۔
وَمَا تَقْلُوبُهُ وَمَا صَلْبُوهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُ بِهِ مِنْ عَلَيْهِ إِلَّا أَتَيْنَاكَ نَقْلًا وَمَا تَقْلُوبُهُ لَقِيتْنَا بِلَدِّهِ وَفَعَلَهُ اللَّهُ إِلَهًا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۚ
اور انہوں نے نہ ان کو دھیل علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ سولی دی لیکن اشتباہ میں ڈال دئے گئے اور جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں اختلاف کیا وہ یقیناً شک میں ہیں خود ان کو اس کا یقین نہیں محض گمان کی پیروی ہے۔ یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو انہی طرف اٹھایا۔ وہی غالب اور حکیم ہے۔

(۳)۔ اور راستی اور عدالت سے ملزم بھی کیا (۳)۔ اور حضرت مسیحؑ کے نہ آنے والوں کو پوری پوری سزا بھی دی کسی سے قتال اور جہاد کیا۔ اور کسی کو جلاوطن کیا۔ جیسا کہ یہود و نصیر اور یہود بنو نصیر

اور یہ وہ غیر قنقیق کے واقعات سے ظاہر ہے اور روح نے نہ کسی گمراہ ٹھہرایا اور نہ کسی کی سرزنش کی اور سرزنش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فارق قلیط ظاہر ہونے کے بعد حکومت کے ساتھ لوگوں کو تزیخ اور سرزنش کرے گا اور ظاہر ہے کہ روح القدس کا ظاہر ہو کر عام لوگوں پر حکومت کرنا کہیں ثابت نہیں اور نہ حواریں کا یہ منصب تھا۔ حواریین نے حکومت کے طور پر کسی کی تزیخ نہیں کی بلکہ دعا و غنا کے طور پر لوگوں کو کھاتے تھے جس میں حکومت کا ذور نہ تھا۔ فرض یہ کہ کسی طرح بھی روح القدس کو فارق قلیط کا مصداق نہیں قرار دیا جاسکتا۔

اور آیت دوم میں سرزنش کی یہ وجہ بیان فرماتا اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے اس پر بلا تکتا ہے کہ اس فارق قلیط اور مدعا اور دلیل و شیعین کا لہر منکرین عینی علیہ السلام کے سامنے ہر جہاں بخلاف روح کے کہ اس کا ظہور تو آپ کے نزدیک حواریین پر ہوا کہ جو منکرین عینی علیہ السلام نہ تھے اور نہ حواریین نے کسی کو سرزنش نہ خود ہی سکین اور عاجز تھے کسی منکر کو کیسے سزا دے سکتے تھے۔ (۵) اور آنحضرت نے صدق اور راستی کی وہ راہیں بتائیں کہ جو نہ کسی نے دیکھی اور نہ سنی آپ کی شریعت غرا، اور ملت ہیفی اس کی شاخ ہے۔ (۶) اور اندہ واقعات کے متعلق آپ نے اتنی خبریں دیں کہ جن کا کوئی مشاوش نہیں اور ایسی صحیح خبریں دیں جو ہر بہرہ نظر ہوئے اور ان کا ایک حرف بھی غلط واقعہ نہ نکلا اور اقامت اسی طرح ظاہر ہوئی رہی گی کہ (۷)۔ اس لئے کہ آپ نے انہی طرقت سے کچھ نہیں فرمایا۔ لکھا قال تعالیٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ (۸) اور ان میں جہان کے سردار اور بادشاہ بھی ہوئے اور جہان اور دنیا کی سرکاری سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی نبوت تام عالم کے لئے ہوئی کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہ ہوئی (۹)۔ اور نصاریٰ نے حضرت مسیح کی صحیح تعلیمات کو محو کر دیا تھا ان کو کہیں یاد دلایا جن میں ترمیم و تثلیث کا مسئلہ بھی ہے اس کو خوب یاد دلایا۔ اور حضرت مسیح کے قتل و صلب کی نفی اور دین الی السار کا اثبات فرمایا۔

كُلُّ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ حِلْمَةٍ
سَوَاءٌ بَيْنُنَا وَبَيْنَكُمْ إِلَّا الْغَبْدُ إِلَّا اللَّهُ
وَلَا تُكْرِهُوا بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ لِنَفْسٍ
عَمَلًا ذِكْرِي اِهْدُوا سُبُلَكُمْ سُبُلَ اللَّهِ
آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب ایک ایسے امر کی طرف
آؤ کہ ہم میں اور تم میں تم ہے وہ یہ کہ خدا کے سوا کسی
عمل نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں

بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ لَهُ
وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنِي أَمْرًا وَيَلْ أَعْبُدُوا
اللَّهُ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مِنْ يُسْرِفُ
بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ
وَمَا دُونَهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ
مِنْ أَنْصَارٍ - ۱۰

اور ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں
اور فرمایا حضرت مسیح بن مریم نے اے بنی اسرائیل بڑی
کہ وہ صرف ایک اللہ کی جو صفت میرا اور تمہارا پروردگار
ہے تحقیق جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ
قلعے نے اس پر جنت کو حرام کیا ہے اور اس کا
ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

۱۰۔ آپ نے مبعوث ہونے کے بعد وہ باتیں بھی بتلائیں کہ جو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے زمانے میں بنی اسرائیل کے عقل سے باہر تھیں یعنی ذات و صفات، شریعت و طریقت، حشر و نشر، جنت
و جہنم کے منتقل وہ علوم و معارف کے دریا بہنے لگے کہ جن سے تمام عالم دھمک ہے اور کسی کتاب میں ان
علوم کا نام و نشان نہیں اور جو امور غیر عقل شدہ تھے آپ کی شریعت کا مدنے ان سب کی تکمیل بھی کر دی
کہا قال تعالیٰ :-

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَارْتَمَعْتُ
عَلَيْكُمْ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا
الْإِسْلَامَ وَرَبُّنَا اللَّهُ
آجہ میرے لئے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر
اپنی نعمت کو بھرا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو
پہنچا دین بنا کر۔

اور تیسرا حکم کے لئے دینا کہ ایک ایسا کامل اور مکمل دستور دین شریعت (دئے گئے جو
اُن کے دین اور دنیا کی مصالح اور فلاح کا کھیل ہے اور اس کے قوانین و قوانین اور اسرار و حکم کو دیکھ کر
دنیا حیران ہے۔ تیسرا حکم پیش آنے والے واقعات کا حکم شریعت محمدیہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔
علامہ بیہود و نصاریٰ کے پاس کوئی شریعت ہی نہیں جس کو سامنے رکھ کر علمائے امت اور فقہاء وقت کی
طرح فتویٰ دے سکیں اس وقت کے نصاریٰ کے پاس شریعت کا کوئی علم نہیں کہ جس کی مدد سے وہ فتویٰ

دے سکیں، ہاں نصاریٰ کے پاس صنعت و حرفت اور کارگیری کے علوم فزون ہیں مگر انی اور جہانبانی اور عدل عمرانی کے متعلق ان کے پاس کوئی آسمانی تائید نہیں کہ جس کی مدد سے وہ دنیا میں عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کر سکیں۔ مغربی اقوام کے پاس جو دستہ ہے وہ چند اہل فکر کے افکار اور خیالات کا نتیجہ ہے بشریعت اسلامیہ کی طرح آسمان سے نازل شدہ کوئی تائید ان کے پاس نہیں۔

علامہ یحییٰ اس بشارت کو روح القدس کے حق میں قرار دیتے ہیں جس کا نزول حضرت یسے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفیع السماء کے ۴۴۰۰۰ بعد حارثین پر ہوا۔ لیکن یہ قول چند وجوہ سے باطل ہے (۱) اس لئے کہ روح کا نازل ہونا حضرت مسیح کے ہمارے پر موقوف نہ تھا بلکہ وہ تو ہر وقت حضرت مسیح کے ساتھ رہتی تھی۔

(۲) اور نہ روح نے کسی کو راستی اور عدالت سے محروم ٹھہرایا اور نہ کسی میری کو حضرت مسیحؑ کے ایمان لانے کی وجہ سے کبھی سزا دی البتہ ان حضرت مصلیٰ اللہ علیہ وسلم نے مشرکین اور کافروں سے جہاد بھی کیا اور یہودیوں کو کافی سزا دی۔ انسان کو محروم ٹھہرایا اس نے کاپی دنیا کی انعام و دنیا اور ان کی سرزنش کو نابینا حکومت کے ممکن نہیں معلوم ہوا کہ آنے والا ناریط اور دو سراہد و گار دنیا کا حاکم اور بادشاہ ہوگا جو جرموں کی سرزنش کرے گا۔ اور چہ دھویں باب کے دریں میں جو دنیا کے سرور اُنے کا ذکر ہے اس سے یہاں دنیا کا حاکم مراد ہے کہ جس کی حکومت اور توبخ اور سرزنش کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۳)۔ نیز حضرت مسیحؑ کا اس پر ایمان لانے کی تاکید فرمانا باطل ہے، اس لئے کہ حارثین پیشتر ہی سے روح القدس پر ایمان رکھتے تھے اس کے فرمانے کی کیا حاجت تھی کہ جب وہ آئے تب تم ایمان لاؤ۔ حضرت مسیحؑ کا اس قدامت تمام فرمانا اور اس پر ایمان لانے کی وصیت کرنا خود اس کو بتلا رہا ہے کہ وہ آلے حالی شے کچھ ایسی ہوگی جس کا انکار تم سے بعید نہ ہوگا۔

پس اگر ناریط سے روح مراد ہوتی تو اس کے لئے چنداں اہتمام تاکید کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ جس کے قلب پر روح کا نزول ہوگا اس سے روح کا انکار ہونا باطل ناممکن ہے۔

روح القدس کا نزول بالبدابست مفید یقین ہے جس طرح روح القدس کے نزول سے بالبدابست

جو غیر کو اپنی نبوت کا یقین آجاتا ہے۔ پیش آنے والی چیز سے انسان کو ایمانیات میں کامل ہو جاتا ہے کہ قوت خیالیہ بھی اس کو دفع نہیں کر سکتی انسان پر جب کوئی حالت طاری ہوتی تو اس کا انکار ممکن نہیں ہوتا۔
(۴)۔ نیز اس بشارت کا سیاق اس بات کو بتا رہا ہے کہ وہ آنے والا فاروقیہ حضرت عیسیٰ سے مغایر ہے جیسا کہ سرطویں آیت کا یہ لفظ دوسرا مدعا درجہ بننے کا۔ صاف مغایرت پر دلالت کرتا ہے کہ وہ علیحدہ صورت میں ظاہر اور نمودار ہوگا۔

پس اگر فاروقیہ سے روح القدس مراد لی جائے تو وہ حضرت عیسیٰ کے کسی طرح مغایر نہیں کیونکہ نصاریٰ کے نزدیک ابن اور روح القدس میں حقیقی اتحاد ہے اور روح القدس جو حواریین پر ظاہر ہوگی وہ کسی علیحدہ صورت میں ظاہر نہیں ہوگی جس طرح کسی شخص پر جن مسلط ہوتا ہے سو جن کی باتیں وہی ہوتی ہیں جو اس شخص کے منہ سے نکلتی ہیں علیحدہ صورت میں اس کا ظہور نہیں ہوتا۔

(۵)۔ نیز اس بشارت میں یہ بھی مذکور ہے کہ جو کچھ میں نے تمہیں کہا، یاد دلانے گا۔ حالانکہ کسی کتاب سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حواری حضرت عیسیٰ کے ارشادات فراموش کر چکے تھے۔ روح القدس نے ان کو علیحدہ صورت میں ظاہر ہو کر یاد دلانے شروع کیے۔

(۶)۔ نیز اس بشارت میں یہ بھی مذکور ہے کہ وہ میرے لئے گواہی دے گا۔ سو یہ وصف صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آسکتا ہے کہ آپ ہی نے اگر مشرکین اور یہود کے سامنے حضرت مسیح کی گواہی دی اور ان لوگوں کے سامنے کہ جو حضرت مسیح سے منکر یا بے خبر تھے، آپ ہی نے حضرت مسیح کی رسالت کا اعلان کیا۔

نہایت روح القدس کے وہ حضرت عیسیٰ کے حواریین پر نازل ہوئی اور حواریین پہلے ہی سے حضرت مسیح کو رسول جانتے تھے ان کے سامنے گواہی دینے کی کوئی حاجت نہ تھی۔

گواہی کی ضرورت تو منکرین کے سامنے تھی نہ کہ مؤمنین کے سامنے نہایت ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ نے یہود کے سامنے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منکر اور دشمن تھے علی الاعلان حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی گواہی دی اور ان کے دھوئے قتل و صلب کی

تردید کی اور رنج الی السام کو ثابت کیا۔

(۷)۔ نیز حضرت یحییٰ اس فارقلیط کی نسبت یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ میں اُس کی کوئی چیز نہیں
سو یہ جملہ آنحضرت ہی پر صادق آسکتا ہے کہ مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں روح القدس اللہ ہی تو ایک ہی
چیز ہے۔

(۸)۔ نیز یہ بھی قابل غور ہے کہ اس روح نے کوئی آئندہ کی خبریں بتلائیں کہ جس سے اس روح
کو اس بشارت کا مصداق کہا جائے۔

(۹)۔ نیز اس بشارت کا تمام سیاق و سباق دلائل و دلائل سے کٹانے والا دوسرا فارقلیط اور دوسرا
مددگار لباس بشری اور پیکر انسانی میں نمود کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح لباس بشری میں
دعوت حق اور لوگوں کی تسکین کے لئے آئے گا پس فارقلیط کا مصداق اُس روح کو کہنا کہ جو آدمیوں پر
جن کی طرح نازل ہوا مدد ملوں کرے بالکل غلط ہے۔

(۱۰)۔ نیز حضرت عیسیٰ کے رُوح الی السام کے بعد سے عامۃً نصاریٰ فارقلیط کے منظر پر ہے اور
یہ کچھ تھے کہ کوئی عظیم الشان نبی مبعوث ہوگا۔ چنانچہ منتسب عیسائی نے دوسری صدی عیسوی میں یہ
دعویٰ کیا کہ میں وہی فارقلیط ہوں کہ جس کی حضرت یحییٰ نے غروی ہے بہت سے لوگ اس پر ایمان لے گئے
جس کا مفصل تذکرہ ولیم میڈسلی نے اپنی تاریخ کے تیسرے باب میں لکھا ہے اور یہ کتاب ۱۸۴۸ء
میں طبع ہوئی۔ معلوم ہوا کہ علماء یہود اور نصاریٰ یہی کہتے تھے کہ فارقلیط سے کوئی انسان مراد ہے نہ کہ
روح القدس۔

اور اب التاریخ کا مصنف جو کہ ایک مسیحی عالم ہے لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
قبل یہود نصاریٰ ایک نبی کے منظر تھے اور اسی وجہ سے ہمیشہ جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے آپ کا حال سن کر ایمان لایا اور کہا کہ بلا شک یہی وہ نبی ہیں کہ جن کی حضرت یحییٰ نے انجیل میں خبر
دی ہے حالانکہ بنی اسرائیل کا عالم ہونے کے علاوہ بادشاہ بھی تھا کسی قسم کا اُس کو خوف و خطر بھی نہ تھا۔
اور متوقس شاہ قبیلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال نامہ کے جواب میں یہ لکھا۔

سَلَامٌ عَلَیْكَ اِمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَرَأْتُ
کِتَابَکَ وَنَهَمْتُ مَا ذُکِرَتْ فِيْهِ
وَمَا تَدْعُو اِلَيْهَا وَقَدْ عَلِمْتُ اَنْ نَّبِیًّا
قَدْ بَقِیَ وَقَدْ کُنْتُ اَقْلَنَ اِنَّ
یَخْرُجُ بِالْاَشَامِ وَقَدْ اُکْمِتَ
رَسُولُکَ -

سلام جو آپ پر ابا بعد میں نے آپ کے والانہر
کو پڑھا اور جو کچھ آپ نے اس میں ذکر فرمایا ہے
اور جس کی طرف دعوت دی ہے اس کو کچھ مجھ کو
خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ اب صرف ایک نبی
باقی رہ گیا ہے میرا گمان یہ تھا کہ وہ نبی شام میں ظاہر
ہو گا اور میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا۔

موقوف اگرچہ اسلام نہ لایا مگر اتنا اقرار ضرور کیا کہ ایک نبی کا آنا باقی رہ گیا ہے۔

اور جابر و ابن عباسؓ اپنی قوم میں بہت بڑے عالم تھے جب اپنی قوم کے ساتھ ان حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرت باسلام ہوئے تو یہ کہا۔

وَاللّٰہُ لَقَدْ جِئْتُ بِالْحَقِّ وَنَطَقْتُ
بِالصَّدَقِ لَقَدْ وَجَدْتُ وَصْفَکَ
فَیْنَ الْاَنْجِلِ وَبَشَرَاکَ ابْنَ الْبَرِّ
فَطَوَّلَ الْیَحْیٰ مَلَکَ وَالشُّکْرَ مَنْ
اَکْرَمَکَ لَا اَثَرَ بَعْدَ عَیْنٍ وَلَا شَاہَ
بَعْدَ یَقِیْنٍ یَدُکَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰہُ وَاَنْکَ مُحَمَّدٌ
رَّسُوْلُ اللّٰہِ

خدا کی قسم آپ حق لے کر آئے ہیں اور اپنے سچ فرمایا
العبتہ تحقیق میں نے آپ کی صفت انجیل میں پائی ہے
اور مسیح بن مریم نے آپ کی بشارت دی ہے۔ آپ
کے لئے طویل و عریض خیمہ تکریم پیش کرتا ہوں اور
شکر ہے اس کے لئے جو آپ کا اکرام کرے ذات کے
بعد نشان کی اور یقین کے بعد شک کی ضرورت نہیں
اپنا دست مبارک بڑھائیے میں شہادت دیتا ہوں
کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً آپ محمد
رسول اللہ ہیں۔

اور علیؓ ہذا ہر قس شاہِ روم اور دوسرے ذی شوکت علماءِ قرآنہ و انجیل نے آپ کی نبوت درست
کا اقرار کیا پس ثابت ہوا کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور آپ کا نام انجیل میں لکھا ہوا تھا۔
جس کو دیکھ کر لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی آمد سے پہلے وہ آپ کے منظر تھے جن کو خدا تعالیٰ نے

توفیق دی اور کسی دنیوی طمع نے ان کو نہ گھیرا وہ اس دولت سے متمتع ہوئے ۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ
ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَلَا يَحْصُدُ اللَّهُ الَّذِي
هَذَا أَنَا لِهَذَا أَوْ مَلَائِكُنَا لِنَقْتَدِرَ كَقَوْلِكَ هَذَا أَنَا لِلَّهِ

(۱۱)۔ اور سولہویں آیت کا یہ جملہ کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ

فارقِ قلیطِ خرویدنا تہرہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا اس لئے کہ فارقِ قلیطِ معنی روح جس کے نصاریٰ تامل ہیں وہ بھی ہمیشہ ان کے ساتھ نہ رہا۔

بلکہ مراد یہ ہے کہ اُس کی خیریت اور دین ابد تک رہے گا اور اس کے بعد کوئی دین نہ آئے گا
جو ان کے لئے ناسخ ہو۔

(۱۲)۔ اور باب چہارم دہم کی سترھویں آیت کا یہ جملہ یعنی پچائی کی روح جسے دنیا حاصل نہیں
کر سکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے اور نہ جانتی ہے۔ آہ

اس کا یہ مطلب ہے کہ دنیا اس کے مرتبہ کو نہیں جانتی۔ وہ تمام کائنات میں سب بہتر اور بہتر ہوگا۔

نصاریٰ کے چند شبہاتِ اوہام اور اُن کا ازالہ

روح الحق اور روح القدس سے اقنوم ثالث مراد ہے۔ لہذا روح القدس
شبہ اول اور روح الحق سے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟
جواب :- عبدِ قدیم اور عبدِ جدید میں روح کا لفظ اقنوم ثالث کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ صالح
اور طالح، بادی اور فیض کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

چنانچہ یہ جتنا کہ پہلے خط کے باب چہارم میں ہے :-

(۱)۔ اسے عزیز و اہلکِ روح کا یقین نہ کرو بلکہ روح کو آئہ و خدا کی طرف متوجہ رہو۔

(۲)۔ خدا کی روح کو تم اس طرح پہچان سکتے ہو کہ جو کوئی روح اقرار کرے کہ یسوع مسیح مجسم ہو کر آیا ہے

وہ خدا کی طرف سے ہے (۱۳)۔ اور جو کوئی رُوحِ یسوع کا اقرار نہ کرے وہ خدا کی طرف سے نہیں۔ اور اسیت ششم میں ہے اسی سے ہم حق کی رُوح اور گمراہی کی رُوح کو پہچان لیتے ہیں تاہم اس مقام پر رُوح سے داعیہ صادق اور داعیہ مضل مراد ہے۔ اقنوم ثالث کسی کے نزدیک مراد نہیں۔

اس بشارت میں خطاب حواریین کر ہے لہذا رُوح کا نزول و ظہور حواریین کی موجودگی اور حیات میں ہونا چاہیے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور حواریین کے صد سال کے بعد ہوا ہے۔

جواب ۱۔ حواریین کو خطاب اس لئے کیا گیا کہ اس وقت وہی حاضر تھے باقی وہ مقتود بالخطاب نہیں چنانچہ انجیل متی کے چھ بیسویں باب آیت ۶۴ میں ہے: میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم اپنی آدم کو آسمان کے بادلوں پر ہاتے دیکھو گے۔ آم

اب ان مخاطبین کو مرے ہرے ۱۹ سال ہر گئے اور مخاطبین میں سے کسی نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان سے آتے نہیں دیکھا۔

پس جس طرح اس مقام پر مقصود بالخطاب وہ لوگ ہیں کہ جزو دل من اسماء کے وقت موجود ہوں گے۔

اسی طرح اس بشارت میں وہ لوگ مقصود بالخطاب ہیں کہ جزو دل من اسماء کے ظہور کے وقت موجود ہوں گے۔

انجیل یوحنا کے باب چہارم آیت تیسویں میں جو سردار کا لفظ آیا ہے اس پر بعض شدید التعصب نصاریٰ مضحکہ کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ سردار سے اس بگہ شیطان مراد ہے۔

جواب ۱۔ سردار سے شیطان مراد لینا سراسر جہالت ہے اور محض تعصب اور سر پرستی ہے اس لئے کہ سردار عالم بول کر شیطان مراد لینا نہ کسی لغت سے ثابت ہے اور نہ کسی عرف سے اور

سراسر سیاق و سباق کے باطل خلاف ہے اس لئے کہ از اول تا آخر روح حق یعنی فاطمہ علیہ السلام کے اوصاف کا تذکرہ ہے جس وقت اس فاطمہ علیہ السلام کا ظہور ہوا اس وقت اس پر ایمان لانے کی تاکید اکید ہے اور پھر اس کی علت بایں الفاظ ذکر فرماتا ہے:-

”کیوں کے دنیا کا سرور آتا ہے؟“

یہ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ سرور جہاں سے سید العالمین اور مقرر انبیاء و المرسلین مراد ہوں۔
ورنہ معاذ اللہ اگر اس مقام پر سرور سے شیطان ... مراد ہو تو شیطان کا انا اور متذکرہ بالا کی علت کیسے ہو سکتا ہے؟ معلوم ہو کہ دنیا کے سرور سے وہی فاطمہ علیہ السلام اور روح حق مراد ہے کہ جس کے استحقاق سے گناہ اور جرم پر دنیا میں شہانہ اور عاکمانہ سزا نہیں دی جائے گی۔ اور انجیل یوحنا کے سولہویں باب میں
”ا میں جبرئیلؑ ہے کہ دنیا کا سرور مجھ پر ٹھہرا گیا“ قطعاً غلط ہے اور بلاشبہ تعریف ہے جو سیاق و سباق کے باطل خلاف ہے ایک طرف تو فاطمہ علیہ السلام کی صفات فاضلہ کا بیان ہوا اور ایک طرف اس سے شیطان مراد ہو، یہ کیسے ممکن ہے اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ علما و نصاریٰ کے نزدیک کبھی اس سے روح القدس مراد ہو کیا یہ صریح ناودانی اور سوئے شیطان نہیں وہم یہ کہ حضرت مسیحؑ کا یہ فرمانا کہ وہ مقرر جہاں آنے والا ہے اس امر کی صریح دلیل ہے کہ وہ شخص ابھی تک دنیا میں نہیں آیا اور شیطان باتفاق یہود و نصاریٰ و اہل اسلام انتہاء آفرینش اور افراد بشری سے دنیا میں موجود ہے اور لوگوں میں مختلف و شیطان مردود لوگوں کے ساتھ ہے۔

و شیطان کہاں چلا گیا تھا کہ جس کی نسبت یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ اب آتا ہے کیا وہ پہلے سے موجود

نہ تھا؟

سوم یہ کہ سرور کا اطلاق انجیل میں کے باب دوم کی آیت ششم میں حضرت مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیا گیا۔

عبارت انجیل حسب ذیل ہے:-

”۱۰ بیت لحم یہوداء کے علاقے تو یہوداء کے ماکوں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں۔“

کیونکہ تجویز سے ایک سردار نکلے گا جو میری اُمت اسرائیل کی جگہ بانی کرے گا :- آہ

اس عبارت میں سردار سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں جیسا کہ آیت ہفتم سے آیت دوازدہم تک پڑھنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے بلکہ کتب سادہ میں سردار اور حاکم کا اطلاق حق تعالیٰ پر بھی آیا ہے معلوم ہوا کہ سردار سے شیطان مراد لیا باطل غلط ہے۔

بشارت بہت و دوم از انجیل متی باب ۱۳- آیت ۳۱

اُس نے ایک اور تمثیل اُن کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آسمان کی بادشاہت اس راہی کے دانہ کے مانند ہے جسے کسی آدمی نے بکے کر اپنے کھیت میں بکھریا۔ وہ سب بیجوں سے چھوٹا تو ہے مگر جب بڑھ جاتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے اور ایسا درخت ہر جانسب کے ہر پرندے اگر اس کی ڈالیوں پر بسیر کرتے ہیں :- انتہی

آسمانی بادشاہت شریعت اسلامیہ مراد ہے کہ جو ابتداء میں راہی کے دانے کے برابر تھی لیکن چند ہی روز میں اس قدر بڑھی کہ شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک پہنچ گئی۔

اور قرآن کریم کہ اس آیت فریضہ میں اس بشارت کی طرف اشارہ ہے :-

اور اُنکی صفت انہیں میں ہے کہ جیسے کھیتی کر اس نے اپنا

نچھا زمین سے نکالا پس اس کو توڑی کیا تو وہ مرنا ہو گیا

اور اپنی نالی پر پیدا کھڑا ہو گیا اور اپنی روز افزوں

ترقی سے کسانوں کو خوش کرنے لگا۔ اللہ نے کسانوں

کو ایسی ترقی اس لئے دی کہ کافروں کو اس وجہ سے

غصہ میں لائے۔

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ

سَطَاوًا فَازَرُوهُ فَاسْتَفْلَظَ فَاسْتَوَىٰ

عَلَىٰ سَوَاقِهِ يُعْجَبُ الزُّرَّاعُ لِيُعْطِيَ

بِهِمُ الْكُفَّارَ ط ۱۷

اور عجب نہیں کہ اس مناسبت سے کلمہ خیرہ کو شجرہ طیبہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو۔ کما قال

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ

اے نبی کریم اپنے کیا دیکھا نہیں کہ اللہ نے ایک سال

مَثَلًا كَلِمَةً
بِیَانِ فُرَاتٍ ہے کہ لڑ طبعیہ مثل ایک پاکیزہ درخت
طَبِیَّةٌ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا نَابِتٌ
کے ہے کہ جس کی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان میں ہیں
تَرْمَعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي اُكْلَهَا حُلَّ حَبِيبٍ
ہر وقت اپنے میوے اللہ کے حکم سے دیتا رہتا ہے
يَا اِذْ رَبُّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ
حق تعالیٰ شانہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتے
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ۴۸
رہتے ہیں کیا عجب ہے کہ نصیحت قبول کریں۔

بشارت بست و سوم از انجیل متی باب ستم، آیت اول

آسمان کی بادشاہت اس گھر کے مالک کے مانند ہے جو سویرے نکلا تا کہ اپنے انجوری باغ میں
مردود لگائے۔ ۲۔ اور اس نے مزدوری سے ایک دینار روز بھر کر انہیں باغ میں بھیج دیا۔ پھر وہ دن
پڑھنے کے قریب بھل کر اس نے اردوں کو باناریں بیکار کھٹے دکھا اور ان سے کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ
جو واجب ہے تمہیں دوں گا پس وہ چلے گئے۔ پھر اس نے دوپہر اور تیز سے پھر کے قریب بھل کر دیا
ہی کیا اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر بھل کر ادھوں کو کھڑے پایا اور ان سے کہا تم کہیں یہاں تمام دن
بیکار کھڑے رہے۔ انھوں نے اس سے کہا اس لئے کہ کسی نے ہم کو مزدوری پر نہیں لگایا۔ اُس نے اُن سے
کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ جب شام ہوئی تو باغ کے مالک نے اپنے کارندے سے کہا کہ مزدوروں کو بلا
اور پھیلوں سے لے کر پھلوں تک انہیں مزدوری دے دے اور جب وہ آئے جو گھنٹہ بھر دن رہے لگائے
گئے تھے تو انہیں ایک دینار لا تو گھر کے مالک سے یہ کہہ کر شکایت کرنے لگے کہ ان پھلوں نے ایک ہی گھنٹہ
کام کیا ہے اور تو نے انہیں ہمارے برابر کر دیا انھوں نے دن بھر کا بوجھ اٹھایا اور سخت و صوب سہی اس
جواب دے کہ ان میں سے ایک سے کہا میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا کیا تیرا گھر سے ایک
دینار نہیں ٹھہرا تھا جو تیرا ہے اٹھائے چلا جا۔ میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتا ہوں اُس کچھ کہی اتنا ہی
ہی دے۔ کیا مجھے رمانہیں کہ اپنے مال کو جو چاہوں سو کوں یا تو اس لئے کہ میں نیک ہوں بُری نظر سے
دیکھتا ہے۔ اسی طرح آخر اول ہر جائیں گے اور اول آخر۔ انتہی۔

گھر کے ملک سے ربّ العزت مراد ہیں اور انھوں کے باغ سے دین الہی مراد ہے اور فرشتوں سے اُمتیں مراد ہیں۔ اور فرشتوں کی وہ جماعت کہ جس نے سب سے آخر میں ایک گفٹہ کام کیا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہے جو سب سے آخر میں تھی اور سب سے اول ہو گئی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:-

عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِي مَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ أَوْ قِيَامِ أَهْلِ التَّوْرَةِ التَّوْرَةَ فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوا فَنَافُوا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا ثُمَّ ادْتَمَرُوا هَلْ الْأَنْجِيلُ الْأَنْجِيلُ فَعَمِلُوا إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوا فَنَافُوا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا ثُمَّ ادْتَمَرُوا الْقُرْآنَ فَعَمِلْنَا إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ فَلَمَّا قِيْرَاطِينَ قِيْرَاطِينَ فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابِ إِنَّ رَبَّنَا عَطَيْتَهُمْ هُوَ كَقِيْرَاطِينَ وَاعْطَيْنَا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا وَنَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ قَالُوا لَا قَالَ فَهُوَ فَضْلِي أَوْتِيَهُ مِنْ أَشَاءَ (صحيح بخاری باب المواثيق)

ابن شہاب نے سالم سے اور سالم نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ کہ تمہارا دنیا میں رہنا بقاؤں کے نام گزشتہ ایسے عبادت نماز عصر سے غروب شمس تک۔ قورات والوں کو قورات یعنی کام کرنا شروع کیا جب دوپہر ہوئی تو جمع گئے کام پورا نہ کر سکے۔ ایک ایک قیراط اُن کو دیا گیا۔ پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی۔ نماز عصر تک کام کیا۔ پھر جمع گئے۔ ان کو بھی ایک ایک قیراط دے دیا گیا۔ پھر ہم کو قرآن کریم دیا گیا۔ ہم نے غروب آفتاب تک کام کیا۔ ہم کو دو دو قیراط دیئے گئے تو، توریت اور انجیل والوں نے یہ کہا کہ بے پردہ دگار اپنے اُن کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک مالا کہ ہمارا عمل زیادہ ہے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے یہ ارشاد فرمایا کہ کیا میں نے تمہاری اجرت میں کچھ کی کہ ہے، کہا نہیں۔ پس فرمایا ربّ العزت نے یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں دوں۔

اور انجیل متی کی سولہویں آیت کا یہ جہ کہ اسی طرح آخر اول ہوجائیں اور اول آخر بعینہ صیح

بخاری کی اس حدیث کے مطابق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ نحن الاخرون السابقون

حدثنا ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نحن الاخرون السابقون

بخاری شریف ص ۱۴۲

یعنی زمانہ کے لحاظ سے ہم سب سے اخیر میں ہیں۔ مگر دخول جنت میں حق تعالیٰ شائد

کے فضل سے سب سے مقدم ہیں۔

بشارت بستی و چہارم و بستی و خپسم از انجیل برنا باس

نقل القیس سید فی مقدمۃ ترجمۃ القرآن العظیم من انجیل برنا باس
 وطبع ثلثہ وانتشرت ثم طبعوا الكتاب مرة ثانية فاخرجوها وحذوها
 وهي ما نصها اعلاميا برنا باس الذی وان کان صغیرا یجزی اللہ علیہ لان اللہ تعالیٰ غیر راضی عن الذنب ولما اجتنی اُمّتی وتلاميذی لاجل الذنبا سخط اللہ لاجل هذا الامر ولواد باقتضاء عدله ان یجزئہم فی هذا العالم علی هذا العقیدۃ الغیر اللامعۃ لیحصل لہم النجاة من عذاب جہنم ولا یکون لہم اذنیۃ هناك
 پادری سیل نے اپنے ترجمہ قرآن عظیم کے مقدمہ میں انجیل برنا باس نقل کیا اور یہ انجیل ۱۸۵۷ء میں طبع ہو کر شائع ہوئی لیکن دوسری طباعت میں اس بشارت کو حذف کر دیا اور وہ بشارت جس کو پادری سیل نے نقل کیا ہے یہ ہے اے برنا باس گناہ اگرچہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کی جزا دیتے ہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ نے گناہ سے راضی نہیں میری اُمت اور میرے شاگردوں نے جب دنیا کے لئے گناہ کیا تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوئے اور باقتضای عدل و انصاف یہ ارادہ فرمایا کہ ان کو اسی دنیا میں ہی غیر مناسب عقیدہ کی بنا پر سزا دے تاکہ عذاب جہنم سے نجات

والتي وان كنت بريئاً لكن بعض الناس
لما قالوا في حقّي إِنَّهُ اللهُ وابنُ الله
اللهُ هذا القول واقضت مشيئته
بان لا تفضل الشياطين يوم القيمة على
ولا تستهزؤون بي فاستخسى مقتضى
ورحمته ان يكون الضحك والاستهزاء
في الدنيا بسبب يهوداء ويظن كل
شخص اني صليت لكن هذه الاحاديث
والاستهزاء يبقيان الى ان يحيى محمد
رسول الله فاذا اجاء في الدنيا ينبت
كل مؤمن على هذا الغلط وترفع
هذه الشبهة من قلوب الناس
انتمت ترجمة بحروفها قال
في اظهار الحق فان اعتراضوا ان هذا
الانجيل رده مجالس علماء هم
فنقول لا اعتبار لرد هم وهذا من
الاناجيل القديمة ويوجد ذكره في
كتب القرن الثاني والثالث فعلى هذا
قبل ظهور نبينا صلى الله عليه وسلم
سنه ولا يقدر احدا ان يخبر بمثل هذا
الامر من غير الهام كما لا يخفى على

پائیں عدد وہاں ان کو کرنی تکلیف نہ ہو بلور میں
اگرچہ اس عقیدہ فاسد سے باطل ہوتی ہوں لیکن
جو کہ بعض لوگوں نے مجھ کو اللہ اور ابن اللہ کہا
قرآنہ تعالیٰ کو یہ کہنا ناگوار نہ ہوا۔ اور اس کی مشیت
اس کی مقتضی ہوئی کہ قیامت کے دن شیاطین
مجھ پر نہ ہنسیں اور نہ میرا مذاق اڑائیں پس اللہ
نے اپنی مہربانی اور رحمت سے یہ پسند کیا کہ یہودی
وجہ یہودی دنیا ہی میں ہوا وہ شخص یہ گلاں کرتا رہا۔
ہے کہ میں رسول ہو گیا لیکن یہ انت واستہزاء
فقط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے
محکم رہے گا۔ پس جب آپ دنیا میں تشریف
لائے گئے تو ہر مومن کی اس فعلی پر متنبہ فرمائیں گے
اللہ یہ شبہ لوگوں کے دلوں سے مٹنے پر ہوائے گا
ترجمہ مضبوط ختم ہوا۔

انہما الحق میں ہے کہ اگر یہ لوگ اعتراض کریں کہ
اس انجیل کو علماء نصاریٰ نے رد کیا ہے تو ہم کہیں
گے کہ اس رد کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے کہ یہ انجیل
قدیم انجیلوں میں سے ہے۔ اس کا تذکرہ دوسری
اور تیسری صدی مسیحی کی کتابوں میں ہے پس
اس بنا پر کہ یہ انجیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
ظہور سے دو سو سال قبل بھی گئی ہے۔

اور اس جیسے عظیم شان امر کی بدون الہام کے
خبر دینا الہام کے نزدیک ممکن ہے دوسری
بشارت کا مغل جید علی قرشی اپنی کتاب خلاصہ
سیف المسلمین جو اردو زبان میں ہے کہ پادری
اور سکان ارمی نے صحیفہ یسعیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا ارمی زبان میں ۱۳۳۰ میں ترجمہ کیا جو ۱۳۳۲ء
میں طبع ہوا۔ اس میں صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام کے
پالیسیوں باب میں یہ فقرہ موجود ہے اللہ کی تسبیح
پر جو اس نے اپنے واسطے ہمیشہ کی سلطنت کا نشان
اس کی پشت پر ہوگا (یعنی ہر نوبت) اور اس کا نام
احمد ہوگا۔ انتہی۔

اسیہ ترجمہ ان شیعوں کے پاس موجود ہے۔ اس
میں دیکھ لیا جائے۔ انتہی کلام از جواب فیص ۹۹

والا فہام قال ولا بشارۃ لثانیۃ قال
الفاضل الحمید علی القرشی فی مکتبہ
المسیحی خلاصۃ سیف المسلمین لدی
ہو فی ملن الادوای لہندی فی صحیفۃ
الثانیۃ والثین ان القیس اسعد لدی
سرم کتاب شعیبا علیہ السلام باللسان اردی
فی سنۃ الف وست مائۃ وست وستین
و طبع سنۃ ۱۳۳۰ و فیہ فی الباب الثانی و
الاربعین ہذا الفقرة ونصها - وسبحوا لله
تسبیحا جديدا و اثار سلطنتہ علی ظہر
کاسمہ احمد انتہی

من
وہذا الترجمة موجه عندنا
فقطظرو فیہا۔ انتہی کلام کذا فی الجواب
المفسر لما انفق عبد المسیم ۹۹ ج ۱
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ ○

انباء الغیب

یعنی آئندہ واقعات کے متعلق قرآن اور حدیث کی پیش گوئیاں

قال تعالى يٰۤاَيُّهَا الْغَيْبُ تُوْجِّهْ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ لَا قُوْمُكَ مِنْ قَبْلِ
هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْغَاوِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (سورہ ہود)

(ترجمہ) یہ فوج علیہ السلام کا قصبہ آپ کے حق میں منجملہ اخبار غیب کے ہے بذریعہ وحی کے ہم نے آپ کو اس سے آگاہ کیا اور نزول وحی سے پہلے آپ کو اس قصبہ کا علم تھا اور آپ کی قوم کو اس کا علم تھا صرف وحی کے ذریعہ آپ کو اس کا علم ہوا سو آپ فوج علیہ السلام کی طرح کافروں کے مقابلہ میں صبر کیجئے۔ یقیناً اچھا انجام خدا سے ڈرنے والوں کا ہے۔

جیسا کہ فوج علیہ السلام کے کافروں نے کچھ عرصہ تک شور و غوغا مچا رکھا بالآخر غرق ہوئے اور فوج علیہ السلام اور ان کے اصحاب کامیاب ہوئے۔ منجملہ دلائل نبوت و براہین رسالت کے قرآن اور حدیث کا بہت سی بیشین گوئیوں پر مشتمل ہونا ہے کہ قبل از وقوع بہت سے آئندہ امور کی خبریں دی گئیں کہ جن میں عقل اور قیاس اور تخمینہ اور ہم و گمان کا ذرہ برابر بھی امکان نہیں اور پھر وہ امور اُس خبر کے مطابق واقع اور ظاہر ہوئے مثلاً آپ نے جنگ بدر میں لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی یہ خبر دی کہ کل آئندہ کو فلاں شخص فلاں مقام پر اور فلاں شخص فلاں جگہ پر مارا جائے گا اور متعدد اشخاص کے متعلق ایسا ہی ارشاد فرمایا اور ہر ایک کی جائے قتل پر چھڑی سے نشان بھی لگا دیا اور پھر اگلے دن ایسا ہی ہوا اور سب نے آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ ہر شخص اپنی نشان زدہ جگہ پر مقتول پڑا ہوا ہے۔

اور آپ نے یمن اور شام اور عراق کی فتح کی خبر دی جس ترتیب سے آپ نے خبر دی تھی اسی ترتیب سے مقامات مذکورہ فتح ہوئے۔ اس سے لوگوں کو آپ کی راستبازی کا یقین ہوا اور راست بازی کی علامت اور نشانی ہی راست بازی ہے اور جب بار بار کے تجربہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ نے جو غیب کی خبریں دی تھیں وہ آپ کے بیان کے مطابق نکلیں تو آپ کے صادق اور راستباز بننے پر مجبور ہو گئے اور سمجھ گئے کہ دوسری خبریں بھی اسی طرح صحیح اور درست ہوں گی اس لئے کہ کسی برگزیدہ بندہ کی زبان سے ایسی خبریں اور بیشین گوئیوں کا صدور اور ظہور جس سے علم بشری اور ادراک انسانی عاجز اور قاصر ہو یہ اس امر کی تین دلیل ہے کہ اس شخص کا خداوند علام الغیوب سے کوئی خاص تعلق

ہے اس لئے کہ بدوں خداوند عظام الغیوب کے اطلاع دے کر ہی بشر ایسی پیشین گوئی نہیں کر سکتا کسی شخص کا بلا کسی قرینہ اور بلا کسی تخمینہ کے یہ خبر دینا کہ فلاں وقت میں ایسا ہوگا اور پھر وہی ہی ہوا بدوں وحی ربانی اور اطلاع غیبی نامکن اور محال ہے، لہذا ایسے صادق اور راستباز یرایمان لانا ضروری ہے۔ جس طرح بادشاہ کبھی کبھی اپنے وزیر اور سفیر کو اپنے خاص خاص رازوں پر مطلع کرتا ہے اور جب وہ وزیر اور سفیر کسی دولت عند الضرورت اور حسب مصلحت لوگوں کو ان رازوں پر بطور تنبیہ اور تہدید آگاہ کرتا ہے تو اہل انہم سمجھ جاتے ہیں کہ یہ شخص بادشاہ کا مخصوص اور مقرب ہے۔

اسی طرح خداوند عظام الغیوب کبھی کبھی اپنے رسولوں کو ہدیہ وحی کے بعض غیبی امور کی اطلاع دیتے ہیں تاکہ لوگ سمجھ جائیں کہ اس شخص کا عالم غیب سے کس قدر متعلق ہے اور یہ شخص خداوند عظام الغیوب کا مقبول خاص اور برگزیدہ بااختصاص ہے جس کو حق تعالیٰ نے روز سے آگاہ فرمایا ہے اسلئے کہ حضرات انبیاء و مرسلین جن باتوں کی خبر دیتے وہ عقل اور تجربہ اور قیاس اور تخمینہ سے کہیں بالاتر ہوتی ہیں ان کو سن کر لوگ یقین کر لیتے ہیں کہ یہ باتیں صرف عظام الغیوب ہی کے متکلف سے معلوم ہو سکتی ہیں یہی وجہ ہے کہ منافقین ڈر تہمتہ سے کہہ جاتے ہیں انہما ہر خبر کر رہے جائیں اور ہم ہر بار رسوا ہوں۔ کما قال تعالیٰ - یحذرنہما فحقون ان تنزل علیہم سورۃ منہم بما فی قلوبہم علیہ

عوام الناس کی فطرت اس بات کی مقتضی ہے کہ کوئی ان کا ہادی اور رہنما ہو اور ہدایت اور حقانیت کی باتیں ان کو بتلائے اور عام لوگ ہدایت اور حقانیت کی باتوں کو اسی وقت مان سکتے ہیں کہ جب ہادی اور داعی الحق کی راستبازی ان پر منکشف ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کی صداقت اور راستبازی ظاہر کرنے کے لئے ہدیہ وحی والہام ان کو غیب کی خبروں سے مطلع کرتا ہے تاکہ اس خبر کی تصدیق سے ان پر انبیاء کی صداقت ظاہر ہو اس لئے کہ ایسے سواخ اور واقعات کہ جو دم رگمان اور تجربہ سے کہیں بالا اور بہتر ہوں۔ وقوع اور ظہور سے پہلے ان کی خبر اور اطلاع دے دینا یہ نیز تائید صدی اللہ مد فیہ نامکن ہے۔

محمدی پیشین گوئیوں کا امتیاز

انبیاء سابقین نے بھی پیشین گوئیاں کی ہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں کو جو امتیاز حاصل ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کی پیشین گوئیاں بہت مجمل اور مبہم تھیں جو محض اشارات اور کنایات کے درجہ میں تھیں اور محتاج تاویل تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں واضح اور ظاہر ہیں اور تاویل اور شک سے بہت دور ہیں۔ مثلاً غلبہ روم اور خلافت راشدہ اور فتح یمن اور فتح شام اور فتح عراق اور نصیر و کسریٰ کی سلطنتوں پر قبضہ کی تمام پیشین گوئیاں صریح اور واضح ہیں جن میں تاویل کی حاجت نہیں۔ علاوہ ازیں وہ ایسی عظیم الشان ہیں جن کو دیکھ کر اور سن کر عالم و ملک اور حیران ہے اور زبان زدِ خلایق ہے۔

اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آئے دے واقعات یا پیش آئے دے فتنوں کے متعلق خبریں دیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔ اول ہم قرآن کریم کی پیشین گوئیوں کا اس کے بعد ان پیشین گوئیوں کا ذکر کریں گے جو احادیثِ میموہ میں مذکور ہیں۔

۱۱ حفاظتِ قرآن کی پیشین گوئی

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ تحقیق ہم نے اس نصیحت (یعنی قرآن) کو اتارا

ہے اور اللہ تعالیٰ تحقیق ہم ہی اس کے محافظ اور نگہبان ہیں (الحجر ۹۰)

کس کی کیا مجال ہے کہ قرآن کریم میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی یا تحریف اور تبدیل کر سکے۔ اللہ کا یہ وعدہ پورا ہر اچر و موسیٰ صدی آگئی مگر محمد و تعالیٰ قرآن بلا کمی بیشی ایک حوت کے اس طرح جلا کر باہر ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور سرورِ عالم میسور ہی نہیں بلکہ ساری دنیا اس معجزہ کی قائل ہے۔ بہت سے دشمنانِ اسلام نے اس کی کوشش کی کہ قرآن کو مشکوک بناویں مگر محمد و تعالیٰ ایک کلمہ

کی تفسیر اور تبدیلی پہ بھی قدرت نہ ہوئی بخدا تعالیٰ نے جو حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا وہ بلاشبہ سچا ہے۔
 بخلاف توریت اور انجیل کے کہ خود یہود و نصاریٰ اس میں ہر قسم کی تحریف کے مقرر اور معترف ہیں۔

(۱۲) اعجاز قرآن کی پیشین گوئی

قُلْ لَّنْ أَجْمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ
 بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (بنی اسرائیل - ۸۸)

اے نبی کریم آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جن سب جمع ہو کر قرآن کا مثل
 لاہا جائیں تو قرآن کا مثل نہیں لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے معین اور مددگار ہو جائیں۔

(۱۳) حفاظت نبوی کی پیشین گوئی

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

ابتداء بعثت میں آپ تنہا ہے یا مددگار تھے اور سارا عرب بلکہ سارا عالم آپ کا دشمن تھا
 اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا کہ آپ گھبرائیے نہیں اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ ہے۔ دشمن
 آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ سوا الحمد للہ۔ اللہ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور مختلف اوقات میں اللہ نے آپ کو
 دشمنوں سے بچایا۔ چنانچہ ہجرت کے وقت جب کفار آپ کے قتل کا پورا قصد کر چکے تھے تو آپ نے
 حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹایا اور سورۃ زین کی ابتدائی آیتیں پڑھ کر کافروں پر ایک مٹت خاک ڈالی،
 اور ان کے سامنے سے نکل کر ابوجبر کے گھر گئے۔ ان کو ساتھ لے کر غار ثور تشریف لے گئے جس کے
 بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاذِذْكَ الَّذِي تُكْرِهُكُ اللَّهُ عَلَيْهِ كُرْهُهُ لَكَ وَالْإِشْتِمَالُ لَهُ فِئْتَلُونَ (فتح مجید)

(۱۴) غلبہ اسلام کی پیشین گوئی

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ

عَلَيْهِ الدِّينِ كُتِبَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (فتح ۲۸۰)

وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کرے اس
دین حق کو یعنی دین اسلام کو تمام دینوں پر اگرچہ کافروں کو ناگوار گذرے۔

بمحدہ تعالیٰ حق تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور اسلام، یہودیت اور نصرانیت اور مجوسیت
اللہ نسبت بہ حق اور دہریت سب مذاہب باطلہ پر غالب آگیا اگر کسی مذہب میں یہ طاقت نہ ہوتی
کہ دلائل اور براہین سے اسلام کا مقابلہ کر سکے بلکہ

۱۵ غلبہ روم کی پیشین گوئی

الغلبت الروم فی ادفی الارض وہم من بعد غلبہم سیغلبون فی بضع
سنین للہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ
ینصر من یشاء وہو العزیز الرحیم وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہ ولكن

۱ کثرت الناس لا یعلمون ۵ (الروم ۱-۶)

مغلوب ہر گئے روم کے لوگ یعنی نصاریٰ روم عرب کے قریبی زمین میں لاہور وہاں
مغلوبی کے بعد غریب چند سال میں غالب ہوں گے اللہ ہی کو اختیار ہے پہلے بھی اور بعد بھی
یعنی جس طرح یہ مغربیت اس کے ارادہ سے ظہور میں آئی ہے اسی طرح اس کے ارادہ سے غلبہ
بھی ظہور میں آجائے گا اور اُس دن یعنی جس دن مدنی پارسیوں پر غالب ہوں گے تو اس وقت
مسلمان خوش ہوں گے کہ اللہ کی مدد سے اہل کتاب اہل شرک پر غالب آئے اللہ جس کی چاہتا
ہے مدد کرتا ہے اور وہی ہے زبردست رحم والا یہ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ مسلمانوں کو خوش
کرنے کیلئے چند روز بعد روم کو فارس پر غلبہ عطا کرے گا اللہ اپنے وعدہ میں خلاف نہیں کرتا لیکن
اکثر لوگ نہیں جانتے ان آیتوں میں ایک زبردست پیشین گوئی کا ذکر ہے۔ یہ آیتیں ہجرت مدینہ سے

پہلے کہ مکہ میں نازل ہوئے، واقعہ یہ ہوا کہ رومیوں اور ایرانیوں میں لڑائی ہوئی۔ ایرانی رومیوں پر غالب آگئے۔ مشرکین تکہ بہت خوش ہوئے اور ازراہ طعن مسلمانوں سے یہ کہا کہ ایرانی جوہاری طرح مشرک ہیں وہ اہل کتاب پر غالب آگئے یہ ہمارے لئے شگون نیک ہے ایک دن ہم بھی مسلمانوں پر جہاں کتاب ہیں اسی طرح غالب ہوں گے مسلمان ریخیدہ ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ باتیں تاریں جن میں یہ مشین کوئی کر دی گئی کہ رومی اگرچہ اس وقت مغلوب ہو گئے ہیں مگر دس برس کے اندر اندر پھر رومی فارس پر غلبہ پائیں گے، یہ اللہ کا وعدہ ہے جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔
چنانچہ سات برس پورے نہیں گزرے کہ قرآن کریم کی یہ مشین کوئی پوری ہوئی اور رومی یارنچہ پر غالب آگئے اور صلح حدیبیہ کے زمانے میں اللہ کا یہ وعدہ پورا ہوا۔

(۶) خلافت راشدہ کی پیشین گوئی

وعد الله الذين امنوا منكم والصلوات يستخلفهم في الارض
كما استخلف الذين من قبلهم ليمكّن لهم دينهم الذي ارتضى لهم
وليدخلهم من بعد ذلك فافهم انما يعبدوننى ولا يشركون بى شيئاً
اس آیت میں حق تعالیٰ نے اس زمانے کے مژنین صاحبین یعنی صحابہ سے تین وعدے فرمائے اول یہ کہ تم کو اسی خلافت اور سلطنت عظمیٰ عطا کرے گا جیسے تم سے پہلے بنی اسرائیل میں
میرہ داؤد و سلیمان کو بے مثال خلافت اور شاہت عطا کی۔
دوم یہ کہ ان کے قدر حکومت میں دین اسلام کو اسی تمکین اور استحکام عطا کرے گا کہ دین اسلام تمام مذاہب عالم پر غالب آجائے گا۔ سوم یہ کہ ان کے دل سے کفار کا خوف بالکل جٹا رہے گا اور بے خوف و خطر اور نہایت امن و امان کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں گے اور اسی قسم کا مضمون بے شمار احادیث میں وارد ہوا ہے۔

سوا محمد اللہ یہ وعدہ خلفائے راشدین کے ہاتھ پر پورا ہوا کہ صحابہ قبیہ کو کسریٰ کے خزانے پر قابض ہوئے اور جس وقت یہ پیشین گوئی کی گئی اس وقت صحابہ بے سرو سامان تھے تنگ دستی اور بے سرو سامانی کی وجہ سے کافروں سے خوف زدہ تھے رات کو سوتے تھے اور یہ ڈرتے تھے کہ انھیں کون ہم پر چڑھ آئے اور نہ تو اعدا جنگ سے کمی یعنی آگاہ تھے اور نہ تو اعدا جہانگیری اور غواہ بطحی سے آشنا تھے تمام قبائل اہل اسلام کے دشمن تھے اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے ایمان میں مجوسیوں کی سلطنت زور شور سے قائم تھی اور روم میں عیسائیوں کی سلطنت محکم تھی اور دونوں سلطنتیں فوجی طاقت اور مال و دولت اور اسلحہ اور خزانہ کے لحاظ سے حد کمال کو پہنچی ہوئی تھیں جیسے مسلمان بے سرو سامانی میں حد کمال کو پہنچے ہوئے تھے اور مدینے زمین پر قبیہ کو کسریٰ کے مقابلہ کا کوئی حکمران نہ تھا۔

مگر باوجود اس کے تیس برس کی مدت میں خلافت اور سلطنت کے متعلق جس قدر پیشین گوئی تھیں وہ بلا سبب ظاہری محض تائید غیبی سے عجب طرح ظہور میں آئیں وہ اس طرح کہ حضور پروردگار کی زندگی ہی میں حجاز اور نجد اور یمن اور خیبر اور بحرین اور اکثر ملک عرب اہل اسلام کے قبضہ میں آگیا۔ اور نجاش شاہ حبشہ مسلمان ہو گیا اور سادہ ملک حبش واداعرب سے دارالاسلام بن گیا اور حبشہ کی عجمی اور نواح شام کے بعض عیسائی جزیرہ گزار ہو گئے۔

اور صدیق اکبر کے زمانہ خلافت میں فارس کے بعض علاقے اور بصری اور ملک شام کے بعض علاقے مسلمانوں کے تصرف میں آئے۔

اور فاروق اعظم کے عہد خلافت میں پورے ملک شام اور پورے ملک مصر اور فارس کے اکثر ملک پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا اور کسریٰ نے ہر چند کوشش کی لیکن سوائے کسر شروکت کے کچھ مہل نہ کیا اور قبیہ نے بہتیرے ہاتھ پیرارے لیکن سوائے قصور طالع کے کچھ نہ دیکھا اور ولایات فرات و دجلہ جہاں اکثر قبیہ کے ماتحت تھیں۔ وہ قبیہ کے مغربی کے بعد فاروق اعظم کے زیر انتداب آ گئیں اور خزانے اور اسباب بحیاب مسلمانوں میں تقسیم ہوا۔ اور ان تمام اقالیم میں توحید اور اسلام کا دھنکا

بچ گیا اور بعض علاقوں سے تو کفر و شرک کا نام و نشان مٹ گیا اور بعض جگہوں میں کفر مغلوب اور سرنگوں ہو گیا اور بے خوف و خطر نہایت امن کے ساتھ مسلمان اللہ کی عبادت کرنے لگے۔

اور عثمان ذی النورین کے زمانہ خلافت میں مغرب کی جانب منہ ہاتے اندس اور قیردان اور بحر محیط کے متصل تک اور مشرق کی جانب میں بلاد چین تک سب ملک مفتوح ہو اور عثمان غنی کے عہد خلافت میں کسریٰ کی حکومت کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور اس کا نام و نشان بھی نہ رہا اور کسریٰ کسریٰ مارا گیا اور شارقی و مغارب کا خراج مدینہ کے خزانے میں آنے لگا، تمام دنیا اس وقت مسلمانوں کے تابع تھی اور خدا کے فضل و رحمت سے مدینہ پر اقتدار اعلیٰ مسلمانوں کو ماہل تھا جیسے جب نادر شاہ نے شہنشاہ ہندوستان محمد شاہ پر غلبہ پالیا تو گویا کہ سارے ہندوستان پر اس کا تسلط ہو گیا۔ اگرچہ اس وقت صوبہ دکن نے اس کی اطاعت نہ کی تھی، اس طرح کچھو کہ جب سلطنت روم مغلوب ہو گئی تو سب ولایات فرنگ جو سلطنت روم کے ماتحت تھیں وہ سب مغلوب ہو گئیں اور گویا کہ اسلام ہی کا سب پر تسلط اور اقتدار قائم ہو گیا اور اسلام کی ایسی حکم اور مضبوطی و عظیم و وسیع سلطنت قائم ہوئی گویا کہ تمام دنیا کی سلطعتیں اسلامی حکومت کے ماتحت اور پراننداب تھیں۔

حاصل کلام یہ کہ خدا اور اس کے رسول کے وعدہ کے مطابق اتنے قلیل عرصہ میں صد ہا سال کی پانچ سلطنتیں مٹ گئیں اور نصاریٰ اور مجوس اور شرکین نے اسلام کے مقابلہ کی سر توڑ کوششیں کیں لیکن بغیر اسے چراغے مارا کہ انیر و بفر و زور ہر کھتفت زندہ شیش بسوزہ دان کی کوشش سے اُن کو کوئی فائدہ نہوا بلکہ اس کے برعکس اسلام کو عروج ہوتا رہا اسلام کی علمداری عرض میں کہیں پختا یس اور چوالیس درجہ تک پہنچی جیسے باب النہب سے بلاد یونان تک اور کہیں بجاس درجہ تک جیسے ترکستان کی شمال حد تک اور کسی جگہ ستر درجہ تک اور کسی جگہ بیاسی درجہ تک پہنچی اور ان تمام اقالم میں اسلام کے قدم جم گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ خلافت میں اگرچہ کوئی ملک تسخیر نہیں ہوا مگر اسلام کی ترقی میں شک نہیں اس لئے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کا اختلاف بلاد و ان اختلاف تھا کفر کے مقابلہ میں دونوں بھائی ایک تھے۔

خلفاء راشدین کی فتوحات کے متعلق بڑی بڑی مہسوطات ہیں لکھی گئیں جن سے روزِ مدین طرح واضح ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں اسلام کو جو ترقی نصیب ہوئی دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ قیصرِ کسریٰ کی سلطنتیں اسٹ ڈالیں اور آدھا کرہ زمین فتح کر ڈالا اور توحیدِ لدین حق کو سر بلند کیا اور کفر اور شرک کو سرنگوں کیا اور دنیا کو عدل اور انصاف سے بھر دیا انہی اللہ عنہم درنوا عنہ۔

(۷) فتح خیبر کی پیشین گوئی
(۸) فتح فارس و روم کی پیشین گوئی

لقد رضي الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة فعلم ما في قلوبهم فأنزل
السكينة عليهم وإنّا لبالقربى ومغانم كثيرة تأخذونها وكان الله عزيزا
حكيمًا وعد كما لا اله الا الله من غنم كثيرة تأخذونها فجعل لك هذبة وكف ايدي
الناس عنكم ولتكون آية للمؤمنين ويهديكم صراطا مستقيما واخبري لعداؤهم
عليها قد احاط الله بما كان الله على كل شيء قديرًا
والفتح ۱۸۱ - ۱۲۱

اس آیت میں حق تعالیٰ نے ان مسلمانوں سے جو بیعت رضوان میں شریک تھے ان سے
دو وعدے فرمائے قریب میں فتح خیبر کا وعدہ فرمایا کہ اقبالِ تعالیٰ واثابہم فتحاً قریباً اور دوسرا وعدہ
فتحِ روم اور فارس کا فرمایا اس لئے کہ واخبری لعداؤہم علیہا میں فتحِ فارس اور فتحِ روم
کی طرف اشارہ ہے۔

بمجدہ تعالیٰ اللہ کے سب وعدے پورے ہوئے خیبر آپ کی زندگی میں فتح ہوا اور فارس
وروم عمر فاروق کے زمانے میں فتح ہوئے۔

(۹) قبائل عرب کی مغلوبی اور شکست کی پیشین گوئی

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سِتْغْلُولُونَ - ۱۱۱ یقولون فتح جميع منتصر سیه من الجمع

(المقر - ۱۲۵)

ویولون الدبر -

حق تعالیٰ کے اس وعدہ کے مطابق ہجرت کے آٹھویں سال مکہ فتح ہوا اور قبائل عرب اتنے مغلوب ہوئے کہ اسلام کے مقابلے میں سراٹھانے کی طاقت نہ رہی۔ اور ہجرت کے چوتھے سال یہود بنو نضیر مغلوب ہوئے اور جملائے وطن ہوئے اور ہجرت کے پانچویں سال بنی قریظہ مقتول ہوئے اور ہجرت کے ساتویں سال خیبر فتح ہوا اور یہودی مسلمانوں کے کاشتکار اور جزیہ گزار بنے۔

(۱۰) فتح مکہ کی پیشین گوئی

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ

بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا (النصر - ۱۰۱)

ہجرت کے آٹھویں سال مکہ فتح ہوا اور نزیں اور دوسویں سال ہر طرف سے قبائل عرب اور اہل شام اور اہل عراق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے اور فوج فوج دین اسلام میں داخل ہوئے۔

(۱۱) غزوہ احزاب میں کامیابی کی پیشین گوئی

قَالَ تَعَالَى وَلَئِنْ رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا وَعْدُ اللَّهِ وَسَوْفَ يُؤْتِيهِمُ اللَّهُ نَصْرَهُ

وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا (الأحزاب - ۱۲)

لہ ازالہ الشکوک ج ۱ : ص ۹۶ -

اور حدیث میں ہے سبشت الاخر جملع الاحزاب علیکم والعاقبة لکم علیہم
قرب ہے کہ عرب کے مختلف قبائل اور فوجیں جمع ہو کر تم پر چڑھائی کریں لیکن آخر تم ہی کو ان پر
غلبہ ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ غزوہ احزاب میں قبائل عرب چڑھ کر مسلمانوں پر آئے اور مجروحہ
تعالیٰ خدا اور رسول کا وعدہ سچا نکلا اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے غلبہ اور فتح عطا کر دی اور کافران کا کام
واپس ہو گئے۔

(۱۲) یہود کے متعلق پیشین گوئی کہ وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے

قل ان كانت لكم الدار الآخرة عند الله خالصة من دون الناس فتمنوا الموت
ان كنتم صادقين ولن يتمنوه ابد ابا قد مت ایدیمو اللہ علیہم الطلین (متفقہ ۹۴-۹۵)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے فرمایا کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ تم اللہ
کے محبوب ہو تو موت کی تمنا کرو اور ساتھ ہی ساتھ مشین گوئی کرو کہ تم ہرگز موت کی تمنا
نہیں کر سکو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ موت کی تمنا نہ کر سکے۔

اور یہی مضمون سورہ عبہ کی آیت میں ہے۔ ولا يتمنونه ابد ابا قد مت
ایدیمو اللہ علیہم الظالمین۔

(۱۳) القارُعَب کی پیشین گوئی

منلقى في قلوب الذين كفروا الرعب بما اشرى كوابل الله ما لم ينزل به سلطانا
وما دا هم النار - رآل عمران (۱۱۵)

جیسا کہ غزوہ حمر الاسد میں پیش آیا کہ اللہ نے کافروں کے دل میں ایسا رعب ڈالا

کہ باوجودیکہ اُحد میں مستح پاچکے تھے۔ مگر پھر بھی ہمت نہ ہٹی۔

اور ایسا ہی غزوۂ احزاب میں ہوا جس کی اللہ تعالیٰ نے یوں خبر دی ہے یا ایہا الذین آمنوا اذکرو انعمۃ اللہ علیکم اذ جاء تکم جنود فارسلنا علیہم ریحاً وجنوداً لم تروہا وكان اللہ بما تعملون بصیراً اور حدیث میں ہے۔ نصرت بالانصا و اہلکت عاد بالادب و رمن جانب میری باد صبا سے مدد کی گئی اور قوم عاد بچھو ا ہوا سے ہلاک ہوئے۔

(۱۴) فتنۂ ارتداد اور اس کے انسداد کی پیشین گوئی

یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأق اللہ بقوم یجہم ویجۃ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاہدون فی سبیل اللہ ولا یخافون ہوما لا تم ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم (المائدہ ۵۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں پیشین گوئی فرمائی کہ آگے چل کر مسلمانوں میں سے بعض لوگ مرتد ہو جائیں گے یعنی اسلام سے پھر جائیں گے تو اسی وقت اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے کے لئے ایسے لوگ کھڑے کرے گا جو ان مرتدوں سے مقابلہ اور قتال کر پی گئے اور وہ مرتدین سے قتال کرنے والے خدا تعالیٰ کے محبوب اور محبوب ہوں گے، چنانچہ صدیق اکبر کے زمانے میں فتنۂ ارتداد پیشین آیا اور حکم صدیق اکبر صحابہ کرام نے مرتدین سے جہاد و قتال کیا اور مرتدین کو شکست دی۔

(۱۵) وقت انبوہ کی پیشین گوئی

اذ جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فبج بحد ربک واستغفرہ انہ کان تواباً (الانصر)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس سورت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

سفر آخرت کی طرف اشارہ ہے کہ جب اللہ کی نصرت اور فتح آجائے اور لوگ فوج فوج اسلام میں داخل ہونے لگیں تو سمجھ لیجئے کہ نبوت کا مقصود پورا ہو گیا۔ اب تسبیح و تہلیل اور استغفار میں مشغول ہو جائے اور سفر آخرت کی تیاری کیجئے۔

یہاں تک ان پیشین گوئیوں کا ذکر تھا جو قرآن کریم میں مذکور ہیں مابہم ان پیشین گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں جو احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکور ہیں۔

ان پیشین گوئیوں کا بیان جن کا ذکر حدیث میں آیا ہے

صحیحین میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں قیامت تک پیش آنے والے امور کا ذکر فرمایا یا در کھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا۔ جو بھول گیا اور مسیح کے اصحاب کو بھی اس کی خبر ہے ان میں سے بعض چیزیں ایسی ہیں جو میں بھول گیا مگر جب ان کو دیکھتا ہوں تو یاد آجاتی ہیں یعنی بعد وقوع کے پہچان لیتا ہوں کہ یہ وہی بات ہے کہ جبرئیل کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی جس طرح کسی شخص کی صورت یا دھڑ اور وہ غائب ہو جاوے۔ پھر جب اسے دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے کہ یہ وہی وہ فلان شخص ہے۔ دیکھو زرقانی شرح مواہب مہذبہ و دیکھو فتح الباری مجلد ۶ باب بدلائق اور کتاب القدر اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ ان چیزوں کو بیان کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقوع بیان فرمائیں اور بجائے تخریج حدیث کے حوالہ کتاب چماکتا کہ میں تاکہ جس کو تفصیل اور تحقیق درکار مہر وہ اصل کتاب کی مراجعت کرے۔

(۱)۔ خلافت راشدہ کی خبر دی ہے شمار احادیث سے ثابت ہے۔

(۲)۔ خلافت راشدہ کی مدت کی خبر دی کہ وہ تیس سال ہوگی زرقانی ج ۲ ص ۲۲۲

(۳)۔ شیخین کی خلافت کی خبر دی کہ میرے بعد ابو بکر و عمر کا اقتدار کرنا۔

(۴)۔ خلافت راشدہ کی بابت بار بار ایسے ارشادات ظاہر ہوئے جس سے خلافت راشدہ کی ترتیب کا پتہ چل جاتا ہے۔

(۵)۔ اسلامی سلطنت کی وسعت اور فتوحات عظیمہ کی خبر دی اور فرمایا کہ میری امت کی سلطنت اتنی وسیع ہوگی جتنی زمین بھگوسمیٹ کہ دھکلائی گئی (زر قالی ص ۱۷ ج ۷)

(۶)۔ قیصر کسریٰ کی ہلاکت و بربادی کی خبر دی۔ (زر قالی ج ۷، ص: ۲۰۷)

(۷)۔ خلافت راشدہ اور اس کے بعد ملک عوض کی خبر دی (زر قالی ص ۲۱ ج ۷)

(۸)۔ فتح یمن اور فتح شام اور فتح عراق اور فتح مصر اور فتح بیت المقدس اور فتح قسطنطنیہ کی پیشین گوئی فرمائی۔

(۹)۔ جنگ بدر کے موقع پر جنگ شروع ہونے سے ایک روز پیشتر نام بنام مقتولین بدر کی خبر دی اور یہ فرمایا کہ فلاں شخص فلاں جگہ قتل ہو کر گرے گا، چنانچہ جگہ جس کیلئے فرمائی تھی وہی گرا۔

(۱۰)۔ ابی بن خلف کے قتل کی خبر دی کہ میں ہی اس کو قتل کروں گا۔

(۱۱)۔ غزوہ خندق کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد قریش ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ کریں گے بلکہ ہم ہی ان پر چڑھائی کریں گے۔

(۱۲)۔ بنی نضیر کی وفات کی خبر دی۔ (زر قالی ص ۱۷ ج ۷)

(۱۳)۔ غزوہ موتہ میں جو امیر لشکر شہید ہوئے حضور پر لازم نے عین وقت پر شہادت تفصیل درج کیا ہے ساتھ ان کی شہادت کی خبر دی۔ (زر قالی ص ۱۷ ج ۷)

(۱۴)۔ مکہ مکرمہ میں قریش کو یہ خبر دی کہ صحیفہ ظالمہ کو جو خانہ کعبہ میں آویزاں ہے سوائے خدا کے نام کے کیرؤں نے کھا لیا ہے۔ (زر قالی ص ۱۷ ج ۷)

(۱۵)۔ مرض الوفات میں آپ نے حضرت فاطمہ کو یہ خبر دی کہ میری وفات کے بعد میرے اہل و عیال میں سے سب پہلے تو اگر مجھ سے ملے گی۔ (زر قالی ص ۱۷ ج ۷)

(۱۳)۔ حضور پر نورؐ اپنے مرض الوفا میں اپنی انواع مطہرات سے عیاشا و فریاد کا تم میں سے جو سب سے زیادہ خیرات کرنے والی ہوگی وہ جلد تر مجھ سے آکرے گی چنانچہ ایسا ہی ہر کارِ صالح مطہرات میں حضرت زینب بنت جحشؓ جو سب سے زیادہ خیرات کیا کرتی تھیں سب بیویوں سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔

(۱۴)۔ حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا کہ یہ شخص فتنہ کا قتل ہے یعنی جب تک عمر زندہ رہے گا فتنہ بھی مقفل اور مقید رہے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمرؓ کے وقت تک مسلمانوں میں کوئی فتنہ اور فساد رونما نہیں ہوا جب وہ گزر گئے تو فتنہ و فساد شروع ہوا۔

(۱۵)۔ حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر زرقانی ص ۲۳۷ ج ۴۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنیؓ کے متعلق خبر دی کہ تم دشمنوں کے بڑے سے شہید ہو گے اور تمھارے لئے جنت ہوگی چنانچہ ہو یہو ایسا ہی ظہور پذیر ہوا۔ دہلوی و سلم بروایت ابی موسیٰؓ اور حضرت علیؓ کے متعلق فرمایا کہ ایک بدترین امت تمہارے سر پر ایسی تلوار ملے گی جس سے تمھاری داڑھی رنگین ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (زرقانی ص ۲۳۷ ج ۴)

(۱۶)۔ جنگ جمل کی خبر۔ (زرقانی ص ۲۱۵ ج ۴)

(۱۷)۔ جنگ صفین کی خبر۔ (زرقانی ص ۲۱۵ ج ۴)

(۱۸)۔ خروج عائشہ صدیقہ کی خبر زرقانی ص ۲۱۵ ج ۴

(۱۹)۔ حضرت عمارؓ کے متعلق آپؐ نے پیش گوئی فرمائی کہ تم کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ چنانچہ عمار باغی جماعت کے ہاتھوں شہید ہوئے، زرقانی ص ۲۲۲ ج ۴

(۲۰)۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ زرقانی ص ۲۲۲ ج ۴، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۲۱)۔ امام حسینؓ کی شہادت کی خبر دی۔ زرقانی ص ۲۱۵ ج ۴۔ امام حسینؓ شہید ہوئے میری

امت کے دم گم کر قتل کریں گے و تھتہ قتله۔ مذکورہ فی ص ۲۱۹ ج ۲ زرقانی۔

(۱۲۶)۔ ثابت بن قیس بن شماس کی شہادت کی خبر۔ زرقانی ص ۱۲۱ ج ۱۔

(۱۲۷)۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ابتلا کی خبر۔ زرقانی ص ۱۲۱ ج ۱۔

(۱۲۸)۔ عبداللہ بن عباس کے ابوالمخلفار ہونے کی خبر۔ زرقانی ص ۲۲۲ ج ۲ و ص ۲۲۳ ج ۲ و انساب

الشکوک ص ۲۲۲ ج ۲

(۱۲۹)۔ عالم مدینہ کی خبر۔ زرقانی ص ۲۲۳ ج ۲ و ص ۲۲۴ ج ۲ یعنی امام مالک کے ظہور کی خبر۔

(۱۳۰)۔ عالم قریش کی خبر۔ زرقانی ص ۲۲۵ ج ۲ یعنی امام شافعی کے ظہور کی خبر۔

(۱۳۱)۔ عالم فارس یعنی ابوحنیفہ کے ظہور کی خبر۔ دیکھو تمیض الصغیر فی مناقب الامام ابی

حنیفہ للسيوطی

(۱۳۲)۔ ہر صدی پہ ظہور مجدد کی خبر۔ زرقانی ص ۱۲۹ ج ۱۔

(۱۳۳)۔ خروج خوارج کی خبر۔ زرقانی ص ۱۲۹ ج ۱۔

(۱۳۴)۔ ظہور روافض کی خبر۔ زرقانی ص ۲۳ ج ۱۔

(۱۳۵)۔ قدریہ اور مجاہد کے ظہور کی خبر۔ زرقانی ص ۲۳ ج ۱۔

(۱۳۶)۔ خروج دجالین یعنی مدعیان نبوت کے خروج کی خبر۔ زرقانی ص ۲۳۱ ج ۱۔

(۱۳۷)۔ منکرین حدیث کے خروج کی خبر۔

(۱۳۸)۔ اسود غسانی کے متعلق خبر اسود غسانی میں صنعا میں نبوت کا دعویٰ کیا آپ نے اس کے

قتل کی پیشین گوئی فرمائی اور جس شب میں مارا گیا اسی وقت آپ نے مدینہ میں صحابہ کو

خبر دی۔

(۱۳۹)۔ مختار اور حجاج کے خروج کی خبر۔

(۱۴۰)۔ شیردہ کے ہاتھ سے پرویز کے مارے جانے کی خبر۔

(۱۴۱)۔ حضرت عباس جرمال ام فضل کے پاس چھوڑ آئے تھے اس کی خبر۔

حضرت عباس اسلام لانے سے پہلے جب جنگ بدر میں اسیر ہو گئے آئے اور ان سے فدۂ طلب کیا گیا تو یہ کہہ کر مجھ میں فدۂ دینے کی طاقت نہیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ مال اور سونا کہاں ہے جو تم لکے سے چلتے وقت رات میں ام فضل کے پاس رکھ آئے ہوا سے دے کر آنا دھرو جاؤ حالانکہ اس کی کسی کو خبر نہ تھی۔ زرقانی مشعل ج ۴۔

(۴۲-۴۳)۔ فتن اور زلازل اور اشراط ساعت اور خروج دجال اور طلوع غمس از مغرب اور خروج داجہ الارض اور خروج ناری خبر۔ زرقانی مشعل ج ۲۲ ج ۲ تا ص ۲۳ ج ۴۔

غرض یہ کہ بہت سے ایسے امیرین کربن کی نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے قبل از وقوع خبر دی جن کا بغیر وحی خداوندی معلوم ہونا ناممکن ہے یہاں چند امیر بطور نمونہ مقرر لکھ دیئے گئے۔
اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الوصی و علیہ و آلہ و سلم۔

معجزات یمن و برکت

ہر نبی و رسول کی ذات والا صفات یمن اور برکت کا سرچشمہ ہوتی ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اور کمالات میں انبیاء کرام افضل ہیں اسی طرح آپ سے جس قدر یمن و برکات کے معجزات صادر ہوئے وہ کسی اور سے صادر نہیں ہوئے۔ مختصر یہ کہ آپ کی برکت سے تھوڑے سے کھانے کا اور ایک تھوڑے سے پانی کا ایک لشکر عظیم کے سیر و امیرانی کرنے کا کافی ہونا جس کا متعدد مواضع میں مشاہدہ کیا گیا۔

چنانچہ (۱)۔ جنگ خندق کے روز حضرت جابر کے مکان میں صرف ایک سیر جو کے آئے سے بہت سے آدمیوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ (بخاری و مسلم بروایت جابرؓ)

(۲)۔ حضرت ابو طلحہ کے مکان پر کئی جنموں نے صرف آپ کی دعوت کی تھی اور دو تین آدمیوں کا کھانا پکایا تھا۔ اس تھوڑے سے کھانے سے اپنے تمام ساتھیوں کو بخوبی پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ (بخاری و مسلم بروایت انسؓ)

(۳)۔ ایک دفعہ ایک صانع جو دینی ساڑھے تین سیر اور ایک بھری کے بچے کے گزشت سے آپ نے اسی آدمیوں کو شکم سیر کر دیا دہیتی در دلائل النبوة)

(۴)۔ حدیث کے کنوئیں میں پانی نہیں رہا تھا، آپ نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی اس میں ڈالا تو اس میں پانی چشمہ کی طرح جرش مارنے لگا، ہندہ سوا آدمیوں نے پانی پیا اور اپنے جانفروں کو پلایا۔
(بخاری بروایت برابر بن عازبؓ و مسلم بروایت سلمہ بن اکوعؓ)

(۵)۔ تبرک کے چشمہ میں پانی سوکھ گیا تھا، حضورؐ پڑ پڑنے اپنی وضو کا پانی اس میں ڈال دیا تو اس چشمہ کا پانی اتنا چڑھا کہ ہزاروں کی تعداد میں اہل لشکر نے خوب سیراب ہو کر پیا۔ (مسلم بروایت معاذؓ)

(۶)۔ ایک دفعہ تمام لشکر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیاس سے بے تاب ہو گیا تو حضورؐ پڑ پڑنے ایک چھوٹے سے پیارے جس میں آپؐ کا ہاتھ اچھی طرح پھیل نہیں سکتا تھا، میں اپنا دست مبارک رکھ دیا تو آپؐ کی انگلیوں سے پانی چھوٹنے لگا جس سے تمام لشکر نے پانی بھی پیا اور وضو بھی کی (بخاری و مسلم بروایت انسؓ)

(۷)۔ ایک دفعہ آپؐ کے پاس ایک (دودھ کا پیالہ لایا گیا آپؐ نے ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ سب اہل صفہ کو کھلاؤ۔ جڑ شترانی آدمی تھے سب کے سب ایک پیالہ دودھ سے سیراب ہو گئے اور دودھ کا پیالہ اسی طرح باقی رہا۔ (بخاری شریف)

(۸)۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تو حضرت انسؓ کی والدہ ام سلمہؓ نے حضورؐ کو کھانا بچا کر آپؐ کی خدمت میں بھیجا۔ آپؐ نے بہت سے صحابہ کو مدعو کر لیا۔ اور حکم دیا کہ دس دس آدمی بیٹھ جائیں اور کھانا شروع کریں، تقریباً تین سو آدمی سیر ہو گئے اور کھانا پیچے سے زیادہ تھا۔ (صحیح مسلم)

استجابات و عمار

من جملہ سجدات کے ایک قسم معجزہ کی یہ ہے کہ آپؐ نے جس کے حق میں جو دعا فرمائی وہ قبول

ہوتی۔ اس قسم کے معجزات کو معجزات سیف اللسانی بھی کہتے ہیں۔ سیف زبان اصطلاحی طور پر اس کو کہا جاتا ہے کہ جس کی زبان سے جو کچھ نکل جائے ویسا ہی ہو جائے اور کسی طرح بھی ٹائے نہ ٹٹے یہ خدا کے برگزیدہ اور مؤیدین اللہ ہونے کی علامت ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی زبان سے جو کہلوا دیتا ہے وہ جوں کا توں ہو کر رہتا ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان درفش کا کیا کہنا جو فرمایا وہ پتھر کی ٹیکر ہو گیا اور جس شخص کی نسبت جو کلمہ آپ کی زبان مبارک سے نکل گیا وہ باطل وسیع کا دسیا ہو کر رہا۔

(۱)۔ حضرت انس کے لئے دُعا فرمائی جو بہت مفلس تھے آپ کی دُعا سے بڑے دولت مند ہو گئے۔

(۲)۔ عبدالرحمن بن عوف آپ کی دُعا سے اس قدر مالدار ہو گئے کہ لاکھوں کے مالک ہو گئے۔

(۳)۔ حضرت سعد کے لئے حضور پُر نور نے دُعا کی کہ اے اللہ سعد کو مستجاب الدعوات بنا دے چنانچہ سعد جو دُعا کرتے وہ قبول ہوتی۔

(۴)۔ سراقہ نے بوقت ہجرت آپ کا تعاقب کیا اور آپ کے نزدیک پہنچ گیا آپ نے دُعا کی کہ اے اللہ اس کا گھوڑا زمین میں دھنس جائے اسی وقت فی الفور گھٹنوں تک دھنس گیا پھر جب اُس نے ایمان قبول کیا تو آپ نے دُعا کی اسی وقت گھوڑا زمین سے اُٹھ آیا۔

(۵)۔ عبداللہ بن عباس کے لئے بچپن میں آپ نے علم و حکمت کی دُعا کی جس کا اثر یہ ہوا کہ علم و حکمت کے چشے آپ کی زبان سے جاری ہو گئے۔

(۶)۔ ابو ہریرہؓ کے لئے حافظہ کی دُعا کی جس کا اثر یہ ہوا کہ اس کے بعد ابو ہریرہؓ نے جو سننا اس میں سے کوئی چیز نہیں بھولے۔

(۷)۔ ابو ہریرہؓ کی والدہ کے لئے ہدایت کی دُعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت نصیب کی (بخاری)

(۸)۔ ایک مرتبہ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے گئے اور سب پر ایک چادر

- قال کرو عمار کی اس دُعا پر درطائفہ کی روایت نے اٹھ کر دیواروں نے سائین کی اور تین مرتبہ کہی۔
 (۹)۔ قریش نے جب آپ کی سخت مخالفت کی تو آپ نے ان کے حق میں بددعا کر کے اے اللہ ان پر قحط نازل فرما چنانچہ آپ کی دُعا سے قریش پر قحط نازل ہوا (بخاری شریف)
 (۱۰)۔ مدینہ منورہ میں قحط پڑا جمعہ کے خطبہ میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر درخواست کی یا رسول اللہ بارش کے لئے دُعا فرمائیے، آپ نے ہاتھ اٹھا کر دُعا کی اسی وقت پانی برسنا شروع ہو گیا۔

معجزات شفاء امراض

- (۱)۔ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھنے لگیں آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ان پر لگا یا فوراً اسی وقت صبح سلامت ہو گئیں اور پھر کبھی دکھنے نہیں آئیں۔ بخاری شریف بروایت ابن مسعود اس قسم کے معجزات کی تفصیل شرح شفاء قاضی عیاض اور شرح مواہب میں دیکھیں۔
 (۲)۔ قتادہ بن النعمان کی آنکھ نکل کر گر پڑی، آپ نے اپنے دست مبارک سے اُس آنکھ کے ڈھیلہ کو اپنی جگہ پر کھد یا تو وہ آنکھ ایسی صبح سلامت اور خوشحال ہو گئی کہ دوسری آنکھ بھی نہ تھی۔
 (۳)۔ عبداللہ بن عقیق جب ابرافع کو قتل کر کے واپس آنے لگے تو زبیر سے اترتے ہوئے گر پڑے اور ٹانگ ٹوٹ گئی، آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا فوراً ایسی اچھی ہو گئی گویا کہ کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔ بخاری شریف باب قتل ابی رافع۔
 (۴)۔ غار ثور میں حضرت صدیق کو سانپ نے ڈس لیا تھا تو آپ نے ثعاب دہن لگا دیا، اسی وقت شفاء ہو گئی۔

- (۵)۔ ایک نابینا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کو ایک خاص دُعا بتلائی اور فرمایا کہ وضو کر کے درگاہِ نبویہ میں میرے وسیلہ سے یہ دُعا مانگو اللہ تعالیٰ تمہاری حاجت

پرری کرے گا، اس نابینا نے اسی طرح دعا مانگی عثمان بن حنیف کہتے ہیں کہ ہم ابھی اس مجلس سے اُٹھے نہ تھے کہ وہ نابینا بیٹا ہو گیا۔ ترمذی کتاب الدعوات و مستدرک حاکم ص ۱۹۵ ج ۱

۱۶۔ حبیب بن ابی ذئب کے باب کی آنکھوں میں بھٹی پڑ گئی اور نابینا ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر پڑھ کر دم کیا اسی وقت آنکھیں انجی ہو گئیں و طبیبی و بقی و ابن ابی شیبہ

۱۷۔ حجتہ الوداع میں ایک عورت اپنے ایک بچہ کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی جو گھٹکا تھا اور عرض کیا کہ یہ بچہ بروتا نہیں آپ نے پانی منگایا اور ہاتھ دھویا اور کھل کی اور یہ فرمایا کہ یہ پانی اس بچہ کو پلاؤ اور کچھ اس پر چھڑک دو، دو سکر سال وہ عورت آئی تو وہ بچہ بالکل اچھا ہو گیا تھا اور بڑے لگا تھا۔ سنن ابن ماجہ باب النشرہ و دلائل ابی نعیم ص ۱۷۱

۱۸۔ محمد بن حاطب صحابی یحییٰ بن علی کی گود سے آگ میں گر پڑے اور کچھ جل گئے، آپ نے اس پر اپنا لعاب و صن لگا دیا فوراً اچھے ہو گئے۔ رواہ ابو داؤد و الطیالسی و ابن ماجہ و البخاری و ترمذی۔

۱۹۔ ابو ہریرہ نے اپنے مافظ کی شکایت کی کہ آپ سے جو سنتا ہوں وہ منقول جاتا ہوں آپ نے فرمایا اپنی چادر بچھلاؤ پھر آپ نے اس میں اپنی دو لمبوں سے کچھ ڈالا اور فرمایا کہ اس کو اپنے سینے سے لگاؤ ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد میں کوئی بات نہیں بھولا نہ باری فرمایا

۱۱۰۔ ایک شخص نے اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میرا بھائی بیمار ہے اور اس پر جنون کا اثر ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو لے کر آؤ جب وہ لایا گیا تو آپ نے قرآن کریم کی متعدد سورتیں پڑھ کر اس پر دم کیں اسی وقت وہ اچھا ہو گیا اور جنون کا کوئی اثر اس پر نہ رہا۔ سنن ابن ماجہ باب الغرض و الارق

فَتِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

عرض کہ شفا امراض کے متعلق اور بھی حضور پرنور کے بہت سے معجزات ہیں جن پر

آپ نے چہ کر دم کیا یا عجب دین لایا یا ہاتھ پیر یا وہ فرما اچھا ہو گیا۔

اَحْيَاءُ مَوْتٰی

حضرات انبیاء کلام واصل روحانی طبیب ہیں دل اور روح کی بیماریوں کے علاج کے لئے مبعوث ہوئے لیکن بطور فرق عادت کبھی کبھی حق تعالیٰ شانہ انبیاء کرام کے ہاتھ سے ایسے امراض جسمانی کو شفاء بخشتا ہے جس سے اطباء عاجز ہوتے ہیں اور گاہ بگاہ اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء کے ہاتھ پر مژدے بھی زندہ کر دیتا ہے کہ لوگوں پر اس نبی برحق کا برگزیدہ خداوندی ہمداد صاف ہوتا ہے۔

اس قسم کے معجزات زیادہ تر عیسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئے۔

حق جل شانہ نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجودیکہ گوناگوں اقدیم قسم کے معجزات عطا فرمائے مگر شفا امراض اور احیاء موقتی کے قسم سے بھی آپ کو خطا فرما کر عطا فرمایا اور مردوں کی ایک جماعت آپ کے ہاتھ پر زندہ فرمائی۔ زرقانی ص ۱۱۱ ج ۱۔

حسن یوسف دم عینے ید بیضا داری

انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ہام قرطبی اپنی کتاب تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر مردوں کی ایک جماعت کو زندہ فرمایا جس کا قاضی میاں نے اپنی شفا میں ذکر کیا ہے۔ دیکھو بشرح شفا للعلامة القاری ص ۱۱۱ ج ۱۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اندھی بڑھیا کا ایک جوان بیٹا مر گیا سب نے اس پر ایک کپڑا ڈال دیا اور اس کو ڈھانک دیا اور وہی ماں کو یہ خبر دے کر ہوا اور چلائے لگی اور یہ کہہ کر اسے پروردگار تجھے خوب خوب معلوم ہے کہ میں غاص تیرے لئے اسلام لائی اور تیروں کو چھوڑا اور

بعد شوق و رغبت تیرے رسول کی طرف ہجرت کی اسے اللہ مجھ پر بہت پرستوں کو شہادت کا موقع نہ دے اور مجھ پر یہ ناقابل برداشت صدمہ نہ ڈال، حضرت انس فرماتے ہیں کہ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم اصحاب صلۃ اس وقت وہاں موجود تھے، خدا کی قسم ہم ابھی وہیں موجود تھے کہ یکایک وہ نوجوان زندہ ہو گیا اور اپنے منہ سے اپنی چادر اتاری اور ہمارے ساتھ کھانا کھایا اور وہ نوجوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تک زندہ رہا اور اس کی بڑھیا ماں اس نوجوان کی زندگی میں وفات پا گئی رواہ ابن عدی وابن ابی الدنیا والبیہقی والبیہقی تفصیل کے لئے زرقانی ج ۱ ص ۱۸۰ جلد دیکھئے۔

ف - اس استغاثہ اور آپ کی برکت سے اس کا بیٹا زندہ ہو گیا۔

(۲) دلائل بیہقی میں ہے کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی اس نے یہ کہا کہ میں جب اسلام قبول کروں گا جب آپ میری لڑکی کو زندہ کر دیں جو قریب میں مرجی ہے۔ آپ نے فرمایا مجھ اس کی قبر کو کھلاؤ، وہ شخص آپ کو اس کی قبر پر لے گیا، آپ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس لڑکی کا نام لے کر اس کو پکارا وہ لڑکی زندہ ہو گئی اور لڑیکہ دس دیک جی حاضر ہوئی کہتی ہوئی قبر سے باہر نکل آئی، آپ نے اسے ارشاد فرمایا کہ کیا تو اپنے ماں باپ کے پاس رہنا چاہتی ہے، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا تعالیٰ کا قرب ماں باپ سے بہتر ہے اور میں نے آخرت کو دنیا سے بہتر پایا۔ زرقانی ج ۱ ص ۱۸۰ ج ۵ شفا رفا فی عیاض ص ۱۳۴

(۳) - عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حجۃ الوداع میں مقام محزون میں اترے اور ایک راز میرے پاس رنجیدہ اند غلین اور روتے ہوئے باہر گئے پھر جب واپس آئے تو مسرور تھے اور مکرر کہہ تھے، میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ میرے والدین کو زندہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے والدین کو زندہ کر دیا اور وہ مجھ پر ایمان لائے اور پھر وفات پا گئے۔

اس روایت کو سہیل نے روض الانف میں ذکر اور یہ کہا کہ اس روایت کی سند کے دہلوی مجہول ہیں اور حافظ ابن کثیر نے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ بہت ضعیف ہے مگر موقوف نہیں اور نفاک

قاضی عباس فرماتے ہیں کہ حدیث شاذہ مسمومہ نہیں ہے جس کو ائمہ حدیث نے اپنی صحاح اور سنن میں روایت کیا ہے، ائمہ متکلمین کا اس میں اختلاف ہے، امام ابو الحسن اشعری اور قاضی ابو بکر ہاتھانی تو یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی مردہ بکری میں اپنی قدرتِ کاملہ سے کلام اور حروف اور اصوات کو پیدا کر دیا جیسے خدا تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے بارہا شجر اور حجر میں کلام اور حروف اور اصوات کو پیدا فرمایا پس اسی طرح بکری کا گوشت اپنی ہی حالت اور شکل پر رہا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں قدرتِ گویائی کی پیدا کر دی۔

اور بعض متکلمین یہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس گوشت میں حیات اور زندگی پیدا فرمائی اور حیات کے بعد اُس گوشت نے کلام کیا اور یہ ہی امام ابو الحسن اشعری سے منقول ہے، دیکھو شفار قاضی عیاض ۱۵۹ و من اہل الصفا ۲۴

(۵)۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں کعبہ کے ایک ستون سے سہارا لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے، اس کے بعد جب منبر تیار ہو گیا تو آپ نے منبر پر خطبہ دنیا شروع کر دیا تو یکبارگی صدمہ مفارقت میں وہ ستون چلا کر رونے لگا آپ منبر سے اترے اور اس کو اپنے بدن سے چمٹایا اسودہ بچکیاں لینے لگا آپ نے فرمایا کہ یہ ستون ہمیشہ ذکرِ خطبہ سن کر تانتا تھا اب جو سننا توڑنے لگا، بھاری لعین قاضی عیاض اور دیگر حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ گریہ ستون کی حدیث متواتر ہے صحابہ کرام کے ایک کثیر جماعت سے مروی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حنین ہذا (یعنی گریہ ستون) کا معجزہ حضرت عیسیٰ کے احیاء مرقی کے معجزہ سے زیادہ بلند ہے اس لئے کہ میت اگر زندہ ہو جائے تو اپنی حالت سابقہ یعنی گرفتہ حیات کی طرف لوٹ آیا یا بھلاؤ بکڑی کے کہ وہ توجہ و محض ہے، اس میں پہلے سے حیات کا کہیں نام و نشان نہ تھا اس کا مفارقت نبوی کے صدمہ و اہم سے رونے کا عین درجہ عجیب ہے، امام بیہقی نے امام شافعی سے اسی طرح نقل فرمایا اور علیٰ ہذا درختوں اور پہاڑوں میں سے السلام علیک یا رسول اللہ کی آوازیں آنا اور آپ کے اشارے سے بتوں کا گر جانا اور آپ کی مجلس میں کھانوں سے تسبیح

کی آواز سنائی دینا یہ معجزات بھی احیاء موتی کے معجزات سے کم نہیں اور اعلیٰ ہذا اور درختوں کا آپس کے بلانے سے اُجھانا اور آپس کے اشارہ سے اپنی جگہ واپس آجانا یہ بھی احیاء موتی کے معجزہ سے کم نہیں۔
غرض یہ کہ احیاء موتی کے متعلق متعدد حادثات سے متعدد واقعات مختلف سندوں کے ساتھ ملتے ہیں غمراؤ افراد اگرچہ وہ روایتیں پایہ صحت کو نہیں پہنچیں لیکن تدریجاً مشترک کے طور پر اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ احیاء موتی اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور ثابت ہے لہذا اس کو باطل ہے اصل اور موضوعاً قرار دینا صحیح نہیں۔

معجزات عیسیٰ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سب سے بڑا معجزہ وہ ہے جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے **وَالْفَخْزُ فِيكَون طير اباذن اللہ**۔
یعنی آپ گیلی مٹی تھے اور اس سے چڑیا کا پتلا بناتے پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ حکم خدا چڑیا بن جاتا تھا روایت کیا جاتا ہے کہ یہ مٹی کی چڑیا کچھ دور تک اُڑتی، پھر مڑ کر گر پڑتی تاکہ اصلی چڑیا اور اس اعجازی چڑیا میں فرق ہو جائے۔ مگر یہ معجزہ چاروں انجیلوں میں مذکور نہیں۔
اس کے بعد احیاء موتی کا معجزہ ہے جو چڑیا کے معجزہ سے ذرا کم ہے کیونکہ جو مردہ حال ہی میں مرا ہے اس میں سب سابق زندگی کا لوٹ آنا تا عجیب نہیں جتنا کہ مٹی کے پتلے کا چڑیا بن جانا۔
اور احیاء موتی کے بعد شفا مرضی یعنی بیماروں کے اچھا کر دینے کا معجزہ ہے۔
اور شفا مرضی سے اُن کے ذکر کا شفا میں جن کو حق تعالیٰ نے دانہ تک بھانا اُٹھلوان و ما تدخرون سے بیان کیا ہے یعنی تم کو خبر دے دوں گا کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ جمع کرتے ہو۔

یہ معجزہ حضرت مسیح کے ساتھ مخصوص نہیں دیگر انبیاء بنی اسرائیل نے بھی بہت سے اہم آئندہ اُمم کے قبل از تواریخ خبر دی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں رومیوں کے غلبہ کی خبر سات آٹھ سال پہلے دی

گئی اور فتح خیر اور فتح شام و عراق کی خبر دی گئی نصاریٰ نے حضرت مسیح کے کل ۲۷ معجزے بیان کئے ہیں جن میں سب سے بڑا معجزہ مرموں کو زندہ کرنے کا ہے اور یہ معجزہ بھی انجیلی روایات کی بنا پر مرم تین بار پیش آیا ہے۔ پہلا مردہ شہر نائین کا رہنے والا تھا اس کا جنازہ اٹھ چکا تھا اور اس کی ماں رو رہی تھی حضرت مسیح نے اس کے جنازہ کو روک کر کہا اے جوان اٹھ جا وہ مردہ اٹھ بیٹھا اور لوٹنے لگا اور اس نے اس کو اس کی ماں کو سوپ دیا۔ سب پر دہشت طاری ہو گئی اور کہنے لگے کہ بڑا نبی ہے جو ہم میں اٹھا ہے دیکھو۔ انجیل لوقا باب ۷ درس ۱۱ تا ۱۷

دوسرا واقعہ۔ ایک مردہ لڑکی کے زندہ کرنے کا ہے جو انجیل متی باب ۹ درس ۱۸ تا ۲۴ میں مذکور ہے۔

تیسرا واقعہ آپ کے محبوب معزز کو زندہ کرنے کا ہے جو آپ کی چھٹی مریم کا بھائی تھا جسے مرے ہوئے اور دفن ہوئے چار دن ہو چکے تھے حضرت مسیح تشریف لائے اور بادار بلند پکارا اے معزز نکل آ۔ جو مر گیا تھا وہ کفن سے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے باہر نکل آیا اور اس کا چہرہ رومال سے لپٹا ہوا تھا یسوع نے ان سے کہا اے کھول کر بانے دو۔

یہ واقعہ انجیل یوحنا کے باب ۱۱ میں مذکور ہے۔

یہودان معجزات کی بابت یہ کہتے ہیں کہ یہ نین شخص حقیقت میں میرے نہیں تھے بلکہ سکتے کی حالت میں تھے، بسا اوقات ایسی حالت میں شدید بیہوش کو مردہ سمجھ لیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ متقدم حکومتوں میں اس وقت تک دفن کی اجازت نہیں ہوتی جب تک مستند و اکثر موت کی شہادت نہ لکھ دے۔

اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح کے احیاء مواتے کے معجزہ کو قرآن و حدیث کی شہادت کی بنا پر مانتے ہیں ورنہ علماء نصاریٰ کے پاس کوئی سلسلہ اسناد نہیں کہ جس کے ذریعہ کوئی متصل اسناد پیش کر سکیں۔ بخلاف معجزات محمدیہ کے کہ وہ تمام اسانید صحیحہ اور متصلہ اور سلسلہ کے ساتھ منقول اور مروی ہیں اور جو روایتیں مرسل طریقہ پر یا ضعیف طریقے سے مروی ہیں وہ

متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہیں اور ظاہر ہے کہ ایک شئی کا متعدد طریقوں اور مختلف مادوں سے منقول ہونا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ روایت بے اہل نہیں تعدد طریق سے روایت میں ایک گونہ قوت آجاتی ہے جو بسا اوقات اس کو صحیح اور حسن کے درجہ تک پہنچا دیتی ہے اور سیود اور نصاریٰ کے یہاں نہ سلسلہ اسناد ہے اور نہ علم رجال ہے اس لئے بائبل میں جن واقعات کی روایت کی گئی ہے وہ کوئی وزن نہیں رکھتی۔

مقصود نبوت

تمام علما اہل کتاب کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو دنیا میں نبی اور پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان پر وحی نازل کی تاکہ وہ انسانوں کو حق کی طرف رہنمائی کریں اور ان کو دائمی نجات حاصل کرنے کا طریقہ بتلائیں۔

پس جس بنا پر علماء اہل کتاب - اجماعاً بنی اسرائیل کی نبوت کے قائل ہیں وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی موجود ہے بلکہ آپ میں خصائص نبوت اور دلائل رسالت، تمام انبیائے زمانہ صاف اور روشن ہیں اور روایت کے لحاظ سے سب سے زیادہ صحیح اور شبہات سے غایت درجہ بعید بلکہ پاک اور منزہ ہیں۔

نبوت و رسالت کا سب سے اہم اور اعظم پہلو وہ دینی عقائد اور عبادات اور آداب و اخلاق اور احکام و معاملات کا معاملہ ہے۔

دوسرا پہلو دلائل نبوت اور براہین رسالت یعنی معجزات کا ہے۔

تیسرا پہلو پیشین گوئیوں کا ہے۔

چوتھا پہلو اصلاح عالم کا ہے۔

پانچواں پہلو اثر ہدایت کا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچوں باتوں میں تمام انبیاء و مرسلین سے بڑھ کر ہیں۔

نصاری کی گمراہی کا سبب

حق جل شانہ نے جس طرح دیگر انبیاء کرام کو آیات بنیات اور معجزات عطا کئے تاکہ اُن کی نبوت و رسالت کی سند اور دلیل بنیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بہت سے خوارقِ عادت سے سرفراز فرمایا۔

نصاری حضرت عیسیٰ کی ان نشانیوں کو دیکھ کر یہ سمجھ کر یہ نشانیاں خود حضرت عیسیٰ کی قدرت سے پیش آئی ہیں اور ان کی یہ قدرت میں قدرت الہی ہے، اس لئے ان نادانوں نے یہ سمجھ لیا کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ حضرت مسیح میں حلول کرایا ہے اور اُن کے ساتھ متحد ہو گیا ہے اور وہ اور خدا ایک ہیں۔

جیسے مسلمانوں میں جو لوگ اولیاء اللہ کے بدلے میں خلوت کرتے ہیں، وہ اپنی ضرورتوں اور مصیبتوں میں اولیاء اللہ کو بھارتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان عباد صالحین کو اس قسم کے نقصان کا اختیار ہے کہ جس کو چاہیں نفع یا ضرر پہنچائیں، اس قسم کے لوگ اگرچہ ان عباد صالحین کو معبود اور خدا نہیں سمجھتے بلکہ ان حضرات کو خدا کا بندہ ہی سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ لوگ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں۔ مگر بایں ہر نفیوانیت اور شرک سے مشابہت ضرور ہے اور ان لوگوں کا یہ فعل اگرچہ شرک و افتخاوی اور فخری عن الملة نہ ہو مگر شرک عملی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

حضرات انبیاء حق تعالیٰ شانہ کے برگزیدہ بندہ ہوتے ہیں اُن کی بعثت کی غرض نہایت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو معرفت اور عبادتِ الہی کی راہیں دکھائیں اور اُن کے اخلاق و اعمال کی اصلاح و تزکیہ کریں اور ان کی آیات بنیات اور خوارقِ عادت جو اُن کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہیں وہ ان کی نبوت و رسالت کے دلائل و براہین ہوتے ہیں۔ نصاریٰ جیادہ نے ان معجزات کو دلائلِ اویست سمجھ لیا اور یہ نہ سمجھا کہ یہ معجزات حضرات انبیاء کے اختیاری افعال نہیں بلکہ قدرتِ خداوندی کے کرشمے ہیں جو جن جانب اللہ انبیاء کرام کی نفیست اور برتری ظاہر کرنے کے لئے محض خدا تعالیٰ

کی قدرت اور ارادہ سے انبیاء کرام کے ہاتھوں پر ظاہر ہو رہے ہیں۔ انبیاء کی قدرت اور ارادہ کا ان کے صدور و ظہور میں کوئی دخل نہیں۔

حق تعالیٰ نے پیغمبروں کو کائنات میں تصرف کرنے کی کوئی ذاتی قوت اور قدرت نہیں بخشی کہ جبر جاہل کر ڈالیں، حتیٰ کہ اپنے قریبی رشتہ داروں اور باپ اور بیٹے کو بھی ہدایت بخشنے کی قدرت بھی ان کو نہیں کہ جس کو جاہل ہدایت کی راہ پر لے آئیں، نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کی ہدایت پر اور ابراہیم علیہ السلام آفر کی ہدایت پر قادر نہ ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ قدرت نہ ہوئی کہ اپنے چچا ابوطالب اور ابو لہب کو ہدایت پر لے آئیں یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

انک لا تہدو صا حبیت و لکن اللہ یہدی من یشاء ۱۷
تحقیق ہدایت آپ کے اختیار میں نہیں کہ جس کو چاہیں ہدایت دے دیں لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو ہدایت بخشتا ہے۔

حتیٰ کہ انبیاء کرام اپنے نفع و ضرر کے بھی مالک نہیں، بسا اوقات انبیاء کرام کو اپنے دشمنوں سے طرح طرح کی تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچیں مگر وہ اپنی ذات سے ان مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ قتل بھی ہو سکے اسی وجہ سے ارشاد ہے

قل انے لا املک لحکم ضررا ۱۸
آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے لئے نہ کسی نقصان ولا و شدائد کا مالک ہوں اور نہ کسی ہدایت کا مالک ہوں۔

اور اسی قسم کی بے شمار آیتیں قرآن کریم میں موجود ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نفع اور ضرر کا مالک نہیں لہذا جو ذات نفع و ضرر کی مالک نہ ہو وہ قابل عبادت اور لائق پرستش نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین کا دور حکومت آیا جنہوں نے نبی و کرمی کی سلطنتیں الٹ ڈالیں اور ادا دھاکرہ زمین فتح کر ڈالا، فتح کے بعد شرک اور ظلم کا قلع قمع کر دیا اور بد اخلاقیوں اور بے حیائیوں سے زمین کو پاک کر ڈالا اور توحید حق اور دین الہی اور عدل اخصا

کو پھیلا دیا یہاں تک یہ حضرات رحم اور عدل میں اور تدبیر اور عقل میں ضرب المثل ہو گئے۔
اور اس کے برعکس نصاریٰ کی حکمرانوں کو دیکھتے جنہوں نے بجائے توحید کے تثلیث کا
علم بلند کیا اور شراب نوشی اور شہوت پرستی اور قسم قسم کے بد اخلاقیوں اور بیجائیوں کا دروازہ
کھول دیا جیسا کہ دنیا کے سامنے ہے عیاں را چہ بیان۔

دین کے تین بنیادی اصول

دین کے بنیادی اصول تین ہیں۔ جن کو لے کر تمام پیغمبر آئے اور جن پر انسان کی
سعادت کا دار و مدار ہے توحید و رسالت و قیامت آل حضرت مصلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت
سے پہلے تمام عالم گمراہی میں مبتلا تھا قرآن کریم آپ پر نازل ہوا اللہ من جانب اللہ ہدایات اور
اصلاحات کو لے کر آیا۔ اصول اور فروع کی تمام گمراہیوں کی اصلاح کی اور سب سے پہلے دین
کی ان تین بنیادی اصول میں جو گمراہیاں چھپی گئی تھیں ان کی اصلاح کی۔

پہلی اصل توحید

دین کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی اصل توحید ہے جس کے بارے میں تمام قومیں گمراہ
ہوئیں۔ جو جس توہم و خد کے قائل ہوئے اور شرکین بت پرستی میں مبتلا ہوئے۔
یہ ہوا:

یہود باوجود کہ انبیاء کرام کی تعلیمات اور ہدایات سے واقف تھے مگر وہ بھی توحید کے
بارے میں گمراہ ہوئے، اپنی گمراہی سے خدا تعالیٰ کو انسان جیسا بنا دیا کہ جو خشک بھی جاتا ہے
اور انسان کے پیدا کرنے پر نادم اور شپان بھی ہوتا ہے اور خدا کی اسرائیل سے کشتی بھی برقی نہا
اسرائیل کی گرفت سے اس وقت تک ماہرہ محل کا جب تک اُسے برکت نہ دے دی۔
نصاری:

نصاری کھلم کھلا شرک کا شکار ہوئے اور تثلیث کا مشرکانہ عقیدہ ایجاد کیا، قرآن کریم
توحید کی تعلیم اور شرک اور تثلیث کے ابطال سے بھرپور ہے۔

دوسری اصل اعتقاد نبوت ہے

مشرکین تو نبوت کے سرے سے منکر تھے اور شریعت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے اور
یہود اگرچہ نبوت کے قائل تھے مگر باوجود اس کے انبیاء کرام کو خدا کے مقابلہ میں جھوٹ اور
دھوکا دہ فریب سے بھی آلودہ بتلاتے تھے اور پیغمبروں سے کبیرہ نگاہ کے صدور کے بھی قائل تھے
نیز یہود نبوت کو بنی اسرائیل کی حد تک محدود رکھتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ منصب نبوت بنی
اسرائیل کے لئے خاص کر دیا گیا ہے معاذ اللہ خدا تعالیٰ اپنی پیغمبری کے لئے سوائے بنی اسرائیل
کے کسی اور کو منتخب نہیں کر سکتا یہودیوں کی طرح عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ نبوت صرف
بنی اسرائیل میں محدود ہے، اور حضرت مسیح اور اُن کے حواریوں کے سوا کسی اور نبی کو صحیح نہیں
سمجھتے تھے اور عیسائی لوگ یہودیوں کے برعکس حضرت مسیح کی الوہیت اور اہمیت کے
قائل تھے قرآن کریم نے ہاں بجا مشرکین اور یہود اور نصاریٰ کے عقیدہ نبوت کے بارہ میں کامل
اصلاح کی۔

تیسری اصل عقیدہ قیامت ہے

یعنی اعتقاد جزاء و سزا

دین کی تیسری اصل یوم آخرت پر ایمان لانا اور اعمال پر جزاء و سزا و حساب ہونے کا
یقین کرنا۔

مشرکین اور بت پرست قیامت کی نفی سے منکر تھے اور جزاء و سزا کے قائل نہ تھے
جزاء و سزا کے مسئلہ میں عیسائیوں کو غلط پیش آئی کہ انھوں نے فدیہ ہو جانے

و اے نجات دہندہ کا عقیدہ قائم کر یا وہ یہ کہتے ہیں کہ نجات دینے والا خود فیہ بن کر انسانوں کو ان کے گناہوں کی سزا سے بچائے گا۔

یہودیوں کا زعم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ دنیا و آخرت میں صرف بنی اسرائیل کا طرف دار ہے اور جنت بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص ہے۔

اسلام کی تعلیم

جزا و سزا کے بارہ میں اسلام یہ کہتا ہے کہ نجات ایمان اور عمل صالح پر موقوف ہے، ایمان اور کفر پر جزا اور سزا ملے گی اس میں کسی قوم کو کسی قوم پر ترجیح نہ دی جائے گی بلکہ غایت درجہ عدل و انصاف کے ساتھ ایمان اور نیکیوں پر ثواب اور کفر اور برائیوں پر عقاب ہوگا۔ سزا میں عدل پورا ہوگا کہ ایک بڑا گناہ ایک گناہ بدلہ ایک ہی ملے گا اور جزا و انعام میں عدل کے ساتھ احسان اور نطف و کرم غالب ہوگا کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملے گا اور خدا چاہے گا تو اور بھی اضافہ کر دے گا۔

قرآن کریم نے اس مسئلہ کو عجیب انداز سے بیان کیا ہے اور بار بار دہرایا ہے اور ہر جگہ دل کش اور دل آویز دلائل اور براہین سے اس کو خوب ہی دل نشین کر دیا ہے کہ اللہ بے شمار دلائل سے اس کو ثابت کیا ہے

افحبتہم انما خلقناکم عبثا
والکم الینالاجون لہ
کیا تم یہ خیال رکھتے ہو کہ ہم نے تم کو بے کار اور
بے فائدہ بنایا ہے۔

ایحسب الانسان ان یتروک
سدى الم ینک نطفۃ من
منی یعنی شرم کا نعلقہ
اور کیا یہ خیال کرتے ہو کہ تم ہماری طرف راہبہ نہیں
کھے جاؤ گے کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ وہ
حمل اور بے قید چھوڑ دیا جائے گا کیا انسان

فخلق فسوے فجعل منه
النوحین الذکر والانثی
منی کی ایک بوند نہ تھا پھر خون بہتہ بہا، پھر
اس کو اللہ نے صبح سالم بنایا، پھر انسان کی دو
قسمیں بنائیں ایک نر اور ایک مادہ پس کیا وہ
خدا جس نے اپنی قدرت سے یہ سب کچھ بنایا اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو دوبارہ
زندہ کرے اور زندہ کر کے ان سے حساب و کتاب لے۔

فلاسفہ قیامت کے تو قائل ہیں مگر صرف روحانی قیامت کے قائل ہیں جسمانی قیامت
کے قائل نہیں اس اسلام مدح و جسم کے ساتھ دوسری زندگی کی تعلیم دیتا ہے فلسفی نظریہ رکھنے
والے صرف روحانی قیامت اور روحانی سفر پر اس لئے زور دیتے ہیں کہ جسمانی لذتوں کو
محیر بنانے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ محض مہمانیت ہے حالانکہ خود جسمانی لذتوں پر فریفتہ ہیں اور یہ
نہیں سمجھتے کہ انسان جسم اور روح دونوں سے مرکب ہے اور یہ مجروح مرکب احکام خداوندی کا
مکلف ہے، لہذا جزا و سزا اور روح و جسم دونوں ہی پر جاری ہونی چاہیے۔

پس جو دین ہر پہلو سے کامل اور مکمل ہو اور اصول و فروع کے اعتبار سے معقول اور
مائل ہو وہی دین کامل ہے جس کے اتباع سے خدا تعالیٰ تک رسائی ہو سکتی ہے کما قال تعالیٰ
الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام
دینا۔ وقال تعالیٰ ان الدین عند اللہ الاسلام ومن یتق غیر الاسلام دینا
فلن یقبل منه دھونی الاخرۃ من الخاسرین۔

خصائص نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

خصائص نبوی سے وہ فضائل و کمالات مراد ہیں جو حق جل شائد نے خاص انحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے اور انبیاء کرام میں سے کسی کو نہ نبی کو اس میں شریک نہیں فرمایا حدیث

میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے چند چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔

(۱۱)۔ میری بعثت تمام دنیا کی طرف ہوئی، مجھ سے پہلے انبیاء صرف اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ کما قال تعالیٰ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً وما ارسلناک الا کافۃ للناس۔ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نبی (۱۲)۔ میں خاتم النبیین ہوں میری ذات پر سلسلہ انبیاء ختم ہوا میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ کما قال تعالیٰ ما کان مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِن رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ۔ وقال تعالیٰ۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَوَاظَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعَمِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

(۱۳)۔ مجھ کو حرام الکلمہ عطا کئے گئے یعنی ایسے محترم اور جامع کلمات کہ الفاظ تو متحصرے ہوں اور معانی بے شمار ہوں جیسا کہ احادیث نبویہ کا مجموعہ اس کا شاہد ہے کہ وہ تمام عقائد حقیقہ اور اعمال صحیحہ اور مکام اخلاق اور دین و دنیا کے تمام احکام اور دستور اور انہیں اور قواعد اور قوانین کا مجموعہ ہے۔

(۱۴)۔ مجھے رُعب اور حبیب کے درمیان وسیع و فطرت عطا کی گئی بلا سبب ظاہری کے ایک مہینہ کی مسافت تک میرے دشمن مجھ سے مرعوب اور خوف زدہ رہتے ہیں یہ تائیدِ شعیہ تھی کہ ایک مہینہ کی مسافت تک دشمنوں کے دلوں میں آپ کا رُعب ڈال دیا گیا۔ کما قال تعالیٰ۔ مَسْلُفِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الرُّعْبُ

وقال تعالیٰ وقد ذف فی قلوبہم الرعب

(۱۵)۔ تمام روئے زمین میرے لئے سمجھہ گا اور مطہر بنا دی گئی یعنی میری اُمت کو ہر جگہ نماز

پڑھنے کی اجازت ہے خواہ مسجد ہو یا غیر مسجد اور میرے لئے پاک مٹی سے تیمم کا حکم نازل ہوا کہ مجھے ہر جگہ تیمم کی اجازت ہے اور میرے لئے مٹی کو پانی کی طرح منظر پاک کرنے والی چیز بنادیا گیا۔

(۱۶)۔ اور مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لئے حلال نہ تھا۔
(۱۷)۔ میرے پیرو تمام انبیاء و مرسلین کے پیروں سے زیادہ ہوں گے حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن تمام امتوں کی صفیں ایک سوئیں ہوں گی جن میں سے انہی صفیں میری امت کی ہوں گی۔

(۱۸)۔ مجھے شفاعت کبریٰ کا مرتبہ عطا کیا گیا کہ قیامت کے دن اولین اور آخرین میری طرف رجوع کریں گے اور میں ان کے لئے بارگاہ خداوندی میں شفاعت کروں گا۔
(۱۹)۔ سب انبیاء و مرسلین سے پہلے میں اپنی امت کو بطراط سے لے کر گزروں گا۔
(۲۰)۔ اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور ابو بکر و عمر میرے دائیں اور بائیں ہوں گے اور جنت میں ہر نبی کے لئے حوض ہوگی اور میری حوض سب سے زیادہ وسیع اور پُر رونق ہوگی۔

فَتِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

اس ناچیز نے اپنی ضعف و ناتوانی کی بنا پر معجزات اور ان خصائص کے بیان میں نہایت اجمال اور انحصار سے کام لیا اس لئے کہ ان خصائص کے بارہ میں احادیث معروف و مشہور ہیں اور زبانِ ربوہ ظائق میں ایسی اپنی تالیف تَسْبِيْحَةُ الْمُطَهَّرَةِ صَحْفِہٖ چہام کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس ناچیز کا اور اس کی اولاد کا خاتمہ بخیر فرمائے اور اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور آپ کی حوض کوثر پر حاضری اور اس کا پانی پینا نصیب فرمائے

اٰمِیْن وَاٰخِرُ عَوٰنَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ
 الصَّلٰةَ وَالسَّلَامَ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ
 وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَعْلَآءِ اَمَّتِہٖ وَاَوَّلِیَآءِ زَمَرَتِہٖ
 اَجْمَعِیْنَ وَ عَلَیْنَا مَعَهُمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَ
 یَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِیْنَ وَ اَجْوَادَ الْاَجْوَدِیْنَ وَ
 خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَ یَا خَیْرَ الْمَعْطٰییْنَ ۔ اٰمِیْن
 یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی

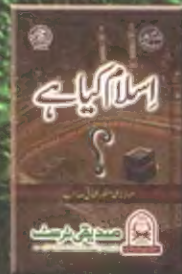
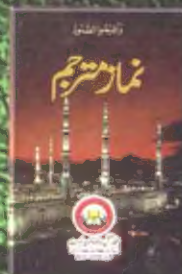
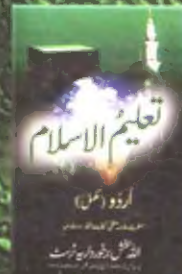
۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ کو اس آخری حصّہ کی نظر ثانی سے فرغت
 ہوئی ۔ فَللّٰہِ الْحَمْدُ اَوَّلًا وَاٰخِرًا

محمد ادریس

كَانَ اللّٰهُ لَہٗ وَكَانَ هُوَ اللّٰہُ

(اٰمِیْن)

دیگر مطبوعات



اسلامک ایجوکیشنل ٹرسٹ، یو۔ کے۔

قاری عبدالرشید نیکر

119-121 ہالی ویل روڈ، پلٹن۔ BL13NE

فون/فیکس: 01204 389080، موبائل: 07930 464843

دارالعلوم المدنیہ، یو۔ ایس۔ اے

182 ہویٹسکی سٹریٹ، نیو یارک۔ 14212-NY

فون: 0716 892 2606، فیکس: 0716 892 6621

ای میل: office@madania.org

صدیقی ٹرسٹ

صدیقی ہاؤس، المنظر پارک، 458، گارڈن ایسٹ، پی۔ او۔ بکس۔ 609

کراچی۔ 74800 پاکستان، فیکس: 7228823